

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	باب البدعات والرسوم (بدعات اور رسومات کا بیان)	
۲۳	بدعت کی تعریف.....	۱
۲۵	فرض، سنت، بدعت وغیرہ کی تعریف.....	۲
۲۷	سنت و بدعت کی تعریف و تقسیم.....	۳
۳۱	بدعت کی تقسیم.....	۴
۳۲	ایضاً.....	۵
۳۳	بدعت کی اقسام.....	۶
۳۶	ایضاً.....	۷
۳۶	کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں؟.....	۸
۳۷	جمع قرآن اور تراویح وغیرہ کیا بدعت ہیں؟.....	۹

۳۹	سنی، حنفی، وہابی کی تعریف	۱۰
۴۳	وہابی کی تعریف	۱۱
۴۶	وہابی کون ہے؟	۱۲
۴۸	کیا تارک فرائض سنی کھلانے کا حقدار ہے؟	۱۳
۴۹	کسی کام کو کسی کی سنت کہنا	۱۴
۵۰	مستحب پر اصرار	۱۵
۵۰	ایضاً	۱۶
۵۳	اصلاح کی نیت سے بدعات میں شرکت	۱۷
۵۴	اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت	۱۸
۵۶	بدعتی سے میل جول	۱۹
۵۷	رضا خانیوں کے ساتھ معاملہ	۲۰
۵۸	بدعتی اور تبع ملت عالم کے پرکھنے کا طریقہ	۲۱
(مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان)		
۶۰	فاتحہ مروجہ	۲۲
۶۱	ایضاً	۲۳
۶۲	کتاب ”آزرجندی“ کی حقیقت اور فاتحہ	۲۴
۶۸	کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں	۲۵
۶۹	شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ	۲۶
۷۰	دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ	۲۷
۷۱	قل پنجائیت اور فاتحہ	۲۸
۷۲	ختم کے بعد کھانا	۲۹
۷۲	یسین شریف کا ختم	۳۰

۷۳	وظیفہ سورہ یٰسین کے ختم پر شیرینی	۳۱
۷۴	ختم قرآن پر دعوت	۳۲
۷۵	ایمان کے شکر میں ختم	۳۳
۷۶	ختم خواجہ گان پر دوام برائے حصول مقصد	۳۴
۷۶	ختم قرآن پر مٹھائی	۳۵
۷۸	ختم قرآن کے دن جھنڈیاں لگانا	۳۶
۷۸	ختم قرآن میں چراغاں	۳۷
۷۹	مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھانا اور چھینا جھپٹی	۳۸
۸۰	روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مزارات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قرآن خوانی	۳۹
۸۱	میت کے لئے ایک لاکھ کلمہ طیبہ	۴۰
۸۳	ختم میں سوالا کھ کی تعداد	۴۱
۸۵	ایصالِ ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی	۴۲
۸۶	ایصالِ ثواب کے لئے مجلس	۴۳
۸۷	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ و دن کی تعیین	۴۴
۸۹	غیر مسلم کو ثواب پہنچانا	۴۵
۸۹	ایصالِ ثواب پر چائے پیش کرنا	۴۶
۸۹	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ مقرر کرنا	۴۷
۹۱	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا، اوقاتِ مدرسہ میں مدرسین اور طلبہ کا ایصالِ ثواب کرنا	۴۸
۹۱	ایصالِ ثواب کو اخبار میں شائع کرنا	۴۹
۹۳	ایصالِ ثواب کرنے والوں کو کچھ ہدیہ دینا	۵۰
۹۳	مرتبہ طریقہ پر ایصالِ ثواب	۵۱
۹۶	ایصالِ ثواب پر کھانا	۵۲
۹۶	کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کھانا	۵۳

۵۴	ایصالِ ثواب کے لئے دن کی تعیین.....	۹۷
۵۵	ایصالِ ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟.....	۹۷
(مروجہ صلاۃ و سلام کا بیان)		
۵۶	”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ کا ثبوت.....	۱۰۱
۵۷	اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت.....	۱۰۲
۵۸	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا.....	۱۰۳
۵۹	ایضاً.....	۱۰۴
۶۰	ختم تراویح کے بعد ”الصلوۃ والسلام یا آدم صلی اللہ“ پڑھنا.....	۱۰۴
۶۱	تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا.....	۱۰۵
۶۲	بعد نماز جمعہ مروجہ صلوۃ و سلام.....	۱۰۷
۶۳	فجر کی سنت سے قبل صلاۃ و سلام.....	۱۰۹
۶۴	کسی نماز کے بعد حمد و صلوۃ حلقہ بنا کر پڑھنا.....	۱۰۹
۶۵	صلوۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ.....	۱۱۱
۶۶	بعد نماز فجر و عصر درود شریف جہراً پڑھنا.....	۱۱۵
۶۷	درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا.....	۱۱۵
۶۸	وعظ میں بلند آواز سے سامعین کا درود شریف پڑھنا.....	۱۱۶
۶۹	مجلس وعظ میں درود شریف جہراً پڑھنا.....	۱۱۷
۷۰	اجتماعی درود شریف جہراً پڑھنا.....	۱۱۸
۷۱	آواز سے صلوۃ و سلام.....	۱۱۸
۷۲	ہر نماز کے بعد درود شریف پڑھنا.....	۱۱۹
۷۳	نماز کے بعد سلام پڑھنا.....	۱۱۹

۱۲۰	باتھ باندھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا	۷۴
۱۲۱	ہر جمعرات کو محفل درود شریف اور شیرینی	۷۵
۱۲۲	درود تاج	۷۶
۱۲۲	ایک مخصوص من گھڑت درود	۷۷
۱۲۳	درود لکھی وغیرہ کی تعریف	۷۸
۱۲۳	ایک درود شریف	۷۹
۱۲۳	ایک خاص درود شریف کے فضائل	۸۰
۱۲۵	روضہ اقدس کے فوٹو پر درود و سلام	۸۱
۱۲۶	نماز کے بعد نقشہ مسجد نبوی کی طرف رخ کر کے درود شریف پڑھنا	۸۲
۱۲۷	درود و ذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا	۸۳
۱۲۸	جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعمین و ترغیب	۸۴
۱۳۱	اسم مبارک سن کر، یا پڑھ کر، درود شریف پڑھنا اور اس کی قضاء	۸۵
۱۳۲	اسم مبارک سن کر درود شریف	۸۶
۱۳۲	لفظ ”نبی کریم“ اور اس پر درود شریف	۸۷
۱۳۲	درود میں لفظ ”سیدنا“	۸۸
۱۳۵	درود میں ”آل“ کا صدق	۸۹
۱۳۶	صلوٰۃ و سلام کسی بھی نبی پر	۹۰
۱۳۶	درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں	۹۱
۱۳۷	گنبد خضرا کو دیکھتے ہی صلوٰۃ و سلام	۹۲
۱۳۸	عشاء کے بعد روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام	۹۳
۱۳۸	محراب مسجد پر ایک مخصوص طعری	۹۴
۱۳۹	درود کی عبارت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا	۹۵

(فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان)

۱۳۱	مصافحہ دونوں ہاتھوں سے یا ایک سے؟	۹۶
۱۳۲	مصافحہ بعد نماز	۹۷
۱۳۳	مصافحہ بعد الحیدین	۹۸
۱۳۶	نماز عید کے بعد مصافحہ	۹۹
۱۴۷	ایضاً	۱۰۰
۱۴۷	عید ملنا	۱۰۱
۱۴۸	ایضاً	۱۰۲
۱۴۹	مصافحہ بعد الفجر والحصر	۱۰۳
۱۵۳	نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور بعد میں مصافحہ	۱۰۴

(اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان)

۱۵۶	اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۱۰۵
۱۵۷	اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۱۰۶
۱۵۸	اذان کے بعد انگوٹھا چومنا	۱۰۷
۱۵۸	انگوٹھے چومنا اور حیلہ اسقاط	۱۰۸
۱۵۹	اذان میں انگوٹھے چومنا	۱۰۹
۱۶۲	بوقت اذان تقبیل ابہامین	۱۱۰

(میلا دوسیرت کی محافل اور عرس کا بیان)

۱۶۵	محفل میلا دوسیرت	۱۱۱
۱۶۹	جلسہ میلا دوسیرت	۱۱۲
۱۷۲	میلا دوسیرت کا خاص طریقہ	۱۱۳
۱۷۶	مولود شریف	۱۱۴

۱۷۹	ساگرہ اور میلا و شریف	۱۱۵
۱۸۰	بطر ز موسیقی میلا و شریف پڑھنا	۱۱۶
۱۸۱	مجلس میلا و کے منکرات تفصیل اور وعظ پر اجرت	۱۱۷
۱۸۶	عید میلا و النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۸
۱۸۸	کیا مجلس میلا و شریف تمام ارکان کا بدل ہے؟	۱۱۹
۱۸۹	گیارہویں اور میلا و کی ابتداء	۱۲۰
۱۹۱	قیام میلا و کو روکنا	۱۲۱
۱۹۱	قیام میلا و کا تفصیلی حکم	۱۲۲
۲۰۳	قیام میلا و کی شرعی حیثیت	۱۲۳
۲۱۲	قیام میلا و کا حکم	۱۲۴
۲۱۸	محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام	۱۲۵
۲۱۸	سیرت کانفرنس کے جلسے	۱۲۶
۲۱۹	ربیع الاول کا جلوس	۱۲۷
۲۲۱	بارہ ربیع الاول کو مدح صحابہ کا جلوس	۱۲۸
۲۲۲	۱۰/محرم، ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا	۱۲۹
۲۲۲	وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال	۱۳۰
۲۲۳	حضرت غوث الاعظم کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری	۱۳۱
۲۲۴	دس محرم کو مسجد میں مجلس	۱۳۲
۲۲۴	عرس	۱۳۳
۲۲۷	عرس وغیرہ	۱۳۴
۲۳۰	بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ	۱۳۵
۲۳۳	عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر	۱۳۶
۲۳۶	ولادت، وفات پر خوشی اور غم، عرس، قوالی وغیرہ	۱۳۷

۲۴۰	اذان گا چھی صاحب کا عرس.....	۱۳۸
۲۴۳	عرس، قوالی، طلبہ، سارنگی بجانا.....	۱۳۹
۲۴۴	اصلاح کی نیت سے عرس میں شرکت.....	۱۴۰
۲۴۵	مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میلاد میں شرکت.....	۱۴۱
۲۴۵	مجدوب کی قبر پر عرس.....	۱۴۲
۲۴۶	قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی طرف.....	۱۴۳
۲۴۷	قوالی اور پختہ قبر وغیرہ.....	۱۴۴
۲۴۸	مجلس شہادت.....	۱۴۵
۲۵۰	جلسہ میں غزل و نعت پڑھنا.....	۱۴۶
۲۵۱	جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے، اس میں شرکت.....	۱۴۷
۲۵۱	خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل.....	۱۴۸
(مخصوص ایام کی مروج بدعات کا بیان)		
۲۵۳	اعمال شب برأت.....	۱۴۹
۲۵۴	شب برأت کی بعض نمازیں.....	۱۵۰
۲۵۵	شب برأت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ ”لا حول اھ“ کا ورد.....	۱۵۱
۲۵۵	مخصوص طرز پر آٹھ رکعات.....	۱۵۲
۲۵۵	مخصوص طرز پر چار رکعت.....	۱۵۳
۲۵۶	بچہ کا دودھ بخشوانا اور شب برأت میں کھانا تقسیم کرنا.....	۱۵۴
۲۵۶	شب برأت کو عرفہ بنانا.....	۱۵۵
۲۵۸	شب برأت میں قبروں پر روشنی اور اگر بتی.....	۱۵۶
۲۵۸	متبرک راتوں میں چراغاں کرنا.....	۱۵۷
۲۶۳	شب برأت اور شب قدر میں مسجدوں کو سجانا.....	۱۵۸
۲۶۴	دس محرم کو منھائی لا کر گھر میں تقسیم کرنا.....	۱۵۹

۲۶۳	شب برآءت اور اس کے اعمال	۱۶۰
۲۶۷	شب برآءت میں تہجد کی نماز باجماعت	۱۶۱
۲۶۷	شب برآءت کی رسمیں	۱۶۲
۲۶۸	شب برآءت کا حلوہ	۱۶۳
۲۶۹	لیلیۃ القدر اور لیلیۃ البرآءت میں چراغاں کرنا	۱۶۴
۲۷۰	متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع	۱۶۵
۲۷۱	متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا	۱۶۶
۲۷۲	عاشورہ محرم کے خصوصی اعمال	۱۶۷
۲۷۳	صلوۃ العاشورہ	۱۶۸
۲۷۴	یوم عاشورہ کی خصوصیات	۱۶۹
۲۷۵	صلوۃ الرغائب	۱۷۰
۲۷۶	محرم کی بدعت شنیعہ	۱۷۱
۲۷۶	محرم کی رسوم	۱۷۲
۲۷۷	محرم کا شربت	۱۷۳
۲۷۸	صفر کے آخری چار شنبہ کو مستحای تقسیم کرنا	۱۷۴
۲۸۰	رجب کا روزہ، کوئذہ	۱۷۵
۲۸۱	۲۲/ رجب کے کوئذوں کی حقیقت	۱۷۶
۲۸۲	رجب کی روٹی	۱۷۷
۲۸۳	شب معراج کے اعمال مروجہ	۱۷۸
۲۸۵	ایک مخصوص مشرکانہ رسم	۱۷۹
۲۸۶	رسم پر عمل	۱۸۰
۲۸۷	بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم	۱۸۱

۲۸۷	چالیس روز بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا.....	۱۸۲
۲۸۸	حج کو جانے والے کو نعروں کے ساتھ رخصت کرنا.....	۱۸۳
۲۸۹	کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟.....	۱۸۴
۲۹۰	بسم اللہ خوانی کی تقریب.....	۱۸۵
۲۹۰	بسم اللہ خوانی کے لئے عمر کی تعیین.....	۱۸۶
۲۹۰	بچوں کی روزہ کشائی.....	۱۸۷
۲۹۱	بچہ کا دو روہ بخشوانا.....	۱۸۸
۲۹۱	دو روہ بخشوانا.....	۱۸۹
۲۹۲	محراب مسجد میں ایک مخصوص طغرئی اور اس کا استلام.....	۱۹۰
۲۹۲	طغرئی کے سامنے امام کا کھڑا ہونا.....	۱۹۱
۲۹۲	محراب سے طغرئی کو ہٹانا.....	۱۹۲
(دفع مصائب کے لئے بعض اعمال کا بیان)		
۲۹۵	دفع مصائب کے لئے ختم بخاری شریف اور سوالا کھ کا ختم.....	۱۹۳
۲۹۶	مصیبت کو دفع کرنے کے لئے صدقہ کرنا.....	۱۹۴
۲۹۷	دفع وبا کے لئے اذان.....	۱۹۵
۲۹۸	دفع وبا و بلا کے لئے اذان دینا.....	۱۹۶
۲۹۸	جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا.....	۱۹۷
۳۰۰	دفع بلا کے لئے بھینٹ.....	۱۹۸
۳۰۱	دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا.....	۱۹۹
۳۰۱	دفع بلا کے لئے چیلوں کو گوشت ڈالنا.....	۲۰۰
۳۰۱	دفع وبا کے لئے تعزیہ کی نذر.....	۲۰۱

کتاب العلم

ما يتعلق بطلب العلم

(طلب علم کا بیان)

۲۰۲	علم ضروری کیا ہے؟	۳۰۳
۲۰۳	کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟	۳۰۳
۲۰۴	علم باطن کیا ہے؟	۳۰۵
۲۰۵	کثرت عبادت بہتر ہے، یا تحصیل علم شریعت؟	۳۰۵
۲۰۶	والدین کا علم دین حاصل کرنے سے روکنا	۳۰۶
۲۰۷	والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا	۳۰۷
۲۰۸	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تشریح	۳۰۸
۲۰۹	کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے؟	۳۱۰
۲۱۰	تعلیم کا مقصد	۳۱۰
۲۱۱	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لے کر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا	۳۱۱
۲۱۲	اجماع کی حجیت	۳۱۲
۲۱۳	فقہی جزئیات کا مقام کثیت اولہ	۳۱۳
۲۱۴	نصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات	۳۱۴
۲۱۵	مسائل فقہیہ میں تعارض کے وقت ترجیح کا طریقہ	۳۱۴
۲۱۶	مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہے؟	۳۱۵
۲۱۷	مسائل کے لئے استخارہ	۳۱۶
۲۱۸	نہ جاننے والے کو لاء علم کہنا	۳۱۷
۲۱۹	ایضاً	۳۱۷

۳۱۸	عالم دین کو کوتاہی پر ٹوکنا.....	۲۲۰
۳۱۹	جس چیز کے کئی رکن ہوں تو کیا ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے؟.....	۲۲۱
۳۱۹	انسان میں عناصر اربعہ.....	۲۲۲
۳۲۰	قبلہ و عقبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم.....	۲۲۳
(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)		
۳۲۰	فرض واجب وغیرہ کی تعریف.....	۲۲۴
۳۲۲	فقہاء کے یہاں 'درست نہیں' اور 'مکروہ تحریمی' کا مطلب.....	۲۲۵
۳۲۳	صاحب ہدایہ نے "قال العبد الضعیف" کیوں کہا؟.....	۲۲۶
۳۲۴	الفاظ "توثیہ عرب العرباء ضرا" کی تحقیق.....	۲۲۷
۳۲۵	"حفظ الایمان" اور کلمہ سے متعلق حضرت تھانوی پر اعتراض.....	۲۲۸
۳۲۶	مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی کتاب "صراط مستقیم" کی عبارت پر اعتراض.....	۲۲۹
۳۳۰	"صراط مستقیم" کی عبارت پر اعتراض کا جواب.....	۲۳۰
۳۳۳	"حفظ الایمان" کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ.....	۲۳۱
۳۳۵	"تقویۃ الایمان" کی عبارت پر اعتراض.....	۲۳۲
۳۳۸	تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب.....	۲۳۳
۳۳۹	"نور الانوار" کی عبارت پر خطباجان.....	۲۳۴
۳۴۰	۷۸۶ کا عدد تسمیہ کا قائم مقام نہیں ہے.....	۲۳۵
۳۴۰	حاشیہ پر "۱۲" کا مطلب.....	۲۳۶
۳۴۱	اللہ تعالیٰ کے لئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ.....	۲۳۷
۳۴۱	افتتاح مجلس کی دعا میں واحد کے صیغہ کو جمع سے پڑھنا.....	۲۳۸
۳۴۲	لفظ "حضور" کا استعمال.....	۲۳۹
۳۴۳	لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ.....	۲۴۰
۳۴۳	"غیر اعظم" کے معنی.....	۲۴۱

۲۴۲	روشن ضمیر کا مطلب کیا ہے؟	۲۴۲
۲۴۵	”اعلیٰ حضرت“ لقب کا حکم	۲۴۳
۲۴۵	”سید، مولیٰ، عبد“ کے معانی	۲۴۴
۲۴۸	معذور اور مجبور میں فرق	۲۴۵
۲۴۸	روزِ شرعی اور لغوی کی تعریف	۲۴۶
۲۴۹	عبادت و اطاعت میں فرق	۲۴۷
(فتویٰ کا بیان)		
۲۵۱	قاضی اور مفتی میں فرق	۲۴۸
۲۵۲	”ظاہر الروایۃ“ کے خلاف فتویٰ	۲۴۹
۲۵۳	شامی دیکھ کر فتویٰ دینا	۲۵۰
۲۵۴	جاہل مفتی	۲۵۱
۲۵۵	غیر مستند عالم کا فتویٰ دینا	۲۵۲
۲۵۶	غیر مجتہد اور غیر مفتی کا فتویٰ دینا	۲۵۳
۲۵۷	بغیر علم کے مسئلہ بتانا اور حدیث کی طرف منسوب کرنا	۲۵۴
۲۵۸	غیر عالم کا مسئلہ بتانا	۲۵۵
۲۵۹	غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا	۲۵۶
۲۶۰	غلط فتویٰ دینا اور فتویٰ کو نہ ماننا	۲۵۷
۲۶۲	غلط واقعہ بیان کر کے فتویٰ لینا	۲۵۸
۲۶۳	کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟	۲۵۹
۲۶۴	لامذہب کے سول کا جواب	۲۶۰
۲۶۵	اگر امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھیں؟	۲۶۱
۲۶۵	جہاں سے سہولت متوقع ہو، وہاں سے فتویٰ پوچھنا	۲۶۲
۲۶۶	مباحلہ	۲۶۳

۳۶۸	اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو؟	۳۶۴
۳۶۹	غیر مفتی بقول کو اختیار کرنا	۳۶۵
۳۷۱	شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہیے؟	۳۶۶
۳۷۲	فتویٰ کی تائید میں کسی مولوی کا جھوٹ موٹ نام	۳۶۷
۳۷۳	اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا	۳۶۸
(تعلیم نسواں کا بیان)		
۳۷۵	تعلیم نسواں	۳۶۹
۳۷۶	کیا تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے	۳۷۰
۳۷۶	بے پردگی کی حالت میں عورتوں کو تعلیم دینا	۳۷۱
۳۷۷	لڑکیوں کی تعلیم	۳۷۲
۳۷۸	لڑکیوں کے لئے تعلیم	۳۷۳
۳۷۹	مدرسہ میں لڑکیوں کی تعلیم	۳۷۴
۳۸۰	کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟	۳۷۵
۳۸۱	لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا	۳۷۶
۳۸۲	لڑکے اور لڑکیوں کا ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا	۳۷۷
۳۸۳	کتابۃ النساء	۳۷۸
۳۸۵	نیم عریاں لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا	۳۷۹
۳۸۶	پردہ نشین لڑکی کے لئے طبیہ کالج میں داخلہ	۳۸۰
۳۸۷	عورتوں کو حیض پردہ میں رکھ کر ونفاس کے مسائل بتانا	۳۸۱
۳۸۸	دنیوی تعلیم کے نتائج	۳۸۲
۳۸۹	مضمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے نیچے بچیوں کی مخلوط تعلیم	۳۸۳
۳۸۹	نرسری اسکول اور عیسائی معلمات	۳۸۴
۳۹۶	اسکول میں ترانہ	۳۸۵

۳۹۷	دوسرے سے سرِ شکیلیت حاصل کرنا	۲۸۶
	باب مایعلق بالقرآن الکریم	
	(تفسیر کا بیان)	
۳۹۸	شرائط تفسیر	۲۸۷
۳۹۸	تفسیر و تاویل میں فرق	۲۸۸
۳۹۹	کیا قرآن میں نسخ و منسوخ ہیں؟	۲۸۹
۴۰۶	کیا حکم قرآنی حدیث سے منسوخ ہو سکتا ہے؟	۲۹۰
۴۰۹	آیت منسوخہ کی تلاوت کا حکم	۲۹۱
۴۱۰	نسخ کی تفصیل اور حکمت	۲۹۲
۴۱۳	آیت قطب	۲۹۳
۴۱۳	سبع آیات	۲۹۴
۴۱۴	آیت الکرسی کہاں تک ہے؟	۲۹۵
۴۱۵	پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہیں؟	۲۹۶
۴۱۶	حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض	۲۹۷
۴۱۷	حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق	۲۹۸
۴۱۸	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت	۲۹۹
۴۲۰	استخلاف فی الارض کا وعدہ	۳۰۰
۴۲۲	وعید کی آیتیں زیادہ ہیں، یا وعدہ کی بشارتیں؟	۳۰۱
۴۲۲	”اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول“ کا مطلب	۳۰۲
۴۲۳	”اسجدوا لآدم“ کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے؟	۳۰۳
۴۲۴	”یسبح لله ما فی السموات والارض“ کی تشریح	۳۰۴
۴۲۵	”من لم یحکم بما أنزل اللہ“ کی تفسیر	۳۰۵

۳۰۶	غیر اللہ کو حاکم بنانے سے متعلق تفصیلات، چند آیات کی تفسیر	۲۲۶
۳۰۷	تفسیر "استوی"	۲۲۹
۳۰۸	تشریح "اقراء"	۲۳۰
۳۰۹	تفسیر "لا یمسہ الا المطہرون"	۲۳۲
۳۱۰	"لیس للإنسان الا ماسعی"	۲۳۴
۳۱۱	"ضربت علیہم الذلۃ والمسکنة" کا مطلب	۲۳۷
۳۱۲	"إن الذین آمنوا والذین ہادوا والصاری" پر اشکال اور اس کا جواب	۲۴۱
۳۱۳	"جعل الذین اتبعوک" کی تفسیر	۲۴۲
۳۱۴	"إن الصلوة تنہی عن الفحشاء والمنکر" کا مطلب	۲۴۵
۳۱۵	"وما تشاء وحی الا أن یشاء اللہ" کا مطلب	۲۴۵
۳۱۶	"إن شکرتم لأزیدنکم" کا مطلب	۲۴۶
۳۱۷	حضرت مسیح علیہ السلام کی فضیلت "کلمتہ" اور "روح منہ" سے	۲۴۷
۳۱۸	"قال: ہی عصای" کی عجیب تفسیر و تشریح	۲۵۱
۳۱۹	"أرض" کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟	۲۵۲
۳۲۰	"یوم ندعوا کل أناس بامامہم" کی تفسیر	۲۵۶
۳۲۱	اللہ تعالیٰ کو وکیل کیسے بنایا جائے؟	۲۵۷
۳۲۲	کیا مغفرت، فتح سے مربوط ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟	۲۵۸
۳۲۳	حیات طیبہ کون سی زندگی ہے؟	۲۵۹
۳۲۴	"وقت شام" سے کیا مراد ہے؟	۲۵۹
۳۲۵	قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم	۲۶۰
۳۲۶	وہا کے الفاظ والی صفات کیا نبی میں تھیں؟ (نعوذ باللہ)	۲۶۰
۳۲۷	کیا "تبت یداً ابی لہب" کو سنا ہے؟	۲۶۳
۳۲۸	قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل	۲۶۵

۳۲۹	تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ سے.....	۴۷۴
۳۳۰	شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا.....	۴۷۵
۳۳۱	ہجر جمیل کیا ہے؟.....	۴۷۷
۳۳۲	رحمۃ للعالمین کا مؤمنین کے ساتھ قرب معیت، ایک آیت کی تفسیر بالرائے.....	۴۷۷
۳۳۳	کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟.....	۴۷۸
۳۳۴	تفسیر مودودی اور تفسیر حقانی اور قرآن فہمی کے لئے مفید تفسیر.....	۴۷۹
۳۳۵	”اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے گندی چیز منگنا“ اسرائیلیات میں سے ہے.....	۴۸۰
(تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان)		
۳۳۶	قرآءات سبعہ بھی منقول ہیں، محدث نہیں.....	۴۸۱
۳۳۷	حسن قرآءات کی محفلوں کا حکم.....	۴۸۱
۳۳۸	کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟.....	۴۸۳
۳۳۹	”وقف زعفران“ کا مطلب.....	۴۸۵
۳۴۰	کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے؟.....	۴۸۶
۳۴۱	سورہ قدر میں ”امر“ یا ”سلام“ پر وقف.....	۴۸۶
۳۴۲	تحقیق ”ضاد“.....	۴۸۷
۳۴۳	”نون قطعی“ کے ساتھ نماز.....	۴۹۱
۳۴۴	معروف و مجہول کا تلفظ.....	۴۹۲
۳۴۵	بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ.....	۴۹۳
۳۴۶	زیر، زیر، پیش.....	۴۹۴
۳۴۷	غیر قرآن کو قرآءات کے ساتھ پڑھنا.....	۴۹۵
۳۴۸	قرآن پاک میں اعراب اور کتب حدیث و فقہ کی تدوین.....	۴۹۵
۳۴۹	حرکات و نقاط قرآن میں کب سے ہیں؟.....	۴۹۵

۳۵۰	تدبر اور بلا تدبر تلاوت میں فرق.....	۴۹۶
۳۵۱	جواب امر بھی مجزوم ہوتا ہے.....	۴۹۷
۳۵۲	قرآن کریم کی سند.....	۴۹۷
۳۵۳	قرآن کریم کی ترتیب عثمانی.....	۴۹۸
۳۵۴	پارہ عم کی طاعت خلاف ترتیب.....	۴۹۹
۳۵۵	سورتوں کی ترتیب توفیقی ہے.....	۵۰۳
۳۵۶	کیا قرآن کریم کے چالیس پارے ہیں؟.....	۵۰۴
۳۵۷	قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم.....	۵۰۴
۳۵۸	سورہ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟.....	۵۰۵
۳۵۹	کتب سماویہ کی زبان.....	۵۰۶
۳۶۰	غیر عربی میں قرآن کریم لکھنا.....	۵۰۷
۳۶۱	اردو میں قرآن پاک پڑھنا.....	۵۰۹
۳۶۲	ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے.....	۵۱۰
۳۶۳	قرآن کریم ہندی میں لکھنا.....	۵۱۰
۳۶۴	اُزیہ زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا.....	۵۱۱
(حفظ قرآن کا بیان)		
۳۶۵	حفظ قرآن اور ختم فرض ہے، یا سنت؟.....	۵۱۳
۳۶۶	کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں، مضر ہے؟.....	۵۱۳
۳۶۷	جس کو کلام پاک کچا یاد ہو، کیا وہ بھی بخشش کرائے گا؟.....	۵۱۴
۳۶۸	کیا حافظ کو غیر حافظ پر فوقیت ہے؟.....	۵۱۵
۳۶۹	بستی میں کوئی حافظ نہیں.....	۵۱۶
۳۷۰	قرآن شریف بھول جانے پر وعید.....	۵۱۶
۳۷۱	قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا.....	۵۱۷

۵۱۷	درجہ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا	۳۷۲
	(آداب قرآن کا بیان)	
۵۲۰	قرآن پاک کو بے وضوء چھونا کیسا ہے؟	۳۷۳
۵۲۰	معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضوء ہاتھ لگانا	۳۷۴
۵۲۱	طلبہ کا بے وضوء قرآن پڑھنا	۳۷۵
۵۲۲	بے وضوء بچوں کو قرآن کریم دینا	۳۷۶
۵۲۲	ریاحی مریض کے لئے قرآن کا چھونا	۳۷۷
۵۲۳	بلا وضوء قرآن کریم لکھنا	۳۷۸
۵۲۳	بلا وضوء کتب تفسیر کو ہاتھ لگانا	۳۷۹
۵۲۴	ایضاً	۳۸۰
۵۲۵	بے وضوء غسل کتاب میں پڑھنا	۳۸۱
۵۲۵	بے وضوء قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ سے معافی	۳۸۲
۵۲۶	حماک شریف لئے ہوئے بیت الخلاء جانا	۳۸۳
۵۲۷	قرآن کریم کی طرف پشت کرنا	۳۸۴
۵۲۷	قرآن شریف کی طرف پاؤں پھیلانا	۳۸۵
۵۲۸	جس کمرہ میں قرآن پاک ہو، اس کمرہ میں بیوی سے ہمبستری کرنا	۳۸۶
۵۲۸	ایک شخص چار پائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے	۳۸۷
۵۲۹	زینہ کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا	۳۸۸
۵۲۹	کرسی پر بیٹھنا، جب کہ قرآن کریم نیچے رکھا ہو	۳۸۹
۵۳۰	کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم	۳۹۰
۵۳۰	استاذ کرسی پر بیٹھے اور بچے ٹاٹ پر، اس کا کیا حکم ہے؟	۳۹۱
۵۳۱	نیچر ان کا کرسی پر بیٹھنا جب کہ دینی کتب نیچے ہوں	۳۹۲

۵۳۲	قرآن پاک کو چومنا.....	۳۹۳
۵۳۲	تقبیل قرآن کریم.....	۳۹۴
۵۳۳	تقبیل مصحف.....	۳۹۵
۵۳۳	قرآن کریم کو بغیر تلاوت کے چومنا.....	۳۹۶
۵۳۴	قبرستان میں قرآن کریم لے جانا.....	۳۹۷
۵۳۵	ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے.....	۳۹۸
۵۳۵	اخبارات میں قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ شائع کرنا.....	۳۹۹
۵۳۶	خط میں "بسم اللہ" لکھنا.....	۴۰۰
۵۳۷	قرآن کریم کلینڈر اور اخبار میں چھپوانا.....	۴۰۱
۵۳۸	خط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہو، اس کا ادب.....	۴۰۲
۵۳۹	جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں، ان کو کیا کیا جائے؟.....	۴۰۳
۵۳۹	دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے اس خدمت کو چھوڑ دینا.....	۴۰۴
۵۴۰	خط لکھنے کے بعد اس کو مٹی سے خشک کرنا.....	۴۰۵
۵۴۱	دستر خوان، یا مصلیٰ پر آیات یا اسمائے الہیہ لکھنا.....	۴۰۶
۵۴۲	اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے، تو کیا کرے؟.....	۴۰۷
۵۴۲	بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟.....	۴۰۸
۵۴۳	بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا.....	۴۰۹
۵۴۴	قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا.....	۴۱۰
۵۴۵	دفن کے لئے بوسیدہ قرآن کریم کو پلیٹ سر رکھ دینا بے ادبی نہیں.....	۴۱۱
۵۴۶	قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟.....	۴۱۲
۵۴۷	قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور اس کی تجارت کرنا.....	۴۱۳
۵۴۸	قرآن کریم کی آلات لبو اور ریڈیو میں تلاوت کرنا.....	۴۱۴
۵۴۹	ریڈیو میں قرآن پاک کا پڑھنا.....	۴۱۵

۴۱۶	کیسٹ کے ذریعے قرآن پاک پڑھنا.....	۵۵۰
(آداب تلاوت کا بیان)		
۴۱۷	منبر کے پہلے درجہ پر قرآن پاک رکھ کر پڑھنا.....	۵۵۱
۴۱۸	مجبوراً لیئے ہوئے تلاوت قرآن کریم.....	۵۵۱
۴۱۹	برہنہ سر تلاوت.....	۵۵۲
۴۲۰	تلاوت قرآن کریم بازار میں جہرا اور مسجد میں سرا.....	۵۵۲
۴۲۱	متعدد لوگوں کا بیک وقت جہرا قرآن پاک پڑھنا.....	۵۵۳
۴۲۲	چند آدمیوں کا قرآن کریم کو جہرا پڑھنا.....	۵۵۳
۴۲۳	قرآن خوانی میں قرآن کریم زور سے پڑھنا چاہیے یا آہستہ سے؟.....	۵۵۵
۴۲۴	لوگوں کی رعایت میں قرآن سنا کر پڑھنا.....	۵۵۶
۴۲۵	بوقت مطالعہ تلاوت کرنا.....	۵۵۷
۴۲۶	کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے؟.....	۵۵۷
۴۲۷	جلسہ کی ابتداء کلام پاک سے.....	۵۵۸
۴۲۸	سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح.....	۵۶۰
۴۲۹	تلاوت کے وقت سر ہلانا.....	۵۶۱
۴۳۰	انک انک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر.....	۵۶۱
۴۳۱	تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا؟.....	۵۶۲
۴۳۲	وہ دفعہ "قل هو اللہ احد اھ" پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا، کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہوں گے؟.....	۵۶۳
۴۳۳	تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت کرنا.....	۵۶۳
۴۳۴	دنیاوی غرض کے لئے ذکر و قرآن پر بھی اجر ہے.....	۵۶۴
۴۳۵	مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا.....	۵۶۷
۴۳۶	قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور "بسم اللہ" پڑھنا.....	۵۶۷

۵۶۸	ایک شب میں قرآن کریم ختم کرنا.....	۴۳۷
۵۷۰	ختم قرآن پر دعوت.....	۴۳۸
۵۷۱	مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا.....	۴۳۹
۵۷۲	نابالغ سے ختم کرانا.....	۴۴۰
۵۷۳	تلاوت کا ثواب پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے.....	۴۴۱
۵۷۳	قبرستان میں قرآن کریم لے جانا اور پڑھ کر ثواب پہنچانا.....	۴۴۲
۵۷۵	غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا.....	۴۴۳
۵۷۵	انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا.....	۴۴۴
۵۷۶	غیر مسلم کو قرآن وفقہ کی تعلیم دینا.....	۴۴۵

(المتفرقات)

۵۷۷	قرآن افضل ہے یا سید؟.....	۴۴۶
۵۷۸	غلاف قرآن اور غلاف کعبہ میں کون افضل ہے؟.....	۴۴۷
۵۷۹	شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں.....	۴۴۸
۵۸۰	کیا ملائکہ تلاوت قرآن کرتے ہیں؟.....	۴۴۹
۵۸۲	کیا مسلمان قرآن کریم کو نہیں سمجھتا.....	۴۵۰
۵۸۳	قرآن کریم میں سائنس کی بحث.....	۴۵۱
۵۸۳	فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟.....	۴۵۲

باب البدعات والرسوم

(بدعات اور رسومات کا بیان)

بدعت کی تعریف

سوال [۷۷۳]: بدعت کے کیا معنی ہیں، بدعت حسنا اور بدعت ضلالت کی تعریف بحوالہ حدیث و دلائل چند مثالیں دے کر جوابات مرحمت فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز پر شریعت نے ثواب نہ بتایا ہو اس کو ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے (۱) چاہے وہ چیز کوئی فعل ہو (۲) یا کسی فعل کی ہیئت ہو یا زمان مکان یا عدد وغیرہ کی کوئی قید ہو (۳) مثلاً میت کو قبر میں رکھ کر اس پر عرق گلاب وغیرہ چھڑکنا (۴) نماز جنازہ کے بعد مستقلاً اجتماعی حیثیت سے سب کو روک کر دعاء کرنا (۵)، نماز کے

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۵۶۰/۱، ایچ ایم سعید)

(و البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۱/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی التیسیر فی المذہب الحنفی، کتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۲۷۰ دار الکلم الطیب بیروت)

(۲) ”و كذلك كل محدث قولاً أو فعلاً لم يتقدم فيه متقدم، فإن العرب تسميه مبتدعاً“ (تفسیر ابن کثیر: ۲۲۲/۱، مکتبہ دار السلام ریاض)

(۳) ”وما ذاك (أي، كون الفعل بدعة) إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع“ (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی دفن الميت: ۲۳۵/۲، سعید)

(۴) قال العلامة العيني: ”و كذا ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول و نحوها على القبور ليس بشيء“، وإنما السنة الغرر“ (عمدة القاری: ۱۸۰/۳، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، دار الكتب العلمية)

(۵) ”لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز“ (خلاصة الفتاوى، کتاب الصلوة، الجنس الآخر فی صلوة الجنائز: ۲۲۵/۱، أمجد اکیڈمی لاہور)

بعد مصافحہ یا معاقلہ کرنا (۱)، کھانا سامنے رکھ کر ثواب پہنچانے کے لئے مخصوص سورۃ یا آیتوں کی تعیین کرنا (۲) میلاد شریف کے نام پر مخصوص تاریخ میں مجلس منعقد کرنا (۳) اس میں صلوٰۃ و سلام کے لئے قیام کرنا وغیرہ وغیرہ (۴)۔ حدیث شریف میں ہے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد الخ“ (۵)۔
نقطۃ اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۰ھ۔

(۱) ”وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة، وما ذاک إلا لكونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضوع، فالمواظبة علیها فیہ توهم العوام بأنها سنة فیہ“۔ (رد المحتار، کتاب الجنائز، مطلب فی دفن المیت : ۲/۳۳۵) و کتاب الحظز والإباحة، باب الاستبراء وغيرہ : ۶/۳۸۱، سعید

(۲) ”این طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و نہ در زمان خلفاء، بلکہ وجود آن در قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اللہ، منقول بہ شد، و این را ضروری دانستن مذہب است“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ، أبواب الجنائز : ۱/۱۹۵، امجد اکیدمی)

(۳) ”إن عمل المولد بدعة لم یقل بہ ولم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والخلفاء والأئمة“۔ (کذا فی الشرعة الإلهیة، بحوالہ راہ سنت، ص : ۱۶۳، مکتبہ صفدریہ)
”قد اتفق علماء المذاهب الأربعة بدم هذا العمل“ (القول المعتمد، بحوالہ راہ سنت، ص : ۱۶۵، مکتبہ صفدریہ)

(۴) ”و إن العادیات من حیث ہی عادیة لا بدعة فیہا، و من حیث یتعبد بها أو توضع وضع التعمد، تدخلہا البدعة“۔ (الإعتصام : ۲/۹۸، دار الفکر، ص : ۳۸۵، دار المعرفۃ)

وفی الاعتصام أيضاً: ”منہا وضع الحدود و التزام کیفیات والہینات المعینۃ، و التزام العیادات المعینۃ فی أوقات معینۃ لم یوجد لہا ذلک التعیین فی الشریعة“ (فصل فی تعریف البدع الخ۔ ۱/۳۹، دار الفکر، ص : ۲۵، ۲۶، دار المعرفۃ بیروت لبنان)

(۵) (رواہ البخاری فی کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فہو مردود : ۱/۳۷۱ قدیمی)
(وابن ماجہ فی مقدمتہ، باب اتباع سنة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص : ۳، میر محمد کتب خانہ)

فرض، سنت، بدعت وغیرہ کی تعریف

سوال [۷۷۴]: فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، بدعت کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض: جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو (۱)۔

واجب: جس کے کرنے کا حکم دلیل ظنی سے ثابت ہو (۲)۔

سنت مؤکدہ: جس پر مواظبت ثابت ہو (إلا أحياناً) (۳)۔

(۱) "والنشیء الفرض مائت لزومه بدليل قطعي، ويكفر جاحده". (حاشية سعد الله على الهداية على

هامش فتح القدير، كتاب الطهارة: ۱/۱۳ مصطفى البابي مصر)

"الفرض مائت بدليل قطعي". (العناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الطهارة:

۱/۸ مصطفى البابي)

"الفرض القطع والتقدير لغة، وفي الشرع مائت بدليل لاشبهة فيه". (المغنى في أصول الفقه،

فصل في العزيمة والرخصة، ص: ۸۳، جامعہ أم القرى مكة المكرمة)

(۲) "الواجب من الوجوب، وهو السقوط وفي الشرع: إسم لما لزم بدليل فيه شبهة". (المغنى في

أصول الفقه، ص: ۸۳، جامعہ أم القرى مكة المكرمة)

(۳) "والذي ظهر للعبد الضعيف أن السنة ما واطب عليها النبي صلى الله عليه وسلم، لكن إن كانت لا مع

الترك، فهي دليل السنة المؤكدة، وإن كانت مع الترك أحياناً، فهي دليل غير المؤكدة". (رد المحتار،

كتاب الطهارة، أركان الوضوء: ۱/۱۰۵، سعيد)

"وقال: سنة الهدى هي التي واطب عليها النبي صلى الله عليه وسلم تعبداً وابتغاء مرضات الله

تعالى مع الترك مرة أو مرتين بلا عذر، أو لم يترك أصلاً ولكنه لم يشكر على التارك". (قمر الأقيمار

حاشية نور الأنوار، ص: ۱۲۷، سعيد)

(وكذا في حاشية اللكنوى رحمه الله تعالى على الهداية، كتاب الطهارة: ۱/۱۷، مكتبة شركت علميه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطهارة: ۱/۲۱، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

سنت غیر مؤکدہ: جس کو گاہے گاہے کیا گیا ہو (۱) یہی مستحب بھی ہے (۲)۔
 حرام: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو (۳)۔
 مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو (۴)۔
 مکروہ تنزیہی: جو مستحب کے مقابلہ میں ہو (۵) یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو (۶)۔
 بدعت: جو چیز دین نہ ہو اس کو دین سمجھنا (۷) تفصیل کتب اصول میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "والذى ظهر للعبد الضعيف أن السنة ما واطب عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وإن كانت مع الترك أحياناً فهي دليل غير المؤكدة". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱۰۵/۱ ایچ ایم سعید)

(۲) "وقد يطلق عليه (أى على المستحب) اسم السنة". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱۰۵/۱، سعید کراچی)

(۳) قال ابن عابدين: "قال في الهداية: إلا أنه لما لم يجد فيه نصاً قاطعاً، لم يطلق عليه لفظ الحرام، فإذا وجد نصاً، يقطع القول بالتحريم". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۷/۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیة: ۳۳۰/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة، کتاب الکراہیة: ۳۵۰/۴، امدادیہ ملتان)

(۴) "فالمكروه تحريماً فيثبت بما يثبت به الواجب يعنى بظنى الثبوت". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۷/۶، سعید)

(۵) "فالمكروه خلاف المندوب". (البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۳۳۰/۸، رشیدیہ)

(۶) "وأما المكروه كراهة تنزيه، فإلى الحل أقرب اتفاقاً". (الدر المختار). وقال ابن عابدين تحت: "بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلاً، لكن يثاب تاركه أدنى ثواب لأن المكروه تنزيهاً كما في

المنع: مرجعه إلى ترك الأولى". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۷/۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیة: ۳۳۰/۸، رشیدیہ)

(۷) (راجع، ص: ۳۲، رقم الحاشية: ۳، ۲، سیاتی تخریجہ من رد المحتار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱ سعید، تحت عنوان: "بدعت کی تقسیم")

سنت و بدعت کی تعریف و تقسیم

سوال [۷۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سنت کے صحیح معنی کیا ہیں اور سنت کس کو کہتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے سنت کی تعریف کیا ہے؟ سنت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتب فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟

۲..... ”بدعت“ کے صحیح معنی کیا ہیں اور بدعت کس کو کہتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے بدعت کی تعریف کیا ہے؟ بدعت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتب فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟
السائل: یم، ین، جاوید چام راج نگر، ۱۵/ اگست/ ۵۰ء۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱..... ”سنت“ کے معنی لغت میں طریقے کے ہیں، خواہ اچھا ہو، خواہ خراب ہو (۱) چنانچہ حدیث شریف میں سنت حسنة اور سنت سیئہ دونوں وارد ہیں (۲)۔
اصطلاحی تعریف یہ ہے:

”طريقة مسلوكة في الدين بقول أو فعل من غير لزوم ولا إنكار على ناركها، وليست خصوصية، اهـ“.

(۱) ”والسنة لغة الطريقة ولو سينة“، (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۳۳، قديمی)

وقال ابن عابدين: ”أما هي لغة، فالطريقة مطلقاً ولو قبيحة“، (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة و تعريفها: ۱۰۳/۱، سعيد)

(۲) ”وهو ما رواه مسلم في حديث طويل، فيه: ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من سنّ في الإسلام سنة حسنة، فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، ومن سنّ في الإسلام سنة سيئة، كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء“، (كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمره الخ: ۳۲۷/۱، قديمی)

(والنسائي في الزكوة، باب التحريض على الصدقة: ۳۵۶/۱، قديمی)

(و جامع الأصول: ۲/ ۳۵۷، رقم: ۳۴۶۳، دار إحياء التراث العربی)

(و ذكره ابن عابدين في مقدمة رد المحتار: ۵۸/۱، سعيد)

قوائد قیود یہ ہیں:

”فقولنا: ”صريقة الخ“ كالجنس يشمل السنة وغيرها، وقولنا: ”من غير لزوم“ فصل خرج به الفرض، و”بلا إنكار“ أخرج الواجب، وقولنا: ”ولست خصوصية“ خرج به ما هو من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم كصوم الوصال اهـ“. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۳۵) (۱)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”إعلم أن المشروعات أربعة أقسام: فرض، و واجب، و سنة، و نفل، فما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك إن ثبت دليل قطعي بفرض، أو بظني فواجب، و بلا منع الترك إن كان مما واطب عليه الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعده فسنة، وإلا فمندوب و نفل“۔ ۷۰/۱ (۲)۔

سنت کی دو قسمیں ہیں:

”والسنة نوعان: سنة الهدى: و تركها يوجب إساءةً و كراهةً كالجماعة والأذان والإقامة و نحوها، و سنة الزوائد: و تركها لا يوجب ذلك كسير النبي عليه الصلوة والسلام في لباسه و قيامه و قعوده اهـ“۔ شامی (۳)۔

سنت کا حکم یہ ہے:

”قال القهستاني: حكمها كالواجب في المطالبة في الدنيا إلا أن تاركه يعاقب وتاركها

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطهارة، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۴، قديمی)

(۲) (رد المحتار، کتاب الطهارة، أركان الوضوء: ۱۰۲/۱، سعيد)

وفي المغنی فی أصول الفقه: ”وهی نوعان: سنة أخذها هدى و تركها ضلال والثانية: أخذها هدى و تركها لا بأس به الخ“۔ (فصل فی العزيمة والرخصة، ص: ۸۵-۸۶، جامعه أم القرى مكة المكرمة)

(۳) (رد المحتار، کتاب الطهارة، أركان الوضوء: ۱۰۳/۱، سعيد)

يعاتب اهـ. وفي الجوهره عن القنية: تاركها فاسق وجاحدها مبتدع. وفي التلويح: ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام، يستحق به حرمان الشفاعة؛ لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من ترك سنتي، لم ينل شفاعتي اهـ" (۱)۔

طحاوی علی مراقی الفلاح میں سنن وضو کی بحث میں لکھا ہے:

"السنة: لغة الطريقة ولو سيئة، واصطلاحاً: الطريقة المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة. وهي المؤكدة، إن كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تركها أحياناً، وأما التي لم يواظب عليها فهي المندوبة اهـ" (۲)۔

مؤکدہ کی مثال میں طحاوی فرماتے ہیں:

"كأذان والإقامة والجماعة والسنن الرواتب والمضمضة والاستنشاق ويلقبونها بسنة الهدى: أي أخذها هدى وتركها ضلالة: أي أخذها من تكميل الهدى: أي الدين، ويتعلق بتركها كراهة وإساءة"۔

پھر غیر مؤکدہ کی مثال میں لکھا ہے:

"كأذان المنفرد، وتطويل القراءة في الصلوة فوق الواجب، ومسح الرقبة في الوضوء، والقيام، وصلوة، وصوم، وصدقة تطوع، ويلقبونها بالسنة الزوائد، وهي المستحب والمنسوب

(۱) (حاشية الطحطاوى على المراقى، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۶۳، قديمي)

(و كذا في رد المحتار كتاب الطهارة، أركان الوضوء، مطلب في السنة وتعريفها: ۱۰۳/۱، سعيد)

(۲) (مراقى الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۶۳، قديمي)

تنبیہ: عبارت طحاوی کی نہیں بلکہ مراقی الفلاح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(و كذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱۰۳/۱، سعيد)

(والعناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۲۰/۱، مصطفى البابي مصر)

(والمغنى في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة، ص: ۸۵، جامعة أم القرى مكة

المكرمة)

والأدب من غير فرق بينها عند الأصوليين اهـ“ (۱)۔

اس کے بعد اصطلاح فقہاء کے اعتبار سے مندوب و مستحب کا کچھ فرق بیان کر کے لکھا ہے: ”والأولى ما عليه الأصوليون“ (۲)۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل رسالہ سنت کی تحقیق میں ہے جس کا نام ہے ”تحفة الأخیار فی إحياء سنة سيد الأبرار“ (۳) اس میں بہت سی تعریفات سنت کی نقل کی ہیں۔

۲۔۔۔۔۔ ”بدعت“ کے معنی نئی چیز جو پہلے سے نہیں تھی، لغت ہرنی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے:

”ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً و صراطاً مستقيماً اهـ“ شامی: ۳۷۷/۱ (۴)۔

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۴ قدیمی)
و فی المعنی فی أصول الفقه: ”کصلوة العید والأذان والجماعة“، (فصل فی العزيمة والرخصة، ص: ۸۵، جامعة أم القرى مكة المكرمة)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، کتاب الطهارة، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۵، قدیمی)

(۳) علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تحفة الأخیار بإحياء سنة سيد الأبرار“ میں سنت کی بائیس تعریفات نقل کی ہیں لیکن ہر ایک پر کسی نہ کسی مد میں روکیا ہے، اس کے بعد ان بائیس تعریفات کے علاوہ ایک اور تعریف علامہ ابن عابدین شامی سے نقل کی ہے اور اس پر کوئی رد نہیں کیا ہے۔

فقہال: ”وقال ابن عابدين الشيخ محمد أمين في ”رد المحتار“ : ما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك ، إن ثبت بدليل قطعي ففرض ، أو بظني فواجب ، و بلا منع إن كان مما واطب عليه الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعد ، فسنة ، وإلا فمندوب انتهى“ . (ص: ۸۴ . مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب)

(۴) (رد المحتار . کتاب الطهارة ، باب الإمامة : ۱/ ۵۶۰ ، سعید)

او کذا فی البحر الرائق ، کتاب الصلوة ، باب الإمامة : ۱/ ۶۱۱ ، وشیدیه

اس تعریف کے اعتبار سے بدعت ہمیشہ سیدہ اور ضالہ ہی ہوتی ہے، البتہ معنی لغوی کے اعتبار سے کبھی حسنہ بھی ہوتی ہے:

”فقد تكون (أى البدعة) واجبة كنصب الأدلة للزّد على أهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم نلكتساب والنسنة، و مندوبة كإحداث نحو رباط و مدرسة و كل إحسان لم يكن فى الصدر الأول، ومكروهة كزخرفة المساجد، ومباحة كالتوسع بلذيد المآكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى (۱) عن تهاذيب النووي، ومثله فى الطريقة المحمدية للبركلى اهـ“ شامی (۲)۔

اس باب میں ”طریقہ محمدیہ“ اور اس کی شروح ”الحدیقۃ الندیہ“ و ”الدرر البریقہ“ اور ”المدخل“ اور ”الاعتصام“ مبسوط کتابیں ہیں، جن میں بدعات پر تفصیلی بحث کی ہے اور بدعات پر کافی رد کیا ہے اور محققانہ دلائل پیش کئے ہیں۔ نیز اردو میں ”برائین قاطعہ“ کا جواب ہے جس میں بدعات کا قلع قمع کیا ہے اور ایسے زرین اصول و ضوابط بیان کئے ہیں کہ جن پر امور محدثہ کو بسہولت منطبق کیا جاسکتا ہے کہ یہ بدعات محرمہ ضالہ کی حدود میں داخل ہیں یا نہیں اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کو بدعت حسنہ و سیدہ کے امتیاز میں بڑی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ذی قعدہ/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

بدعت کی تقسیم

سوال [۷۷۶]: بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۱) (فیض القدیر شرح الجامع الصغير لعبد الرؤوف المناوى: ۱/ ۵۵۹۳، مکتبہ نزار مصطفى

الباز ریاض)

(۲) (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ: ۱/ ۵۶۰، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً :

شرعاً بدعت کی صرف ایک قسم ہے یعنی سیدہ، وہ کسی طرح جائز نہیں (۱)، جن لوگوں نے کوئی تقسیم کی ہے وہ اہل بدعت کے اعتبار سے ہے، وہ تقسیم شامی (۲) اور فتاویٰ حدیثیہ (۳) وغیرہ میں ہے۔ فقط۔

ایضاً

سوال [۷۷۷]: بدعت کی تقسیم جو بعض کتابوں میں نظر آتی ہے اس تقسیم کا موجد کون ہے؟ اگر بالفرض بدعت حسنہ و سیدہ وغیرہ سے تقسیم ثابت ہو تو: ”کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار“ (۴) قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسلیم کا کیا جواب ہوگا؟

(۱) ”ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً فوياً وصراطاً مستقيماً“، (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، سعید)

(۲) ”فقد تكون (أى البدعة) واجبة كنصب الأدلة على أهل الفرق الضالة، وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة، ومنسوبة كإحداث نحورباط ومدرسة وكل إحسان لم يكن فى الصدر الأول، ومكروهة كنزخرفة المساجد، ومباحة كالوسع بلذذ المأكول والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى، ومثله فى الطريقة المحمدية للبركلی“، (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، سعید)

(و کذا فى روح المعانى: ۲/ ۱۹۲، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۳) ”قال العز بن عبد السلام البدعة..... وتنقسم إلى خمسة أحكام: يعنى الوجوب والندب والخ..... فمن البدع الواجبة: تعلم النحو الذى يفهم به القرآن والسنة، ومن البدع المحرمة: مذهب نحو القدرية، ومن البدع المنسوبة: إحداث نحو المدارس والاجتماع لصلوة التراویح، ومن البدع المباحة: المصافحة بعد الصلوة، ومن البدع المكروهة: زخرفة المساجد والمصاحف..... الخ“.

(الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمى، ص: ۲۰۳، مطلب فى تفریق البدعة الخ، قديمی)

(۴) (رواه النسائی بهذا اللفظ مرفوعاً فى العیدین، باب كيف الخطبة: ۱/ ۲۳۴، قديمی)

(وفیض القدير شرح الجامع الصغير: ۳/ ۱۳۴، رقم: ۱۶۰۴، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

الجواب حامداً ومصلحاً:

شامی باب الامامة میں بدعت کی قسمیں بیان کی ہیں (۱) علامہ عز بن عبد السلام سے منقول ہے (۲)، تراویح کی یکجائی جماعت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ”نعمت البدعة“ (۳)، اس وجہ سے سینہ و حسنہ کی تقسیم کی گئی ہے ورنہ بدعت حسنہ درحقیقت معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہے، نہ معنی شرعی کے اعتبار سے، اس لئے ”کل بدعة ضلالة“ (۴) میں بدعت شرعیہ و سنیہ مراد ہے اور جس چیز کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے وہ ضلالہ نہیں بلکہ مسنوکہ فی الدین ہے اور معین فی الدین ہے یعنی وہ احداث فی الدین نہیں ہے بلکہ احداث للہ دین ہے۔ تفصیل دیکھنا چاہیں تو برائین قاطعہ (۵) الاعتصام (۶) المدخل (۷) ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ: العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) (تقدم تخريجه من رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) (والبحر الرائق كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشيدية)

(۳) ”قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام في آخر كتاب القواعد: البدعة إما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام الله ورسوله... (إلى أن قال): ... وما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئاً من ذلك (أى الكتاب والسنة) فليس بمذموم، وقال عمر رضي الله تعالى عنه في قيام رمضان: ”نعمت البدعة“... الخ“ (مراقبة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۲۸، رشيدية)

(۴) (رواه البخارى في حديث طويل في الصوم، باب فصل من قام رمضان: ۱/۲۶۹، قديمي)

(۵) (رواه مسلم، في الجمعة، فصل في خطبة الجمعة: ۱۰/۲۸۲، ۹۲۸۵، قديمي)

(۶) (وابن ماجه في المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۶، قديمي)

(۷) (حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”برائین قاطعہ“ میں بدعت حسنہ و سنیہ کی تحقیق مکمل تفصیل سے کی ہے: (ص: ۳۵، ۳۶، دارالاشاعت کراچی)

(۸) (علامہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”و مما يورد في هذا الموضع أن العلماء قسموا البدع بأقسام أحكام الشريعة الخمسة، ولم يعدوها قسماً واحداً مذموماً، فجعلوا منها ما هو واجب ومندوب و =

بدعت کی اقسام

سوال [۷۷۸]: بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں تحریر فرمائیں؟

فجر کی نماز میں جو: ”الصلوة خیر من النوم“ پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں، یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، زید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بدعت کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے: ”کل بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار“ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

”الصلوة خیر من النوم“ اذان فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے یہ بدعت نہیں ہے (۲) تراویح

= مباح و مکروہ و محرم قسم: واجب، و هو ما تناولته قواعد الوجود و أدلته من الشرع القسم الثاني: المحرم، و هو کل بدعة تناولها قواعد التحريم و أدلته من الشريعة القسم الثالث: أن من البدع ما هو مندوب إليه، و هو ما تناولته قواعد الندب و أدلته كصلوة التراويح القسم الرابع: بدعة مكروهة، و هي ما تناولته أدلة الكراهة القسم الخامس: البدع المباحة، و هي ما تناولته أدلة الإباحة و قواعدها من الشريعة“. (الإعتصام للإمام الشاطبي، باب فی أن ذم البدع والمحدثات عام لا تخص محدثة دون غيرها، ص: ۱۵۱، ۱۵۲، دار المعرفة بيروت)

(۷) (المدخل لابن أمير الحاج المكي، فصل الكلام على البدع التي نسبها إلى الشرع و ليست منه: ۲۸۳/۳، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۱) (رواه النسائي مرفوعاً في العيدين، كيف الخطبة ۲۳۳/۱۰، قديمي)

(والمناوي في فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۳/۴۴۷ رقم: ۶۰۴، مكتبة نزار رياض)

و قال علی القاری: ”قال فی الأزهار: أى كل بدعة سيئة ضلالة، لقوله عليه الصلوة والسلام:

”من سنّ في الإسلام سنة سيئة الخ“ (المراقبة، باب الاعتصام الخ: ۳۶۸/۱، رشيدية)

(۲) ”عن أبي محذورة عن أبيه عن جده قال: قلت: يا رسول الله اعلمني سنة الأذان (إلى أن قال:) ”إن

كان صلوة الصبح، قلت: الصلوة خیر من النوم، الصلوة خیر من النوم“. الحديث“ (سنن أبي داود =

بھی حدیث سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں (۱)۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع و اقتداء کا حکم فرمایا ہے (۲) پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں، قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، کیم/شعبان/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

= کتاب الصلوۃ، باب کیف الأذان : ۹/۱، امدادیہ

ورواه الإمام مالک فی مؤطاہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ . (کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی النداء للصلوة، ص: ۵۱، میر محمد کتب خانہ)

(۱) رواہ البخاری فی الصوم، باب فضل من قام رمضان، فقال: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من قام رمضان إيماناً واحتساباً الحديث. وفيه: "عن عبد الرحمن بن عبد القاري قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ليلة في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل، فيصلّي بصلوته الزهط، فقال عمر: "إني أرى لو جمعت هؤلاء على قاري واحد، لكان أمثل، فجمعهم على أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه، ثم خرجت معه ليلة أخرى، والناس يصلون بصلوة قارئهم، قال عمر: نعمت البدعة هذه". (۲۶۹/۱، قديمي)

وفی مراقی الفلاح: "و روی أسدین عمرو عن أبي يوسف رحمه الله تعالى قال: سألت أبا حنيفة عن التراویح وما فعله عمر رضي الله تعالى عنه، فقال: "التراویح ستة مؤكدة، ولم يختر صه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعاً، ولم يأمر به إلا عن أصل لديه". (کتاب الصلوۃ، فصل فی صلوۃ التراویح، ص: ۳۱۱، قديمي)

(۲) "عن حذيفة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "اقتدوا بالذين بعدي أبي بكر وعمر". (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب أبي بكر الصديق: ۲/۲۰۷ فاروقی کتب خانہ)

(۳) "قال فی الأزهار: أي كل بدعة ضلالة، لقوله عليه الصلوۃ والسلام: "من سن في الإسلام سنة حسنة، فله أجرها، وأجر من عمل بها، وجمع أبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما القرآن، وكتبه زيد رضي الله تعالى عنه فی المصحف، وجدّد فی عهد عثمان رضي الله تعالى عنه. قال النووي رحمه الله تعالى: البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله =

ایضاً

سوال [۷۷۹]: بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بدعت کی حدیث میں مذمت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے: ”کل بدعة ضلالة، و کل

ضلالة فی النار“ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عثیٰ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۷ھ۔

کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں؟

سوال [۷۸۰]: کوئی ایسا امر جو بظاہر بہت اچھا ہے مگر وہ سنت نبوی یا صحابہ تابعین سے ثابت نہیں،

مگر عوام میں برہمائیس سے چل رہا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں میں ایک طرح کی اجتماعیت پائی جاتی ہے یعنی وہ

چیز ان میں جوڑ پیدا کرتی ہے، کیا اس کو بدعت ہونے کے باوجود منانا چاہئے یا نہیں، جیسے میلاد، دعاء ثانیہ، فاتحہ

بعد صلوٰۃ وغیرہ۔

نوٹ: عوام عام طور پر جاہل ہیں، وہ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے، وہ سنت و بدعت کا فرق بھی نہیں

جانتے بلکہ ان بدعات کو حصول خیر کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کو بدعت اور خلاف شرع یا گناہ کہنے پر تعجب کرتے

ہیں، بلکہ برا فروخت ہوتے ہیں اور عام طور پر ان کے خلاف جدوجہد سے اور پھوٹ اور دو پارٹیاں بنتی ہیں،

نمازیں ترک کر دیتے ہیں، علماء کے خلاف تبلیغ کرتے ہیں، اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اجتماع عند اللہ مطلوب و مقصود نہیں بلکہ خیر و سنت پر اجتماع مطلوب و مقصود ہے، اس لئے حسن تدبیر،

شفقت و دلسوزی سے ان کو راہ راست پر لانے کی ضرورت ہے، ان کو سمجھایا جائے کہ جس کام سے اللہ پاک اور اس

= تعالیٰ علیہ وسلم“ (مرقاۃ المفاتیح، شرح المشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۲۶۸

، مکتبہ رشیدیہ کونٹہ)

(۱) (رواہ النسائی فی العیدين، باب کیف الخطبة: ۱/۲۳۳، قدیمی)

کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں وہ کام مسلمان کو کرنا چاہئے، وہی دین ہے، ذریعہ نجات ہے (۱)، وہی وفاداری کا ثبوت ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو دین نہ فرمایا ہو اور اس پر ثواب نہ بتایا ہو اور اپنی خوشنودی کا تحفہ اس پر نہ دیا ہو، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو اختیار کیا ہو، نہ ائمہ مجتہدین نے اس کو استنباط کیا ہو تو ایسا کام دین نہیں، اور وفاداری کا ثبوت نہیں، ذریعہ نجات نہیں، اس سے نہ اللہ تعالیٰ خوش اور نہ اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش، ایسا کام ترک کر دینے کے قابل ہے۔ اور دعا بھی کی جائے کہ حق تعالیٰ نفسانی جذبات سے محفوظ رکھے اور قلوب میں قبول حق کی صلاحیت پیدا فرمائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ”تم میں کوئی شخص مومن نہیں جب تک اس کی خواہش میرے بتائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائے“ (۲)۔

پھر بھی اگر پھوٹ پڑ جائے اور علماء کی مخالفت پیدا ہو جائے تو اس کو صبر و تحمل سے برداشت کیا جائے، ورنہ عوام کی خواہش کے مطابق علماء بھی چلنے لگیں تو دین اور غیر دین میں فرق نہ رہے گا، دین آہستہ آہستہ ختم ہو کر اس کی جگہ غیر دین آ جائے گا جو کہ دنیا میں بھی تباہی و بلاء کا موجب ہے اور آخرت میں بھی۔ أعاذنا اللہ منہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۱۰/۹۰ھ۔

جمع قرآن، تراویح وغیرہ کیا بدعت ہیں؟

سوال [۷۸۱]: فجر کی اذان میں جو ”الصلوة خیر من النوم“ پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، زید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) قال اللہ عز وجل: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ، فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ، وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾. (آل عمران: ۳۱)

(۲) ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جَنَّتْ بِهِ“. رواه فی شرح السنة. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلحاً :

”الصلوة خير من النوم“ اذان فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے، یہ بدعت نہیں ہے (۱)۔ تراویح بھی حدیث سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں، حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع و اقتداء کا حکم فرمایا ہے (۲)۔ پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں، قرآن

(۱) ”عن محمد بن عبد الملك أبي محذورة عن أبيه عن جده قال : قلت : يا رسول الله ! علمني سنة الأذان (إلى أن قال :) ”فإن كان صلوة الصبح ، قلت : الصلوة خير من النوم ، الصلوة خير من النوم ، الله أكبر الله أكبر ، لا إله إلا الله“ . الحديث (سنن أبي داود ، كتاب الصلوة ، باب كيف الأذان : ۷۹/۱ ، مكتبة امدایہ ملتان)

(۲) ”عن حذيفة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”اقتدوا بالذين من بعدي : أبي بكر و عمر“ . (جامع الترمذی ، أبواب المناقب ، مناقب أبي بكر الصديق : ۲/۲۰۷ ، سعيد) قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ : ”قال ابن حجر : واستمروا كذلك زمنه عليه الصلوة والسلام ثم جمع عمر رضي الله تعالى عنه الرجال على أبي رضي الله تعالى عنه و كان عمر يقول في جمعه الناس على جماعة واحدة : ”نعمت البدعة هي“ ، وإنما سماها بدعة باعتبار صورتها ، فإن الاجتماع محدث بعده عليه الصلوة والسلام ، و أما باعتبار الحقيقة فليست بدعة ؛ لأنه عليه الصلوة والسلام إنما أمرهم بصلاتها في بيوتهم لعل : هي خشية الافتراض ، و قد زالت بموته عليه الصلوة والسلام ، و لم يأمر بها أبو بكر رضي الله تعالى عنه ؛ لأنه كان مشغولاً بما هو أهم منها ، و كذلك عمر أوائل خلافته“ . (مرقاۃ المفاتیح ، كتاب الصلوة ، باب قیام شهر رمضان ، الفصل الأول : ۳/۳۶۹ ، رقم الحديث : ۱۲۹۵ ، رشیدیہ)

و قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ : ”و قال ابن بطال : قیام رمضان سنة ؛ لأن عمر رضي الله تعالى عنه إنما أخذه من فعل النبي صلى الله عليه وسلم ، و إنما تركه النبي صلى الله عليه وسلم خشية الافتراض“ . (فتح الباری ، كتاب صلاة التراویح ، باب فصل من قام رمضان : ۳/۳۱۷ ، رقم الحديث : ۲۰۱۰ ، قدیمی)

پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ: العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۷ھ۔

سنی، حنفی، وہابی کی تعریف

سوال [۷۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنی، حنفی کسے کہتے

ہیں؟ مستند کتب سے وضاحت فرمائیں۔

۲..... وہابی مذہب کیا ہے، لفظ وہابی کے معنی کیا ہیں؟ بریلوی علماء اور ان پڑھ لوگ اپنی اصطلاح میں وہابی کے معنی کافر و مشرک سے زیادہ بدترین سمجھتے ہیں، جس کی بنا پر وہ جسے بھی اپنے اصول کے خلاف سمجھتے ہیں، وہابی کا فتویٰ لگا کر اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کا بایکٹ کر کے اس سے سلام و کلام بند کر دیتے ہیں، بقول ان کے کسی وہابی سے جو مسلمان سلام و کلام کرے وہ وہابیوں کی طرح خارج از اسلام ہے، ان حالات کے پیش نظر شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئین و قوانین سے مطلع فرماتے ہوئے احکام صادر فرمائیں۔ فقط۔

والسلام نور محمد۔ ۳۱/جون/۱۹۷۰ء۔

(۱) "عن عبید بن السباق أن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: أرسل إلى أبو بكر الصديق قال أبو بكر رضی اللہ عنہ: إن عمر رضی اللہ عنہ أتاني، فقال: إن الفتل قد استحر يوم اليمامة بقرآء القرآن وإنني أرى أن تأمر بجمع القرآن، قلت لعمر رضی اللہ عنہ: كيف تفعل شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال عمر: هذا والله خير، فلم يزل عمر رضی اللہ عنہ يراجعني حتى شرح الله صدرى لذلك". (صحيح البخارى، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۷۳۵/۲، قديمي)

قال الجافظ ابن حجر رحمه الله: "قال الخطابي وغيره: يحتمل أن يكون النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إنما لم يجمع القرآن في المصحف لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض أحكامه أو تلاوته، فلما انقضى نزوله بوفاة صلى الله تعالى عليه وسلم، ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاء لرعه الصادق بضمان حفظه على هذه الأمة المحمدية - زادها الله شرفاً - فكان ابعداً ذلك على يد الصديق رضی اللہ عنہ بمشورة عمر رضی اللہ عنہ". (فتح الباری، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۱۲/۹، رقم الحديث: ۴۹۸۶، دار الفكر بيروت)

الجوب حامداً ومصلیاً :

۱۔ حقیقت کے اعتبار سے سنی وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق کا تتبع ہو، عقائد میں بھی، اخلاق میں بھی، اعمال میں بھی: ”ہم مساننا علیہ و اصحابی“ الحدیث (۱)۔

حنفی وہ ہے جو مسائل فقہیہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد ہو (۲)۔

۲۔ گزشتہ صدی میں عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی نے ایک جماعت بنائی تھی اور دعویٰ یہ کیا تھا کہ ہم سنت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے ساتھ بہت لوگ ہو گئے تھے مگر اس کے مسائل بہت سے خلاف سنت تھے، آہستہ آہستہ لوگوں کو ان مسائل کا علم ہوا، مثلاً وہ تو تسلی کے قائل نہیں تھے، زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے تھے حتیٰ کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کو ناجائز کہتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

جب لوگوں کو معلوم ہوتا گیا، لوگ اس جماعت سے جتنے گئے، پھر معلوم ہوا کہ اس جماعت کا مقصود حکومت پر قبضہ کرنا ہے اور یہ سیاسی جماعت ہے اور اہل حیات سنت کا نام محض لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کرنے کے لئے ہے تو حکومت نے مقابلہ کر کے اس جماعت کو شکست دی، چنانچہ ”رد المحتار“ کی تیسری جلد میں اس کا تذکرہ موجود ہے (۳)۔ اور یہ جماعت وہابی کہلاتی ہے جو کہ سب عرب میں بدنام ہوئی اور ذلت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی، جب اس کو شکست ہوئی تو اسی وقت کی بات ہے کہ ہندوستان میں حضرت شاہ عید العزیز صاحب رحمہ

(۱) (رواہ الترمذی فی الإیمان، باب افتراق هذه الأمة: ۸۸/۲-۸۹، فاروقی کتب خانہ)

(۲) ”لفظ ”الحنفی“ نسبة إلى أبي حنيفة كنية إمام المذهب النعمان بن ثابت رحمهما الله تعالى“ (المذهب الحنفی: ۱/۳، مکتبہ الرشیدیہ)

(۳) ”كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد، وتغلبوا على الحرمين، وكانوا يستحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم، وخرب بلادهم، وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين و مائتين وألف“ (رد المحتار، کتاب الجہاد، باب البغاة)

اللہ تعالیٰ محدث دہلوی کی تجویز کے ماتحت جہاد شروع کیا گیا، حضرت سید احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ اسی جہاد میں شہید ہوئے اور ان کی جماعت نے بہت بلند کام کیا، انگریز ان کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے، بہت سخت سزائیں دیں، مگر اس جماعت کو جو کچھ مقبولیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس میں کمی نہیں ہوئی، تو اس وقت ہندوستان ہی کے بعض لوگوں سے انگریز نے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو عرب میں پت چکے ہیں اور یہ لوگ وہابی ہیں اور ان حضرات کی کتابوں میں سے چھانت چھانت کر ایسے غلط عنوان سے مسلمانوں میں باتیں پھیلائیں جس کی وجہ سے ان سے نفرت پیدا ہو جائے، اس لئے لفظ ”وہابی“ کا لقب ابتداءً اس جماعت کے لئے انگریز نے تجویز کیا اور بدعتی علماء نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے اور آج تک کر رہے ہیں۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اس کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ بدعتی علماء کے فتوؤں نے جو کام دیا ہے وہ سخت سے سخت سزائوں نے نہیں دیا، اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے، اس کا نام ہے ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ (۱)۔ اب جو شخص بھی پابند شریعت اور متبع سنت دیندار ہے، بدعت سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہتے ہیں، اس سے مسلمانوں کو نفرت دلاتے ہیں، خوف یہ ہے کہ اگر لوگ ان کے وعظ کو سنیں گے، ان کی کتابوں کو پڑھیں گے، ان کی مجلس میں بیٹھیں گے تو بدعت سے متنفر ہو جائیں گے اور ان بدعتی علماء سے کٹ جائیں گے، تاہم اب لوگ اتنے بے خبر نہیں رہے کہ ان کو اندھیرے میں رکھا جائے بلکہ اب ان پر حقیقت روشن ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بدعتی علماء پریشان ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۰ھ۔

(۱) اس کتاب کے چند اقتباسات مختصر طور پر ذکر کرتے جاتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی بنیاد و چیزوں پر ہے: پہلی شئی یہ ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرایا جائے اور دوسرے کوئی دستور یا طریقہ ایسا اختیار نہ کیا جائے، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء کے وقت میں نہ تھا۔۔۔ ۱۸۲۲، ۲۳ء میں امام صاحب رحمہ اللہ تقویٰ کے مکہ تشریف لے جانے پر اس عام فہم اصلاحی عقیدہ کو وسعت دی گئی اور باقاعدہ طور پر ترتیب دیدیا گیا، انہوں نے اس مقدس شہر میں ایک اصلاحی تحریک کا آغاز کیا جس کا بانی صحرا کا ایک بدو تھا اور جو ان کے عقائد کے مطابق تھا، اس کے بانی نے مغربی ایشیا میں ایک دینی سلطنت قائم کر لی تھی، بعینہ جیسے کہ سید احمد صاحب ہندوستان میں قائم کرنے کی امید رکھتے تھے، اس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس مذہب کی آئندہ ترقی کے واقعات کو یہاں تھوڑے عرصہ کے لئے ختم کر دیں، اور عرب میں وہابیوں کی ترقی و زوال کی مختصر داستان بیان کریں“ ص ۵۱۔

= ”ایک سو پچاس برس ہوئے ایک نوجوان عرب حاجی جس کا نام عبدالوہاب تھا۔ اپنے ہمراہی حاجیوں کی بد معاشی اور ریا کاری سے جس سے امان مقدسہ کی بے حرمتی کی جارہی تھی سخت دلگیر ہوا۔ اور آخر کار ان بدعات کے انسداد کے لئے میدان عمل میں نکل پڑا، لیکن قسطنطنیہ کے کارپردازوں نے اس کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ لہذا عبدالوہاب کو شہر بطیمہ خارج ہونا پڑا، آخر الامر اس نے دریائے سندھ کے سرور محمد بن مسعود کے ہاں پناہ لی۔ اپنے نئے مرید سے مل کر۔ اس نے ایک مختصر سی عرب لیگ کی بنیاد رکھی اور قسطنطنیہ کی حکومت کی غلط کاریوں کے خلاف احتجاج اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا، اب انہیں فتح پر فتح ہو رہی تھی۔ نجد کا بہت سا حصہ فتح ہو گیا۔ عبدالوہاب اس کا روحانی پیشوا تھا۔ انہوں نے مطیع شدہ صوبہ جات میں اپنے نائب مقرر کئے، اور ان کو سختی کے ساتھ اپنا اطاعت گزار بنائے رکھا“ ص: ۵۲۔

”چنانچہ مصلحین کی یہ جماعت قدرتنا ایک جگہ بکھو فرقہ تھا اور نہایت دلیری کے ساتھ اپنے عقائد کو تلواریں کے ساتھ منوات تھا۔ ترکوں نے اپنی ذلیل شہوت پرستی کو مقدس شہروں میں پھیلا دیا تھا۔ ایسی عاداتیں جن کو قرآن نے قطعاً ناجائز قرار دیا ہے، وہ مقدس شہر میں شراب کا نہایت ہی نفرت انگیز منظر پیش کرتے تھے، یہی وہ عملی اور ظاہری بے حرمتی تھیں جن کے خلاف عبدالوہاب نے سب سے پہلے آواز اٹھائی، مگر آہستہ آہستہ یہ ایک دینی فرقہ بن گیا، جو دہا بہت کے نام سے مشہور ہے، ہندوستانی فرقہ کا بھی بڑی حد تک یہی عقیدہ ہے۔ اس کے سات بڑے بڑے اصول ہیں“ ص: ۵۳۔

”عبدالوہاب کا انتقال ۱۷۸۷ء میں ہوا، اور وہ اپنی تمام فتوحات کو ایک قابل جانشین کے سپرد کر گیا، ۱۷۹۱ء میں وہابیوں نے شریف مکہ سے ایک کامیاب جنگ کی، ۱۷۹۷ء میں انہوں نے بغداد کے پاشا کو بہت خونریزی کے ساتھ پسپا کروا دیا۔ ۱۸۰۱ء میں انہوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کے ساتھ مکہ معظمہ پر چڑھائی کی، اور ۱۸۰۳ء میں اس مقدس شہر کو فتح کر لیا، اس نظام کے ان دو مستحکم مراکز میں مصلحین نے ہر اس باشندے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے ان کے طریقے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ مسلمان بزرگوں کے خانقاہوں کو لوٹا اور بے حرمت کیا، حتیٰ کہ مسجد نبوی تک کو بھی نہ چھوڑا“ ص: ۵۴۔

”آخر کار محمد علی پاشا ولی مصر مصلحین کو تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو گیا، ۱۸۱۳ء میں تھموس کیلہ جو (سکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا) پاشا کے لڑکے کے ماتحت مدینہ شریف پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ ۱۸۱۳ء میں مکہ معظمہ پر بھی قبضہ ہو گیا اور اس کے پانچ سال بعد یہ عظیم الشان سلطنت جس معجزانہ طور پر منہ سے شہود پر آئی تھی، اسی معجزانہ طور پر ریت کے صحرائی ٹیلوں کی طرح غائب ہو گئی“ ص: ۵۵۔

”بہر حال ہندوستان کے وہابی مسلمانوں میں ایسے اصول کی اشاعت کرتے ہیں جس کی بنیاد ان تمام نکالیف کو نرم کر دیتی ہے، سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب مکہ ہی میں تھے تو حکومت کے علم میں یہ بات لائی گئی تھی کہ سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقائد بھی ان صحرائی بدوؤں کی جماعت کے مطابق ہیں جن کی وجہ سے مقدس مقامات کو ایسے نقصانات اٹھانے =

وہابی کی تعریف

أيها العلماء الكرام والفضلاء العظام والمفتيون لشرع المتين والمحققون في أمور الدين! أنتم لنا ساداتنا ومركز علوم ديننا، أفتونا في هذه المسائل المندرجة المذيل، توجروا بالأجر الجزيل، واستخلصونا من أفواه المخالفين والمعاندين. مستخلصكم الله تعالى في الدارين. آمين يا رب العالمين۔

۱..... من الوهابی و ما اعتقادهم وأعمالهم؟ ويقولون أصحاب الهواه، الذين عبید الدنيا ولا يجتنبون عن البدعات والشبهات ويطبقون الجواز، ولا يتميزون بين الحلال والحرام والصدق والكذب ولا يباليون على افتراء المشايخ الذين يعملون بالسنة والكتاب والمذهب واختتموا أعمارهم لصفوة الدين والمذهب: أن الوهابی من اعتقد اعتقاد عبد الوهاب النجدی وعلى أتى اعتقاد مضي وبأى صفة يُدّم، بل نرى أن من يعمل بالقرآن والحديث والمذهب و يجتنب عن البدعات والشبهات ويسأمر بالمعروف وينهى عن المنكرات والإختراعات، و يخالف المبتدعين بالرد والقدح، أو سكت من الكل ولا يوافقهم بالعمل والقول۔ يقولون: إن هذا هو الوهابی، وهو خارج من أهل السنة والجماعة، ولا تجوز خلفه الصلوة، وهكذا يضلون العوام بالوساوس والخداع، و يفتون على الفور بالوهابيات، وما الحكم لمثل هذا المفتی هل هو من أهل السنة والجماعة أم كيف؟ بينوا بالتصفيق، هذا مرض لا علاج له يزداد يوماً فيوماً۔

= پڑے، پہلے جو چیز ان کی نظر میں محض خواب و خیال تھی، اب وہ ان کو حقیقی روشنی میں نظر آنے لگی جس میں انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان کے ہر ضلع میں اسلامی جھنڈا گاڑتے اور صلیب کو انگریز کافروں کی لاشوں کے نیچے دفن کرتے ہوئے دیکھا، پہلے جو کچھ ان کی تعلیم میں ابہام تھا، اب اس نے خوفناک اور باقاعدہ مذہب کی شکل اختیار کر لی، جس سے عبد الوہاب نے عرب میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، اور جس سے سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو امید تھی کہ وہ ہندوستان میں اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اور پائیدار سلطنت قائم کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان، ترجمہ Our Induan Muslims مصنف: W-W Hunter،

۲..... ما الحكم للمفسد الذى ذكرت أحواله فى الواقعة؟ وهل تجوز الفتنة المذكورة
و سوء الأدب الذى ذكر بمثل هذين الأمرين، وحركته و عداوته من توهين العلماء أم كيف؟ و
هل هو من أهل السنة والجماعة، و يقع على زوجته الطلاق و يلزم عليه التوبة أم كيف؟ يبتوا
بالنظر والغور العميق-

۳..... ما تقولون فى حق الذى يجتنب عن الإختراعات والمنهيات والشبهات ولا يضع
القدم خلاف المذهب، ولا يتبع أهل الهوى بالقول والفعل، و يخالفهم بالرد والقدح، و يجتنب
عن المسائل الجديدة المروجة بالرد والقدح أو السكوت عنها و عدم العمل على المسائل التى
لم تذكر فى الكتب المشهورة، و هل يكون الرجل وهايباً و لا تجوز لصلوة خلفه أم كيف؟ و ما
تقولون فى حق الإمام الذى ذكرت أحواله فى الواقعة هل أقواله و أفعاله موافقة بالسنة والكتاب
والمذهب أم لا؟ و أفعاله خلاف التقوى أم عين التقوى، و ما الفرق بين الفتوى و التقوى، و أى
للعلماء الكرام أقوى؟

المستفتى: فدوى محمد بدر الدجى عفى عنه، ضلع چاڭگام-

الجواب حامداً ومصلحاً :

۱..... محمد بن عبد الوهاب النجدى كان متبعاً للسنة، ولكنه كان متشدداً فى
الاعتناد والقول والعمل، وكان قليل البضاعة من العلم والفهم والعقل، فصدر منه بعض الأفعال
والأقوال وصار سبباً لهيجان الفتنة (۱)، وأما اليوم فى ديارنا فالإصطلاح ما قلتم من يستن بسنن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، و يمنع عن البدع، فهو يسمى فى أقواء أهل الهوى وهايباً، فإلى
الله المشتكى:

(۱) تقدم تخريجه من رد المحتار، كتاب الجهاد، باب البغاء: ۳/ ۲۶۲: سمعنا (و راجع للتفصيل
كتاب: "ہمارے ہندوستانی مسلمان" ترجمہ Our Indian Muslims (مصنف W-W Hunten و
قد تقدمت نبذة منه)

۲-۳..... قد علم مما ذكرنا حكمها، صاحب التقوى أورع و صاحب الفتوى أوسع، و هو داخل تحت حدود الشرع، وإذا جاوزها فقد تعدى: ﴿و من يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه﴾ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وأحکم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ محقق المفتی بمدرستہ مظاہر علوم سہارنپور الہند۔
 الجواب صحیح: سعید أحمد غفر لہ المبتلى بأمانة الإفتاء بالمدرسة العلية المشتهر بمظاہر علوم الواقعة ببلدة سہارنپور۔ یومی، ۷/ جمادی الأولى / ۶۷ ھ۔

(۱) (سورة الطلاق: ۱)

ترجمہ:

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب مطلوب ہیں:

۱..... وہابی کون ہیں ان کے عقائد و اعمال کیا ہیں؟ اہل ہوادنیہ پرست بدعات و شبہات سے اجتناب نہ کرنے والے ہر چیز میں جواز کو تلاش کرنے والے، سلال و حرام، صدق و کذب میں تمیز نہ کرنے والے اور ان مشائخ پر جو کتاب و سنت پر عامل ہیں جن کی عمریں خالص دین و مذہب کی اشاعت میں صرف ہو گئیں افتراء کرنے والے یوں کہتے ہیں کہ وہابی وہ شخص ہے جو عبد الوہاب نجدی جیسے عقائد رکھتا ہے۔

اس کے اعتقادات کیا تھے اور کس بنا پر اس کی مذمت کی جاتی ہے؟ بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث اور مذہب پر عامل ہو، بدعات و شبہات سے اجتناب کرتا ہو، امر بالمعروف کرتا ہو، منکرات و مخترعات سے روکتا ہو، مبتدعین کی رد و قدح کے ساتھ مخالفت کرتا ہو، یا پھر تمام امور کے حلق خاموش رہتا ہو، قول و عمل میں ان کی موافقت نہ کرتا ہو اس کے بارے میں یہ مبتدعین کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں، اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اسی طرح عوام کو وسوس اور دھوکہ سے گمراہ کرتے ہیں اور فوراً وہابی ہونے کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔

ایسے مفتی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے؟ تحقیق کے ساتھ بیان فرمائیں، یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جو دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

۲..... جس مفید کے احوال ذکر کئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ کیا فتنہ مذکورہ اور سوء ادب جو ذکر کیا گیا ان دو امر کے ساتھ، اس کی حرکت و عداوت اور علماء کی توہین جائز ہے؟ اور کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے اس کی بیوی پر طلاق واقع =

وہابی کون ہے؟

سوال [۷۸۴]: فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو چھوڑنے والوں پر درجہ بدرجہ الگ الگ کیا شرعی سزائیں اور وعیدیں آتی ہیں؟ نیز فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو چھوڑ کر مستحبات پر عمل کرایا جانا کیسا ہے؟ اور کیا یہ اعمال قابل قبول ہوں گے؟ نیز مستحبات نہ کرنے والوں کو وہابی کہنا کیسا ہے؟ وہابی کی تعریف بھی بتا دیجئے؟

ہو جائے گی؟ اور کیا اس پر توبہ لازم ہے؟

۳۔ ان لوگوں کے حق میں کیا رائے ہے جو محدث، منہیات اور شبہات سے اجتناب کرتے ہیں، مذہب کے خلاف ایک قدم نہیں چلتے، اہل ہوا کا قوال و فاعل کسی طرح اتباع نہیں کرتے بلکہ رد و قدح کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور جدید رائج شدہ مسائل سے رد و قدح کے ساتھ یا ان سے سکوت کرتے ہوئے اجتناب کرتے ہیں، جو مسائل کتب مشہورہ میں مذکور نہیں ان پر عمل نہیں کرتے، کیا وہ آدمی وہابی ہو جاتا ہے؟

اس کے پیچھے نماز جائز نہیں رہتی یا کیا حکم ہے؟ اور اس امام کے بارے میں کیا رائے ہے جس کے احوال ذکر کئے گئے کیا اس کے اقوال و افعال، سنت، کتاب و مذہب کے موافق ہیں یا نہیں؟ اسکے افعال تقویٰ کے خلاف ہیں یا عین تقویٰ ہیں؟ تقویٰ اور تقویٰ میں کیا فرق ہے اور کونسا علماء کرام کے لئے اقویٰ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی متبع سنت تھے لیکن اعتقاد، قول اور عمل میں تشدد تھے، علم و فہم اور عقل کم تھی اس لئے ان سے بعض افعال و اقوال ایسے صادر ہو گئے جو فقہوں کے رد و ممانعت کا سبب بن گئے۔ لیکن آج ہمارے علاقہ میں وہابی وہی ہے جس کو مسائل نے بیان کیا ہے یعنی جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کا متبع ہو، بدعات سے روکتا ہو وہی شخص اہل ہوائی اصطلاح میں وہابی ہے۔ پس شکوہ اللہ ہی سے ہے۔

۲۔ ان دونوں کا حکم ماسبق سے معلوم ہو گیا، صاحب تقویٰ اور ع ہے اور صاحب تقویٰ وسیع ہے حدود شرع کے تحت داخل ہیں اور جب وہ حدود شرع سے نکلے گا تو تجاوز کر جائے گا اور جو شخص حدود شرع سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المقتدی بہ مدرسۂ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ المبتلیٰ بأمانۃ الافناء بالمدرسة العلیة المشتہر بمظاہر علوم الواقعة ببلدة سہارنپور، یوپی، ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ.

الجواب حامداً ومصلحاً:

فرض کا درجہ سب سے زیادہ ہے، اس کا منکر کا فرہوتا ہے، اس کے بعد واجب کا درجہ ہے (۱)، سنتیں اور مستحبات یہ دونوں (فرض و واجب) کی تکمیل کے لئے ہیں (۲)، فرائض کو ترک کر کے مستحبات پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص رمضان المبارک میں فرض روزے کو ترک کرے اور سحری اہتمام سے کھائے حالانکہ سحری تو روزہ پر قوت حاصل کرنے کے لئے ہے (۳)، فرض و واجب کے ترک پر عقاب ہے اور سنت کے ترک پر عتاب اور مستحب کے ترک پر کوئی وعید نہیں (۴)۔

(۱) "وأما الفرض فحكمه اللزوم علماً بالعقل وتصديقاً بالقلب، وهو الإسلام، و عملاً بالبدن وهو من أركان الشرائع، ويكفر جاحده، ويفسق تاركه بلا عذر، وأما حكم الرجوب فلزومه عملاً بمنزلة الفرض لا علماً على اليقين؛ لما في دليله من الشبهة حتى لا يكفر جاحده، ويفسق تاركه". (منحة الحائق على البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۲۵/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی احکام الوضوء، ص: ۵۶، قدیمی)
(والمغنی لأبی محمد عمر الخبازی، باب النہی، فصل فی العزیمۃ والرخصۃ، ص: ۸۳، جامعۃ أم القرى مکة المکرمۃ)

(و نور الأنوار، بحث الفریضۃ والواجب والسنة، ص: ۱۶۶، سعید)

(۲) "ولأنها لإكمال الفرض: أى السنة، و ذکر باعتبار أنها مأمور به، و عبارته فی الشرح أولى حيث قال: و تكون السنة لإكمال الفرض فی محله". (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء: ۷۱، قدیمی)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الطہارۃ: ۱۹/۱، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الکنز رحمہ اللہ تعالیٰ علی الہدایۃ: ۱۹/۱، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(۳) "قلت: فی زماننا لا یطلقون السحور إلا علی ما یؤکل لیلاً لأجل الصوم". (رد المحتار، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الأکل والشرب: ۷۸۱/۳، سعید)

(۴) "قال القهستانی: حکمها (أی حکم السنة) کالواجب فی المطالبۃ فی الدنیا إلا أن تارکہ (أی الواجب) یعاقب و تارکها (أی السنة) یعاتب اھـ. و فی الجوہرۃ عن القنیۃ: تارکها فاسق و جاحدہا مبتدع الخ". (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۴، قدیمی) =

ڈیڑھ سو پونے دو سو سال پہلے عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب کی طرف ایک جماعت منسوب تھی اس کے بعض نظریات ائمہ اربعہ سے الگ تھے، اس جماعت نے اس وقت کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا تھا حکومت نے مقابلہ کر کے ۱۲۳۳ھ میں اس کو شکست دے کر جماعت کو ختم کر دیا تھا وہ جماعت بہت بدنام ہو چکی۔ اس کے قریب ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے کے حضرات نے جہاد کا نظم قائم کیا اور جگہ جگہ دشمن اسلام سے مقابلہ کیا، انگریز نے ان کو بدنام کرنے کے لئے یہ لفظ ”وہابی“ ان کے واسطے ایجاد کیا اور کہا ان کا تعلق محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت سے ہے اور بدعتی عناء سے ان کے خلاف فتوے حاصل کئے، اب کیفیت یہ ہے کہ جو شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر اس کے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے اور سنت کا اتباع کرتا ہے اور بدعات سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ آقائے نامدار سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا بلکہ شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبی کرتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واکمل۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا تارکِ فرائض سنی کہلانے کا حقدار ہے؟

سوال [۷۸۵]: زید اپنے آپ کو پاک سنی مسلمان کہتا ہے، زید نہ تو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے، نہ استنجاء پاک کرتا ہے اور نہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتا، اس کے باوجود زید اپنے آپ کو قوم کا سردار بھی کہتا ہے اور قوم کے آدمی بھی اس کے حکم کو مانتے ہیں، اس حالت میں زید اور ایسی قوم کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

= ”وفیہا: ”وقیل: ما (أی المستحب) یمدح بہ المکلف ولا یذم علی ترکہ“۔ فصل من آداب

الوضوء الخ، ص: ۷۵، قدیمی)

(۱) (تقدم تخریجہ من رد المحتار، کتاب الجہاد، باب البغاة: ۲۶۲/۴، سعید، و ”ہمارے ہندوستانی

مسلمان، باب دوم ص: ۵۱-۵۶)

الجواب حامداً ومصلیاً :

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو زید تارک فرائض ہے اور سخت گناہگار ہے (۱) جس کی ساری زندگی خلاف سنت ہو
وہ سنی کیسے کہلائے گا، وہ سردار بننے کا بھی حقدار نہیں (۲)، ایسے آدمی کو سردار بنانا بڑی بد قسمتی اور محرومی ہے۔ فقط
واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کسی کام کو کسی کی سنت کہنا

سوال [۷۸۶]: کیا یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب کی سنت ہے غلط ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب، مثلاً ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے غلط نہیں جب کہ وہ کام واقعہ ان
کی سنت ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) "أوصاني خليلي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أن لا تشرك بالله شيئاً وإن قطعت و حرقت، و لا
ترک صلوة مكتوبة متعمداً، فمن تركها متعمداً، فقد برئت منه الذمة، و لا تشرب الخمر؛ فإنها
مفتاح كل شر". (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، ص: ۲۹۲، قديمی)
(۲) کیونکہ تارک سنت فاسق ہے، اور فاسق کو امیر یا سردار بنانا مکروہ ہے: "و يكره تقليد الفاسق، و يعزل به إلا لفتنة،
و يجب أن يدعى له بالصلاح". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۳۸/۱، ۵۳۹، سعيد)
(۳) "عن العرياض بن سارية قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا
بوجهه فوعظنا..... الحديث، و فيه: "فإنه من يعش منكم، فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي و سنة
الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ..... اهـ" (رواه أبو داود في الدييات، باب لزوم السنة:
۲/۲۸۷، مكتبة امداديه ملتان)

(و أحمد في مسنده: ۱۰۹/۵، رقم الحديث: ۱۶۶۹۵، دار احيا التراث العربی)

(و ابن ماجه فی باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، ص: ۵ قديمی)

و قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "قال التوربشتی: و أما ذكر سنتهم في مقابلة سنته؛ لأنه علم =

مستحب پر اصرار

سوال [۷۸۷]: اگر کوئی شخص پھول، مالا اور دعا غنائیہ وغیرہ کرنے والا نہ کرنے والے کو ملامت نہ کرے تو کیا ایسی صورتوں میں ان امورِ مستحبہ کو کر سکتا ہے اور بدعت میں داخل نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کا استحباب شرعی دلائل سے ثابت ہو اس پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے سے اس کا استحباب ختم ہو کر اس میں کراہت آ جاتی ہے: ”الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراہیة“ (سباحۃ الفکر) (۱)، اگر یہ شان نہ ہو تو استحباب باقی رہتا ہے اور جس چیز کے استحباب کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اس کے متعلق یہ بحث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی۔

ایضاً

سوال [۷۸۸]: التزام کی کراہت کے متعلق جو علامہ طہیسی کی عبارت: ”من أصر علی مندوب، وجعل عزمًا ولم یعمل بالرخصة“ (۲) کا حوالہ دیا گیا ہے تو اس عبارت میں جو ”عزمًا“ کا لفظ ہے اس کی تشریح ”نتیجۃ الارب“ میں یہ مرقوم ہے: ”عزيمة بالفتح واجب وثابت، وعزيمة من عزمات الله تعالی: أي حق من حقوقه أو واجب مما أوجبه“۔ یعنی مستحب کو واجب جان کر جب اصرار ہوگا تو مذموم

= أنهم لا یخطئون فیما یستخرجون من سنته“۔ (المرفقة شرح مشکوٰۃ، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی: ۱/ ۴۰۹، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) (مجموعہ رسائل الکھنوی، سباحۃ الفکر، الباب الأول: ۳/ ۴۹۰، إدارة القرآن)

(و کذا السعایة علی شرح الوفاۃ للکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/ ۲۶۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی المرفقة شرح مشکوٰۃ، کتاب الصلوة، باب الدعاء فی الشہد، الفصل الأول: ۳/ ۳۱، رشیدیہ)

(۲) (مرقاۃ المفاتیح، باب الدعاء فی الشہد، کتاب الصلوة، الفصل الأول: ۳/ ۳۱، رقم الحدیث: ۹۴۶، رشیدیہ)

ہوگا اور مستحب کو مستحب جان کر جب اصرار ہوگا تو یہ محمود ہوگا، چنانچہ اس کا فیصلہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: ”إنما الأعمال بالنیات“۔ مداومت کا ہونا یہ التزام میں داخل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ”أحب الأمور إلى الله أدومها“۔ لہذا التزام کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمائیے ورنہ یہ تحریر فرمائیے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

مستحب پر (یعنی مباح ترک اعتقاد کرتے ہوئے) مداومت موجب کراہت نہیں بلکہ اصرار موجب کراہت ہے (والفرق بین المداومة والإصرار لا يخفى على من له أدنى ممارسة بالفقه)۔ جن سورتوں کا مخصوص نمازوں میں پڑھنا ثور و منقول ہے ان پر بھی مداومت اس طرح کہ ان کے علاوہ اور سورتیں نہ پڑھیں اگرچہ اعتقاداً جائز سمجھتا ہو مکروہ ہے:

”ويكره أن يوقت بشيء من القرآن لشيء من الصلوة (۱) كالسجدة والإنسان لفجر الجمعة، والجمعة والمنافقين لاجتماع، قال الطحاوي والإسبيعي: هذا إذا رآه ستماً يكره غيره، أما لو قرأ للتيسير عليه أو تبركاً بقرآته صلى الله تعالى عليه وسلم فلا كراهة، لكن بشرط أن يقرأ غيرهما أحياناً؛ لئلا يظن الجاهل أن غيرهما لا يجوز، ولا تحرير في هذه العبارة بعد العلم بأن الكلام في المداومة، والحق أن المداومة مطلقاً مكروهة سواء رآه حتماً يكره غيره أولاً“ فتح القدير: ۱/ ۲۳۸ (۲)۔ والمسئلة المذكورة في شرح النقاية: ۱/ ۸۳ (۳)، وتبين

(۱) (الهداية، قبيل باب الإمامة، كتاب الصلوة: ۱/ ۱۲۰، مكتبة شرکت علمیه ملتان)

(۲) (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة: ۱/ ۳۳۷، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و بسمعناه في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، فصل في القراءة: ۱/ ۳۳۷، مصطفى البابی الحلبي)

(۳) ”وكره عندنا وعند مالك تعيين سورة: أي غير الفاتحة لصلوة من الصلاة، واستحب الشافعي قراءة سورة السجدة وهل أتى في الفجر كل جمعة.... وقيد الطحاوي والإسبيعي الكراهة فيما إذا اعتقد أن الصلوة لا تجوز غيرها، وأما إذا لم يعتقد ذلك ولازمها.... وقراءة السجدة وهل أتى في بعض =

الحقائق: ۱/۱۳۱، (۱) وغیرہما۔

اس کراہت کا ماخذ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے جس کو مسند احمد میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے: ”من لم يقبل رخصة الله (أى لم يعمل بها) كان عليه من الإثم مثل جبان عرفة“ (فی عظمہا)۔ السراج المنیر: ۳/۳۴۹ (۲) جب کسی شی کی ایک جانب مستحب ہے تو دوسری جانب کے ترک کی یقیناً رخصت ہوگی، اب اگر جانب مستحب پر اس طرح عمل کیا جائے کہ جانب رخصت بالکلیہ متروک ہو جائے تو اس مستحب کو درجہ وجوب حاصل ہو جائے گا اعتقاداً ہو یا عملاً، خود عامل کے حق میں ہو یا دوسرے دیکھنے والوں کے حق میں، یہ ایک مفسدہ ہے جس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جانب رخصت پر بھی کبھی کبھی عمل کیا جائے: ”لأن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه“۔ الحدیث (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب محمد بن عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/شعبان/۶۶ھ۔

تنبیہ: طرز سوال مناظرانہ ہے مستفتیانہ نہیں اس کے متعلق پہلے بھی عرض کیا تھا۔ فی الجواب کفایۃ لمن أراد الهدایۃ وأما المجادل فلا یقع إلا بالمجادلة۔ سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/شعبان/۶۶ھ۔

= الأحياء فی قعر الجمعة فلا يكره بل يكون حسناً“، (شرح النقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، سنة القراءة في الصلاة: ۸۳/۱، اعززيه)

(۱) (تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰۃ، أو آخر باب صفة الصلوٰۃ: ۳۳۷/۱، دار الكتب العلمية) (و کذا فی حاشیۃ الشلی علی النبیین، المصدر السابق لتبیین الحقائق)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۱۸۳/۲، رقم الحدیث: ۵۳۶۹، دار إحياء التراث العربی)

و کذا ذکر الإمام أحمد رحمہ اللہ تعالیٰ أيضاً: ”عن عقبۃ بن عامرۃ الجهنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من لم يقبل رخصة الله عزوجل، كان عليه من الذنوب مثل جبال عرفة“۔ (مسند أحمد بن حنبل: ۵/۱۶۰، رقم الحدیث: ۱۶۹۷، دار إحياء التراث العربی)
(۳) ذکرہ الملا علی القاری فی المرقاة باللفظ المذكور، (کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رقم الحدیث: ۹۴۶، رشیدیہ) =

اصلاح کی نیت سے بدعات میں شرکت

[۷۸۹] الاستفتاء: بعض مقامات پر دیوبندی، بریلوی سے قطع نظر ہو کر صرف آبائی تقلید کی وجہ سے بعض بدعات اس طرح گھٹی میں پڑی ہیں کہ اگر منع کریں تو مانع کو خارج از محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں تو ان کی اصلاح کی خاطر بہ نیت اصلاح داخل ہو جائیں اور بدعات کو اختیار کریں اور شدہ شدہ سنت کے طریق پر لانے کی کوشش کریں تو یہ مستحسن ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدعات میں کسی کی خاطر شرکت کرنے کے بعد شدہ شدہ اصلاح کرنا دشوار ہو جاتا ہے بلکہ بدعات کا بدعات ہونا بھی ذہن سے نکل جاتا ہے، پھر اصلاح کا خیال بھی نہیں رہتا، اگر رہا بھی تو جس چیز کو اپنے عمل سے پختہ کر دیا گیا ہے اس سے عوام کو منع کرنے کی ہمت باقی نہیں رہتی، اگر منع کیا جائے تو لوگ ہرگز تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ایسے مقتدا کو غیظ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اس کی نظائر بھی موجود ہیں۔ غور سے سنئے دو چیزیں ہیں: پہلی حفاظتِ دین، دوسری اشاعتِ دین، اول مقدم ہے ثانی مؤخر، ثانی کی خاطر اول کو ضائع کرنا تو دین و دانشمندی نہیں (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

= وقد ذكره الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى في مسنده مرفوعاً في موضعين بلفظ: "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله يحب أن تؤتى رخصه، كما يكره أن تؤتى معصيته". (۲/۲۲۹، ۲۵۰، رقم الحديثين: ۵۸۳۲، ۵۸۳۹، دار إحياء التراث العربي)

(۱) "وعن أبي قلابة: لا نجالسوا أهل الأهواء ولا نجادلوهم، فإنني لا آمن أن يفسدواكم في ضلالتهم ويلبسوا عليكم ما كنتم تعرفون، قال أيوب: وكان - والله - من الفقهاء ذوى الألباب".

"وعن العوام بن حوشب أنه كان يقول لابنه: "يا عيسى! أصلح قلبك وأقلل مالك، وكان =

اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت

سوال [۷۹۰]: ایک شخص جو کہ عالم بھی ہے اور جائز ناجائز سے بھی اچھی طرح واقف ہے وہ ایک جگہ پر امامت کرتے ہیں، مقتدی ان کے اکثر بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور مرجع تہجد، چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، یہ عالم صاحب بجائے ان کو منع کرنے اور سمجھانے کے خود بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ان کی جملہ مبتدعہ رسومات میں شریک ہوتے ہیں اور دعوت وغیرہ کا کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ جب ان سے دوسرے لوگوں نے سمجھانے کے طور سے کہا تو جواب فرمایا کہ آپ بھی تو بے نمازی داڑھی، منڈوں کے ساتھ کھاتے ہیں، پس جس طریقہ سے وہ ناجائز یا حرام ہے اسی طریقہ سے تہجد، چالیسواں بھی سمجھ لیجئے اور پھر فرمایا کہ اگر ہم آپ کی بات کو تسلیم کر لیں اور ان کی رسومات میں شریک نہ ہوں اور نہ ہی ان کے یہی کھانے کو کھایا جائے تو ہمیں اپنی امامت کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ ایک موقع پر جب ایک دوسرے عالم صاحب سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا موقع ملا تو عالم صاحب نے فرمایا کہ ”اگر تم ان کی اصلاح کی غرض سے جاتے ہو تو اس میں گنجائش ہے ورنہ نہیں“ اس کے بعد انھوں نے عالم صاحب کے سامنے عذر رکھا کہ میں تو صرف ان کی اصلاح کی غرض سے شرکت کرتا ہوں، اور پھر اپنے ہم نوا لوگوں سے یہی فرمایا کہ میں تو فلاں عالم سے بھی کہہ آیا ہوں کہ میں تو برابر اسی طریقہ سے شرکت کرتا ہوں گا۔

۱..... عالم صاحب کا ان کے ساتھ شریک ہو کر دعوت کھانا، تہجد اور چالیسواں وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟
 ۲..... عالم صاحب کی یہ مثال پیش کرنا کہ بے نمازی اور داڑھی منڈوں کے ساتھ کھانا پینا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تہجد، چالیسواں کا کھانا، آیا عالم صاحب کی یہ تمثیل صحیح ہے یا دونوں کھانوں میں کوئی فرق ہے؟ تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

۳..... محض امامت کے چلے جانے کے خطرہ سے ایسی رسومات میں شرکت کرنے کی گنجائش ہے؟ واضح طور پر مدلل بیان فرمائیں۔

— بقول: واللہ لآن أرى عيسى في مجالس أهل البرابط والأنسوبة والباطل أحب إلى من أن أراه يجالس أصحاب الخصومات، قال ابن وضاح: یعنی أهل البدع“ (الإعتصام، باب فی ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، ص: ۶۵، ۶۶، دار المعرفة بیروت)

۴..... امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۵..... ایسے امام سے میل جول رکھنا از روئے شرع روا ہے یا ممنوع؟

۶..... عالم ثانی کا قول کہ اصلاح کی غرض سے جانے کی گنجائش ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ۱) جائز رسوم و بدعات میں شرکت کرنا مباح اور ممنوع ہے: ﴿وَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ﴾ مع

القوم الظالمین ﴿الآیۃ (۱)﴾۔ اس سے ان بدعات کو فروغ ہوتا ہے حالانکہ ان کی اصلاح لازم ہے۔

۲..... ڈاڑھی منڈانا حرام ہے (۲)، لیکن جو شخص ڈاڑھی منڈے کے ساتھ کھانا کھاتا ہے وہ کھانا کسی

رم قبیح اور بدعت کا کھانا نہیں بلکہ اگر اصلاح کی نیت ہو اور نرمی سے سمجھایا جائے تو اخلاق سے متاثر ہو کر اصلاح

کی توقع ہے (۳) اس لئے یہ مثال صحیح نہیں، یہ مثال اس وقت صحیح ہوتی کہ اس کی خاطر ڈاڑھی منڈادی جاتی۔

نعوذ باللہ منہ۔

۳..... امامت تو دین کو قائم کرنے کے لئے ہے، محض روپیہ کی خاطر بدعات کو فروغ دینا اور مقتدیوں

کی ہاں میں ہاں ملانا منصب امامت کے خلاف ہے اور اس منصب جلیل کو ذلیل کرنا ہے (۴)۔

(۱) (الأنعام: ۲۸)

(۲) ”یحرم علی الرجل قطع لحیته“۔ (الدر المختار، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیوع: ۴۰۷، ۶، ایچ ایم

سعید)

(۳) ”عن تميم الداوي رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”الدين النصيحة“.

(الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة: ۵۴/۱، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى تحته: ”أما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداؤة الأئمة،

فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم ودنياهم..... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص،

والشفقة عليهم..... وتخولهم بالموعظة الحسنة..... وحثهم على التخلق بجميع ما ذكرناه من أنواع

النصيحة وتنشيط همهم إلى الطاعات..... قال ابن بطال رحمه الله تعالى:..... والنصيحة لازمة على قدر

الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه ويطاع أمره الخ“۔ (شرح النووي على مسلم، ص: ۵۴، قديمي)

(۴) ”فإن كان ممن يقتدى به فلم يقدر على منعهم، خرج ولم يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين، وفتح =

۴..... جو مقتدی ان بدعات میں مبتلا ہیں وہ تو ان ہی سے بہت خوش ہوں گے، اور جو مقتدی تبع سنت اور بدعات سے متنفر ہیں ان کو پریشانی ہوگی، بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ بدعات سے پرہیز کریں، اگر امام صاحب نہ مانیں بلکہ بدعات پر مصرر ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے: ”ویکبرہ إمامة عبد وفاسق ومبتدع الخ“۔ کذا فی الدر المختار: ۱/۳۷۶ (۱)۔

۵..... ان کے ساتھ بدعات میں شریک ہونا تو جائز نہیں، معاملات کی اجازت ہے۔

۶..... اصلاح کرنا لازم ہے مگر ان کے ساتھ بدعات میں شرکت کرنے سے امام صاحب دوسروں کی تو کیا اصلاح کرتے خود مبتلا ہو جاتے ہیں (۲)۔ ہاں اگر ان کی بات میں اثر ہے اور وہاں جا کر بدعات کو روک دیں اور لوگ توبہ کر لیں تو یقیناً اعلیٰ مقام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

بدعتی سے میل جول

سوال [۷۹۱]: اگر کوئی شخص عبادت گزار پابند صوم و صلوٰۃ ہو لیکن بدعات میں مبتلا ہو اس کے یہاں کھانا کھانا میل جول رکھنا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور اسکے یہاں کھانا کھانے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو میل جول رکھنا بہتر ہے، اگر اس سے خود بدعات میں مبتلا ہونے یا بدعات کی تائید کا اندیشہ ہو تو میل جول نہیں

= باب المعصية على المسلمين“ (البحر الرائق، کتاب الکراهية، قبیل فصل فی اللبس: ۸/۳۲۶، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(۲) ”وعن الحسن:“ ولا تجالس صاحب هوى، فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه فيمرض قلبك“ (الإعتصام، باب فی ذم البدع الخ، ص: ۶۵، دار المعرفہ بیروت)

رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

رضا خانیوں کے ساتھ معاملہ

سوال [۷۹۲]: یہاں پر جو اپنے کو سنی کہتے ہیں وہ لوگ پیروں کے مزار پر جا کر پوجا پاٹ کرتے ہیں اور علماء حق کو گالی دیتے ہیں، مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیتے ہیں، اور ”ہشتی زیور“ کو غلط بتلاتے ہیں (۲) ایسے موقع پر اگر کسی کو غیر معمولی جوش آجائے اس قسم کی بدتمیز ہی اور توہین کرنے والے کو قتل کر دے اور خود بھی اس کے ہاتھ سے مرجائے یا پھانسی آجائے تو شہادت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قتل کرنا اور مزار میں پھانسی چڑھ جانا اصل علاج نہیں ہے (۳) ان کو صحیح راہ دکھانا حسن تدبیر سے،

(۱) ”و عن الحسن: لا تجالس صاحب هوى، فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه، فيمرض قلبك“. وعن إبراهيم: ولا تكلموهم إنى أخاف أن ترتد قلوبكم“.

”و عن يحيى بن أبي كثير رحمه الله تعالى قال: إذا لقيت صاحب بدعة في طريق، فخذ في طريق آخر“. (الإعتصام للعلامة الشاطبي رحمه الله تعالى، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل: الوجه الثالث من النقل، ص: ۶۶، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۲) ”ر عن معاذ بن معاذ قال: قلت لعمر بن عبيد: ... قال الراوى: قلت: ليس هكذا يقول أصحابنا، قال: ومن أصحابك لا أبالك؟ قلت: أيوب، ويونس، وابن عون، والقيمي، قال: أولئك أنجاس، أرجاس، أموات غير أحياء. فهكذا أهل الضلال يسبون السلف الصالح، لعل بضاعتهم تنفق“. وأصل هذا الفساد من قبل الخوارج، فهم أول من لعن السلف الصالح“. (الإعتصام، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، ص: ۹۵، دار المعرفة بيروت).

(۳) قال العلامة الشاطبي رحمه الله تعالى بإحساناً عن الحكم في القيام على أهل البدع: ”فنقول: إن القيام عليهم بالتشريب أو التكيل أو الطرد أو الإبعاد أو الإنكار هو بحسب حال البدعة في نفسها من كونها عظيمة المفسدة في الدين أم لا، وكون صاحبها مشتهراً بها أولاً، وداعياً إليها أولاً؟ ... فخرج من =

بزرگوں سے ان کی ملاقات کرائی جائے، ان کے صحیح حالات بتائے جائیں، ان کی دینی خدمات دکھلائی جائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی جائے کہ وہی مقلب القلوب ہے، کوئی ایسا اقدام کہ جس سے آدمی خود بھی فتنہ میں مبتلا ہو اور اس سے دوسری جگہ بھی فتنہ پیدا ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

بدعتی اور تنبیح سنت عالم کے پرکھنے کا طریقہ

سوال [۷۹۳]: زید کہتا ہے کہ علمائے دیوبند و علماء بریلوی دونوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں کتاب لکھی ہیں اور دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حق پر ہیں، آخر یہ میں بھی دونوں طرف سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سامنے آتی ہیں۔ اب عوام کیا کریں، کس کی بات پر عمل کریں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سب تفصیل کے معلوم کرنے کے بعد آپ خود ہی غور کریں، جواب خود بخود سامنے آجائے گا، وہ یہ ہے کہ جب آپ علمائے دیوبند کو حق پر سمجھتے ہیں تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اس طریقے کو اختیار کیجئے، یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں کہ غیر حق کو اختیار کریں۔ اصل یہ ہے کہ طالب حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کوئی نہیں ہے تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ فارغ کر کے ایک جماعت کے مقتدی کے پاس رہے اور بہت غور سے اس کی عادات، معاملات، معاشرت، اپنوں سے تعلق، غیروں سے تعلق، تنہائی کے اوقات، لوگوں کے ساتھ معاملات کو دیکھے، پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدی کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے، اللہ پاک اس کو ہدایت دیں گے، اور دل میں بات آجائے گی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کو ہمدردی ہے، اتباع سنت ہے، خدا کا خوف ہے، خدمت دین کا جذبہ ہے، صبر و تحمل ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے، غرض حضرت رسول مقبول

= مجموع ما تکلم فیہ العلماء أنواع: أحدها: الإرشاد والتعليم وإقامة الحجة، كمسألة ابن عباس رضي الله تعالى عنهما حين ذهب إلى المحوارج، فكلمهم حتى رجع منهم ألفان أو ثلاثة آلاف. (الإعتصام، باب في أن ذم البدع والمحدثات عام الخ، فصل ويتعلق بهذا الفصل أمر آخر، ص: ۱۴۰، دار المعرفة بيروت)

صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ ہیں۔ اور فلاں شخص میں ریاکاری ہے، نفس پروری ہے، خواہش نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوفِ خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمتِ دین کے جاہ و مال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بے قراری ہے، تکبر ہے، بخل ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس میں پہلی قسم کی صفات عالیہ ہوں وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے۔ اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے، جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں اس سے دوری اختیار کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔



مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان

فاتحہ مروجہ

سوال [۷۹۲]: کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا فرض، واجب، سنت، مستحب میں سے کیا ہے؟ کیا بغیر سامنے رکھے ثواب نہ پہونچے گا؟ کھانے کا ثواب غریبوں کو کھلانے سے پہلے میت کو پہنچانے سے پہونچے گا یا نہیں؟ بغیر فاتحہ پڑھے کھانا غریبوں کو کھلا کر میت کو ثواب بخشنے سے میت کو پہونچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کو ثواب ہر نیکی کا پہونچایا جاسکتا ہے، کھانا، کپڑا، غلہ، نقد جو بھی غریب محتاج کو دیدی جائے اور میت کو ثواب پہونچانے کی نیت کر لی جائے اس سے ثواب پہونچ جاتا ہے، اسی طرح قرآن کریم، نوافل، تسبیح پڑھ کر بھی ثواب پہونچ جاتا ہے، زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہونچا دے۔ روزہ اور حج کا ثواب بھی پہونچایا جاسکتا ہے اس کے لئے دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ ہدایہ میں (۱) اور دیگر کتب فقہیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

”الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره الخ“ الدر المختار - ”سواء كانت صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك“ رد المحتار ۲/۲۳۶ (۲)۔

(۱) ”الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة“ (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، مكتبة شرکت علمیه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، باب الحج عن الغير: ۱۲۲/۳، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) (رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

لیکن کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہونچتا یہ غلط ہے، کسی دلیل سے ثابت نہیں اس سے پرہیز لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

ایضاً

سوال [۷۹۵]: فاتحہ مروّجہ حال یعنی کھانا، مٹھائی سامنے رکھ کر قرآن کی کچھ آیتیں یا سورتیں پڑھ کر اس کھانے اور قرآن کا ثواب میت کو پہونچاتے ہیں اور اس طریقہ سے نہ کرائیں تو ان کی سمجھ میں ثواب نہیں پہونچتا اور تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، اگر کوئی اس مروّجہ طریقہ کو منع کرے تو اس کو وہابی کہتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور خاص کرام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے ثابت ہے، اگر ہے تو ان کی کس کتاب میں ہے؟ مع جلد صفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا التزام تاریخ ومہینہ وغیرہ کے نفس ثواب پہونچانا قرآن کریم پڑھ کر، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غرباء و مساکین کو کھانا کھلا کر، کپڑا وغیرہ دے کر، بلاشبہ بہتر و مستحسن ہے، شریعت کے نزدیک پسندیدہ ہے، حدیث وفقہ سے ثابت ہے (۲) لیکن فاتحہ مروّجہ (۳) تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں (۴) یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل ہیں

(۱) "قال العلامة المکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الفاتحة المروّجة: "این طور مخصوص نہ در زمان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، و نہ در زمان خلفاء، بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ کہ مشہود بہا بالخیر اند منقول نہ شدہ، و حالاً در حریم شریفین - زاویہ اللہ تعالیٰ شرفاً - عادات خواص نیست..... و این را ضروری دانستن مذموم است الخ"۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، أبواب الجنائز: ۱/ ۹۵، امجد اکیڈمی، لاہور)

(۲) (تقدم تخريجہ من رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/ ۲۹۵، سعید، تحت عنوان: "فاتحہ مروّجہ")
(والہدایۃ، باب الحج عن الغير: ۱/ ۲۹۶، مکتبہ شرکت علمیہ، رقم الحاشیہ: ۱)
(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۳/ ۱۰۵، رشیدیہ)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدیر، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/ ۱۳۲، مصطفى البابی الحلبي، مصر) =

اور بدعت و ممنوع ہیں، نہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، نہ تابعین عظام کا، نہ تبع تابعین کا، نہ امام اعظم کا، نہ ان کی کسی کتاب میں منقول ہیں (۱)۔ جو شخص اس کا مدعی ہے اس سے پوچھنا چاہئے کہ کس کتاب میں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب آذر جندی کی حقیقت اور فاتحہ مروجہ

سوال [۷۹۱]: استفاء: ما قولکم فی هذه المسئلة رحمکم اللہ تعالیٰ أیہا العساة؟

ایک شخص فاتحہ مروجہ کے جواز میں دلیل میں دو روایتیں پیش کرتا ہے:

۱۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتویٰ "آذر جندی" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ: "آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ اور چھوڑے لاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس پر ایک مروجہ طریقہ کے مطابق ہاتھ اٹھا کر چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھ کر ثواب روح اپنے صاحبزادے کو بخشا۔"۔
انتہی ملخصاً۔

= (۳) (تقدم تخريجه من مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، أبواب الجنائز: ۱/۹۵، امجد الكيomy، تحت عنوان: "فاتحہ مروجہ")

(۳) "وفى البزازیة: "ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعده الأسبوع، ونقل الطعام إلى المقابر... الخ". (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۵۰، سعيد)

(و كذا فى البزازیة، كتاب الصلوة، الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز، نوع آخر: ۸۱/۴، رشیدیہ)
(و كذا فى مراقى الفلاح، باب أحكام الجنائز، قبیل فصل فى زیارة القبور: ۶۱، ۶۱۸، قدیمی)
و المراقى فى هذا الموضع: "و هى بدعة مستقبحة". (ص: ۶۱۸)

(۱) "البدعة: وهى كما فى المغرب إسم من ابتداع الأمر إذا ابتدأه وأحدثه... ثم غلبت على ما هو زیادة فى الدين، أو نقصان منه، وعرفها الشمسى بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال بوع شبهة واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۶۱۱/۱، رشیدیہ)

۲..... ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک کنواں کھدوایا تھا، تیار ہو جانے پر ہاتھ اٹھا کر فرمایا: "ألسلہم ہذہ لأم سعد" (۱)۔ اس سے بھی فاتحہ مروجہ کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

۳..... فاتحہ علی الطعام اور رفع یدین علی الطعام کے بارے میں فقہاء کے کچھ اقوال ہیں مجوزین فاتحہ کے دنیا کے جوابات کس کتاب میں ملیں گے؟

۴..... جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو قبروں پر تر شاخ کو شق کر کے گاڑ دیا اور فرمایا کہ "جب تک تر رہیں گی، عذاب میں تخفیف رہے گی"، اس سے قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانے کی دلیل پکڑتے ہیں (۲)۔ کہتے ہیں: ﴿وإن من شیء إلا یسبح بحمده ولكن لا تفقہون تسبیحہم﴾۔ الآیہ (۳) قول اللہ تعالیٰ ہے اور یہ ذی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور تر لکڑی ذی حیات ہے۔ تو یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ خصوصیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، وہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کفار کی؟ اور اس کی دلیل۔

(۱) "عن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: یا رسول اللہ! إن أم سعد ماتت، فأبی الصدقة أفضل؟ قال: "السماء"، فحفر بئراً، وقال: ہذہ لأم سعد". رواہ أبو داود والنسائی، (مشکوۃ المصابیح، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۹، قدیمی)

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں ایک تورفع یدین کا ذکر نہیں، دوسرا یہ کہ "ہذہ لأم سعد" کس کا مقولہ ہے، ظاہر یہ ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے، پھر بھی استدلال تام نہیں بلکہ ایسا لٹاؤ اب زبان سے کرنا اس سے مراد ہے۔

(۲) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: مر الشیخ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قبرین، فقال: "إنہما یعذبان"..... ثم دعا بعسیب رطب، فشقہ باثنین، ثم غرس علی ہذا واحداً وعلی ہذا واحداً، وقال: "لعلہ یخفف عنہما ما لم یبسا". (سنن أبی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الإستبراء من البول: ۴/۱، دار الحدیث ملتان)

(و رواہ البخاری فی الجنائز، باب الجرید علی القبر: ۱/۱۸۱، ۱۸۲، قدیمی)

(۳) (الإسراء: ۴۴)

۵..... براہین قاطعہ میں ”لا صلوة بحضرة الطعام“ (۱) سے عدم جواز دعاء علی الطعام لا یمصال الثواب پر استدلال کیا گیا ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ اس کھانے کے واسطے ہے جو اپنے کھانے کے واسطے ہو، دوسرے کھانے پر دعاء کرنا اس حدیث سے ناجائز نہیں۔

المستفتی: محمد فاروق، مقام اتر اوں، ضلع الہ آباد، ۲۸/شوال ۱۴۰۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

۲۱..... یہ کتاب ملا علی قاری کی تصنیف نہیں اور یہ روایت بھی صحیح نہیں، کتب حدیث میں اس روایت کا کوئی نشان نہیں (۲)۔ مولانا عبدالحی نے اس کو موضوع لکھا ہے، فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص: ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ پر اس روایت کے متعلق تفصیلی رد موجود ہے (۳) اور دہلی، لکھنؤ، مراد آباد، پانی پت وغیرہ کے بہت سے علماء کے

(۱) (براہین قاطعہ، ص: ۹۰، ۹۱، دار الاشاعت کراچی)

(والحدیث أخرجه البخاری فی الأذان، باب إذا حضر الطعام الخ: ۱/۹۲، قدیمی)

(و مسلم فی . باب كراهة الصلوة بحضرة الطعام الذي يريد أكله الخ: ۱/۲۰۸، قدیمی)

(۲) روایت کو فتاویٰ رشیدیہ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: ”قال: كان اليوم الثالث عن وفات إبراهيم بن محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، جاء أبو ذر رضي الله تعالى عنه عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، معه ثمرة بابسة ولبن الناقة وخبز الشعير، فوضعها عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقرأ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الفاتحة مرة وسورة الإخلاص ثلاث مرات، وقرأ: ”اللهم صل على محمد أنت لها أهل“، فرفع يديه ومسح وجهه، فأمر بأبي ذر أن يقسمهما، وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”نواب هذه الأطعمة لإبراهيم“، (باب البدعات، ص: ۳۳۶، سعيد)

(۳) ”تہ کتاب آ زر جندی از تصانیف ملا علی قاری است، و نہ روایت مذکورہ صحیح و معتبر است، بلکہ موضوع است و باطل، بر آں اعتماد نشاید، در کتب حدیث نشانے از نیمجور روایت یافتہ نمی شود“ حررہ أبو الحسنات. مهر: (أبو الحسنات محمد عبد الحی)

”یہ حدیث وضعی ہے اور بتانے والا اس کا کاذب اور مضطرب ہے اور آ زر جندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے

نہیں ہے“۔ انتہی بلفظہ صدر الدین صدر صدور دہلی۔ (فتاویٰ رشیدیہ، باب البدعات، ص: ۳۳۶، سعید)

دستخط اس پر متفقہ ہیں (۱) اس روایت سے فاتحہ مروجہ پر استدلال کس طرح ہوا، کیا فاتحہ پڑھی ہے یا کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا ہے (۲)۔

۳..... فتح العزیز، شرح سفر السعادت (۳) فتاویٰ رشیدیہ (۴) براہین قاطعہ (۵) فتاویٰ دار العلوم (۶) امداد الفتاویٰ (۷) مائتہ مسائل (۸) وغیرہ میں اس طریقہ مروجہ کی ممانعت مذکور ہے اور بغیر رفع یدین

(۱) جن حضرات کے دستخط اور مہر میں موجود ہیں ان کے لئے فتاویٰ رشیدیہ باب البدعات، ص: ۴۴۶، ملاحظہ فرمائیں:

(۲) قاعدہ مسلمہ ہے کہ کسی دلیل میں کئی احتمالات ہوں تو اس سے استدلال درست نہیں ہوتا ہے۔

(۳) ”وعادت نبو کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند، نہ بر سر گور و نہ غیر آن، و این مجموع بدعت است و مکروه، نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب است، اما این اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بوصیت از حق یتامی بدعت است و حرام“۔ (شرح سفر السعادت للعلامة اللکنوی، ص: ۲۷۳، طبع منشی نول کشور)

(۴) ”سائنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہوا لہ پڑھنا درست ہے یا نہیں الخ“۔

”جواب: فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے، کذا فی اربعین و فتاویٰ سمرقندی، فقط“۔ (فتاویٰ

رشیدیہ، باب البدعات، ص: ۴۴۹، سعید)

(۵) (براہین قاطعہ، ص: ۹۰-۹۳، دارالاشاعت کراچی)

(۶) ”مگر فاتحہ کی جو رسم ہندوستانی مسلمانوں میں رائج ہے وہ نہ سنت ہے، نہ مستحب، نہ مباح، بلکہ سراسر سنتِ سنّیہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے..... پس اس بارے میں سنت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ کھانے سے پہلے ”بسم اللہ“ اور ختم طعام پر ”الحمد للہ“ پڑھی جائے اور یہی طریقہ زمانہ صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہاء مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور حرمین شریفین کے رہنے والوں میں رائج ہوا، بلکہ تمام ملک حجاز میں آج تک اسی طرح جاری ہے۔ اس صورت میں فاتحہ مروجہ مسلمانان ہند بلاشبہ ناروا اور ناجائز ہے“۔ (فتاویٰ دار العلوم المسمیٰ بعزیز الفتاویٰ کتاب، السنۃ والبدعۃ، ص: ۱۱۰، ۱۱۱)

(۷) ”سوم و دم و جہلم وغیرہ... و آنکہ طعام رو بردن ہادہ چیزے خوانند، این ہم طریقہ ذنود است، ترک جنس رسوم واجب است کہ من تشبه بقوم فهو منهم“ و ہر گاہ طعام نکشیں بدعات متلبس شد، بہتر آنکہ ایں جنس طعام نخوردہ شود الخ“۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات: ۵/۲۶۰-۲۶۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۸) ”مقرر کردن روز برائے فاتحہ چہلم از شرع ثابت نہ شدہ، و معین نمودن روز برائے فاتحہ =

وغیرہ کے نفس سوئم وغیرہ کی ممانعت ”فتح القدیر“ (۱) ”فتاویٰ ہزازیہ“ (۲) ”شامی“ (۳) وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے۔

۴۔۔۔ اس روایت سے استدلال کرنے میں اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے علم ہو گیا تھا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے (۴) کیا آج بھی کسی پر وحی آتی ہے کہ فلاں قبر میں عذاب ہو رہا ہے؟ نیز جن مزارات پر یہ لوگ پھول چڑھاتے ہیں کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ پر عذاب ہو رہا ہے، مثلاً: اجمیر شریف، کلیر شریف، دہلی شریف میں عامۃ حاضر ہو کر مقابر اہل اللہ کی قبروں پر چڑھاتے ہیں، کیا یہی عقیدہ ہوتا ہے (۵) کسی فاسق فاجر کی قبر پر نوبت کم آتی ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں علماء نے تخصیص کا احتمال بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

= جہلم یا اعتقاد آنکہ قبل از چهل روز و بعد از چهل روز ثواب طعام بمردہ نخواهد رسید، یا در روز جہلم زیادہ تر ثواب خواهد رسید غیر جائز است، و غیر جائز نمودن گناہ است، و اصرار بر آن کبیرہ است، و طریق فاتحہ کہ در مردمان رواج دارد کہ ایصال ثواب طعام بدون قرات سورۃ فاتحہ وغیرہ بمردہ سمی رسید، این ہم از کتابی نیست، بلکہ در جہلم وغیرہ طعام ساختن اعتباری ندارد الخ۔ (مائتہ مسائل، سوال شانزدہم، ص: ۳۳، کتب خانہ گلزار استاد مردان)

(۱) ”و یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، و ہی بدعة مستقبحة“، (فتح القدیر، قبیل باب الشہید: ۱۳۲/۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) وفی البزازیۃ: ”و یکرہ اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والأعیاد“، (کتاب الصلوۃ، الخامس والعشرون فی الجنائز الخ، نوع آخر: ۸۱/۴، رشیدیہ)

(۳) (رد المحتار، باب صلوۃ الجنائز، مطلب فی کراہۃ الضیافۃ من اهل المیت: ۲۴۰/۲، سعید)

(۴) ”قال المارزی: یحتمل أن یكون أوحى إلیه أن العذاب یخفف عنها هذه المدة“، (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا یستر من بوله: ۴۴۵/۱، قدیمی)

(۵) ”قلت: ... إن كانوا یدعون اتباع الحدیث، فعلیهم أن یضعوا الجواند دون الریاحین، وعلی المعذبین دون المقربین؛ لأن الحدیث إنما ورد فی المعذبین“ الخ، (البدر الساری علی حاشیة فیض الباری، باب من الكبائر أن الخ: ۳۱۱/۱، خضر راد بکذہو دیوبند)

خصوصیت تھی (۱) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یقین کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا، بلکہ ”لعل“ فرمایا ہے (۲)۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”إن إلقاء الرياحين ليس بشيء أه“ (۳)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری: ۱/۲۷۷ میں لکھا ہے (۴):

”وأما حديث الباب فظاهر من مجموع طرقه أنهما كانا مسلمين، ففي رواية ابن ماجه: ”مر بقبرين جديدين“ (۵)، فانتفى كونهما في الجاهلية، وفي حديث أبي أمامة عند أحمد (۶): أنه صلى الله تعالى عليه وسلم مر بالقيع فقال: ”من دفنتم اليوم ههنا؟“ فهذا يدل على أنهما كانا مسلمين۔ وفي رواية أبي بكره عند أحمد (۷) وانظرائي (۸) بإسناد صحيح: ”يعذبان، وما يعذبان في كبير، وما يعذبان إلا في الغيبة والبول“، فهذا الحصر ينفي كونهما

(۱) ”بعض العلماء قال: إنها واقعة عين يحتمل أن تكون مخصوصة بمن أطلع الله تعالى على حال الميت“، (فتح الباری، کتاب الجنائز، باب الجريدة على القبر: ۳/۲۲۲، دار المعرفة)

”وقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريدة ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث، قال الطرطوسي: لأن ذلك خاص ببركة يده..... الخ“، (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۱/۲۲۵، قديمي)

(وكذا في فيض الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن... الخ: ۱/۳۱۱، خضر راه بکدہو دیوبند)

(۲) ”و”لعل“ للترجي.

(۳) (عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۳/۱۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۱/۲۲۶، قديمي)

(۵) (سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب التشديد في البول، ص: ۲۹، قديمي)

(۶) (مسند الإمام أحمد، حديث أبي أمامة، رقم الحديث: ۲۸۹۷، ۳۵۷/۵، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۷) (مسند الإمام أحمد، حديث أبي بكره نفع بن حارث، رقم الحديث: ۱۹۸۶۰، ۱۲/۵، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۸) ”عن عائشة رضي الله عنها: قالت: مر النبي ﷺ بقبرين يعذبان، فقال: ”إنهما يعذبان، وما =

کافرا کافرین؛ لأن الکافر وإن عذب على ترك أحكام الإسلام، فإنه يعذب مع ذلك على الکفر بلا خلاف“ (۱)۔

۵..... تخصیص کی دلیل کیا ہے جب کہ الفاظ عام ہیں (۲) اور جواز کی دلیل کوئی حدیث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ ننگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم بہارِ نیور، ۳/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۷ھ۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں

سوال [۷۹]: کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، امام حسن، حسین، حضرات تابعین، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت غوث پاک، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بخشا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اکابر تومتیع شریعت اور پابند سنت تھے یہ بے دلیل اور غلط طریقہ کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= يعذبان في كبير، كان أحدهما لا يتنزه من البول“. الحديث۔ رواه الطبرانی في الأوسط“ (مجمع الزوائد: ۱/ ۲۰۷، دار الفکر)

(۱) (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا یستتر من بوله: ۴۲۶/۱، قدیمی)

(۲) ایصالِ ثواب عبادت ہے اور عبادت میں جو دلیل عام ہو، اسکی تخصیص رائے سے کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قلت: ثم رأيت أنهم كلهم لا يكثر ثبوت بتخصيص الأحاديث الواردة في الأخلاق والمعاملات، ويخصونها بالرأى ابتداءً بلا نكير، بخلاف العبادات... الخ“ (مقدمة فيض الباری، تخصيص العام بالرأى: ۶۳/۱، خضر راہ بکدہ دیوبند)

(۳) (تقدم تخريجہ من مجموعة الفتاوى للكنوزی رحمه الله تعالى علی هامش خلاصة الفتاوى، أبواب الجنائز: ۱/ ۱۹۵: امجد اکیدمی، تحت عنوان: ”فاتحہ مرجہ“)

شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ

سوال [۷۹۸]: مولوی رحمت اللہ صاحب نقشبندی ہمارے گاؤں میں ایک صاحب ہر سال تعزیر نکالتے تھے اب انہوں نے یہ سلسلہ بند کر دیا ہے، اب وہ شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ کرتے ہیں اور مساکین کو کھانا اور کپڑا تقسیم کرتے ہیں۔ کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

تعزیر کا بند کر دینا تو بہت ضروری تھا (۱)، سو بند کر دیا، فالحمد لله علی ذلک، شہدائے کربلا یا دیگر اکابر و اقرباء کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بغیر کسی ثابت شدہ پابندی و تقیید کے درست اور باعث اجر ہے (۲)۔ مگر اس قسم کے امور جہاں تک ہو سکے مخفی طور پر کئے جائیں جن میں شہرت اور نمود نہ ہو، اگر ناموری کے لئے کئے جائیں گے تو اجر ضائع ہو جائے گا، ریاکاری کا وبال مستقل ہوگا جو کہ سخت ترین معصیت ہے (۳)۔

(۱) "القول أبوسعيد" أما هذا فقد قضى ما عليه، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رأى منكم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، وإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان: ۵۱/۱، قديمي)
اس حدیث شریف کا تقاضا یہ ہے کہ اس جیسے منکرات کو ختم کیا جائے۔

(۲) (تقدم تخريجه من الهداية باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مكتبة شريكت علميه، ملتان)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدیر، باب الحج عن الغير: ۱۳۲/۳، مصطفى البابی مصر، و

رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲ سعید)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ونحن نذاكر المسيح الدجال، فقال: "ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم عندي من المسيح الدجال؟" قال: قلنا: بلى، فقال: "الشرك الخفي أن يقوم الرجل يصلي، فيزين صلوته لما يرى من نظره رجل".

"و عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من يسمع، يسمع الله به، و من يرآء يرآء الله

به". (رواهما ابن ماجه في الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمي) =

جو فاتحہ کا طریقہ آج کل رائج ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر مخصوص آیات اور سورتیں پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہنچتا (خواہ عمل ہی سہی) بالکل غلط ہے (۱)، تاریخ یادن کی تعیین و تنقید بھی اس کام کے لئے شرعاً ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ

سوال [۷۹۹]: میت کے دفن کے بعد اعزہ وغیرہ کا میت کے گھر پہنچ کر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور دوسروں کو بھی ہاتھ باندھنے پر مجبور کرنا اور جو نہ شریک ہو اس کو برا بھلا کہنا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

بالکل بے اصل (۳) اور خلاف سنت ہے (۴)، اس کو ترک کرنا لازم ہے (۵)، اس میں شریک نہ

= قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وقد سئل الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ عن الریاء، فقال علی البدیہۃ: ہو فتنۃ عقدھا الهوی حیال أبصار قلوب العلماء، فنظروا بسوء اختیار النفوس، فأحبطت أعمالھم". (فیض القدیو شرح الجامع الصغیر: ۱/۱۱، ۵۸۰۹، مکتبہ نزار ریاض)

(۱) (تقدم تخريجه من مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، أبواب الجنائز: ۱/۱۹۵، امجد اكيڈمی، تحت عنوان: "فاتحہ مریجہ")

(۲) (تقدم تخريجه من رد المحتار: ۲/۲۳۰، والبرزازية: ۸۱/۳، ومراقی الفلاح، ص: ۶۱۷، ۶۱۸، تحت عنوان: "أيضاً"، بعد عنوان: "فاتحہ مریجہ")

(۳) "این طور مخصوص نہ در زمان آن شخصت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود و نہ در زمان خلفاء، بلکہ وجود آن در قرون ثلاثہ مشہور بہا بالخیر اند منقول شدہ، و حالاً در زمین شریفین زادو ما اللہ تعالیٰ شرفاً عادات خواص نیست..... و این را ضروری دانستن مذموم است۔"
(مجموعۃ الفتاوی علی هامش خلاصۃ الفتاوی، کتاب الصلوة، أبواب الجنائز: ۱/۱۹۵، امجد اکیڈمی)

(۴) تعزیت میں مستحب یہ ہے کہ دفن کے متصل بعد اہل میت کے پاس آ کر ان کو تسلی دی جائے اور ان کے لئے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کی جائے، اس کے بعد تمام اپنے اپنے کام میں مصروف ہوں۔ (کما فی رد المحتار: کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲/۲۳۱، سعید)

(۵) قال المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت حدیث: "من أحدث فی أمرنا هذا": ای أنشا و اخترع واتی بامر =

ہونے والے کو برا کہنا معصیت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قل پنچایت اور فاتحہ

سوال [۸۰۰]: فاتحہ دینی درست ہے تو کس طرح؟ اور اس طریقہ پر فاتحہ دینی کیسی ہے کہ ایک شخص کے سامنے کھانا ایک رکابی میں اور پانی گلاس وغیرہ میں رکھنا اور ہاتھ اٹھا کر درود شریف و سورہ فاتحہ و سورہ اخلاص پڑھ کر اس کھانے کو بچوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ سب معتبرہ بیان کیجئے اور قل پنچایت اور ختم وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

شریف احمد انیسوی، متعلم مدرسہ ہذا، ۱۶/۱۰/۶۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ شرعاً بے اصل، بدعت، ناجائز اور قابل ترک ہے۔ ثواب پہنچانے کا شریعت کے موافق طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر کسی غریب کو کھانا، کپڑا وغیرہ کوئی چیز دے کر دعا کرے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے، اگر تمام مسلمانوں کی نیت کرے تو اور زیادہ اچھا ہے:

”(ولهذا اختاروا): أى الشافعية فى الدعاء: أَلَيْبِهِمْ أَوْصِلْ مِثْلَ ثَوَابِ مَا قَرَأْتَهُ إِلَى فُلَانٍ، أَمَا عِنْدَنَا (أى الحنفية) فَالْوَصْلُ إِلَيْهِ نَفْسُ الثَّوَابِ۔ وَفِي الْبَحْرِ: مَنْ صَامَ أَوْ صَلَّى أَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهُ لغيرِهِ مِنَ الْأَمْوَاتِ وَالْأَحْيَاءِ جَازٍ، وَيَصِلُ ثَوَابُهَا إِلَيْهِمْ عِنْدَ أَهْلِ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ۔ كَذَا فِي الْبِدَائِعِ“۔ شامی: ۱/۹۴۳ (۲)۔

”وَعَنِ الْمَحْبِطِ: الْأَفْضَلُ لِمَنْ يَتَصَدَّقُ نَفْلًا أَنْ يَتْرَى لِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ؛

= حَدِيثٌ مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ..... (مَا لَيْسَ مِنْهُ) أَيْ رَأْيًا لَيْسَ لَهُ فِي الْكِتَابِ أَوِ السَّنَةِ عَاضِدٌ ظَاهِرٌ أَوْ خَفِی، مَلْفُوظٌ

أَوْ مُسْتَبْطَ (فہرود): أَيْ مُرَدُّدٌ عَلَى فَاعِلِهِ لِبَطْلَانِهِ. (فیض القدیر: ۱۱/۵۵۹۳، مکتبہ نزار ریاض)

(۱) ”عَنِ الْمَرْجَنَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

”سَبَّابُ الْمُسْلِمِ فَسُوقٌ، وَقَتْلُهُ كُفْرٌ.“ (صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يعبط

عمله: ۱۲/۱، قدیمی)

(۲) (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فی القراءة لل میت و إهداء ثوابها له: ۲/۲۲۳، سعید)

لأنها تصل إليهم، لا ينقص من أجره شيء. اهـ“۔ رد المحتار: ۱۰۸/۲ (۱)۔ فقط والله اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۱/۱۱/۶۰ھ۔

ختم کے بعد کھانا

سوال [۸۰۱]: اکثر لوگ عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے ایک ایک پارہ قرآن مجید کا ہر شخص کو دیکر پڑھواتے ہیں یا یتیم خانہ کے بچوں کو بلا کر قرآن شریف پڑھوا کر اپنے مرحوم رشتہ داروں کو ثواب پہونچاتے ہیں۔ ایسا کرنا گناہ تو نہیں ہے؟ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ واضح رہے پڑھوانے کے بعد بچوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

یسین شریف کا ختم

سوال [۸۰۲]: ۱..... بہت سی عورتیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے یسین شریف ۳۱/۷ یا ۷۱/۷ بار پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور سب کو پہونچا کر اپنے واسطے دعا کر لیتی ہیں۔ یہ طریقہ بھی جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... قرآن کریم پڑھ کر ثواب پہونچانا مفید ہے ہرگز گناہ نہیں (۲) لیکن اس کے لئے یہ صورت اختیار کرنا کہ جمع اکٹھا کیا جائے (۳) اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلایا جائے یہ ثابت نہیں، یہ کھانا پڑھنے اور ختم کرنے کی

(۱) (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت وإهداء ثوابها لہ: ۲/۲۴۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخريجه من الهداية، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، شرکت علمیہ) (ورد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعید)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، باب الحج عن الغير: ۱۳۲/۳، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(۳) ”مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص، واورا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت =

أجرت کے درجہ میں آتا ہے جو کہ شرعاً منع ہے۔ فتاویٰ بزازیہ، روا المختار وغیرہ میں اس کو بدعت اور مکروہ لکھا ہے اس کو اجرت کے تحت پڑھنے سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے (۱)۔

۲..... سورہ یسین شریف کو ۴۱/۱ یا ۷۱/۱ دفعہ پڑھ کر دعا کرنے کا عمل اگر تجربہ سے مفید ثابت ہو اور اس سے مصائب دور ہو جاتے ہوں تو درست ہے (۲)۔ مصائب دور کرنے کے لئے اصل عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا اور گناہوں سے پرہیز، نیز سنت کی اشاعت کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

وظیفہ سورہ یسین کے ختم پر شیرینی

سوال: یسین شریف تین دن وظیفہ کے طور پر ۴۱، ۴۱/۱ بار پڑھنے پر تینوں دن کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= نیست، صاحب نصاب الاحتساب آن را مکروہ نوشتہ رسم..... الخ "از لکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ".

(فتاویٰ رشیدیہ، باب البدعات، ص: ۴۴۸، سعید)

(۱) قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ بعد بحث طویل فی تنقیح المسئلة: "قال تاج الشريعة فی شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى، وقال العيني رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الهداية: ويمنع القارى للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان، فإذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستاجر، ولولا الأجرة لما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان... الخ". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶، سعید)

(وكذا في البزازية، كتاب الإجارة، نوع في تعليم القرآن والحرف: ۳۹/۵، رشیدیہ)

(۲) یعنی بطور رقیہ جائزہ ایسا کرنا جائز ہے کما قالہ ابن عابدین: "اختلف فی الاستشفاء بالقرآن بأن يقرأ على المريض أو المملوغ القاتحة..... قال رضى الله تعالى عنه: وعلى الجواز عمل الناس اليوم". (رد المحتار

كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳۶۴/۶، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً :

فی نفسہ اس میں کوئی خرابی نہیں، نہ شریعت میں اس کا کوئی حکم ہے، ممکن ہے کہ یہ تجربہ کی چیز ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

ختم قرآن پر دعوت

سوال [۸۰۲]: میرے بچے نے قرآن شریف حفظ کر لیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترغیبی جلسہ کر کے شیرینی تقسیم کروں، کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کر لینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب و متعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء و احباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدر دانی ہے ممنوع نہیں، ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب و تبلیغ میں معین ہو جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورہ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کر کے احباب و غرباء کو کھلا دیا تھا (۱) اس لئے سلف صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے (۲) ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ مقبول

(۱) "ممالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: تعلم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ البقرة في اثنتي عشرة سنة، فلما ختمها نحر جزوراً". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۳۰/۱، رقم: ۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾. (البينة: ۵)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرَتِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ". (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۵۴، رقم الحديث: ۵۳۱۴، قدیمی)

نہیں (۱) اور نیت کا حال خدائی کو معلوم ہے (۲) مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کر لی تو اور پریشانی ہوگی، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں (۳) اور بچہ نے جہاں ختم کیا ہے، وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی امداد کر دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۸۹ھ۔

ایمان کے شکر میں ختم

سوال [۸۰۵]: اپنے ایمان کو تازہ اور مسلمان ہونے کے شکر پر اگر کچھ عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھیں شریف یا قرآن شریف پڑھیں تو جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً و مصلياً :

ایمان کے شکر یہ میں جمع ہو کر بیٹھیں شریف یا قرآن شریف کا ختم کرنا ثابت نہیں، ایمان کا شکر تو یہ ہے کہ ایمان کے تقاضوں پر پختگی سے عمل کیا جائے اور جو چیزیں ناجائز ہیں ان سے پورا پرہیز کیا جائے (۴) فی

(۱) "عن أبي سعيد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من يسمع يسمع الله به، ومن يرأى يرأى الله به" (ابن ماجه فى الزهد، باب الرياء والسعة، ص: ۳۱۰، قدیمی)
(وأيضاً راجع ماتقدم من فیض القدیر قول الإمام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الرياء، تحت عنوان: "شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ")

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَعْلَمُ مَا تَسْرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ﴾، والله عليم بذات الصدور ﴿﴾. (التغابن: ۴)

وقال تعالى: ﴿قُلْ إِنْ تَخْفَوْنَ مَا فِى صُدُورِكُمْ أَوْ تَبْدُوهُ، يَعْلَمُهُ اللَّهُ﴾. (آل عمران: ۲۹)

(۳) قال الله تعالى: ﴿إِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَتَعْبَاهِى، وَإِنْ تَخْفَوْهَا وَتُوتُوهَا الْفُقَرَاءَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾. (البقرة: ۲۷۱)

(۴) أخرج الإمام البخارى فى الإيمان: "عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضى الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع فى الشبهات كراع يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه، ألا! وإن لكل ملك حمى، ألا! وإن حمى الله فى الأرض =

نفسہ قرآن پاک کی تلاوت یا سورہ یسین کی تلاوت میں دینی و دنیاوی منافع بہت ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

ختم خواجگاں پر دوام برائے حصول مقصد

سوال [۸۰۶]: ایک جامع مسجد کے متعلق چند کوٹھڑیاں ہیں اور اس کے متعلق ایک مدرسہ بھی ہے، اس مدرسہ اور کوٹھڑیوں میں عرصہ سے ایک غیر مسلم سے مقدمہ چل رہا تھا، مسلمان مناسب پیروی نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہار گئے اور مدرسہ اور کوٹھڑیاں منہدم کر دی گئیں، اب پھر اپیل کی گئی ہے۔ اس مقدمہ میں کامیابی کے لئے ایک مسجد میں روزانہ دعائے ختم خواجگاں بلا ناغہ پڑھنی جارہی ہے، کچھ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس اہتمام کے ساتھ بلا ناغہ کوئی دعاء پڑھنا درست نہیں، کبھی کبھی ناغہ بھی کر دینا چاہئے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی اس میں کوئی قباحت ہے تو آگاہ فرمائیے اور کوئی مناسب طریقہ بتلایئے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ ختم خواجگاں اور اس کے بعد دعاء ایسا ہے جیسے کہ بیمار کے لئے دوا، جب تک بیماری ہے اس کے دفعیہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، لیکن بیماری طویل ہونے کی وجہ سے دوا بھی بہت دیر تک چلتی ہے، پس جس مقصد کے لئے یہ ختم کیا جاتا ہے اس مقصد کے حاصل ہونے پر یا اس مقصد کو ترک کر دینے یا اس سے مایوس ہو جانے پر اس کو ترک کر دیا جائے، نیز اس پر جبر نہ کیا جائے کہ لوگ اس کو تعبدی اور دائمی امر سمجھنے لگیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

ختم قرآن پر مٹھائی

سوال [۸۰۷]: عام طور سے قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے اور بعد میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اس

= محارمہ، الا و ان فی الجسد مضغہ اذا صلحت صلح الجسد کلہ، واذا فسدت فسد الجسد کلہ،
الا و ہی القلب۔ (باب فضل من استبرأ لدينه: ۱۳، ۱۴، فدیمی)

(۱) (کما مر من الهدایۃ و رد المحتار و العناۃ علی الہدایۃ و البحر الرائق تحت عنوان: ”فاتحہ مریجہ“،
و راجع لمزید التفصیل کتاب ”فضائل القرآن“ لشیخ الحدیث محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ)

میں بعض حفاظ ایسے بھی شریک ہوتے ہیں جنہیں اگر منہائی نہ ملے تو افسوس کرتے ہیں اور آئندہ آنے میں عذر
کرویتے ہیں۔ اس قسم کی قرآن خوانی کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حفاظ شیرینی کو اپنا حق الخدمت یعنی اجرت قرأت تصور کرتے ہیں اگرچہ
اس کا نام اجرت نہ رکھیں، اس لئے یہ صورت ناجائز ہے (۱)۔

اگر چندہ کر کے تقسیم کی جائے تو اس میں عموماً رعایت حدود نہیں کی جاتی بلکہ کہیں جبر کی صورت ہوتی
ہے (۲) کہیں ریا اور تفاخر کی (۳)، بعض دفعہ بچوں (۴) اور بڑوں کا مجمع ہوتا ہے اور وہ شور و غل پھینا جھپٹی

(۱) (تقدم نخریجہ من رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۲، سعید، تحت عنوان: "سین
شریف کا ختم")

(والبزازیة علی هامش الهندیة، نہ غ فی تعلیم القرآن والحرف: ۳۹/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی شفاء العلیل و بل الغلیل الخ من مجموعۃ الرسائل لابن عابدین: ۱۶۹/۱، مکتبہ سہیل
اکڈمی لاہور)

(۲) جبر کسی کا مال وصول کر کے کھانا جائز نہیں، ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: "عن أبی حرة الرقاشی، عن عمه
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس
منہ"۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع باب الغصب والعاریة ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۳) کسی بھی عمل میں ریا اور نمود کو مذموم قرار دیا گیا ہے: "عن أبی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قال: "من یسمع یسمع اللہ بہ، و من یرآی، یرآی اللہ بہ"۔ (ابن ماجہ: کتاب الزہد،
باب الریاء والسمعة، ص: ۳۱۰، قدیمی)

(۴) "و یحرم إدخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسہم و إلا فیکرہ"۔ (الدر المختار) و قال ابن
عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "و یحرم الخ" لما أخرجه المنذری مرفوعاً: "جنبوا مساجدکم صبیانکم و
مجانینکم" و رفع أصواتکم"۔ الحدیث، والمراد بالحرمة کراهة التحريم، و علیہ فقولہ:
وإلا فیکرہ: أى تنزیہاً تأمل"۔ (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، مطلب فی أحكام المسجد: ۶۵۶/۱،

کرتا ہے (۱)۔ بعض لوگ مٹھائی کے لالچ میں پیروں کی پاکی کا اہتمام کئے بغیر مسجد میں آ جاتے ہیں جس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا (۲) ان صورتوں میں ناجائز ہونا شدید تر ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ختم قرآن کے دن جھنڈیاں وغیرہ لگانا

سوال [۸۰۸]: کسی مسجد میں حافظ قرآن تراویح پڑھاتا ہے اور اس مسجد میں ختم قرآن کے دن خلاف شرع باتیں دیکھے، درمیان میں معلوم ہو جائے کہ اس مسجد میں چندہ وغیرہ چندہ کی رقم سے ختم قرآن کے دن کاغذ کی جھنڈیاں چراغاں کرنا اور تقسیم شیرینی کرنا باوجودیکہ حافظ قرآن نے متعدد بار اس رسم کو منع کرنے کو بھی کہا کہ بدعت ہے مگر پھر بھی یہ مقتدی اپنی ضد پر قائم ہیں، تو ایسی مسجد میں حافظ کو ختم قرآن تک تراویح پڑھانا کیسا ہے، یا برابر کی مسجد میں پڑھتا رہے، بعد منع کرنے کے اس مسجد میں تراویح پڑھانے کو ترک کر دے اور بقیہ قرآن کہیں اور سنا کر ختم کر دے؟

ختم قرآن میں چراغاں

سوال [۸۰۹]: ۲..... بعض لوگ ختم قرآن کے سلسلہ میں تراویح میں مثال دیتے ہیں کہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں تو جھاڑ، فانوس، شمع کا فوری اور کثرت سے چراغاں ہوتا ہے، اگر ناجائز ہے تو کیوں نہیں منع کیا جاتا ہے حالانکہ مکہ شریفہ و مدینہ منورہ میں بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں، یہ بجلی کی روشنی مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں ختم قرآن کے دن ہوتی ہے یا ہمیشہ اور کثرت سے چراغاں ہونے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۱۔۔۔ ایسی حالت میں امام کسی ایسی مسجد میں پڑھے جہاں یہ خرافات نہ ہوں۔

(۱) "والكلام المباح (أي يكره في المسجد) وقيد في الظهيرية بأن يجلس لأجله، لكن في النهار الإطلاقي". (الدر المختار) وفي رد المختار: قوله: بأن يجلس لأجله، فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بنى لأمر الدنيا". (الدر المختار مع رد المختار، كتاب الصلوة، قبيل مطلب فيمن سبقت يده إلى مباح: ۶۶۲/۱، سعيد)

(۲) "و كره تحريماً ... إدخال نجاسة فيه" (الدر المختار) "في الفتاوى العالمكيرية: لا يدخل المسجد من على بدنه نجاسة". (رد المختار، مطلب في أحكام المساجد: ۶۵۶/۱، سعيد)

۲..... یہ کہنا کہ منع نہیں کیا گیا غلط ہے۔ کتاب المدخل: ۲/۳۰۲ (۱) میں دیکھئے کس شدت سے منع کیا گیا مگر اہل ثروت و بدعت، اہل علم و اہل حق کی کم مانتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود کسٹوی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ذیقعدہ/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ذیقعدہ/۶۱ھ۔

مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھلانا اور چھینا جھٹی

سوال [۸۱۰]: یہاں پر آستان بنڈار کے نام سے رسماً صدقہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بصورت آنا، چاول یا نقد جمع کر کے کھانا پکایا جاتا ہے، پھر ختم شیخ جیلانی، ختم خواجگاہ، ختم سلطان العرفین وغیرہ ہوتا ہے، صرف خانہ پڑی کے لئے آیت قرآنی کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پھر حضرت فلاں فلاں المدد وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں۔ علاوہ اس کے بدھن و صوت درود شریف و مناقب اولیاء کی یاد دہانی کی جاتی ہے، صاحب و چاہت لوگ کھانا تقسیم کرتے ہیں، پہلے مجلس پڑھنے والوں کو کھاتے ہیں، پھر عوام الناس کو مسجد ہی میں تقسیم کرتے ہیں، دوران تقسیم خاصی گالی گلوچ، چھینا جھٹی ہوتی ہے۔

عرض یہ ہے کہ یہ بنڈار کرنا کیسا ہے؟ از روئے شرع اس قسم کے صدقات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ اگر مساجد کا اس میں شرکت کرنا اور پھر امامت کے فرائض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) "ولا یزاد فی لیلة الختم شیء زائد علی ما فعل فی أول الشهر، لأنه لم یکن من فعل من مضی، بخلاف ما أحدثه بعض الناس الیوم من زیادة وقود القنادیل الكثيرة الخارجة عن الحد المشروع، لما فیها من إضاعة المال والسرف والخیلاء، سيما إذا انضاف إلى ذلك ما یفعله بعضهم من وقود الشمع و ما یرکوفیه..... و انضاف إلى ذلك بسبب كثرة الوقود اجتماع اللصوص وتشویبهم علی بعض الحاضرين..... و كثير من الناس يتحدثون و یخوضون فی الأشياء التي ینزه المسجد عن بعضها فی غیر رمضان، فكیف بها فی شهر رمضان العظیم؟ فكیف بها فی لیلة الختم منه، فلیتحفظ من هذا كله و ما شاکله جهده الخ." (المدخل لابن امیر الحاج: ۲/۳۱۱، ۳۱۲، فصل فی وقود القنادیل لیلة الختم، مصطفى البابی الحلبي)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ صورت اور تقریب قرآن کریم، وحدیث شریف، آثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فقہ، ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں (۱)، حسن تدبیر، نرمی و شفقت سے اس کو روکا جائے (۲)، احترام قبرستان کے بھی یہ خلاف ہے (۳) احترام مسجد کے بھی خلاف ہے (۴)، احترام ائمہ کے بھی خلاف ہے۔ جبراً چندہ لینا بھی ظلم ہے اس کا کھانا بھی حلال نہیں: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه"۔ (الحديث) (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۵ھ۔

روضہ اقدس اور مزارات صحابہ پر قرآن خوانی

سوال [۸۱۱]: کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاروں پر بھی قرآن خوانی ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ ہندوستان میں اجرت پر مکاتوں اور قبروں پر قرآن خوانی کراتے ہیں، ایسی صورت میں پڑھنے والے کو اور میت کی روح کو کچھ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(۱) جو کما من اصول سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے؛ کما صرح بہ اہل العلم کما بن عابدین وابن نجیم والطحاوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ فی فتاویٰ ہم وقد مضی تخریجہ من کتبہم تحت عنوان: "ایضاً" بعد عنوان: "فاتحہ مروجہ"۔

(۲) نیز اس میں گالی گلوچ کا تبادلہ ایک قبیح، لموم اور ممنوع فعل ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت سے منع فرمایا ہے، فرمایا: "سباب المسلم فسوق، وقتاله کفر"۔ (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله: ۱۳/۱، قدیمی) (والطبرانی فی الکبیر: ۱۰/۱۰۳۱۶)

(۳) "قال فی الفتح: ویکرہ الجلوس علی القبر ووطئه، فحينئذ فما یفعله من دفنت حول أقاربه خلق من وطئه تلك القبور إلى أن یصل إلى قبر قریبه مکروه"۔ (رد المحتار، آخر باب صلوة الجنائز: ۲/۲۵۵، سعید) (۴) (تقدم تخریجہ من رد المحتار، آخر باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا: ۱/۶۶۲، سعید، تحت عنوان: "ختم قرآن پر منضائی")

(۵) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، ص: ۲۵۵، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ طریقہ ممنوع اور ناجائز ہے، ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی پر اجرت لینا بھی گناہ ہے اور دینا بھی اور اس سے ثواب بھی نہیں ملتا، رد المحتار، ج: ۵ (۱)۔ قرونِ اولیٰ میں یہ معمول نہیں تھا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۱۴۱۱ھ۔

میت کے لئے ایک لاکھ کلمہ طیبہ کا ثواب

سوال [۸۱۲]: ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو میت کے رشتہ دار ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ کا ختم کراتے ہیں مسجد کے مصنیوں سے، اخیر میں تمام مصنیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے چاہے غریب ہو یا غنی تو یہ کھانا کیسا ہے؟ اور غریب و مالدار میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچانا اور غریبوں کو صدقہ دیکر ثواب پہنچانا بہت مفید اور باعثِ خیر ہے (۳) لیکن کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اجرت کے مشابہ ہے، اگر پڑھنے والوں کے ذہن میں ہو کہ کھانا ملے گا اور اس نیت سے پڑھیں تو اس پڑھنے سے ثواب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والوں کو نہ میت کو، نیز جب کہ

(۱) (تقدم تخريجہ من رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶-۵۷، تحت عنوان: "یسین شریف کا ختم")

(۲) اور جو چیز قرنِ اولیٰ سے ماثور نہ ہو، وہ بدعت ہے کما مروت فیہ تصریحات الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ تحت عنوان: "ایضاً بعد عنوان: "فاتحہ مریمہ"۔

(۳) "فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قراءة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه".

(مراقی الفلاح، کتاب الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی)

اس کا دستور ہے اور یہ طریقہ مشہور ہے ”المعروف كالمشروط“ کے تحت اس پڑھنے کی اجرت گویا کہ لازم ہوگئی (۱)۔

علاوہ ازیں میت کے ورثاء میں بعض دفعہ چھوٹے نابالغ بھی ہوتے ہیں ان کے مال میں تصرف کرنا اور ان کے حصہ سے صدقہ دینا جائز نہیں (۲)۔ پھر یہ کہ کھانا کھلانا شرعاً واجب نہیں اس کا التزام کرنا ایک غیر واجب کو واجب قرار دینا ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں (۳)۔

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب کے لئے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کے مستحق غرباء ہیں، مالدار نہیں (۴) یہاں غریب و غنی سب کو دیا جاتا ہے یہ طریقہ غلط ہے اور اس میں عامۃ شہرت ناموری کا جذبہ ہوتا ہے (۵)، جیسا کہ دیگر تقریبات کا حال ہے اس لئے اس طریقہ کو بند کرنا چاہئے کہ عوارض کی وجہ سے اصل کیفیت باقی نہیں

(۱) ”و لا معنى أيضاً لصلة القاري : لأن ذلك يشبه استجاره على قراءة القرآن ، وذلك باطل ، و لم يفعل ذلك أحد من الخلفاء“ (رد المحتار ، باب الإجارة الفاسدة : ۵۷/۲ ، سعید)

(۲) قال الله تعالى : ﴿ و آتوا اليتامى أموالهم ، و لا تبدلوا الخبيث بالطيب ﴾ . (النساء : ۲)

وقال تعالى : ﴿ الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً ، إنما يأكلون في بطونهم نارا ﴾ . (النساء : ۱۰)

(۳) کیونکہ غیر لازم کو لازم بحضابت عت ہے : ”ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، و جعل ديناً قوياً و صراطاً مستقيماً“ (رد المحتار ، باب الإمامة ، مطلب : البدعة خمسة أقسام : ۵۶۰/۱ ، سعید)

(۴) ”الوصية المطلقة لا تحل لغنى : لأنها صدقة و هي على الغنى حرام“ . (الدر المختار ، قبيل باب الوصى الخ : ۲۹۸/۲ ، سعید)

(۵) ”عن أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه- قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ”المتباريان لا يجابان ، و لا يؤكل طعامهما“ ، قال الإمام أحمد : يعني المتعارضين بالضباقة فخرأ و رياء“ . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (مشكوة المصابيح ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، ص :

رہتی۔ فتاویٰ بزازیہ (۱) کبیری (۲) شامی (۳) وغیرہ کتب فقہ میں ایصالِ ثواب کے لئے اس قسم کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ممانعت موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

ختم میں سوا لاکھ کی تعداد

سوال [۸۱۳]: دارالعلوم دیوبند میں جو ختم شریف ہوتا ہے خواہ کسی کی وفات پر ہو یا دفعِ مصائب کے لئے ہو اور خواہ کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا آیۃ الکرسی، مگر پڑھنے کی تعداد سوا لاکھ کی متعین ہے، اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ ایک عالم اس کو بدعت کہتے ہیں جو شریکِ دورہ دارالعلوم دیوبند رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں نفس ایصالِ ثواب میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تعداد متعین کرنا بدعت ہے، اس کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں حالانکہ اپنے مشائخ کی شرکت کو شہادت میں پیش کیا گیا مگر وہ قرآن و حدیث سے ثبوت مانگتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

دفعِ مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے اس کے لئے قرآن و حدیث سے ثبوت ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے منافی و معارض یعنی شرعاً ممنوع و مذموم نہ ہو جیسا کہ

(۱) ”ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث و بعد الأسبوع والأعياد... واتخاذ الدعوة بقرآءة القرآن و جمع الصلحاء، والقرآءة للخنم، أو لقرآءة سورة الأنعام أو الأخلاص، فالحاصل: أن اتخاذ الطعام عند قرآءة القرآن لأجل الأكل يكره.“ (البزازية على هامش الهندية، باب صلوة الجنائز، ذهب إلى المصلي الخ: ۸۱/۳، رشيدية)

(۲) ”ويكره اتخاذ الضيافة من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الحزن، قالوا: وهي بدعة مستقبحة، لما روى الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال: ”كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت و صنعهم الطعام من النجاسة.“ (الحلی الكبير (کبیری)، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقة من الجنائز، ص: ۶۰۹، مکتبہ سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی کراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۳۰۰۳، سعید)

غیر شرعی رقیہ ہے (۱)، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جیسی رکعات نماز کی تعداد یا اشواط طواف کی تعداد ہے کہ اس کے لئے صراحۃً ثبوت ضروری ہے، بلکہ وہ ایسی تعداد ہے جیسے حکیم نسخہ میں لکھتے ہیں عناب ۵/ دانہ، بادام ۷/ دانہ وغیرہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہے، اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے۔ جب اس ختم کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے (۲) تعداد کا تجربہ سے متعین کر دینا خلاف شرع نہیں، علاج کے لئے سات کنویں کا پانی سات مشکوں میں مٹگانا حدیث شریف سے ثابت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۷ھ۔

(۱) "يقال: رقاہ الرقی" واما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به" (رد المحتار،

كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر والممس: ۶/۳۶۳، سعيد)

و قال العلامة الزيلعي رحمه الله تعالى: "ولا بأس بالرقى؛ لأنه عليه الصلاة والسلام كان يفعل

ذلك... ألا ترى إلى ما يروى عن عروة بن مالك أنه قال: كنا في الجاهلية نرقى، فقلنا: يا

رسول الله! كيف ترى في ذلك؟ فقال: "اعرضوا على رفاكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك".

(تبين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۷۳، دار الكتب العلمية بيروت)

والحديث الذي ذكره الزيلعي رحمه الله تعالى أخرجه مسلم في السلام، باب استحباب

الرقية من العين والنملة... الخ: ۳/۲۲۴، قديمي)

(و أبو داود في الطب، باب في الرقى: ۳/۵۴۲، دار الحديث ملتان)

(۲) کیونکہ بدعت تو وہ ہوتی ہے جو اصول شرع سے منقول نہ ہونے کے، وجود میں بھی جائے اور یہ ختم بطور علاج و رقیہ ہونے کی

بنا پر خاص و تین نہیں سمجھا جاتا لہذا بدعت نہیں ہے، بلکہ بدعت کی تعریف علامہ شامی نے اس طرح نقل کی ہے: "ما أحدث

على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة

واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً" (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۳) "قالت عائشة: فقال النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما دخل بيعة: واشهدوا جعد: "أهريقوا علي من

سبع قرب لم تحلل أو كيهن" ثم طفقنا نضرب عليه من تلك القرب حتى جعل يشير إلينا أن قد

فعلت" الحديث (صحيح البخاري، باب قبل، باب العذرة: ۲/۸۵۱، قديمي)

ایصال ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی

الاستفتاء [۸۱۲]: یہاں کا رواج ہے لوگ علماء حفاظ اور کچھ علوم دین جاننے والے لوگوں سے ختم قرآن، ختم خواجگان یا اس کے علاوہ اور کسی قسم کا ختم کراتے ہیں اور ایصال ثواب یا اپنے مقاصد کی دعائیں کراتے ہیں، پڑھنے والوں کو کھانا بھی کھلاتے ہیں اور کچھ روپے پیسے بھی دیتے ہیں، یہ رواج شرعاً کیسا ہے؟ روپے پیسے لینا دینا کیسا ہے؟ اہل استطاعت اس قسم کے پیسے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک ختم کرا کے بطور معاوضہ کھانا کھلانا درست نہیں، اس سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے، علامہ شامی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اہل استطاعت اور فقراء کسی کو بھی ایسا کھانا کھلانا اور پیسے لینا درست نہیں (۱) مگر دیگر مقاصد مثلاً مقدمات کی کامیابی کے لئے اگر ختم سرایا جائے اور کھانا کھلایا جائے یا پیسے دیئے جائیں تو یہ درست ہے، یہاں ختم سے مقصود تحصیل ثواب نہیں بلکہ دوسرا کام مقصود ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

(۱) "قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى. وقال العيني في شرح الهداية: ومنع القارى للدنيا، والأخذ والمعطى آثمان. فالحاصل: ... فإذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة، فأن يصل الثواب إلى المستاجر؟ ولو لا الأجرة، لما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان اهـ". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶، سعيد)

(۲) "وما استدلل به بعض المحشين بحديث البخارى في اللديغ... لأن المتقدمين المانعين الاستيجار مطلقاً جوزوا الرقية ولو بالقرآن، كما ذكره الطحاوى رحمه الله تعالى: لأنها ليست عبادة محضة بل من العداوى". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۵۷/۶، سعيد)

(والمراد بالحديث هو الذى رواه البخارى رحمه الله تعالى فى الطب، باب الرقى بفتحة الكتاب:

ایصال ثواب کے لئے مجلس

سوال [۸۱۵]: ہمارے علاقہ گجرات میں ختم قرآن کر کے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ کہ مسجدوں میں بورڈ پر یہ اعلان لکھ دیا جاتا ہے کہ مثلاً آج نماز جمعہ یا نماز عشاء کے بعد فلاں صاحب کے ایصالِ ثواب کے لئے ختم قرآن کی مجلس رکھی گئی ہے۔ بعد ختم قرآن کے نہ کوئی شیرینی ہوتی ہے اور نہ کوئی رسم و رواج ہے تو مجموعی طریقہ سے ختم قرآن کر کے ایصالِ ثواب کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اہل علم اس پر نکیر کرتے ہیں لیکن جب کوئی اہم شخصیت انتقال کر جاتی ہے تو خود ہی اہتمام کر کے قرآن کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

جو حضرات اس پر نکیر کرتے ہیں اور کسی اہم شخصیت کے لئے اس کا اہتمام بھی کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ نکیر کس درجہ حقیر ہے۔ صورتِ مسئلہ میں قرآن خوانی کے لئے بلایا نہیں جاتا بلکہ جو لوگ نماز عشاء یا نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ ہماری میت کیلئے ایصالِ ثواب بھی کرتے جائیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، میت کو نفع ہوتا ہے پڑھنے والوں کو ثواب بھی ملتا ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ جو شخص قبرستان میں گزرے اور گیارہ بارہ مرتبہ ”قل هو اللہ“ پڑھ کر اموات کو ثواب بخش دے تو بعدد الاموات اس کو بھی ثواب ملتا ہے (۱)، چنانچہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ انسان کو حق ہے کہ اپنی حسنت کا ثواب دوسروں کو دیدے چاہے نماز ہو، ذکر ہو، تلاوت ہو، حج ہو، عمرہ ہو، صدقہ ہو یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ معتزلہ مطلقاً

(۱) ”اسئلت عن الحکمة فی قراءۃ سورۃ الاخلاص احد عشر مرة لسمن دخل المقابر، فقلت: اما الحديث الوارد بذلك فهو عن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من مر على المقابر، وقرأ: قل هو الله احد عشر مرة، ثم وهب اجرها للاموات، اعطى من الاجر بعدد الاموات“ أخرجه الديلمي في مسند الفردوس من طريق عبد الله بن أحمد

وهذا الحديث من نسخة، قال الذهبي: إنها موضوعة باطلة، ماتنك عن وضع عبد الله أو وضع أبيه أحمد، وقال ابن الجوزي في الموضوعات في أحمد: هو محل التهمة وقد رواه أبو بكر النجاد في سننه والقاضي أبو يعلى والدارقطني فيما عراه إلهم الشمس محمد بن إبراهيم بن عبد الواحد المقدسي الحنبلي في ”وصول القراءة إلى الميت“ له، وأظنهم أخرجوه من هذا الوجه، فإله أعلم“

(الأجوبة المرضية للحافظ السخاوي: ۵۴۹/۲، ۵۵۰، رقم المسئلة: ۱۳۶، دار الراية، رياض)

ایصالِ ثواب کے مکرر ہیں (۱)۔ عامۃً ایصالِ ثواب کے ساتھ کچھ غیر ثابت رسوم اور بدعات کا شمول ہوتا ہے ان سے پوری احتیاط لازم ہے۔ شامی وغیرہ میں بھی اس کو قوت سے روکا گیا ہے (۲)، مستقل ایک رسالہ بھی، شامی کا اس مسئلہ پر موجود ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ و دن کی تعیین

سوال [۸۱۶]: ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ و دن و وقت و مہینہ کی تعیین و تحقیق کو مکروہ و ممنوع بتایا گیا ہے مگر ثبوت میں کوئی حدیث صریح کی نقل نہیں فرمائی گئی، تفسیر کبیر و تفسیر درمنثور وغیرہ میں یہ حدیث نقل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبور شہداء پر ہر سال پہلے دن کو تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعاء فرماتے تھے (۴)۔

(۱) "ولما كان الأصل كون عمل الإنسان لنفسه لا لغيره قدم ما تقدم قوله : أن يجعل ثواب عمله لغيره) صلوة أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة... و خالف في كل العبادات المعتزلة". (فتح القدیر ، باب الحج عن الغير : ۱۳۲/۳ ، مصطفى البابي مصر)

و فی البحر الرائق : "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو قرأة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا ، للكتاب والسنة". (باب الحج عن الغير : ۱۰۵/۳ ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار باب الحج عن الغير : ۵۹۵/۲ ، سعید)

(۲) (راجع للتفصيل الحاوی علی ثلثة صفحات من رد المحتار ، باب الإجارة الفاسدة : ۵۵/۶ - ۵۷ ، سعید)

(۳) (رسالة ابن عابدين من مجموعة رسائله المسماة "شفاء العليل و بل الغليل في حكم الوصية بالختمات و التهليل". مطبوعه سهيل اكيڤمي)

(۴) "روي ابن أبي شيبة : " أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يأتي قبور الشهداء بأحد على رأس كل حول ، فيقول : "السلام عليكم بما صبرتم ، نعمم عقبى الدار". (رد المحتار ، باب صلوة الجنائز ، مطلب في زيارة القبور : ۲۲۲/۲ ، سعید)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ والدین کی قبر کی زیارت جمعہ کے روز کرنی چاہئے (۱)۔ چنانچہ زیارت کے سلسلہ میں فاتحہ بھی پڑھی جاتی ہے اور ایصالِ ثواب بھی کیا جاتا ہے، اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں پائی جاتی ہے کہ بلا تعین و تحقیق کے ثواب پہنچتا ہے جب ثواب دونوں طرح سے پہنچتا ہے تو پھر ایک صورت کو سنت اور دوسری کو بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟

لہذا اس کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمائیے ورنہ یہ تحریر فرمائیے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شیء کی تعین تخصیص شارع سے جس درجہ میں منقول ہے اس کا انکار نہیں (۲) اور جس شیء کی منقول نہیں، جیسے تہجہ، چالیسواں (۳) وغیرہ اس کی تعین و تخصیص اپنی طرف سے کرنا بدعت ممنوعہ اور مدخلت

(۱) ”وعن محمد بن النعمان يرفع الحديث إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من زار قبر أبويه أو أحدهما في كل جمعة، غفر له، وكتب برًّا“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان مرسلًا“ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۳، قدیمی)

(۲) یعنی اس حد تک تو تعین منقول ہے کہ ابتداء سال میں زیارة قبور کی جائے یا ہر جمعہ کو والدین کی قبروں کی زیارت کی جائے، لیکن بات اُسر اس حد تک محدود نہ رہے بلکہ ان دنوں میں قبروں اور مزاروں پر میلے اور عرس منعقد کئے جائیں تو اس کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ ایسے عمل کو حدیث میں نصاریٰ اور یہود کا عمل بتا کر مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے، فرمایا: ”لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور انبيائهم مساجد“۔ الحديث۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور: ۱، ۱۷۷، قدیمی)

(۳) قال ابن الهمام: ”ویکرہ اتخاذ الضیافة من أهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لا فی الشور، وہی بدعة مستقبحة اھ“۔ (فتح القدیر، قبیل باب الشہید: ۱۴۲/۲، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر) (وکذا فی البرازية، کتاب الصلوة، الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر: ۸۱/۳، رشیدیہ)

”سوم و دہم و چہلم وغیرہ بدعات و ماخوذ از کفر و شواہد است۔۔۔ ترک جنس رسوم واجب است کہ: ”من تشبه بقوم: فهو منهم“۔ و ہر گاہ طعام تکمیل بدعات متلبس شد، بہتر آنکہ این جنس طعام نخورد و شو کہ: ”دع ما یریک إلی ما لا یریک“۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات، عنوان: ”ناظر کی“: ۲۶۰۵، ۲۶۱، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

فی الدین اور تقید مطلق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاء اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ شعبان/ ۱۴۲۶ھ۔

غیر مسلم کو ثواب پہنچانا

سوال [۸۱۷]: غیر مسلم کو قرآن پاک وغیرہ کا ثواب بخشا جائز ہے یا نہیں؟

ایصال ثواب پر چائے پیش کرنا

سوال [۸۱۸]: ۲..... کچھ مسلمان ماہانہ یا ہفتہ وار ایک مقام پر یا مختلف مکانات پر قرآن شریف پڑھ کر اپنے احباب اور اعزاء اور تمام اہل اسلام کی روح کو ثواب بخشتے ہیں اور صاحب خانہ اخلاقاً چائے وغیرہ پیش کرتے ہیں تو اس صورت سے سب کو مل کر قرآن پڑھنا اور چائے وغیرہ کا استعمال کرنا کیسا ہے جب کہ یہ پروگرام گاہ بگاہ ترک کر دیا جاتا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

..... ناجائز ہے (۱)۔

۲..... اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا ثابت نہیں، اس سے بچنا چاہئے، انفرادی طور پر مضائقہ نہیں اور اختتام پر چائے وغیرہ پیش کرنا صورتہ معاوضہ ہے اس سے بچنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۹/ ۱۰/ ۱۴۲۰ھ۔

ایصال ثواب کے لئے تاریخ مقرر کرنا

سوال [۸۱۹]: فاتحہ کا شرعی ثبوت، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ صرف تیجہ کے دن چنوں پر کلمہ پڑھوانا، عوام و خواص کو اس کا کھانا اور کھانا کیسا ہے؟ نیز شبِ برات میں حلوا پکا کر نیران کی فاتحہ کرنا، محرم میں کھچڑا پکوانا، شربت اور پانی کی سیلیں لگوانا، مجلس کرنا اور گیارہویں کرنا کیسا ہے؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ (سورة التوبة: ۱۱۳)

(۲) (تقدم تخريجہ من رد المحتار وغيره تحت عنوان "ختم کے بعد کھانا")

الجواب حامداً ومصلحاً:

ایصال ثواب غریبوں کو کھانا، کپڑا وغیرہ ضرورت کی چیزیں دے کر، نماز، قرآن شریف، تسبیح پڑھ کر، روزہ رکھ کر، حج کر کے، غرض ہر نیک کام کر کے جب بھی توفیق ہو درست اور نفع بخش ہے (۱)۔ نہ اس میں تاریخ کی قید ہے کہ شب برات کی ۱۳/ محرم کی ۱۰/ ربیع الثانی کی ۱۱/ تاریخ ہو، نہ دنوں کا حساب ہے کہ تیسرا، دسواں، چالیسواں دن ہو، نہ اس میں کسی چیز کی قید ہو کہ حلوا، کھجور، شربت، پانی ہو، نہ ہیئت کی قید ہے کہ چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دی جائے، نہ سورتوں اور آیتوں کی تخصیص ہے کہ قل بیچ آیت ہو، نہ اور کسی قسم کی قید ہے، ان سب قیدوں کو ختم کر دیا جائے کہ یہ شرعاً بے اصل ہیں (۲)، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بغیر ان قیدوں کے ثواب پہنچایا ہے۔

اگر یہ عقیدہ ہو کہ بغیر ان قیدوں کے ثواب نہیں پہنچتا تو یہ عقیدہ غلط ہے اس سے توبہ لازم ہے۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روزی تقسیم کرنا بڑے پیر صاحب کے سپرد ہے، اگر ہم گیارہویں شریف نہ کریں گے تو بڑے پیر صاحب ناراض ہو کر ہماری روزی بند کر دیں گے، یہ عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے (۳)۔ (اللہ محفوظ رکھے)۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ مخصوص تاریخوں میں روہیں آتی ہیں، اگر ایصال ثواب نہ کیا تو وہ لعنت کرتی ہیں

(۱) (تقدم تخريجہ من الهدایة و فتح القدير والعناية على الهدایة على هامش فتح القدير والبحر الرائق کلہم فی باب الحج عن الغير، تحت عنوان: "ایصال ثواب کے لئے مجلس")

وأيضاً فی مراقی الفلاح: "فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاة كان أو صوماً أو حجاً صدقة أو قرآناً للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه" (كتاب الجنائز، فضل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی)

(۲) قال العلامة عبدالحی الکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: "این طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، و نہ در زمان خلفاء، بلکہ وجود آن در قرون مشہود لها بالغیر ائمہ منقول شدہ، و حالاً در حریم شریفین - زاوہما اللہ تعالیٰ شرفاً - عادات خواص نیست۔۔۔۔۔ و این را ضروری دانستن مذموم است۔" (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوۃ باب الجنائز: ۱۹۵، اسجد اکیمڈمی)

(۳) لأن الله تعالى قال: ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرزاق ذو القوة المتين﴾، (الذاریات: ۵۸)

وقال تعالى: ﴿إِنَّ هَلْ مِنْ خَالِقِ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾، (الفاطر: ۳)

یہ بھی غلط ہے۔ ایصالِ ثواب کر کے غریبوں کو کھلایا جائے، مالداروں کو نہیں: ”و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثالث و بعد الأسبوع الخ“۔ شامی ۶/۸۰۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا اور اوقات مدرسہ میں مدرسین و طلبہ کا ایصالِ ثواب کرنا

سوال [۸۲۰]: خاص وعام میں سے جب کسی کا انتقال ہو جائے اکثر مساجد اور مدارس میں بالغ و نابالغ سب کو جمع کر کے قرآن شریف ختم کراتے ہیں، احادیث شریفہ میں ایصالِ ثواب مطلق آیا ہے، اس میں چند شبہات پیش آتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ اس ہیئت کے ساتھ قرآن شریف ختم کرنا اور اس کا ثواب پہنچانے کا ثبوت زمانہ خیر القرون سے ثابت ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر زمانہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو تو بدعت ہے یا نہیں؟

۳۔ جب سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں گے تو: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ کے خلاف ہوگا یا نہیں؟

ایصالِ ثواب کو اخبار میں شائع کرنا

سوال [۸۲۱]: ۴۔ یہ سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھنا اور اس کا ثواب پہنچانا اور اس کو اخبار میں شائع کرنا ریا ہوگا یا نہیں؟

۵۔ قرآن شریف ختم کر کے اس کے ثواب پہنچانے کا شرعاً کیا قاعدہ ہے؟

۶۔ ختم قرآن شریف کے لئے نیچر مدرسہ اور مہتمم مدرسہ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۲۱۔ ایصالِ ثواب کا جو طریقہ مروج ہے یعنی میت کے انتقال سے تیسرے روز جمع ہو کر تلاوت قرآن

کی جاتی ہے اور چنوں پر تیج پڑھی جاتی ہے، خیر القرون سے اس کا ثبوت نہیں (۱) لہذا اس ہیئت کے ساتھ ایصالِ ثواب کرنا بدعت ہوگا۔ ”کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة“ (۲)۔

۳۔ ایک جگہ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں بلکہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ تنجائش اور اجازت بھی تحریر فرماتے ہیں:

”وفی السر المنیفة عن البقیة: یکمره ليقوم أن یقرأوا القرآن جملةً لتضمنها ترک الاستماع والإنصات، وقیل: لا بأس به“۔ صحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۸۸ (۳)۔

۴۔ اگر نیت یہ ہے کہ دوسروں کو ترغیب ہو اور وہ بھی ایصالِ ثواب میں شریک ہوں یا کوئی اور اچھی موافق شرع نیت ہے تب تو ریاء میں داخل نہیں (۴) اور اگر اپنی شہرت اور بڑائی مقصود ہے تو البتہ ریاء میں داخل ہے اور ریاء جائز ہے (۵)۔

۵۔ قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت کر لینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے، زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے (۶)۔

(۱) قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت حدیث: ”من أحدث فی أمرنا هذا الخ“: ای انشاء واختراع وأتی بأمر حدیث من قبل نفسه . . . (مالیس منه): ای رأياً لیس له فی الكتاب والسنة عارضه ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط (فہو رد): ای مردود علی فاعله لبطالته“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵۵۹/۱، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

(۲) (آخر جہ ابن ماجہ فی مقدمته، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۶، قدیمی)

(۳) (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوۃ، قبیل باب ما یفسد الصلوۃ، ص: ۳۱۸، قدیمی)

(۴) ”علقمة بن وقاص الليثی یقول: سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی المنبر یقول:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”إنما الأعمال بالنیات“ الحدیث (صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الخ: ۲۱۱، قدیمی)

(۵) ”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من سَمِعَ سَمِعَ اللہ به، ومن برآء برآء اللہ به“ (صحیح

البخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة: ۹۲۲/۲، قدیمی)

(وابن ماجہ فی الزہد، باب الریاء والسمعة ص: ۳۱۰، قدیمی)

(۶) ”و یقرأ من القرآن ما تيسر له . . . ثم یقول: اللہم أوصل ثواب ما قرأناہ إلى فلان أو إلیہم“ =

۶۔ اگر مدرسہ کے وقت میں ملازمین مدرسہ کا کام نہ کریں بلکہ ختم قرآن میں مشغول رہیں تو مہتمم مدرسہ سے اجازت کی ضرورت ہے اور خارج وقت میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ مدرسین اجیر خاص ہیں (۱)۔ اگر طلبہ ختم قرآن شریف میں شریک ہونا چاہیں مدرسہ کے وقت میں تو جیسا کہ اپنی دوسری ضروریات کے لئے مدرسہ سے رخصت لیتے ہیں اسی طرح ایسے مواقع پر بھی رخصت لے کر شریک ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، ۱/۳/۵۲ھ۔

جوابات درست ہیں: عبداللطیف، سعید احمد غفرلہ۔ صحیح بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔

ایصالِ ثواب کرنے والوں کو کچھ ہدیہ دینا

سوال [۸۲۲]: کسی شخص نے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پڑھا پھر اس پڑھنے والے کو لکھ پیسہ دیدیا مائیکے تو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ بینو تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالصاً لوجہ اللہ قرآن شریف پڑھا اور اس کا ثواب پہنچایا، پڑھنے والے کے ذہن میں اس کا خیال نہیں تھا کہ یہاں سے کچھ ملے گا، نہ پڑھانے والے کے ذہن میں یہ تصور تھا کہ اس پڑھنے والے کو کچھ دینا ہوگا، نہ اس کا رواج ہے کہ پڑھنے والے کو کچھ دیا جاتا ہو بلکہ بعد میں کچھ احسان پڑھنے والے کے ساتھ کر دیا، اگر یہ پیسہ نہ دیا جاتا تو پڑھنے والے کو کسی قسم کی گرائی نہ ہوتی تو یہ پیسہ لینا جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔

کیونکہ بقاعدہ المعروفہ كالمشروط یہ استیجار کے حکم میں ہے اور استیجار علی تلاوة القرآن ناجائز ہے ایسی صورت میں پیسہ لینے والے اور دینے والے کو گناہ ہوگا پیسہ کی واپسی ضروری ہے۔

”والمذهب عندنا أن كل طاعة يختص بها المسلم فلا يسبحر عيها، قال: (مجمع

= (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور: ۲۳۳، سعید)

(۱) ”والثانی: وهو الأجير الخاص وهو من يعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصيص ويستحق

الأجر بنفسه في المدة الخ“ (الدر المختار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۱۹، ۶،

سعید)

الألهر، شرح مستقى الأجر، ص: ۳۸۴/۲ (۱) "ثم قراءة القرآن وإهداءها له تطوعاً بغير أجرة يصح إليه، وأما نواوصي بأن يعطى شيء من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره، فالوصية باضلة؛ لأنه في معنى الأجرة۔ كذا في الاختيار"۔ شرح فقه اكبر، ص: ۱۶۰ (۲) والبسط في رد المحتار (۳)۔ فقط والله اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/شعبان/۵۷ھ۔

مروّجہ طریقہ پر ایصال ثواب

سوال [۸۲۳]: مروّجہ فاتحہ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا یا مٹھائی رکھ کر کچھ سورتیں اور آیتیں پڑھ کر موتی کو ثواب پہنچاتے ہیں اور بعض طریق میں خاص تاریخیں اور مہینے اور جگہ، طعام وغیرہ بھی مخصوص ہے، مثلاً: امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوئٹہ ارجب کی ۲۷/تاریخ کو کیا جاتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کورا کوئٹہ اس کے کر اس میں کچھ حلوا، پجوری اور دیگر مٹھائیاں بھر کر اور اتنی ہی جگہ لیپ کر جس میں کوئٹہ آسکے، کوئٹے کو اس میں رکھ کر چند احباب کو بلا کر اس کوئٹے میں اسی جگہ بٹھا کر کھلانے کو ضروری سمجھتے ہیں، یا ارجب ہی میں بیوی کو صحتک کرتے ہیں جس کو مرد نہیں کھا سکتے بلکہ سہاگن عورتوں کے سوا بیوہ یا نکاح ثانی شدہ عورت کو بھی کھانا منع بتایا جاتا ہے۔

وسوال، بیسواں، چالیسواں یا ششماہی یا برسی وغیرہ رسومات کو دین کی باتیں سمجھ کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان افعال مذکورہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں؟ تو آپ نے ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار فرمایا اور شریعت میں اس طریقہ مذکورہ بہ حیثیت خاصہ کے ساتھ صاف لفظوں میں مکمل طریقے کے مذکور ہے تو دلائل سے ثابت کر کے مشکور فرمادیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایصال کا کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ مدلل

(۱) (کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳۸۴/۲، دار إحياء التراث بیروت)

(۲) (شرح الفقه اکبر، ص: ۱۳۱، أو آخر مطلب: الدعاء للميت ينفع خلافاً للمعتزلة، قديمی)

(۳) "تنبيه: قال في البحر: "و لم أر حکم من أخذ شيئاً من الدنيا ليجعل شيئاً من عبادته للمعطي، و ينبغي أن لا يصح ذلك اهد: أي لأنه إن كان أخذه على عبادة سابقة يكون ذلك بيعاً لها، وذلك باطل قطعاً، وإن كان أخذه ليعمل، يكون إجارة على الطاعة، و هي باطلة أيضاً كما نص عليه في المتن والشروح الخ" (رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

مع حوالہ جات ارشاد فرمادیں اور افعال مذکورہ ائمہ اربعہ یا خاندان اربعہ کے کسی بزرگ سے منقول ہیں؟ حضرت عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت فرما کر مشکوٰۃ فرمادیں۔ نقطہ۔

نواب الدین، ہندو راء، پکی گلی دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس ایصالِ ثواب بلا التزام تاریخ، دن، بیست وغیرہ کے قرآن کریم، تسبیح، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غرباء کو کھانا، کپڑا، نقد وغیرہ کچھ دے کر جب توفیق ہو شرعاً درست اور نافع ہے (۱) اور جو صورتیں سوال میں درج ہیں وہ بدعت اور ناجائز ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی ایسا نہیں کیا، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں، باغ وقف کر کے ثواب پہنچایا ہے۔ بعض نے نماز پڑھ کر، بعض نے صدقہ دے کر، بعض نے حج کر کے۔ ایک دو حدیث نقل کرتا ہوں:

فی صحیح البخاری (۲): "عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن: سعد بن عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ توفیت أمہ وهو غائب عنها فأتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! إن أمی توفیت وأنا غائب عنها فهل یففعها إن تصدقت عنها؟ قال: "نعم" قال: فإنی أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عنها"۔ وفي السنن: أسند أحمد عن سعد بن عبادة أنه قال: یا رسول اللہ! إن أم سعد ماتت فأئی الصدقة أفضل؟ قال: "الماء" فحضر بئراً، وقال: هذا ماء"۔ کتاب الروح (۳)۔

(۱) (تقدم تخريجه من الهداية للمرغباني وفتح القدير لابن الهمام والعناية للشيخ أكمل الدين محمد والبحر الرائق لابن نجيم وغيرهم رحمهم الله تعالى كلهم في باب الحج عن الغير، فراجع، تحت عنوان: "إيصال ثواب کے لئے مجلس")

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الإشهاد فی الوقف والصدقة والوصية: ۱/۳۸۷) (الترمذی فی الزکوة، باب ما جاء فی الصدقة عن الميت: ۱/۱۳۵، سعید)

(۳) (رواه أبو داود فی الزکوة، باب فی فضل سقی الماء: ۲۳۳/۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(والنسائی فی الوصایا، باب فضل الصدقة عن الميت: ۱۳۲/۲، قدیمی) =

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من دخل المقابر، ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو اللہ أحد وألہا کم الشکائر، ثم قال: اللہم إني قد جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لأهل المقابر من المؤمنین والمؤمنات، كانوا شفعاء له إلى اللہ تعالیٰ.“

عن الشعبي قال: کانت الأنصار إذا مات لهم الميت اختلفوا إلى قبره یقرؤن له القرآن“. شرح الصدور (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہارن پور، ۳/شعبان/۶۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، ۵/شعبان/۶۶ھ۔

ایصال ثواب پر کھانا

سوال [۸۲۴]: مردہ کے لئے ثواب رسائی کرنا اور پھر اس جگہ کھانا یا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جائز نہیں، شامی نے اس پر مفصل استدلال کیا ہے (۲) اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصال ثواب کرنا اور کھانا

سوال [۸۲۵]: ایک جگہ بہت دور ختم قرآن میں ایک شخص گیا اور گروہاں نہ کھائے تو بھوکا آنا

= (و مشکوٰۃ المصابیح کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۹، قدیمی)

(۱) (شرح الصدور لجلال الدین السيوطی، ص: ۱۳۵، مطابع الرشید بالمدينة المنورة)

(۲) من جملة مبحثه الحاوی علی ثلاث صفحات ما قال: ”قال تاج الشريعة فی شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا للميت ولا للقاري. وقال العيني فی شرح الهداية: ويمنع القاري للدنيا، والأخذ والمعطى آثمان“. (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الإستیجار علی التلاوة الخ: ۵۶/۲، ۵۷، معبد)

(۳) (شفاء العلیل و بل الغلیل فی الرصیة بالختومات النہالیل، من مجموعة رسائل ابن عابدين، مطبوعه سہیل اکیڈمی لاہور)

پڑے گا کیونکہ دور ہے تو اس جگہ بعد ختم قرآن کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

وہاں نہ کھائے (۱) اور وہاں جانے کی ضرورت نہیں، ایصال ثواب اپنے مکان سے بھی کر سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایصال ثواب کے لئے دن کی تعیین

سوال [۸۲۶]: مردہ کے لئے دن متعین کرنا کہ فلاں دن ثواب رسائی کی جائے گی یہ جائز ہے یا

نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس قسم کی تعیین کو علامہ شامی نے رد المحتار، کتاب الجنائز میں مکروہ لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایصال ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟

سوال [۸۲۷]: زید کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ و حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ رشیدیہ، اشرفیہ میں اس قسم کا فتویٰ دیا ہے

کہ اگر چہارم، تیجہ، چالیسواں نہ کرے بلکہ چالیس دن کے اندر ہی کسی دن کھانا وغیرہ پکا کر کھلانا جائز ہے اور اس

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "ایصال ثواب پر کھانا")

(۲) "وفی البزازیة: ویکرہ اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، و جمع الصلحاء والقراء للختم، أو لقراءة

سورة الأنعام أو الإخلاص... وأطال فی ذلك فی المعراج، وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة

والریاء، فیحترز عنها؛ لأنهم لا یریدون بها وجه الله تعالى". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فی

کراہیة الضیافة من أهل الميت: ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعید)

(وکنذا فی البزازیة علی هامش الهندیة، کتاب الصلوة، قبیل الفصل السادس والعشرون فی حکم

المسجد: ۲/۸۱، رشیدیہ)

کھانے کو غریب و امیر ہر کوئی کھا سکتا ہے اور ایسا کرنا اور کھانا دونوں جائز ہے۔ ہاں اگر امیر اس کھانے کو کھائے تو ثواب نہیں ملے گا، البتہ جو غریب کھانے میں شامل ہیں اس کا ثواب مل جائے گا، یہاں ایک عالم دین جو کہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ شدہ ہیں، ان کا کہنا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تین سال گزارے ہیں اور وہ ہم خیال بھی ہیں، کہتے ہیں کہ وہ میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اگر کوئی شخص چالیس دن کے اندر ہی کسی دن کھانا پکا کر کھلا دے تو جائز ہے اور اس کھانے کو امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں، ہاں امیر کے کھانے کا ثواب نہیں ملے گا لیکن امیر کھا سکتا ہے، اس کو ہمارے علماء نے جائز کہا ہے اور یہی ٹھیک ہے۔ ہمارے علماء میں مولانا گنگوہی و مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ فتاویٰ امدادیہ وغیرہ میں موجود ہے، یہی حق ہے بلکہ میلاد وغیرہ بھی لوجہ اللہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ شریعت کی تقسیم وغیرہ سب جائز ہے۔ اب جب ایک عالم یہ کہے گا تو لوگوں کو بہکنے میں دیر نہ لگے گی جنہوں نے ان بدعات کو ترک کر دیا تھا وہ بھی اس طرف مائل ہو گئے۔

الجواب حامداً و مصلحاً :

زید کا جو استدلال آپ نے نقل کیا ہے اس میں کسی ایک بھی حدیث کا حوالہ نہیں، وہ حدیث کہاں ہے جس سے زید نے ثبوت دیا ہے اس سے لکھوائیے، پہلے بھی ہم نے یہی پوچھا اور حوالہ طلب کیا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی و حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہما کی کتابیں بدعات کی تردید میں چھپی ہوئی ہیں وہ کسی بھی بدعت کو جائز نہیں فرماتے۔ امداد الفتاویٰ آٹھ جلدوں میں ہے، فتاویٰ رشیدیہ تین حصوں میں، رائے قاطعہ اسی قسم کے مسئلوں پر لکھی گئی ہے جس پر حضرت مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید و تقریظ ہے، ایک ایک بدعت کی جزاکھاڑ کر پھینک دی گئی ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت و الجماعت کے نزدیک میت کو ثواب پہنچانا شرعاً درست اور مفید ہے (۱) مگر اس میں کسی غیر ثابت چیز کا اختلاط نہیں ہونا چاہئے، انتقال میت کے وقت اور اس کے بعد جب بھی دل چاہے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، کسی دن یا کسی تاریخ کی اپنی طرف سے ایسی تعیین کرنا کہ اس کا التزام ہو غلط

(۱) تقدم تخريجه من باب الحج عن الغير من الهداية، فتح القدير ورد المحتار وغيرها من كتب

الفقه، فراجعہ. تحت عنوان "ایصال ثواب کے لئے مجلس"

ہے اور میت کو کھانے کا ثواب پہنچانا ہو اس کے مستحق غرباء و مساکین ہیں، مالدار نہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس میں اخفاء چاہئے (۱) نام نمودنہ ہو (۲) اس کو تقریب نہ بنایا جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار شرح ورمحار (۳) اور تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ (۴) میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ اور تبلیغ الحق (۵) المدخل (۶) میں بھی بحث مذکور ہے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ

(۱) فی صحیح البخاری: "باب صدقة السر" و قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "و رجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه". و قوله تعالى: ﴿إِنْ تَبَدُّوا الصدقات فلنعماء هي، و إن تخفوها و تؤتوها الفقراء فهو خير لكم، و يكفر عنكم سيئاتكم، و الله بما تعملون خبير﴾. (البقرة: ۲۷۱) (كتاب الزكاة: ۱/ ۱۹۱، قديمي)

و فی الصحیح لمسلم: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "سبعة يُظْلَمُهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله"..... الحديث وفيه: "و رجل تصدق بصدقة، فأخفاها حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله". (كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة: ۱/ ۲۳۱، قديمي)

(۲) فی صحیح البخاری: "باب الرياء في الصدقة، لقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صدقاتكم باليمن والأذى كما الذي ينفق ماله رياء الناس، و لا يؤمن بالله واليوم الآخر﴾ الآية. (البقرة: ۲۱۳) (كتاب الزكاة: ۱/ ۱۸۹، قديمي)

"قال النبي صلى الله عليه وسلم: من سمع سمع الله به، و من يراء يراء الله به". (صحیح البخاری، كتاب الرفاق، باب الرياء والسمعة: ۲/ ۹۶۲) (ابن ماجه، باب الرياء والسمعة، كتاب الزهد، ص: ۳۱۰، قديمي)

(۳) (تقديم تخريجه من رد المحتار، باب صلوة الجنائز: ۲/ ۲۳۰، و ۶/ ۶۶۵ سعيد، تحت عنوان: "ايصال ثواب کے لئے دن کا تعین")

(۴) (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة: ۱/ ۱۳۹، مطبعة ميمية، مصر)

(۵) (لم أطلع على هذا الكتاب)

(۶) "و أما إصلاح أهل الميت طعاماً، و جمع الناس عليه، فلم ينقل فيه شيء، و هو بدعة غير مستحب، و ينبغي أن يكون التليينة من أهم ذلك، لِمَا ورد أنها تذهب الحزن". (المدخل لابن امير حاج:

۲۸۸/۳، مصطفى البابی مصر)

تعالیٰ کا فتویٰ میلاد شریف کے متعلق مستقل چھپا ہوا ہے جس پر بہت سے اکابر کے دستخط ہیں۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ”طریقہ مولد شریف“ (۱) میں پوری تفصیل ہے۔ غرض اکابر کا مسلک مدت سے شائع شدہ ہے، نہ کسی جائز چیز کو منع کرنے کا حق ہے نہ کسی بدعت کو جائز کہنے کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”دوسری صورت وہ محفل جس میں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں، جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں، مثلاً: روایات موضوعہ خلاف واقعہ بیان کی جاویں، یا خرد و شر و دو خوش الحان لڑکے اس میں غزل خوانی کریں، یا رشوت و سود کا حرام مال اس میں خرچ کیا جاوے، یا حد ضرورت سے زیادہ اس میں روشنی و فرش و آرائش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جاوے، یا حاضرین کا لباس وضع غیر مشروع ہو اور ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کیا جاوے، یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اس قدر اہتمام نماز و جماعت و وعظ کے لئے نہ ہوتا ہو، یا نثر انظم میں حضرت حق تعالیٰ جل شانہ یا حضرات انبیاء علیہم السلام یا حضرات ملائکہ علیہم السلام کی توہین و گستاخی صراحتاً یا اشارتاً کی جاوے، یا اس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہو جاوے یا وقت ٹک ہو جاوے یا اس کا قوی احتمال ہو، یا باقی مجلس کی نیت شہرت و تفاخر کی ہو، یا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر یا ظہر جانا جاوے، یا اور کوئی امر اسی قسم کا خلاف شرع اس میں پایا جاوے، یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام و جہلاء میں شائع ہے اور شرعاً بالکل ناجائز اور گناہ ہے۔“ (طریقہ مولد شریف حکیم الامت، ص: ۲۰)

مروجہ صلاۃ و سلام کا بیان

”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ کا ثبوت

سوال [۸۲۸]: بعض علماء صلوٰۃ یعنی (صلی اللہ علیہ وسلم) یا رسول اللہ، و سلم علیہ یا حبیب اللہ، الخ کو پڑھنا ناجائز و بدعت کہتے ہیں، بجائے اس کے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو ثواب اور زیادہ فضیلت سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ بتائیں کہ صلوٰۃ مذکورہ اور درود پڑھنا کیسا ہے؟ اگر صلوٰۃ کا کسی حدیث کی کتاب میں ذکر ہے تو مہربانی کر کے اس کتاب کا حوالہ دیجائے تاکہ ہم بھی اس گمراہی سے دور رہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

درود ابراہیمی کا پڑھنا ہر جگہ سے درست اور موجب ثواب ہے (۱) اور ”الصلوٰۃ و السلام علیہ یا

(۱) ”عن کعب بن عجرۃ قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قلنا: یا رسول اللہ! السلام علیک قد عرفناہ، فکیف الصلوٰۃ علیک؟ قال: ”قولوا: اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید، و بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید“۔ (سنن النسائی، کتاب السہو، باب کیف الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۹۰، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲/۹۳۰، قدیمی کتب خانہ)

(والصحیح لمسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التشہد: ۱/۱۵۵، قدیمی کتب خانہ)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التشہد: ۱/۱۳۷، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

(وسنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۶۴، قدیمی)

(وسنن الترمذی، أبواب الزمر، باب ما جاء فی صفة الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

۱/۱۱۰، سعید)

رسول اللہؐ کو مدینہ پاک حاضر ہو کر روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے (۱) دور سے اس طرح پڑھنے سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر اس طرح پڑھا جا رہا ہے، دل کا حال کسی کو معلوم نہیں (۲)، اس لئے اس سے احتیاط چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ آتم و احکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۰ھ۔

اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت

سوال [۸۲۹]: ہمارے یہاں کئی سال سے جمعہ کے روز مسجد میں اذان کے بعد صلوٰۃ پکارتی جاتی ہے، پھر سب لوگ سنت نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، بعد میں موذن عصائے کر "ان اللہ" یا "لقد جاءکم" یا اردو میں کچھ نصیحت کر کے وہ عصا امام صاحب کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو کسی معتبر کتاب حدیث سے معلوم کریں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ طریقہ نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ خلفاء راشدین کے حالات میں، نہ دیگر صحابہ

(۱) "روى أبو حنيفة رحمه الله تعالى في مسنده عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: "من السنة أن تأتي قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من قبل القبلة، وتجعل ظهرك إلى القبلة، وتستقبل القبر بوجهك، ثم تقول: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته... و على ما ذكرنا يكون الواقف مستقبلاً وجهه عليه الصلوة والسلام و بصره، فيكون أولى، ثم يقول في موقفه: السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا خير خلق الله... السلام عليك يا حبيب الله، السلام عليك يا سيد ولد آدم الخ." (فتح القدير على الهداية، كتاب الحج، مسائل منثورة، المقصد الثالث: ۳/۸۰، ۸۱، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، إِنَّهُ عَلِيمُ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ (آل

کرام کی واقعات میں، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں، لہذا ایسی چیز اگرچہ صورتاً اچھی معلوم ہوتی ہو مگر درحقیقت وہ نہ خدا کا حکم ہے اور نہ رسول کا حکم ہے، نہ مسئلہ فقہ ہے، بلکہ وہ دین کے نام پر نئی چیز ہے جس کو دین سمجھا جا رہا ہے (۱) اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا

سوال (۸۳۰): ہمارے یہاں ہر اذان سے پہلے ”یا رسول اللہ“ کا درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ

حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، خلاف سنت ہے، البتہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگنا حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)۔ ہر کام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے

(١) "وهي (البدعة) اعتقاد بخلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة، بل بنوع شبهة". (الدر المختار)

وہی رد المحتار (قوله: وہی اعتقاد)۔ وحينئذ فيساوي تعريف الشُّمْنى لها بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال يتنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويمًا وصراطاً مستقيماً اهـ، فافهم“۔ (۱/ ۵۶۰، کتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب البدعة الخمسة أقسام، کراچی)

”البدعة: هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكم مما اقتضاه

المُدَّيِّلُ الشَّرْعِيّ: (قَوَاعِدُ الْفَقْه: ج ١: ٢٠٣، الرِّسَالَةُ الرَّابِعَةُ، التَّعْرِيفَاتُ الْفَقْهِيَّةُ، الصَّدَفُ يَبْلُشُرُ)

(٢) "عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (مشكوة المصابيح: ١/ ٢٤، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، قديمى كعب خانده)

(وفیض القدیر: ۱/۵۵۹۲، رقم الحدیث: ۸۳۳۳، نزار مصطفی الباز ریاض)

(۳) اور یہی سنت طریقہ ہے: ”عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سنت طریقہ عطا کیا تھا کہ وہ اپنے پیغمبروں کو اس طریقہ سے پڑھانے کا حکم دے۔

مطابق کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

ایضاً

سوال [۸۳۱]: اذان دینے کے وقت اذان سے پہلے درود شریف یا کوئی تسبیحات آواز سے کہہ کر اذان شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو درود شریف پڑھ کر اذان دینا بہتر ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف اور تسبیح بہت فضیلت اور ثواب کی چیز ہے، مگر اذان سے پہلے ثابت نہیں، لہذا اذان سے قبل اس کا اضافہ نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ختم تراویح کے بعد ”الصلوة والسلام یا آدم صلی اللہ“ پڑھنا

سوال [۸۳۲]: بعد ختم تراویح ”الصلوة والسلام یا آدم صلی اللہ“ سب مصلی بلند آواز سے کہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں، غلط طریقہ ہے اس کو ترک کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۴ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول، ثم صلوا علی، فإنه من صلی علی صلوۃ، صلی اللہ علیہ بها عشرًا، ثم سلوا اللہ لی الوسيلة، فإنها منزلة فی الجنة، لا تنبغی إلا لعبید من عباد اللہ و أرجو أن أكون أنا هو، فمن سأل لی الوسيلة، حلت علیہ الشفاعة“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ۱۷: ۱۶۶، قدیمی)

(۱) درود شریف اذان کے بعد شروع و مسنون ہے، نہ کہ اذان سے قبل، راجع عنوان ”اذان سے پہلے درود شریف“

(۲) یعنی جو امور ان اصول سے ثابت نہ ہوں اور میں سمجھ کر کیا جائے، وہ بدعت ہیں، علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث: ”من“ =

تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا

سوال [۸۳۳]: ہمارے یہاں یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ بعد نماز تراویح چند لوگ جس میں بچے بڑے شامل ہیں صلوٰۃ گاہ یعنی اذان دینے کے ممبر پر یا مسجد کے صحن میں قبلہ رو ہو کر چند مخصوص انبیائے کرام پر بآواز بلند اپنی شہادت کی انگلیوں کو دونوں کانوں میں رکھ کر صلوٰۃ وسلام اس ترتیب سے کیے بعد دیگرے پڑھتے ہیں:

(۱) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت آدم صلی اللہ

(۲) // یا حضرت نوح نجی اللہ

(۳) // یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ

(۴) // یا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ

(۵) // یا حضرت موسیٰ کلیم اللہ

(۶) // یا حضرت داؤد خلیفۃ اللہ

(۷) // یا حضرت عیسیٰ روح اللہ

(۸) // یا حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیا اس کی سند کسی معتبر کتب حنفیہ یا ائمہ اربعہ میں آتی ہے؟ یا کوئی فقہی جزئیہ مباح یا جائز یا موجب خیر ہونے پر دلالت کرتا ہے تو بحوالہ کتب مع عبارت درج فرمائیں۔

۲..... اس امر پر اصرار کرنے والوں نے اس کی سند میں کنز العمال ۱۱۹/۶، کا حوالہ دیکر یہ سختے لکھ کر مسابہد میں آویزاں کیا ہے۔ ازراہ مہربانی اس مضمون کو ملاحظہ فرما کر لفظ بہ لفظ اس کی تحقیق سے آگاہ فرمائیں کہ کیا واقعی کنز العمال میں ایسی عبارت مندرج ہے؟ مضمون یہ ہے کہ ”ختم تراویح ووتر کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا موجب خیر ہے“ اور کنز العمال کی ۱۱۹/۶ میں ہے کہ ”انبیاء کرام کا ذکر عبادت ہے

= أحدث فی أمرنا هذا الخ“ کے تحت فرماتے ہیں:

”أی أنشأ واخترع رأتی بأمر حدیث من قبل نفسه (ما لیس منه): أی رأیاً لیس له فی

الکتاب أو السنة عاصد ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستبط (فہو رد): أی مردود علی فاعله لبطلانه“.

(فیض القدیر: ۱/۵۵۹۳، رقم الحدیث: ۸۳۳۳، مکتبہ نزار ریاض)

بلکہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام پر ان ناموں کی صراحت کے ساتھ سلام کیا گیا ہے۔ اگر اس طرح تراویح اور وتر کے بعد ان پر سلام پڑھا جائے تو منع کرنا درست نہیں ہے۔ انبیاء کرام کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں، لہذا از روئے شرع شریف اس کے مباح ہونے پر دلیل یا غلط ہونے پر دلیل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ نیز کنز العمال کی ۱۱۹/۶، والی عبارت کی تحقیق فرمائیں کہ کیا ایسی عبارت کنز العمال میں موجود ہے؟ خدا تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انبیاء علیہم السلام پر خاص کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا موجب قربت اور ان کا حق ہے (۱)، اس کے فضائل احادیث میں بکثرت موجود ہیں (۲)۔ لیکن سوال میں جو طریقہ لکھا ہے یہ طریقہ نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ فقہ سے، نہ سلف صالحین سے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

کنز العمال ۱۱۹/۶ کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط ہے اور بہتان ہے، وہاں بالکل یہ موجود نہیں، نہ

(۱) قال أحمد بن حجر الهيتمي بعد بحث طويل: "ولهذا كانت الصلوة مما يقصد بها قضاء حقه، ويتقرب بأدائها إلى الله تعالى". (الفتاوى الحديثية، ص: ۲۷، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة - رضي الله تعالى عنه - أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من صلى على واحدة، صلى الله عليه عشرًا". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۷۵، قديمي)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى على صلوٰۃ واحدة، صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات". (سنن النسائي، كتاب السهو، باب الفضل في الصلوة على النبي - ۱/۱۹۱، قديمي)

(وأنظر للتفصيل سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشييد: ۱/۱۳۷، امداديه)

(وابن ماجه، إقامة الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۶۵، قديمي)

(وسنن الترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء في الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

تراویح کا ذکر ہے، نہ صلوٰۃ گا دیا محن مسجد کا ذکر ہے، نہ کانوں میں انگلیاں دینے کا ذکر ہے، نہ جماعت بنا کر آواز بلند کرنے کا ذکر ہے، یہ سب جھوٹ ہے، غلط اور جھوٹ بات کسی کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے (۱) اور حدیث شریف کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے (۲) اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے اور ایسی بے سند باتوں کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بعد نماز جمعہ مروجہ صلوٰۃ و سلام

سوال [۸۳۴]: جامع مسجد خان پور میں دو چار ہفتہ سے بعد نماز جمعہ سلام شروع کر دیتے ہیں جس کی کوئی سند نہ قرآن و سنت سے ملتی ہے، نہ صحابہ اور تابعین سے، سلام وہی مروجہ طریقہ پر باادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر با آواز بلند یہ لوگ ”یا شفیع الوری سلام علیک، یا نبی الہدی سلام علیک“ اسی طرح پڑھتے ہیں، یا مساجد میں اسی طرح سلام پڑھنا جبکہ لوگ سنیوں و نوافل ادا کر رہے ہوں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيًّا، فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾.

(النساء: ۱۱۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا، فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾.

(الأحزاب: ۵۸)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”تسموا باسمی ولا

تکتموا بکنیتی و من کذب علی متعمداً، فلیتروا مقعده من النار.“ (صحیح البخاری، کتاب

العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۱/۱، قدیمی)

(ومقدمة الصحیح لمسلم، باب تغلیظ الکذب الخ: ۷/۱، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد أبواب العلم، باب التشدید فی الکذب الخ: ۵۸/۲، امدادیہ ملتان)

(و ابن ماجہ فی مقدمته، باب التغلیظ فی تعمد الکذب الخ، ص: ۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور بڑی سعادت و خوش نصیبی ہے (۱) اور صلوٰۃ و سلام نہ پڑھنا بڑی محرومی اور بد نصیبی ہے (۲)۔ سلف صالحین نے ہمیشہ صلوٰۃ و سلام کو اپنے معمولات میں رکھا ہے اور رکھتے ہیں مگر اس کے لئے کوئی ایسی صورت از خود تجویز کرنا جس کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اور اس سے دوسروں کی نماز میں خلل بھی ہوتا ہو (۳) اور پھر اس کو ضروری سمجھ کر اس پر اصرار کرنا تو بدعت اور ممنوع ہے (۴)۔

سوال میں جو صورت درج ہے اس کا دلائل شرعیہ سے ثبوت نہیں، اس کو ترک کیا جائے اور روزانہ صبح و شام اگر دو دشریف تنہائی میں بیٹھ کر ہر شخص اغلاص کے ساتھ پڑھا کرے بڑی ہی خیر و برکت کی چیز ہے، کم از کم سو سو مرتبہ صبح و شام کا اہتمام کریں۔ زاد السعید (للتھانوی) (۵)، نثر الطیب (للتھانوی) (۶)، فضائل

(۱) (تقدم تخريجہ من كتب الحديث تحت عنوان: "صلى الله عليه وسلم" رسول الله، كاثبت)

(۲) "و عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من نسي الصلوة على، خطي طريق الجنة". (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص: ۶۵، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿و من أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه﴾. الآية. (البقرة: ۱۱۴)
قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذه الآية: "و ظاهر الآية العموم في كل مانع، وفي كل مسجد، و خصوص السبب (أي سببه نزوله) لا يستبعد... (وسعى في خرابها) أي هدمها و تعطيلها... و من أنجس حظاً و أنقص حقاً، (ممن منع) مواضع السجود لله تعالى: و هي القلوب التي يعرف فيها، فيسجد له بالفناء الذاتي (وسعى في خرابها) بتكديروها بالتعصبات و غلبة الهوى

... و دواعي الشيطان و الوهم الخ". (روح المعاني: ۱/۳۲۳، ۳۲۵، دار إحياء التراث العربي)
(۴) "الإصرار على المنسوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعابة شرح شرح الرقابة، باب صفة الصلوة، قبل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل الكيومي)

(۵) (لحكيم الأمة مولانا اشرف علي التهانوي)

(۶) (لحكيم الأمة رحمه الله أيضاً)

درویش شریف (۱)، القول البدیع (۲) وغیرہ میں درود شریف کے فضائل اور آداب تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۰ھ۔

فجر کی سنت سے قبل صلوٰۃ و سلام

سوال [۸۳۵]: ۱۔ فجر میں سنت سے پہلے یا فرض و سنت کے بیچ وقت میں ”یا ہی سلام علیک، یا رسول سلام علیک“ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ان اوقات میں فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے فضائل، اسلام کے فضائل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے فضائل دیگر اور، و وظائف، حمد و نعت وغیرہ۔

کسی نماز کے بعد حمد و صلوٰۃ حلقہ بنا کر پڑھنا

سوال [۸۳۶]: ۲۔ فجر میں دعا کے بعد کھڑے ہو کر حلقہ بنا کر ”یا ہی سلام علیک، یا رسول سلام علیک“ پڑھنا کیسا ہے؟ یا دعا کے بعد فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ جبکہ فجر کا وقت ختم ہو گیا ہو۔

الجواب حامداً و مصلياً:

۱۔ دین کی باتیں، فضائل و مسائل بیان کرنا بھی درست ہے، اس کا خیال رہے کہ لوگوں کی سنتوں میں خلل نہ آئے، لیکن یہ وقت نہایت سکون کا ہے، درود شریف، تسبیح، استغفار، تلاوت میں آہستہ مشغول رہنا بہتر ہے (۳) درود شریف اس طرح پڑھنا چاہیے: ”اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و

(۱) (لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) (للعلماء السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ الآية. (الأعراف: ۲۰۵)

و قال عليه السلام ﴿خير الذكر الخفي﴾. الحديث. (مسند الإمام أحمد: ۱/۲۷۱، رقم الحديث: ۱۳۸۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(والبيهقي في شعب الإيمان، رقم: ۵۵۲)

أصحابه وبارك وسلم۔

۲..... درود شریف کا یہ طریقہ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام، محدثین عظام اور دیگر سلف صالحین سے ثابت نہیں (۱)۔ ہر شخص یا جس کو توفیق ہو اپنی اپنی جگہ پر نمبر: ۱ میں لکھے ہوئے طریقے پر پڑھے تو بہت سعادت اور خیر و برکت کی چیز ہے (۲) یہ کھڑے ہو کر حلقہ بنا کر اس طرح پڑھنا اس میں نمائش زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کو اخلاص پسند و قبول ہے (۳) نمائش پسند و قبول نہیں (۴) نماز فجر کے بعد جب سب لوگ فارغ

= وقال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى تحت الآية المذكورة: "فيه تجريد الخطاب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وهو عام لكل ذكر، فإن الإخفاء أدخل في الإخلاص وأقرب من القبول..." والمراد بالجهر رفع الصوت المفروط وبما دونه نوع آخر من الجهر، قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: هو أن يسمع نفسه اهـ" (روح المعاني: ۱۵۴/۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

و فی الدر المختار: "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: "نعم". وفي رد المختار: "و عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنائز..." والإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المسلمين أو النيام..." الخ، (كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۲، سعيد)

(و کذا فی فیض القدير للمناوی: ۳۱۲۵/۲، رقم الحديث: ۳۰۰۹، مکتبه نزار مصطفى ریاض)
(۱) اور جو کام ان اصول سے ثابت نہ ہو اس کو دین کچھ کر کمرہ بدعت ہے کما مر تحت عنوان: "ختم تراویح کے بعد الصلوٰۃ والسلام یا آدم صلی اللہ علیہ وسلم" رقم الحاشیة: ۱)

(۲) (تقدم تخريجه من كتب الحديث، تحت عنوان: "صلى الله عليك يا رسول الله كما ثبت")
(۳) قال الله تعالى: ﴿وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (البينة: ۵)
(۴) "قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سَمِعَ سَمِعَ اللَّهَ بِهِ، وَ مَنْ يَرَأَى يَرَأَى اللَّهَ بِهِ". (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۲، قديمي)
(و ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة ص: ۳۱۰، قديمي)
(و الصحيح لمسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء: ۳۱۲/۲، قديمي)

ہو چکیں تو دینی ضروریات، فضائل و مسائل بیان کرنا اور تعلیم دینا بہت بہتر اور مفید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ

سوال [۸۳۷]: جو طریقہ درود و سلام کا ”درود اکبر، دعائے گنج العرش“ وغیرہ میں مذکور ہے جیسے

”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ اس طریقہ خاص کا ثبوت قرآن مجید احادیث نبویہ علی صاحبہا ألف ألف تحیۃ والسلام، تعامل صحابہ سے ہے یا نہ؟ اور طریقہ درود و سلام جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیا ہے؟ اور دیا رہند یا دیگر ممالک میں اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود میرا سلام سن رہے ہیں اور طریقہ مذکورہ استعمال کرے تو آیا وہ اس عقیدہ و خیال میں حق بجانب ہے یا ممنوع شرعی لازم آتا ہے اور مطابق عقیدہ اہل سنت والجماعت ”یا رسول اللہ، یا نبی اللہ والسلام علیک“ کا استعمال کہاں تک درست ہے؟ جواب اگر مع حوالہ مرحمت فرمائیں مزید باعث الطمینان ہو۔ بینوا تو جروا۔

سائل: الافقر محمد خلیل الرحمن عفا اللہ عنہ۔

الجواب حامداً أو مصلياً:

”عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی قال: لقینی کعب بن عجرة رضى الله تعالى عنه، فقال: ألا أهدي لك هدية سمعته من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فقلت: بلى! فأهدهالي، فقال: سألتنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقلنا: يا رسول الله! كيف الصلوة عليكم أهل البيت! فإنا الله قد علمنا كيف نسلم عليك، قال: ”قولوا: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد“۔ متفق عليه (۱)، إلا أن مسلماً لم يذكر: ”على

(۱) (صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۹۳۰،

قديمى كتب خانہ)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد:

۱/۱۷۵، قديمى)

إبراهيم" فی الموضعین مشکوة شریف، ص: ۸۶ (۱)۔

"وعنه (ثی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إن لله ملائكة سياحين في الأرض ينفون من أمتي السلام". رواه النسائي (۲) والدارمي (۳) مشکوة شریف، ص: ۸۶ (۴)۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى على عند قبري سمعته، ومن صلى على نائياً أبغته". رواه البيهقي في شعب الإيمان (۵). مشکوة شریف، ص: ۸۷ (۶)۔

روایات بالا سے چند امور ثابت ہوئے: اول یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود شریف کی تعلیم دی ہے اور یہ تعلیم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال کے جواب میں ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس درود شریف

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸۶، قدیمی)

(۲) (أخرجه النسائي في السهو، باب التسليم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ۱/۸۹، قدیمی)

(وإحمد في مسنده ۴۴۱/۱، وابن حبان في صحيحه: رقم الحديث: ۹۱۴)

(والمحاكم في المستدرک ۴۲۱/۲۰، وقال: صحيح، ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي)

(۳) (سنن الدارمي: ۴/۳۰۹، کتاب الرقائق، باب فی فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ، قدیمی)

(۴) (المشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفضلها، ص: ۸۶، قدیمی)

(۵) (شعب الإيمان للبيهقي: ۲/۵۸۳)

وقال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: "قال البيهقي: رواه في شعب الإيمان وفي كتاب حياة الأنبياء" من حديث محمد بن مروان عن الأعمش عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، وضعفه في كتاب حياة الأنبياء باب مروان هذا، وأشار إلى أن له شواهد. وقال العقيلي: حديث لا أصل له، وقال ابن دحية: موضوع تفرد به محمد بن مروان السدي، قال: وكان كذاباً، أورده ابن الجوزي في الموضوع، وفي الميزان: ابن مروان السدي تركوه، واتهم بالكذب، ثم أورد له هذا الخبر (فيض القدير: ۱/۵۸۸، رقم الحديث: ۸۸۱۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۶) (المشکوۃ، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفضلها، ص: ۸۷، قدیمی)

کے متعلق سوال کیا تھا جس کا ذکر تشہد میں ہے (کذا فی هامش مشکوٰۃ المصابیح) (۱) اور جس کو صحابی کہتے ہیں: "قبِلَ اللہُ قد علمنا" اور اس کے جواب میں اس درود شریف کی تعلیم دی گئی ہے جس کو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس وجہ سے یہ افضل ہے۔ کما صرح بہ مولانا علی القاری (۲)۔

دوم: یہ کہ جو شخص حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے قریب سے درود شریف پڑھتا ہے تو آپ اس کو سنتے ہیں (۳) چوں کہ آپ کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے (۴)۔

سوم: یہ کہ جو شخص دُور سے پڑھتا ہے تو وہ آپ کو بذریعہ ملائکہ سیاحین پہنچایا جاتا ہے (خود نہیں سنتے) کما هو الظاهر من التقابل (۵) پس دُور سے "الصلاة والسلام عليك يا رسول الله" اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ ملائکہ اس صلوٰۃ وسلم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں تو درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو خط لکھتا ہے اور اس میں صیغہ خطاب استعمال کرتے ہیں اور جانتا ہے کہ مکتوب الیہ کے

(۱) "عن عبد الرحمن بن أبي ليلى ... فقلنا: يا رسول الله! كيف الصلاة عليكم أهل البيت؟ فإن الله قد علمنا كيف نسلم عليك، قال: "قولوا: اللهم صل على محمد و علي آل محمد كما صليت على إبراهيم و علي آل إبراهيم إنك حميد مجيد ... الخ". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸۶، قدیمی کراچی)

(۲) قال علی القاری: "فأرادوا تعليم الصلاة أيضاً على لسانه بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل" (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوٰۃ على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۶/۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) (تقدم تخريجه من البيهقي ومشکوٰۃ المصابیح، تحت رقم الحاشية: ۵، ۶، ص: ۱۱۲)

(۴) "فيه إشارة إلى حياته الدائمة، وفرحه ببلوغ سلام أمته الكاملة". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفضلها: ۱۲/۳، رشیدیہ)

(۵) "(يلغونى) من التبليغ، وقيل: من الإبلاغ يوصلون (من أمتي السلام) إذا سلموا على قليلاً أو كثيراً، وهذا محصور بمن يغذ عن حضرة مرقدہ المنور ومضجہ المطهر، وفيه إيماء إلى قبول السلام حيث قبلته الملائكة وحملته إليه عليه السلام". (مرقاۃ المفاتیح: ۱۲/۳، رشیدیہ)

پاس میرا خط بذریعہ ڈاک پہنچے گا تو درست ہے۔ اور اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بذریعہ اس کو سنتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو یہ اعتقاد احادیث اور شریعت کے خلاف ہے، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں، اس اعتقاد سے تو یہ فرض ہے کیوں کہ یہ عقیدہ شرک ہے (۱)۔ عوام چونکہ اس فرق کو نہیں سمجھتے اس لئے ان کو ایسے مواقع پر صیغہ خطاب استعمال کرنے سے روکنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم/رجب/۱۴۱۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۶/رجب/۱۴۱۶ھ۔

(۱) کیونکہ قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عقیدے کی نفی کی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ بیان کیا ہے لہذا یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہونے کی بنا پر باطل ہے۔

قال الله تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ (آل عمران: ۴۴)

وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ، وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (القصص: ۴۴)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾: أي من جملة الحاضرين للوحي إليه أو الشاهدين على الوحي إليه عليه السلام..... فإنه قد نفى الحضور أولاً في قوله تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ وكذا إرادة المعنى الثاني بلزوم نحو ذلك لما أن نفى الحضور يستدعي نفى كونه من الشاهدين بذلك المعنى..... ما كنت حاضراً بجانب الغربي إذ قضينا إلى موسى أمر نبوته..... حتى يكون لك علم بما وقع لموسى عليه السلام، فتخبر بها الناس..... المراد ما كنت من الشاهدين ذلك الزمان، فيكون نفياً لحضوره و مشاهدته ذلك الزمان أعم من أن يكون بجانب الغربي أو غيره“، (روح المعاني: ۸۵/۲۰، ۸۶، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَاهُ﴾ الآية، (القصص: ۲۶)

”إن المراد وما كنت حاضراً مع موسى عليه السلام بجانب الطور لتقف على أحواله، فتخبر

به الناس“، (روح المعاني: ۹۰/۲۰، دار إحياء التراث العربي)

بعد نماز فجر وعصر درود شریف جہراً پڑھنا

سوال [۸۳۸]: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے (۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے (۲) ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں (۳) اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا

سوال [۸۳۹]: وعظ و نصیحت کی مجلس میں درود شریف با آواز بلند پڑھنا، نیز آخر میں قیام کرنا

درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف پڑھنا باعث برکت اور موجب ثواب ہے (۴) لیکن چلا کر پڑھنا اور شور مچانا منع ہے

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان "صلوة وسلام پڑھنے کا طریقہ"

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان "فجر کی سنت سے قبل صلوٰۃ وسلام"

(۳) حدیث شریف میں ہے "خير الدعاء الخفي". (مسند الإمام أحمد: ۱/۱۷۲)

(والبيهقي في الشعب: رقم الحديث: ۵۵۲)

"والمراد بالجهر رفع الصوت المفرد، وبمادونه نوع آخر من الجهر، قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: هو أن يسمع نفسه، وقال الإمام: المراد أن يقع الذكر متوسطاً بين الجهر والخفاء". (روح المعاني: ۱۵۴/۹، دار احیاء التراث العربی بیروت).

(۴) تقدم تخريجه من كتب الحديث تحت عنوان: "صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بالثبوت"۔

کیونکہ یہ دعاء ہے (۱) اور دعاء میں اصل اخفاء ہے (۲) ورمختار میں ہے۔

”الحديث من ذكر بعبده“ فليحفظ، وإدعاج الأعضاء برفع الصوت جهل اھ۔ قال فی الهندیة: رفع الصوت عند سماع القرآن، والوعظ مکروه، وما یفعله الذین یتدعون الوجود المسحبة لأصل له، ویمنع الصوفیة من رفع الصوت و تحریق الثياب، کذا فی السراج اھ۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۴۱) (۳)۔ قیام ایسے وقت بدعت ہے، لأصل له (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گشتوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور
صحیح: عبداللطیف، جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ ۱۲ اشوال ۵۶ھ

وعظ میں بلند آواز سے سامعین کا درود شریف پڑھنا

سوال [۱۸۳۰]: بعض واعظین کی عادت ہے کہ وعظ کے درمیان سامعین سے درود شریف پڑھواتے ہیں جہراً۔ آیا اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں، اگر موجود نہیں تو کیا بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو کونسی، آیا بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ نیز بعض واعظین کی عادت ہے کہ کہ خطبہ اور آیت کریمہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں، پھر وعظ شروع کرتے ہیں، نیز وعظ ختم کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز اذان کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل موجود ہے؟ مینواتوجروا۔

عبد الغفور مظاہری صوبہ آسام سلہٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ میں سامعین کا بلند آواز سے درود شریف وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے، اگر پڑھیں تو آہستہ پڑھیں:

(۱) ”قال صدر الشریعة: یحوز أن یكون المعنى واحداً حقیقیاً، و هو الدعاء“۔ (روح المعانی تحت

قوله تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ﴾۔ الایة: (۲۲/۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿أدعوا ربکم تضرعاً وخفیةً، إنه لا یحب المعتدین﴾۔ (الأعراف: ۵۵)

(۳) (رد المحتار علی الدر المختار، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة: ۱/ ۵۱۹، ایچ ایم سعید)

(۴) ”ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولودہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووضع أمہ له من القیام، وهو ایضاً

بدعة، لم یرد فیہ شیء“۔ (الفتاویٰ الحدیثیة لابن حجر الہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۱۲، قدیمی)

”رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه“۔ شامی: ۱/۵۴۱ (۱)۔

دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے ہو، وعظ کے شروع کرنے سے پہلے ہو یا ختم کر کے ہو، اذان کے بعد خصوصیت سے رفع یدین یا ترک رفع کی تفریق نہیں، دونوں طرح درست ہے، کسی ایک شیء پر اصرار نہیں چاہیے: ”لأن الإصرار يبلغ المندوب إلى حد الكراهة“۔ کما فی السعایۃ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/۶۳ھ۔

مجلس وعظ میں درود شریف جہر اُڑھنا

سوال [۸۴۱]: مجلس وعظ میں بعد الجمعہ و تراویح میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنا و پڑھوانا، نیز نہ پڑھنے پر حقارت کی نگاہ سے دیکھنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروه ہے اور مسلمان کو اس پر حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ کذا فی رد المحتار (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ذی الحجہ/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ ذی الحجہ/۵۸ھ۔

(۱) (رد المحتار، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة، مطلب: نص العلماء علی استحباب الصلوة الخ: ۱/۵۱۹، سعید)

(۲) (السعایۃ، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة، ذکر البدعات: ۲/۲۶۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) ”رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه“۔ (رد المحتار، باب صفة الصلوة، مطلب: نص العلماء، علی استحباب الصلوة الخ: ۱/۵۱۹، سعید)

اجتماعی درود جہراً پڑھنا

سوال [۸۳۲]: ایک مسئلہ یہ ہے کہ وعظ کی مجلس میں کچھ کچھ وقفہ کے بعد سب اہل مجلس کا شور مچا کر درود شریف پڑھنا، نیز بعد نماز عشاء اور دیگر نماز کے بعد تمام مصلیٰ شور مچا کر درود شریف پڑھتے ہیں، آیا بموافق شریعت غرہ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف دعاء ہے اور دعاء میں مطلوب اخفاء احب وافضل ہے (۱)، صورت مذکورہ سے شور مچا کر درود شریف پڑھنا شرعاً ثابت نہیں بلکہ بے اصل و بدعت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رجب/ ۱۴۰۶ھ۔

آواز سے صلوٰۃ وسلام

سوال [۸۳۳]: آج کل اکثر مسجدوں میں پیغمبروں کے نام پکار پکار کر سلام پڑھتے ہیں، بعض حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے سلام پکار پکار کر پڑھتے ہیں۔ یہ رواج کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنا ثابت نہیں (۳)، دور سے تو اس طرح پڑھا جائے جس طرح نماز میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اور روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ہلکی درمیانی آواز سے انتہائی ادب و محبت کے ساتھ صیغہ مخاطب سے پڑھا جائے، بلند آواز سے چلا کر وہاں بھی نہ پڑھا جائے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۹/ ۱۴۰۰ھ۔

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "نجرى سنت سے قبل صلوٰۃ وسلام")

(۲) (تقدم تخريجه من فيض القدير تحت عنوان: "ختم تراویح کے بعد الصلوٰۃ والسلام یا آدم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا")

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ختم تراویح کے بعد الصلوٰۃ والسلام یا آدم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا")

(۴) قال ابن الهمام: "وما يفعله بعض الناس من النزول بالقرب من المدينة والمشى على أقدامه إلى أن =

ہر نماز کے بعد درود شریف پڑھنا

سوال [۸۴۴]: نماز ختم کر کے درود پاک پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف کا تحفہ بھیجنا بہت بڑے ثواب کی چیز ہے (۱)، ہر مومن کو چاہیے کہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھا کرے مگر اخلاص کے ساتھ آہستہ پڑھے (۲)، بلند آواز سے اس طرح پڑھنا کہ مسجد میں نمازیوں کو تشویش ہو اور نماز پوری کرنی مشکل ہو جائے یہ ٹھیک نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

نماز کے بعد سلام پڑھنا

سوال [۸۴۵]: مسجد میں بعض لوگ نماز فجر کے بعد سلام پڑھتے ہیں اور تبلیغ کو برا بھلا کہتے ہیں اور

ہم کو وہابی کہتے ہیں۔ تو بعد نماز فجر سلام پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

= بدخلها حسن، وكل ما كان ادخل في الأدب والإجلال كان حسناً۔ وروى أبو حنيفة رحمه الله تعالى في مسنده عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: "من السنة أن تأتي قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من قبل القبلة، وتجعل ظهرك إلى القبلة، وتستقبل القبر بوجهك، ثم تقول، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته"۔ (فتح القدير، كتاب الحج، مسائل منثورة، المقصد الثالث: ۱۸۰/۳، مصطفى البالي الحلبي، مصر)

(۱) (أنظر صحيح البخاري، كتاب الدعوات، والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، و سنن أبي داود كتاب الصلوة، والترمذي أبواب الوتر والنسائي كتاب السهر، وابن ماجه كتاب إقامة الصلوة كلهم في باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وقد تقدم تخريجه تحت عنوان: "صلى الله عليك يا رسول الله")

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾۔ (البينة: ۵)

(۳) (تقدم تخريجه من روح المعاني، ورد المحنار و فيض القدير تحت عنوان "فجرني سنت سے قبل صلوٰۃ وسلم")

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے پاس حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام اس طرح پڑھا جائے ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ (۱)، دور سے اس طرح پڑھا جائے ”السلمہ صلی میدنا و مولانا محمد الخ“ حدیث شریف میں ہے کہ: ”جو شخص دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ خدمت اقدس میں پہنچایا جاتا ہے (۲) اور جو شخص روزہ اقدس کے قریب حاضر ہو کر پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں“ (۳)۔ اور صلوٰۃ وسلام دور سے آہستہ پڑھا جائے جیسے نماز میں پڑھا جاتا ہے، نہ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے، نہ آواز ملائے، نہ زور سے پڑھنے کی یہ تو ایک جلوس اور شاہ ہے اس سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ۔

ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۸۴۶]: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حزار اقدس پر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو زید قطعاً حرام کہتا ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض حضرات اکابر نے اس موقع پر نماز کی طرح ہاتھ باندھنے کو منع فرمایا ہے مگر دوسرے بعض اکابر نے اس کو آداب میں شمار کیا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: ”و در وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وقوف در آن جناب با عظمت دست راست بر دست چپ نهند، چنانچہ در حالت نماز کند، کرمانی کہ از علمائے حنفیہ است تصریح باین معنی کرده است“۔ جذب القلوب، ص: ۲۱۷ (۳)۔ لہذا اس میں تشدد نہیں چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا“)

(۲، ۳) تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ“

(۴) (جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص: ۲۱۷، باب شانزدهم در آداب زیارت الخ، فصل، فیض نافی)

ہر جمعرات کو محفل درود اور شیرینی

سوال [۸۴۷]: ہر جمعرات کو پابندی سے بعد نماز عشاء محفل درود شریف اعلان کر کے منعقد کرنا اور بغیر کسی جبر کے دو ایک حضرات بخوشی اپنی طرف سے شیرینی تقسیم کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ سب کیسا ہے؟ اگر مناسب ہو تو کوئی اور بہتر طریقہ عمل درود شریف کا تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دن کی پابندی ہر جمعرات، وقت کی پابندی بعد نماز عشاء، تداوی (اعلان) کے ساتھ، محفل منعقد کرنا سلف صالحین: صحابہ، تابعین، محدثین، فقہاء سے منقول نہیں ہے (۱)۔ اپنی خوشی سے کوئی صاحب اگر شیرینی تقسیم کر دیں گے تو اس سے جبر یہ شیرینی کی قباحت تو ختم ہو جائے گی مگر دوسرے قباح پھر بھی موجود ہیں۔

درود شریف کے فضائل احادیث سے خوب ثابت ہیں، جمعہ اور شب جمعہ میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی ترغیب بھی ثابت ہے (۲)، مگر اس کے لئے یہ محفلیں منعقد کرنا ثابت نہیں، جو شخص تنہا مسجد میں یا مکان میں جس قدر توفیق ہو درود شریف دل لگا کر اخلاص کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ پڑھا کرے، یہ عین سعادت ہے (۳)۔ شیرینی جب دل چاہے جس قدر چاہے بازار سے خرید کر کھالیا کرے، غرباء اور دوستوں کو بھی جس قدر چاہے کھلایا کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حرر والعبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم، دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

(۱) اور اس طرح کے غیر منقول کام دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے، کما تقدم تخريجه تحت عنوان: "اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت"۔

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ"۔

(۳) "عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم

على صلوة" رواه الترمذی، (مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوة على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و

فضلها، ص: ۸۲، قدیمی)

درود تاج

سوال [۸۳۸]: درود تاج کا پڑھنا کیسا ہے، کیونکہ اس میں ”دافع البلاء والوباء والفحط و المرض“ وغیرہ کے الفاظ ہیں، اس درود کی فضیلت بہت زیادہ لکھی ہے، اس درود کی ترتیب کب اور کس نے کی اور چیچک وغیرہ میں عام طور سے گیارہ دفعہ پڑھ کر دم کرتے ہیں، حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم میں اس درود کو پڑھنا شرک و بدعت قرار دیا ہے، کہاں تک درست ہے؟ عوام کو دفع مرض و وظیفہ کے طور پر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اس کو پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے یا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابتداءً معلوم نہیں کس نے ایجاد کیا ہے، جو فضائل عوام جہال بیان کرتے ہیں وہ محض غلط اور لغو ہیں، احادیث میں جو درود وارد ہیں وہ یقیناً درود تاج سے افضل ہیں (۱)، نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہیے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، صحیح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک مخصوص من گھڑت درود

سوال [۸۳۹]: ہمارے علاقے میں ایک درود پڑھتے ہیں ”صل علی نبینا، صل علی محمد، و

(۱) قال علی القاری بعد بحث: ”فأردنا تعلیم الصلوة أيضاً علی لسانہ بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوة، باب الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفضلہا: ۲/۳، رشیدیہ)

(۲) ”آنچه فضائل درود تاج کہ بعض جہلہ بیان کنند، غلط است، و قدر آن بجز بیان شارع علیہ السلام معلوم شدن محال، و تألیف این بعد مرور صدہا سال واقع شد، پس چگونه در این صیغہ را موجب ثواب قرار داده شود، و آنچه در احادیث صحاح صیغہائی درود وارد شدہ، آنرا ترک کردن و این را موعود بشواب جزیل پنداشتن و ورد ساختن بدعت ضلالت ہست، و چون آن کہ در آن کلمات شرکیہ مذکور اند اندیشہ خرابی عقیدہ عوام است، لہذا ورد آن ممنوع ہست، پس تعلیم درود تاج همانا سہ قاتل عوام سپردن است کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ مبتلا شوند، و موجب ہلاکت ایشان گرد، فقط واللہ تعالیٰ اعلم“۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات، ص: ۳۵۷)

ہدم پڑھو درود، حضرت بھی ہیں یہاں موجود پڑھو صل علی محمد الخ“ یہ درود کسی حدیث سے ثابت ہے یا من گھڑت ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کسی حدیث سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ کہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں صحیح نہیں، اس سے توبہ لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

درود لکھی وغیرہ کی تعریف

سوال [۸۵۰]: ”نورنامہ، عہدنامہ، دعائے گنج العرش، درود تاج، درود لکھی“ کی اصلیت کیا ہے؟
ان کی تعریفات درست ہیں یا مبالغہ؟ دوسرے ان کا ثبوت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا لوگوں
نے خود تالیف کیا ہے؟ ان کے پڑھنے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کی کوئی سند صحیح ثابت نہیں، جو تعریفیں لکھی ہیں بے اصل ہیں، بجائے ان کے قرآن پاک کی
تلاوت کی جائے، درود شریف، کلمہ شریف، استغفار پڑھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العہد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایک درود شریف

سوال [۸۵۱]: ”اللہم صل علی سیدنا محمد ما دامت الصلوۃ، و صل علی سیدنا
محمد ما دامت الرحمة، و صل علی سیدنا محمد ما دامت البرکات، و صل علی روح محمد
فی الأرواح، و صل علی صورة محمد فی الصور، و صل علی اسم محمد فی الأسماء، و صل
علی نفس محمد فی الریاض، و صل علی جسد محمد فی الأجساد، و صل علی تربۃ محمد
فی القلوب، و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و أصحابہ و أزواجه و ذریاتہ و
أهل بیتہ و أحبہ أجمعین، برحمتک یا أرحم الراحمین“۔

یہ ایک عہدنامہ میں لکھا ہے اس کی بہت فضیلت لکھی ہے، یہ درود شریف درست ہے یا نہیں، اس کو

(۱) کیونکہ یہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے شریک اور باطل عقیدہ ہے۔ کما تقدم تحت عنوان
”صلوۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ“

پڑھنا کیسا ہے؟ جواب سے واضح طور پر مطلع فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فی نفسہ اس درود شریف کا پڑھنا بھی درست ہے، اس کے اکثر کلمات ”الحزب الأعظم“ (۱) میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کئے ہیں، مگر جو فضائل کثیرہ عہد نامہ میں درج ہیں وہ قابل وثوق نہیں، افضل درود شریف وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا ہے، جیسے کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

ایک خاص درود شریف کے فضائل

سوال [۸۵۲]: میں نے ایک کتاب میں ایک درود شریف کے بارے میں دیکھا ہے کہ جس کے چالیس فائدے بتلائے گئے ہیں: پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور پانچ ہزار گناہ معاف ہونگے اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ منافق نہیں ہے اور قیامت کے روز وہ شہداء کے ساتھ اٹھے گا، مال میں ترقی اور اولاد میں برکت ہوگی، روز قیامت حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”فداہ أبی وأمی“ اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔ ”اللہم اجعلنا منہم“ درود شریف یہ ہے: ”صلی اللہ علی النبی الأُمی و آلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صنوۃ وسلاماً علیک یا رسول اللہ“۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ درود شریف حدیث کی کون سی کتاب سے ثابت ہے؟ اور یہ صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) ”و صلی اللہ علی سیدنا محمد وسلم، اللہم صل علی جسدہ فی الأجساد، و علی روحہ فی الأرواح، و علی موقفہ فی المواقف، و علی مشہدہ فی المشاهد، و علی ذکرہ إذا ذکر صلوة منا علی نبینا الخ“۔ (الحزب الأعظم للقاری ص: ۱۸۰، نور محمد کراچی)

اور بھی اسی قسم کے کئی درود موجود ہیں، تفصیل کے لئے مراجعت کریں۔

(۲) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے لکھے ہوئے الفاظ درود شریف مجموعی یکجائی اس ترتیب سے میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھے، جو الفاظ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں ان کو علماء نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے اور اس مقصد کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں، علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”القول البدیع“ (۱) اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”زاد السعید“ اور حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ العالی کی ”فضائل درود شریف“ میں تفصیل سے الفاظ درود شریف کو جمع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۰ھ۔

روضہ اقدس ﷺ کے فوٹو پر درود و سلام پڑھنا

سوال [۸۵۳]: میں نے عقیدت کی بنا پر حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اقدس کے فوٹو کو فریم کر کے رکھ لیا ہے، جب کبھی اس پر نگاہ پڑتی ہے تو بے اختیار درود شریف پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہے، لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا ہوں کہ معلوم نہیں یہ میرا فعل شرعاً کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روضہ اقدس کے نقشہ کو احترام کے ساتھ رکھنا اور اس کی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں اور درود شریف تو بہت بڑی دولت و سعادت ہے، جس قدر بھی پڑھا جائے نور ہی نور ہے، لیکن اس نقشہ کو سامنے رکھ کر ایسا نہ کیا جائے، اندیشہ ہے کہ اس نقشہ میں اصل قبر مبارک ذہن میں نہ بیٹھ جائے، اگر آپ اس سے محفوظ بھی رہے تو جن کو یہ علم ہوگا کہ آپ اس نقشہ کو دیکھ کر درود و سلام پڑھا کرتے ہیں ان کے مبتلا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، بہت

(۱) (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبيب الشفیع للعلامة السخاوی، مشتمل علی مقدمة، و خمس أبواب، کل باب یشتمل علی فصول و فی أولہ تعریف الصلوۃ لغةً و اصطلاحاً مع بحوث طویلة، و فی آخرہ خاتمة، من مطبع المکتبة العلمیة بالمدينة المنورة،

پرستی کی ابتداء اسی طرح ہوئی تھی۔ آپ اس طرح درود شریف پڑھیں کہ یہ تصور قائم ہو کہ ملائکہ ہمارے اس درود شریف کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش کر دیتے ہیں، یہ حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۸۹ھ۔

نماز کے بعد نقشہ مسجد نبوی کی طرف رخ کر کے درود شریف پڑھنا

سوال [۸۵۴]: ہر نماز کے بعد کعبہ کے آویزاں نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابہ کرام نے اختیار کیا، نہ محدثین نے، نہ فقہائے مجتہدین نے (۲)۔ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ افضل ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے جس قدر بھی توفیق ہو بڑے ادب و احترام سے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت اور برکت کی چیز ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق ہے، حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/۱۴۰۱ھ۔

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "صلاة وسلام پڑھنے کا طریقہ")

(۲) "(البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً و صراطاً مستقيماً" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/ ۵۶۰، سعيد)

(۳) "عن أنس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى على صلوة واحدة، صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، و رفعت له عشر درجات". رواه النسائي". (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و فضائلها، ص: ۸۶، قدیمی)

درود ذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا

سوال [۸۵۵]: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک بار اپنے بعض شاگردوں کو دیکھا کہ ذکر و عبادت کے لئے ایک جگہ مقرر کر کے جمع ہوئے ہیں تو غصہ فرمایا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ: ”اے لوگو! کیا تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہو؟“

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو میں نے اس طرح کا ذکر نہیں دیکھا، پھر تم لوگ یہ نیا طریقہ نکال رہے ہو۔“ اثر یہ ہوا کہ یہ سلسلہ رک گیا، کیا آپ کے اس ارشاد کو فتویٰ کی شکل دی جاسکتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریر فرمائیں کہ درود شریف کا اجتماعی شکل میں دن مقرر کر کے پڑھا جانا اس تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بھی غیر ثابت تاریخ، دن، ہفتہ، عدد وغیرہ کی تعین اپنی طرف سے لازم کر دینا اور اس کو حکم شرعی قرار دینا اسی زد میں آجائے گا، درود شریف کی کثرت جمعہ کے دن اور شب جمعہ میں ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

(۱) ”عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ان من افضل ايامکم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فأكثروا علی من الصلوة فيه، فإن صلوتکم معروضة علی“۔ الحديث۔

”وعن أبي الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أکثروا الصلوة علی يوم الجمعة، فإنه مشهود تشهد الملائكة، وإن أحداً لم یصلی علیّ إلا عرضت علیّ صلوتہ حتی یفرغ منها“۔ الحديث۔ (رواهما ابن ماجہ فی الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۱۱۸، قدیمی)

جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین و ترغیب

سوال [۸۵۶]: نماز جمعہ کے بعد جہرا درود شریف پڑھنا اور دیگر محلوں میں بھی ایسا کیا ہے، اجتماعی مینت کے ساتھ جہرا درود شریف، تسبیح و تہلیل اور تکبیر کے متعلق "المنہاج الواضح" یعنی راہ سنت، ص ۱۶۰ سے لے کر ص ۱۲۳ میں جو فیصد مذکور ہے، اس بارے میں ایک دیوبندی شخص جو عقائد و عمل کے لحاظ سے اہل سنت کے مسلک پر ہیں وہ فاضل دیوبند بھی ہیں، مجھے شامی کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ جمعہ کے بعد درود شریف جہرا اجتماعاً بدعت نہیں، چونکہ وہ مولوی صاحب مسافری کی حالت میں میرے یہاں آئے تھے اس لئے کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہ دکھلا سکے، کیا واقعہ ایسا ہی ہے؟ پھر اعتراض کہتے ہیں کہ سہارن پور مظاہر علوم میں عصر کے بعد حضرت ناظم صاحب جو ختم پڑھتے ہیں وہ بھی تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کی تعیین ہے، پھر یہ بدعت کیوں نہیں ہے؟ نیز ماضی قریب کے بزرگوں کا اور فی الحال ان کے خلفاء کا عمل ہے کہ اپنے مریدین کو مسجد میں جمع کر کے ذکر اللہ اور وہ بھی ذکر جلی کرنے کا موقع دیتے ہیں بلکہ ترغیب دیتے ہیں اور متعین بھی، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف سرادجہرا دونوں طرح درست و ثواب، باعث ترقی درجات اور موجب قرب ہے (۱) جمعہ کے روز خصوصیت سے اسکی تاکید ہے (۲) لیکن اجتماعی حیثیت سے جہرا پڑھنا حدیث و فتنہ سے ثابت نہیں ہے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانچوں وقت مسجد میں جمع ہوتے تھے، اوقات نماز کے علاوہ بھی بکثرت حضور سفر میں جمع ہونے کا موقع ملتا تھا مگر کہیں ثابت نہیں کہ اجتماعاً جہرا پڑھنے کا معمول رہا ہو (۳)، انفراداً بھی جہرا پڑھنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کسی کو تشویش نہ ہو، مثلاً: وہاں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو یا نائم نہ ہو، نیز جہرا پڑھنے سے دوسری کوئی غرض مطلوب نہ ہو، مثلاً: کسی بڑے کی آمد پر زور سے درود شریف پڑھنے سے اس کی آمدنی اطلاع مقصود ہو یا تاجر اپنا مال خریدار کو دکھا کر زور سے درود شریف پڑھے تاکہ خریدار خریدنے پر آمادہ

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "صلی اللہ میک یا رسول اللہ")

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "درود ذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا")

(۳) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "اذان کے بعد کچھ قل ت نہیحت")

ہو جائے (۱)، اس قسم کی لغو چیزوں کی نیت نہ ہو اور ریا و سمعہ بھی مقصود نہ ہو، فسادیت سے بڑی سے بڑی عبادتیں قابل قبول نہیں رہتی ہے (۲)۔ خطبہ جمعہ میں آیت درود شریف سکر سب کا جہر اور دوشریف پڑھنا منع ہے (۳)، دل میں ہر ایک کو پڑھنا چاہیے، واعظ و مقرر اثناء تقریر میں جب کہے: ”صلو علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ تو اس وقت بھی سب کا جہر اور دوشریف پڑھنا منع ہے، رد المحتار، ج: ۵، میں متعدد مقامات پر اس کے جزئیات موجود ہیں۔

اوقات خاصہ میں مقدار معینہ آیات و اذکار کا اگر کہیں معمول کیا ہے، تو وہ عمل مشائخ ہے جو کہ حجت شرعیہ نہیں ہے، اسکا اتباع لازم نہیں ہے، البتہ چونکہ وہ مشائخ بھی متبع شریعت ہیں اس لئے ان کے ایسے عمل کی توجیہ کی جائے گی تاکہ وہ خلاف شرع ہو کر بدعت کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔ توجیہ یہ ہے کہ کسی وقت یا مقدار کی تعیین کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام نے، مثلاً: اوقات نماز کی تعیین فرمائی اور رکعات نماز کی مقدار متعین فرمادی، یہ تعیین تو امر تعبدی ہے جو بذریعہ وحی ہے، ایسی تعیین کرنے کا از خود کسی کو حق نہیں بلکہ ایسی تعیین کے لئے امر شارع ہونا ضروری ہے (۴)، جو شخص ایسی (اعتقادی و عملی) تعیین اپنی

(۱) ”و یمكن أن تكون الصلوة حراماً كما صرحوا به في الحظر والإباحة في مسألة ما إذا فتح التاجر متاعه و صلى، و كذا في الفقاعی“۔ (البحر الرائق، آخر باب صفة الصلوة: ۵۷۳/۱، رشیدیہ)
(۲) ”من سمع سمع الله به، و من برأى برأى الله به“۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۲، قدیمی)

(و ابن ماجہ، ص: ۳۱۰، باب الرياء والسمعة، أبواب الزهد، قدیمی)

(۳) ”وإن صلى الخطيب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم... فيصلي المستمع سرّاً بنفسه، وينصت بلسانه عملاً... والبعيد عن الخطيب والقريب سيات في افتراض الإنصات“۔ (الدر المختار، قبیل باب الإمامة: ۵۴۵/۱، سعید)

(۴) ”عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ”أمنی جبریل علیہ السلام مرتین عند باب البيت، فصلى بي الظهر حين مالت الشمس“۔ الحديث (الطحاوی: ۱۰۱/۱، کتاب الصلوة، باب مواقیف الصلوة، سعید)

عن سليمان بن بريدة عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ فسأله عن =

طرف سے کرے وہ قابل قبول نہیں بلکہ قابل رو ہے: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ متفق علیہ (۱)۔

تعیین کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر مریض کے لئے دوا یا غذا کی معین مقدار وقت مخصوص میں تجویز کرتا ہے، یہ امر تعدی نہیں ہے بلکہ معالج کے تجربہ پر ہے، اگر کوئی شخص اس کا اتباع نہ کرے تو وہ عند اللہ گنہگار نہیں ہے، اس کی ہدایت پر عمل کرے گا تو انشاء اللہ صحت مند ہو کر نفع پائے گا۔ اسی قبیل سے ہے ذکر کی خاص مقدار خاص ہیت و ضرب کیساتھ، اسی وجہ سے تفاوت احوال کے تحت اس میں تفاوت بھی ہوتا رہتا ہے، بعض دفعہ اس جبر اور ضرب کو بالکل ترک کر دیا جاتا ہے، خصوصاً ختمات کا حال بھی ایسا ہی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

= وقت الصلوة فقال: صل معنا هذين اليومين، فلما زالت الشمس أمر بلالاً، فأذن ثم أمره فأقام الظهر، ثم أمره فأقام العصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية“ الحديث . (سنن ابن ماجه، ص: ۳۹، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة، مير محمد كراچي)

(ومشكوة المصابيح، ص: ۵۹، باب مواقيت الصلوة، قديمي)

”عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه قال: صليت مع رسول الله ﷺ أربعاً ليس بعدها شيء، و صلى المغرب ثلاثاً وبعدها ركعتين، وقال: ”هي وتر النهار“ و صلى العشاء أربعاً“ . الحديث . (الطحاوى: ۲۸۵/۱، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر، سعيد)

(ومشكوة المصابيح، ص: ۱۱۸، صلوة المسافر، قديمي)

(وسنن الترمذی: ۱۲۳/۱، أبواب الصلوة في السفر، باب ما جاء في التطوع في السفر، سعيد)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ص: ۲۷، قديمي)

(۲) ”قرأ كثير من المشايخ والعلماء والثققات صحيح البخارى لحصول المرادات، وكفاية الهمات، وقضاء الحاجات، ورفع البليات، وكشف الكربات، وصحة الأمراض، وشفاء المريض عند المضائق والشدائد، فحصل مرادهم، وفازوا لمقاصدهم، ووجدوه كالترياق مجرباً، وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة اهـ“ . (مقدمة لامع الدرارى شرح صحيح البخارى، الفصل الثانى فى الكتاب، وفيه أيضاً فوائد ألفائدة الثانية: ۲۳/۱، المكتبة الحيوية، مظاهر علوم)

اسم مبارک پڑھ کر یاسن کر درود شریف پڑھنا اور اسکی قضا

سوال [۸۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان اسلام، مسائل مندرجہ ذیل میں، اللہ تبارک و تعالیٰ آپ حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

۱..... حضور اقدس جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی و اسم گرامی سن کر درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ تحریر فرمادیجئے کہ درود شریف نام نامی سن کر کس عمر سے واجب ہوتا ہے یعنی ایام بلوغت سے واجب ہوتا ہے یا دس گیارہ سال کے بچے پر بھی واجب ہوتا ہے؟ براہ کرم اس مسئلہ کو اچھی طرح کھول کر بیان فرمائیں۔

۲..... دوسری گزارش یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر تو درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے اور اگر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے یا کلمہ طیبہ پڑھے یا کتاب میں بار بار نام نامی پڑھے یا حدیث شریف میں بار بار نام میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئے تو ایسی حالت میں درود پڑھنا کیسا ہے؟

۳..... تیسری گزارش یہ ہے کہ ایک ہی جگہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے سومرتبہ درود پڑھنا واجب ہوتا ہے؟

۴..... چوتھی گزارش اگر کسی آدمی نے چالیس سال کی عمر تک نام نامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر درود نہ پڑھا ہو تو یہ گناہ اس کا توبہ سے معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اگر یہ گناہ توبہ سے معاف نہیں ہوگا تو اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ جس سے اس کی نجات ہو۔

۵..... پانچویں گزارش یہ ہے کہ اگر ایسے آدمی نے قضاء کی نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا تو وہ شخص جب کہ ایک مجلس میں نام نامی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سومرتبہ پڑھ چکا ہے یا سن چکا ہے تو اس پر کتنی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہو یعنی سومرتبہ نام مبارک سن کر یا پڑھ کر کتنی مرتبہ درود شریف پڑھے جو اس کے سر سے واجب اتر جائے؟ مؤدبانہ گزارش ہے کہ مسئلہ ہذا کی پانچوں گزارشوں کا جواب صاف اور مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمائیے۔

احقر محمد حشمت علی، شریف نگر۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

۱..... بوج کے وقت سے واجب ہوتا ہے (۱)۔

۲..... ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے (۲)۔

۳..... ایک دفعہ (۳)۔

۴..... اس میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی قضاء کرے یعنی اتنی کثرت سے درود شریف پڑھے کہ دل

گواہی دینے لگے کہ اب میرے ذمہ وجوب نہیں رہا، اس سے واجب پورا ہو جائے گا، زبانی توبہ کافی نہیں ہے۔

۵..... ایک دفعہ کافی ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ رمضان المبارک/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد۔

اسم مبارک سن کردرو دشریف

سوال [۸۵۸]: زید کہتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جب یہ آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى

النَّبِيِّ﴾ الخ (۵) پڑھی جاوے تو درود شریف پڑھنا زبان سے واجب ہے۔ عمر کہتا ہے کہ نہیں ایسے صیغے امر کے قرآن

(۱) "وأما صحة عبادة الصبي كصلوته و صومه فهي عقلية من باب ربط الأحكام بالأسباب ،

ولذا لم يكن مخاطباً بها ، بل ليعتادها فلا يتركها بعد بلوغه". (رد المحتار ، مقدمة : ۳۸/۱ ، سعید)

(۲) "إن الصلوة تكون فرضاً و واجباً و سنةً و مستحبةً و الأول في العمر مرةً و الثاني كلما ذكر

على الصحيح ، و الثالث في الصلوة ، و الرابع في جميع أوقات الإمكان". (البحر الرائق ، باب صفة

الصلوة : ۵۷۳/۱ ، رشیدیہ)

(۳) (البحر الرائق المرجع السابق)

(۴) (البحر الرائق المرجع السابق)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار ، باب صفة الصلوة ، مطلب : نص العلماء على استحباب

الصلوة الخ : ۵۱۸/۱ ، سعید)

(۵) (الأجزاء : ۵۶)

شریف میں بہت ہیں ﴿وارکعوا مع الراكعين﴾ (۱) ﴿أتوا الزکاة﴾ (۲) وغیرہ ان سے یہ مراد نہیں کہ جب یہ آیتیں پڑھی جاویں جب ہی رکوع یا زکوٰۃ واجب ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب وقت آوے، اسی طرح جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام آئے جب درود واجب ہوتا ہے، صرف آیت کے پڑھنے سے درود شریف واجب نہیں ہوتا۔ پس شریعت کا کیا حکم ہے اور کس کا قول معتبر ہے؟ بینوا تو چرواہہ بندہ منظور احمد غنی عند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صیغہ امر کی وجہ سے عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے بالاتفاق (۳) اور جب اس آیت کو سنے یا کسی اور طرح اسم مبارک کو سنے تو اس وقت واجب ہے (۴) کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھنے پر احادیث میں وعید آئی ہے (۵)، اسی کو امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے (۶) اور امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ایک مجلس میں متعدد مرتبہ ذکر آئے تو ہر مرتبہ واجب

(۱، ۲) (البقرة: ۴۳، بتقدیم و تاخیر)

(۳) "وهی (أی الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرض عملاً بالأمر مرة واحدة إتحافاً فی العمر". (الدر المختار) وفي رد المحتار: "أی قلنا بفرضيتها لأجل العمل بالأمر القطعی الثبوت والدلالة الخ". (باب صفة الصلوة . آداب الصلوة قبل مطلب لا يجب علیه أن یصلی الخ : ۵۱۵/۱، سعید)
(و کذا فی البحر الرائق . آخر باب صفة الصلوة : ۵۷۳/۱، رشیدیہ)

(۴) "لکن صح فی الکافی وجوب الصلوة مرة فی کل مجلس وهو کمن سمع اسمه علیه الصلوة والسلام مراراً، لم تلزمه الصلوة إلا مرة فی الصحیح" (رد المحتار : ۵۱۶/۱، باب صفة الصلوة، مطلب فی وجوب الصلوة علیه كلما ذکر علیه الصلوة والسلام، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق المرجع السابق)

(۵) "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من نسی الصلوة علی، خطیء طریق الجنة". (ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوة . باب الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۶۴)

(۶) "والمختار عند الطحاوی تکراره: أي الوجوب كلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الأصح". (رد المحتار : ۵۱۶/۱، باب صفة الصلوة، مطلب فی وجوب الصلوة علیه كلما ذکر الخ، سعید)

نہیں ہے، کذا فی در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۶/۹/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۶/۹/۶۴ھ۔

لفظ نبی کریم اور اس پر درود

سوال [۸۵۹]: اگر کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہ لے، صرف ”نبی کریم“

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو سننے والے کو درود پڑھنا چاہیے یا نہیں اور اس طرح کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کہنا بھی صحیح ہے اور سننے والے کو درود شریف بھی پڑھنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

اعلم وعلمہ اتم واكمل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

درود میں لفظ ”سیدنا“

سوال [۸۶۰]: درود پاک ”اٰلہم صل علی سیدنا ابراہیم“ پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے نماز

کے درود میں سیدنا ابراہیم و سیدنا محمد پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور وہ شخص جس نے یہ بتلایا ہے اس کا ایمان کیسا

ہے؟ اور جس نے اس لفظ ”سیدنا“ کو برا کہا اس شخص کا ایمان کیسا ہے، ان دونوں میں کون شخص مسلمان رہا اور

کون کافر ہو گیا؟

(۱) ”وہی (أی الصلوۃ) فرض مرۃً واحدةً اتفاقاً فی العمر، و اختلف فی وجوبها کلما ذکر صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم، والمختار عند الطحاوی تکرارہ: أی الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الأصح، لا

لأن الأمر یقتضی التکرار، بل لأنه تعلق وجوبها بسبب متکرر، و هو الذکر، فمتکرر لتکررہ، و تصیر دیناً

بالترک فتقضی: لأنها حق عبد کالتشمیت، بخلاف ذکرہ تعالیٰ، والمذهب استحبابہ: أی التکرار، و علیہ

الفتویٰ“ ھـ (الدر المختار، باب صفة الصلوۃ، آداب الصلوۃ: ۵۱۴/۱، ۵۱۵، سعید)

(۲) (تقدم تخریجه من رد المحتار، والبحر الرائق تحت عنوان: ”اسم مبارک سکر یا پڑھ درود شریف پڑھنا اور

اس کی قضاء“)

الجواب حامداً ومصلحاً:

درود پاک میں سیدنا کہنا مستحب ہے (۱)۔ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذکر کرنا چاہیے مگر اس طرح کہ پہلے سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، اس کے باوجود ایسی بات کی وجہ سے کافر نہیں کہنا چاہیے کہ یہ بالکل آخری حد ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

درود میں آل کا مصداق

سوال [۸۶۱]: آل محمد ﷺ جو کہ درود شریف میں پڑھا جاتا ہے اس سے کون مراد ہیں؟ جواب کتب معتبرہ اہل سنت سے عنایت فرمائیں۔
احقر سید محمد ابراہیم عفا اللہ عنہ

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس میں تین قول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد تمام امت ہے۔

دوسرا: یہ کہ اس سے مراد بنو ہاشم و بنو المطلب ہیں۔

تیسرا: یہ کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذریت اور آپ کے اہل بیت ہیں:

”واختلف العلماء في آل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على أقوال أظهرها وهو اختيار الأزهري وغيره من المحققين أنهم جميع الأمة، والثاني: بنو هاشم و بنو المطلب، والثالث: أهل

(۱) ”و ندب السيادة : لأن زيادة الإخبار بالواقع عين سلوك الأدب ، فهو أفضل من تركه“

خص إبراہیم لسلامہ علينا أولاً لأنه سمانا مسلمين اهـ“۔ (رد المحتار ، باب صفة الصلوٰۃ :

۵۱۳-۵۱۴، سعید)

(۲) کفر کا حکم اس وقت لگایا جاسکتا ہے، جب کہ کوئی قطعیت دین اور ضروریات دین کا انکار کرے۔

”فہو کافر ، لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة“۔ (رد المحتار ، کتاب النکاح :

۴/۲۶، سعید)

بیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودریتہ اللہ اعلم۔ نووی شرح صحیح مسلم: ۱/۱۷۵ (۱) وکذا

أشعة اللمعات: ۱/۴۳۵ (۲) ودستور العلماء: ۸/۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۱۸/۱۱/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۲۲/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

صلوۃ وسلام کسی بھی نبی پر

سوال [۸۶۲]: اگر کسی اور نبی کے نام پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ واعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، گنگوہی۔

درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں

سوال [۸۶۳]: فضائل درود شریف میں ہے کہ سات اوقات میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، اس

میں ایک یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے درمیان اگر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک آجائے تو

درمیان میں درود شریف نہ پڑھے، جناب والا میری یہ عادت ہے کہ ایک آیت قرآن پڑھ کر درود شریف پڑھتا

(۱) (النووی علی مسلم کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد: ۱/۴۵۱، قدیمی)

(۲) (أشعة اللمعات (فارسی): ۱/۳۰۶، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ وفضلها، الفصل

الأول، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

(۳) ”واختلف فی آل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فقال بعضهم: آل ہاشم والمطلب، وعند

البعض أولاد سیدۃ النساء فاطمة الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کما رواہ النووی رحمہ اللہ تعالیٰ، وروی

الطبرانی بسند ضعیف أن آل محمد کل تقی، واختارہ جلال العلماء فی ”شرح ہیاکل النور“ و فی

مناقب آل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہم بنو فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کتب ودفاتر“ (دستور

العلماء لأحمد نگری، باب الألف مع الألف: ۸/۱، مؤسسة العلمی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلوۃ، ذکر سننہا: ۱/۵۷۳، رشیدیہ)

ہوں اس کے بعد ترجمہ پڑھتا ہوں، اس کے بعد پھر درود شریف پڑھتا ہوں یہ مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا یہ طریقہ مکروہ نہیں ہے جو موقع درود شریف پڑھنے کا نہیں جیسے نماز میں بحالت قیام درکوع و سجود اور جیسے قرآن کریم کی تلاوت کے درمیان نام مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آنے پر وغیرہ وغیرہ۔ کتب فقہ شامی (۱)، طحاوی (۲)، فتاویٰ عالمگیری (۳)، وغیرہ میں وہ مواقع مذکور ہیں اس موقع پر احتیاط کی جائے اور جس موقع پر پڑھنا مستحب ہے اس موقع پر پڑھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۴ھ۔

گنبد خضراء کو دیکھتے ہی صلوٰۃ و سلام

سوال [۸۶۲]: ”بہار شریعت“ مصنف مولوی امجد علی رضوی بریلوی کے حصہ ششم ص: ۱۷۱ میں

(۱) ”تکروہ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سبعة مواطن : الجماع ، وحاجة الإنسان ، و شهرة المبيع ، والعشر ، والتعجب ، والذبح ، والعطاس الخ و لو قرأ القرآن فمر علی اسم نبی ، فقرأ القرآن علی تألیفہ و نظمہ افضل“ (رد المحتار ، باب صفة الصلوٰۃ ، آداب الصلوٰۃ : ۵۱۸ ، ۵۱۹ ، سعید)

(۲) ”(قوله : و حراماً عند فتح التاجر متاعه) : لأنه لم يقصد الصلوٰۃ ، وإنما أراد الترويح ، والظاهر عدم وجوب الصلوٰۃ بالسماع منه إلحافاً له بسلام السائل ، فإنه لا يجب رده لقصد به السؤل ، (وقوله : و نحوه) كالفقاعی الذي يبيع الفقاع و هو نبيذ الشعير ، و نحوه من كل مطرب و هو أولى بالحرمة مما قبله ، والظاهر أنه يلحق بالتاجر نحو باسم الله للدعاء إلى الطعام الخ“ (حاشية الطحاوی علی الدر المختار ، باب صفة الصلوٰۃ ، فصل الشروع فی الصلوٰۃ : ۲۲۸ ، دار المعرفة بیروت)

(۳) ”امن جاء إلى تاجر يشتري منه ثوباً، فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالى و صلى على النبي ﷺ، أراد به إعلام المشتري جوده ثوبه، فذلك مكروه، هكذا في المحيط و إن سبح الفقاعی، أو صلى على النبي ﷺ عند فتح فقاعه على قصد ترويجه و تحسینه الخ“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراهیۃ ، الباب الرابع فی الصلوٰۃ والتسبیح الخ : ۳۱۵/۵ ، رشیدیہ)

ہے: ”شہر مدینہ منورہ میں خواہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد خضرا پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرو“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں، ہاں درود میں زیادتی مناسب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ واعلم۔
حررہ العبد محمود گلوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/۴/۵۵ھ۔
جواب صحیح ہے:

سعید احمد غفرلہ خادمہ دارالافتاء، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ربیع الثانی ۵۵ھ۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ربیع الثانی ۵۵ھ

عشاء کے بعد روضہ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۸۶۵]: بعد نماز عشاء روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھنا سلام پڑھنا ممنوع ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیا بعد نماز عشاء حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرماتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بات کہاں تک قرآن وحدیث سے تعلق رکھتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوٰۃ و سلام روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہر وقت درست اور موجب قرب وسعادت ہے، یہ کسی وقت ممنوع نہیں، عشاء کے بعد ممنوع کہنا بے دلیل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ

سوال [۸۶۶]: مکہ مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغریٰ کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔ طغریٰ یہ ہے:

(۱) ”و صح (ای فی الصلوٰۃ) زیادة ”فی العالمین“ (الدر المختار، باب صفة الصلوٰۃ، آداب الصلوٰۃ:

اللَّهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لا إله إلا الله محمد رسول الله. اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وبارك وسلم، أعلى سيدنا غوثنا أعظم محمد محي الدين عبد القادر رحمه الله تعالى يا شيخ عبد القادر شيئاً لله.

دروو کی عبارات میں نبی پاک کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا

سوال [۸۶۷]: درو و شریف کے بعد زیر نظر طغریٰ میں ”علیٰ سیدنا غوثنا غوث اعظم“ کا جو اضافہ کیا گیا ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲..... اس کتبہ کے درو و میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو بغیر القاب و آداب کے لکھا گیا ہے اور حضرت جیلانی کے نام مبارک کو ”سیدنا، الاعظم“ کے القاب سے ملقب کیا گیا ہے، ایک ہی کلمہ میں اس طرح کی تحریر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سوء ادبی مقصود نہ ہوگی؟ فقط۔

نعمت اللہ جنگ لائن، عابد روڈ، حیدر آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت سید العالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر صلوة و سلام کے تابع قرار دے کر آل و اصحاب، اہل بیت، ذریت، ازواج، اتباع پر بھی ہو جائے تو درست ہے (۱) مگر مخصوص طور پر کسی معین شخص

(۱) ”ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا غیر الملائکۃ إلا بطریق التبع“۔ (الدر المختار). وفي رد المحتار: ”لأن فی الصلوۃ من التعظیم ما لیس فی غیرھا اھ..... ولا یلیق ذلک بمن یتصور منه خطایا والذنوب إلا تبعاً بأن یقول: اللھم صلی علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم. واختلف هل تکرہ تحریماً أو تنزیہاً أو خلاف الأولی؟ وصحح النووی فی ”الأذکار“ الثانی، لکن فی خطبۃ شرح الأشیاء للبیری: من صلی علی غیرھم اثم وکرہ، وهو الصحیح..... وأما السلام..... فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد بہ غیر الانبیاء، فلا یقال: علی السلام، وسواء فی هذا الأحياء والأمرات، إلا فی الحاضر..... والظاهر أن العلة فی منع السلام ما قاله النووی فی علة منع الصلاة أن ذلك شعار أهل البدع“۔ (مسائل =

کو ذکر کرنا خواہ وہ خلفائے راشدین یا بعد کے اولیاء اللہ میں سے کوئی ہوموہم ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پایہ ہیں (۱)، اس لئے ایسے ایہام سے بچنا چاہیے، خاص کر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کے متعلق عوام کے خیالات حد سے تجاوز ہیں، اسی کا یہ اثر بھی ہے۔

۲..... یہ صورت بھی محل اعتراض اور موہم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۵ھ۔



= شتی من کتاب الخبثی: ۲/۵۳، سعید

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا: ۱۰/۳، حدیث رقم: ۹۲۰، رشیدیہ)

(۱) چونکہ قرآن کی عموماً اور ذخیرۂ احادیث سے، نیز مفسرین اور محدثین کے اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق بلکہ افضل الانبیاء ہیں اور آنحضرت ﷺ کو کلی فضیلت حاصل ہے، اس بناء پر کسی کو مرتبہ و مقام میں آنحضرت ﷺ کا ہم پند سمجھنا بے راہ روی اور اصول دین سے کھلی چھوٹ ہے۔

”ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم: ”انا سید ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع، وأول مشفع.“ (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم: ۲/۲۴۵، قدیمی)

قال النووي رحمه الله تعالى تحته: ”وهذا الحديث دليلٌ لتفضيله صلى الله عليه وسلم على الخلق كلهم؛ لأن مذهب أهل السنة أن الآدميين أفضل من الملائكة، وهو صلى الله تعالى عليه وسلم أفضل الآدميين بهذا الحديث. وغيرهم.“ (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۴۵، قدیمی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ، الفصل الأول: ۱۰/۷، حدیث رقم: ۵۷۴۱، رشیدیہ)

فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے یا ایک ہاتھ سے؟

سوال [۸۶۸]: مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے تو کس طرح، حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کی کف دست سے ملے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب ہر ہاتھ کو الگ الگ ملائے، لیکن مروجہ طریقہ کہ فریقین میں سے ہر ایک کی ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ سے پھیلی ملے اور دوسرے ہاتھ کی کف دست اوپر کی جانب رہے، یہی رائج ہے یعنی دونوں کی دائیں ہاتھ کی کف دست تو ملتی ہیں اور دونوں کے بائیں ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کے ظہر پر ہوتی ہے، اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟

سید نجم الحسن رضوی، خیر آباد، ضلع سیتاپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

بخاری شریف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مذکور ہے: ”وكان كفى بين كفيه“ الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ ایک صحابی کا ایک ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں تھا، اس صورت میں کف دست کا کف دست سے ملنا بالکل واضح ہے، البتہ دوسرا ہاتھ پشت دست پر ہوگا اور صحابی نے اپنے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں کیا، ظاہر یہ کہ انکا دوسرا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داہنے ہاتھ کی پشت پر تھا جیسا کہ آج کل علماء متبعین کا عمل ہے، بخاری شریف میں: باب الأخذ باليدین (۲) موجود ہے:

”ثم التصافح باليدين حديث مرفوع أيضاً كما في الأدب المفرد، وأردالمدرسون أن

(۱) ”ابن مسعود رضي الله تعالى عنه يقول: علمني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وكفى بين كفيه التشفه كما علمني السورة من القرآن“ الخ الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الاستيذان، باب الأخذ باليدين: ۹۲۶/۲، قديمي)

(۲) اس باب میں امام بخاری نے حماد بن زید اور ابن مبارک کا عمل بھی بطور استدلال ذکر کیا ہے، فرمایا: ”باب الأخذ باليدين و صافح حماد بن زيد و ابن المبارك بيديه“. (كتاب الاستيذان: ۹۲۶/۲، قديمي)

يستدلوا عليه من حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه هذا، فقالوا: أما كون التصافح فيه باليدين من جهة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فالحديث نص فيه، وأما كونه كذلك من جهة ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، فالراوى إن اكتفى بذكر يده الواحدة إلا أن المرجو منه أنه لم يكن ليصافحه بيده الواحدة والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم قد صافحه بيديه الكريمتين، فإنه يستبعد من مثله أن لا يسط يديه وقد سطر محمد صلى الله تعالى عليه وسلم يديه غير أن الراوى لم يذكره لعدم كون غرضه متعلقاً بذلك، ولأريب أن الرواة يختلفون في التعبيرات الخ. فيض الباری: ۴/ ۱۱۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنوی غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مصافحہ بعد نماز

سوال [۸۶۹]: بعد نماز جمعہ، نماز عیدین، بعد نماز صبح، مسجد میں جو مصافحہ کیا جاتا ہے، اس کا حنفیہ مسلک میں کیا حکم ہے اور نہ کرنے والوں پر کیا گناہ ہوتا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مصافحہ کے لئے شریعت نے ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے (۲)، کسی نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کرنا شرعاً بے دلیل ہے غلط ہے، بدعت مکروہہ ہے، طریقہ روافض ہے۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، وغیرہ سب

(۱) (فيض الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة: ۳/ ۱۱۱، حضور راہ بکذبہ دیوبند)

(۲) ”عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما من مسلمين يلتقيان فيصافحان إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا“. هذا حديث حسن غريب من حديث أبي إسحاق عن البراء“ (جامع الترمذی، أبواب الاستیذان، باب ما جاء في المصافحة: ۲/ ۱۰۲، سعید)

”عن رجل من حمزة أنه قال لأبي ذر رضي الله تعالى عنه في حديث طويل فيه: هل كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه؟ قال: ما لقيته قط إلا صافحني“. (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في المصافحة: ۲/ ۳۶۱، امدادیہ ملتان)

سے علامہ شامیؒ نے رد المحتار میں ایسا ہی نقل کیا ہے:

”و نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة لكل حال؛ لأن الصحابة رضي الله تعالى عنهم ما صافحو بعد أداء الصلوة، ولأنها من سنن الروافض۔ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية أنها بدعة مكروهة لأصل لها في الشرع، وأنه ينه فاعلها أولاً و يعزّر ثانياً۔ ثم قال: وقال بن الحاج من المالكية في المدخل: إنها من البدع، و موضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه، لا في أدبار الصلوة، فحيث وضعها الشرع يضعها، فينهى عن ذلك، يزجر فساعله لما أتى به من خلاف السنة.“ (رد المحتار: ۵/ ۲۴۴) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد وغفر له۔

مصافحہ بعد العیدین

سوال [۸۷۰]: محذومی جناب مفتی صاحب، دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔ یہاں گذشتہ سال ایک اشتہار اور ارسال ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں بعد عیدین مصافحہ و معانقہ کا مسنون ہونا ظاہر کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے ”رد تحفہ“ کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جو جناب کی خدمت میں ارسال ہے، جناب اس کو ملاحظہ فرما کر اصلاح فرمادیں اور اس سلسلہ میں اگر مزید اقوال علماء و کتب معتبرہ سے معلوم ہو سکیں ان کو مع نشان صفحہ و جلد تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔ فقط والسلام۔

احقر عبد العزیز حسن منزل الدآباد۔

الجواب حامداً أو مصلياً:

علامہ شامیؒ نے کتاب الجنائز میں بھی اس مصافحہ کو رد کیا ہے:

(۱) (رد المحتار، کتاب الحظرو الإباحة، باب الإستبراء وغیرہ: ۶/ ۳۸۱، سعید)

(و کذا فی باب الجنائز من رد المحتار: ۳/ ۲۳۵، سعید)

(و للعلامة اللکونیؒ فی هذه المسئلة بحث طویل فی السعابة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرآءة:

۲/ ۲۶۵، سهیل اکیڈمی)

تحت قول الدر: "يقول واضعه، باسم الله وبالله" بعنوان تنبيه (۱)۔ محل: ۲/۲۸۸، کی عبارت یہ ہے: "أما المعانقة فقد كرهها مالك رحمه الله تعالى، وأجازها ابن عيينه اعنى عند اللقاء من غيبة كانت، وأما في العيد لمن هو حاضر معك فلا، أما المصافحة فإنها وضعت في الشرع عند لقاء المؤمن لأخيه، وأما في العيدين على ما اعتاده بعضهم عند الفراغ من الصلوة يتصافحون فلا أعرفه، لكن قال الشيخ الإمام أبو عبد الله ابن النعمان: إنه أدرک بمدينة ناس والعلماء العالمون بعلمهم بهامتوافرون أنهم كانوا إذا فرغوا من صلوة العيد، صافح بعضهم بعضاً، فإن كان يساعده النقل عن السلف فياحبذا، وإن لم ينقل عنهم فتركه أولى اهـ" (۲)۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"المصافحة سنة عند التلافي، وأما تخصيص الناس لها بعد هاتين الصوتين (أى الفجر والعصر) فمعدود في البدع المباحة والمختار أنه إن كان هذا شخص قد اجتمع هو و هو قبل الصلوة فهو بدعة مباحة كما قيل، وإن كانا لم يجتمعا فهو مستحب؛ لأنه ابتداء اللقاء اهـ" فتاویٰ النووی، ص: ۲۸ (۳)۔

ملا علی قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ شروع باب المصافحة والمعانقة میں (۴)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۱) "وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكرامة المصافحة المعتادة عقب الصلوة مع أن المصافحة سنة، وما ذلك إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع، فالمواطبة عليه فيه توهم العوام بأنها سنة فيه" (رد المحتار، باب صلوة الجنائز: ۲/۲۳۵، معید)

(۲) (المدخل لابن أمير الحاج: ۲/۲۹۵-۲۹۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (فتاویٰ النووی المسماة بالمسائل المنثورة، ص: ۲۷-۲۸ مطبعة الاستقامة: ۱۳۵۲ھ)

(۴) "قال النووی: أعلم أن المصافحة سنة، ومستحبة عند كل لقاء، وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر، لأصل له في الشرع على هذا الوجه، ولكن لا بأس به ولا يخفى أن في كلام الإمام (أى النووی) نوع تناقض فحاصله أن الابتداء بالمصافحة حينئذ على الوجه المشروع مكروه لا المجابرة، وإن كان قديقال فيه نوع معاونة على البدعة. والله تعالى أعلم". (مرقاة المفاتيح، شرح المشكوٰۃ، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة: ۸/۳۵۸-۳۵۹، رشديه)

نے اشعة اللمعات میں (۱) مجالس الأبرار، ص: ۳۱ میں (۲)، فتاویٰ رشیدیہ: ۲۵/۱ (۳)، امداد الفتاویٰ: ۵۸/۴ (۴) فتاویٰ ابن حجر مکی: ۳۵-۶۶ میں (۵)۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ص: ۴۴۰ میں (۶) اس تخصیص کو بدعت قرار دے کر اس سے منع کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے علامہ نوویؒ کا کلام نقل کر کے لکھا ہے: "قلت او للنظر فيه مجال، فإن وقت أصل صلوة النافلة الخ". فتح الباری: ۴۷/۱۱ (۷)۔

(۱) "مصافحہ سنت است نزد ملاقات، و باید کہ بہر دو دوست بود، و آنکہ بعضی مرد مصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد از نماز جمعہ کنندہ چیزے نیست و بدعت است از جهت تخصیص وقت"۔ (أشعة اللمعات: ۳۲/۴، کتاب الآداب، باب المصافحه والمعاذفة، نول كشور)

(۲) "مصافحہ میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو، اور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے نماز جمعہ و عیدین کے بعد جیسا کہ اس زمانے میں عادت ہے تو یہ چونکہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے بلا دلیل ہے اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے اس میں تقلید جائز نہیں، بلکہ وہ روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس کو رد کرتی ہے یعنی "من أحدث فی أمرنا هذا"۔ (ترجمہ مجالس الأبرار للمفتی کفایت اللہ، بیجا سون مجلس، ص: ۳۶۱)

(۳) "معاذفہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے اس روز میں اس کو موجب مرور اور باعث موذت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی۔ اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے۔۔۔۔۔ کوئی تخصیص اپنی طرف سے کرنا بدعت ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات، ص: ۴۴۳، قرآن منزل وحا کہ)

(۴) "مصافحہ کردن مطلقاً سنت است، بوقتے خاص مخصوص نیست، پس تخصیص آن بروز جمعہ و عیدین و بعد نماز پنجگاہ نہ و تراویح ہے اصل است، ہاں اگر در ہمیں اوقات یکے بعد مدتے ملاقات شود، یا مصافحہ کردن مضائقہ نہ دارد، نہ این کہ از خانہ یا مسجد یا عید گاہ ہمراہ آئندہ، و پس از نماز مصافحہ و معاذفہ کنند، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (امداد الفتاویٰ، باب البدعات: ۲۶۰/۵)

(۵) "لم أطلع عليه".

(۶) "نماز عیدین میں یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت جاننا اور معمول پہ ٹھہرانا فقہاء نے منع لکھا ہے اور "تمییز الحارم" میں اس کو روافض کے طریقے سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، الموسومہ بتریز الفتاویٰ، کتاب السنۃ والبدعہ، ص: ۱۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(۷) "قال النووي: وأما تخصيص المصافحة بما بعد صلواتي الصبح والعصر، فقد مثل ابن عبد السلام..."

الہیۃ طحاوی شرح مراتب الفلاح، ص: ۲۸۹ (۱) باب احکام العیدین میں لکھا ہے: ”و کذا تطلب المصافحة سنة عقیب الصلوة کلہا وعند کل لقاء، (۲)۔ مگر اس کا حوالہ نہیں دیا، یہ امام نوویؒ سے ہی بعض مسائل نقل کرتے ہیں، کیا بعید ہے کہ یہ بھی وہیں سے نقل کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العید محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔
عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا طریقہ موجب بدعت ہے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۷/محرم/۱۴۰۰ھ۔

نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال [۸۷۱]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا ہر حال میں مکروہ ہے۔
جواب کتب فقہ سے دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں، بعض جگہ عید کے دن مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ بدعت اور مکروہ ہے۔
”شامی“ کی پانچویں جلد میں فقہ کی متعدد کتب سے اس کا بدعت اور ممنوع ہونا نقل کیا گیا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= ”فی القواعد“ البدعة المباحة بها، قال النووي: وأصل المصافحة سنة، وكونهم حافظوا عليها في بعض الأحوال لا يخرج ذلك عن أصل السنة، قلت: وللنظر فيه مجال، فإن أصل صلوة النافلة سنة مرغوب فيها، ومع ذلك فقد كرهه المحققون تخصيص وقت بهادون وقت، ومنهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لا أصل لها، ويستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمرد الحسن“، (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة: ۵۵/۱۱، دار العرفۃ بیروت)

(۱) ذکرہ الطحاوی تحت قوله: ”ویظهر الفرح بطاعة الله تعالى وشكر نعمته ويتختم“، (ص: ۵۳۰، قدیمی)

(۲) یعنی اگر اس کو امام نووی سے نقل بھی کیا ہو لیکن اس کو علامہ ابن حجرؒ نے جواب دیکر رد کر دیا ہے، کما تقدم۔

(۳) ”و نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط أنه تکره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال؛ لأن الصحابة ما صافحوا بعد أداء الصلوة، ولأنهما من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة =

نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال [۸۷۲]: عیدین کی نماز میں ثواب سمجھ کر مصافحہ کرنا ثابت ہے یا بدعت، خصوصاً امام پر ساری قوم کا ٹوٹ پڑنا اور مسجد کی حرمت کا خیال نہ رکھنا کیسا ہے؟ بعض اوقات امام وجہ سے تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے، ایسے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائیگا؟ مفصل تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

یہ مصافحہ بدعت ہے اور طریقہ روافض ہے، اس کو ترک کرنا ضروری ہے کذا فی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ۔

عید ملنا

سوال [۸۷۳]: معانقہ بعد نماز عیدین رسماً ہو یا سنت سمجھ کر کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز

= مکروہہ لا أصل لها فی الشرع، و أنه ینبہ فاعلها أولاً و یعز ثانیاً، ثم قال: وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل: إنهما من البدع، و موضع المصافحة فی الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه، لا فی أديار الصلوات، فحيث وضعها الشرع يضعها، فینهی عن ذلك، و یزجر فاعلها لما أتى به من خلاف السنة الخ. (رد المحتار، کتاب الحظرو الإباحة، باب الإستبراء وغیره: ۳۸۱/۶، سعید)

(۱) وفی رد المحتار: "تکرہ المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال؛ لأن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماصافحوا بعد أداء الصلاة، و لأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ عن الشافعية أنها بدعة مکروہة لا أصل له فی الشرع". (کتاب الحظرو الإباحة، باب الإستبراء: ۳۸۱/۲، سعید)

وفی المرفقة: "فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقة، وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاکرہ العلم وغیره مدّة مديدة، ثم إذا صلّوا، يتصافحون، فاین هذا من السنة المشروعة؟ ولهذا صرح بعض علماء نابأنها مکروہة حينئذ، و أنها من البدع المذمومة".

(کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة: ۴۵۸/۸، رشیدیہ)

یابدعت ہے تو اگر روکنے سے حرج عظیم کا خطرہ ہو تو روکے یا نہیں؟ اور اگر اس خیال سے کرے کہ دلوں میں سینہ بسینہ مل کر محبت پیدا ہوگی، کینہ و حسد دور ہوگا، آپس میں میل جول ہوگا تو کیا حکم ہے؟

عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

الجواب حامداً ومصلیاً:

عیدین کا معانقہ و انفض کا شعار ہے اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ دل میں کینہ اور حسد رکھتے ہوئے محض عید کو معانقہ کر لینے سے ہرگز سینہ صاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۸۷۴]: عید گاہ سے واپسی پر مسلمان آپس میں نہایت محبت اور خلوص سے ملتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے؟ یا اس کے بدعت ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عید ملنا (مصافحہ اور معانقہ کرنا) بے اصل ہے، علامہ شامی نے اس کو رد انفض کا طریقہ لکھا ہے، یہ

(۱) (تقدم تخریجہ من رد المحتار، کتاب المحظور والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۲/۳۸۱ سعید تحت عنوان "نماز عید کے بعد مصافحہ")

قال ابن حجر: "قال النووي: وأما تخصيص المصافحة بما بعد صلواتي الصبح والعصر، فقد مثل ابن عبد السلام في "القواعد" البدعة المباحة بها، قال النووي: أصل المصافحة سنة، وكونهم حافظوا عليها في بعض الأحوال لا يخرج ذلك عن أصل السنة، قلت: وللنظر فيه مجال فإن أصل صلاة السافلة سنة مرغّب فيها، ومع ذلك فقد كره المحققون تخصيص وقت بها دون وقت، ومنهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لأصل لها، ويستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمر بالحسن". (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة: ۱۱/۵۵، دارالمعرفة)

(و کذا فی السعاية علی شرح الوقایة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرآءة: ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاہور)

بدعت قبیحہ ہے (۱) اس کا ترک کرنا لازم ہے، اس طرح مبارک باور دینا کہ ”تقبل اللہ منا و منکم“ درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

مصافحہ بعد الفجر والعصر

سوال [۸۷۵]: زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحاح ستہ سے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل و عمل سے ثابت نہیں، زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جمہور علماء کا بھی یہ عمل نہیں رہا ہے اور نہ ان کے عمل سے ثابت ہے، ایسا ہی عصر کی نماز کے بعد کہتا ہے جائز نہیں۔ عمر کہتا ہے کہ دونوں وقتوں میں مصافحہ کرنا جائز و لازمی ہے، اس کا ثبوت عمر یہ دیتا ہے کہ فجر و عصر کے بعد سنتیں نفلیں نہیں ہیں اس لئے مصافحہ کرنا دونوں وقتوں کی نمازوں کے بعد لازمی و ضروری ہے۔ زید یہ کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے مذکورہ وقتوں کی نماز کے بعد رسم کر لی ہے ورنہ حدیثوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، عمر یہ بھی کہتا ہے یہ کہ رسماً مصافحہ جائز ہے۔ لہذا زید و عمر کی بحث کا جواب صحاح ستہ کی حدیثوں کی روشنی میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل کے ساتھ مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مصافحہ کی ترغیب اور فضیلت احادیث میں موجود ہے (۳)، اس لحاظ سے یہ اسلامی کام ہے، اس کو

(۱) (تقدم تخريجه من فتح الباري، كتاب الاستيذان، باب المصافحة، والسعاية للعلامة اللكنوي علي

شرح الوقاية“ باب صفة الصلوة، والمرقاة شرح المشكوة، باب المصافحة، تحت عنوان ”عيدلتا“

(۲) ”والتهنئة بيقبل الله منا و منكم لاتنكروا“۔ (الدر المختار)

وفي رد المحتار: وقال المحقق ابن أمير حاج: بل الأشبه أنها جائزة مستحبة في

الجملة..... ثم قال: والتعامل في البلاد الشامية والمصرية ”عيد مبارك عليك“ ونحوه“۔ (باب

العبدین: ۱۶۹/۲، سعید)

(۳) ”عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:.....“

”والمسلمان إذا تصافحوا لم يبق بينهما ذنب إلا سقط“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان“۔ (المشكوة،

كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۲۰۱، قديمي)

اسلام ہی کی ہدایت کے مطابق انجام دینا چاہیے۔ شریعت نے اس کا وقت ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد کا وقت اس کے لئے تجویز نہیں کیا (۱)۔

پس نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کر لینا خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً ہی ہو، یا اس وقت مصافحہ کے لئے کوئی مخصوص فضیلت تصور کرنا بلا دلیل ہے اور ایک مطلق کو مقید کرنا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، جیسے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد جب انصراف فرماتے تو داہنی یا بائیں کسی جانب کا التزام نہ فرماتے۔ پس اگر کوئی شخص داہنی جانب کا التزام کرنے لگے تو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”یہ شیطان کا حصہ ہے“ (۲)، حالانکہ نماز کے

(۱) ”قال النووي: اعلم أن المصافحة سنة، ومستحبة عند كل لقاء، وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر، لأصل له في الشرع على هذا الوجه، ولكن لا بأس به؛ لأن أصل المصافحة سنة، وتكونهم محافظين عليها في بعض الأحوال لا يخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع بأصلها، وهي من البدعة المباحة. . . . ولا يخفى أن في كلام الإمام (أى النووي) نوع تناقض؛ لأن إتيان السنة في بعض الأوقات لا يسمى بدعة مع أن عمل الناس في الوقتين المذكورين ليس على وجه الإستحباب المشروع، فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، وقد يكون جماعة يتلافون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذا صلوا، يتصافحون، فأين هذا في السنة المشروعة؟ ولهذا صرح بعض علمائنا بأنها بدعة مكروهة حينئذٍ، وأنهم من البدع المذمومة.“ (المرواة شرح المشكوة كتاب الآداب، باب المصافحة والمعاينة؛ ۴۵۸/۸، وشيخه)

وقال ابن حجر بعد قول النووي: ”و لنظريه مجال، فإن أصل صلوة النافلة سنة مرغّب فيها، ومع ذلك فقد ذكره المحققون تخصيص وقت بهادون وقت، ومنهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لا أصل لها، ويستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمر بالحسن.“ (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة؛ ۵۵/۱، دار المعرفة بیروت)

(۲) ”عن الأسود قال: قال عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: لا يجعل أحدكم للشيطان شيئاً من صلواته، يرى أن حقاً عليه أن لا يتصرف إلا عن يمينه“ لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيراً يتصرف عن يساره.“ (صحيح البخاری، کتاب الأذان، باب الإنفصال والانصراف عن اليمين والشمال؛ ۱۱۸۱، قديمی)

بعد انصراف ہوتا ہی ہے اور فی نفسہ دہشی جانب کو بائیں جانب پر فضیلت بھی حاصل ہے، مگر اس جگہ مطلق انصراف کو دہشی جانب کے ساتھ مقید کرنے کی اجازت نہیں دی، جس طرح کسی ہیئت خاصہ غیر ثابتہ کا اپنی طرف سے ایجاد یا التزام ممنوع ہے۔

در مختار میں چند کتابوں کے حوالہ سے امام نوویؒ سے نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت کہہ کر اجازت دی ہے، لیکن امام نووی حنفی نہیں ہیں شافعی المذہب ہیں، نیز انھوں نے کسی حدیث یا آثارِ صحابہ سے یا قول مجتہد سے اس کا ماخذ بیان نہیں کیا، اس وجہ سے دوسرے شوافع علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صراحۃً رد کیا ہے۔ ابن حجرؒ نے اس کو بدعت مکروہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

علامہ ابن الحاج ماکئیؒ نے بھی لکھا ہے کہ شریعت نے مصافحہ کے لئے نمازوں کے بعد کا وقت تجویز نہیں کیا، جو شخص ایسا کرے اس کو منع کر دیا جائے اور ڈانٹ دیا جائے۔ حنفیہ کی معتبر کتاب ”ملقط“ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا اور یہ تو روافض کا طریقہ ہے، نیز سلف سے کہیں منقول نہیں۔ علامہ شامی حنفی نے ان نقول کو رد المختار: ۲۲۳/۵ میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

”أن المواظبة عليها بعد الصلوة خاصة قديرة إلى الجهلة إلى اعتقاد سنينها في خصوص هذه المواضع، وأن لها خصوصية زائدة على غيرها من أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف في هذه المواضع. ونقل في التبيين عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة لكن حالاً؛ لأن الصحابة ما صافحوا بعد أداء الصلوة، ولأنهم من سنن الروافض. ثم نقل عن ابن حجر: ۴/۵ من الشافعية أنها بدعة مكروهة لأصل لها في الشرع، وأنه ينبه فاعليها أولاً ويعزر ثانياً؛ ثم قال: وقال ابن الحاج رحمه الله تعالى من المالكية في المدخل: ۴/۲۸۸: إنها من البدع، وموضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لأفنى أدبار الصلوة، فحيث وضعها الشرع يضعها، فينهى عن ذلك، ويزجر فاعله لما أتى به من خلاف السنة“ (۱)۔

(۱) (کتاب المحظور والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ: ۳۸۱/۲، سعید)

(المدخل لابن الحاج: ۲/۲۲۳، فصل فی البدع التي احدثت فی المجالس، مصطفى البابی، مصر)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: لا يجعل أحدكم لشيطان شيئاً من صوة يرى أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه، لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره، (مشکوٰۃ شریف، ص: ۸۷) (۱)۔

امام نوویؒ شائع ہیں، خود شوافع ان کے اس قول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتاویٰ کبریٰ فقہیہ: ۴/۳۵، ۳۷ میں لکھا ہے کہ یہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بے اصل ہے، بدعت ہے، مکروہ ہے، جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تخریج کی جائے یعنی سزا دی جائے۔ مالکیہ بھی تسلیم نہیں کر رہے ہیں، جیسا کہ المذلل: ۲/۲۸۸ میں ہے۔ حنفیہ بھی اس کو ممنوع لکھتے ہیں، جیسا کہ مجالس الابرار مجلس: ۸ (۲) اذاعت: المصنفات ص ۲۰ ج ۳ (۳)، عزیز الفتاویٰ: ۱/۳۰۳ (۴) میں ہے۔

بعض اہل مطالعہ کو درمختار کی عبارت سے شبہ ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ نووی سے نقل کر رہے ہیں جو کہ حنفی نہیں، اسی پر رد المختار میں اس کی تردید کے لئے متعدد کتب سے عبارات نقل کی ہے۔ شرح عقود رسم المفتی (۵) میں لکھا ہے کہ درمختار میں بعض دفعہ اختصار نقل میں ہوتا ہے، بعض دفعہ غیر مختار، غیر مفتی بہ، مرجوح، ضعیف قول نقل

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد، ص: ۸۷، قدیمی)

(۲) ”مصافحہ میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہوا اور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے نماز جمعہ وعیدین کے بعد جیسا کہ اس زمانے میں عادت ہے، تو یہ چونکہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، اسلئے بلا دلیل ہے۔ اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے، اس میں تقلید جائز نہیں ہے، بلکہ وہ روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس کو رد کرتی ہے“ (من احدث فی امرنا هذا الخ) (ترجمہ مجالس الابرار المفتی کفایت اللہ، پچاسویں مجلس، ص: ۳۶۱، دارالاشاعت)

(۳) ”تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”مصافحہ بعد العیدین““

(۴) ”نماز عیدین میں یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت چاہنا اور معمول یہ نہ ہونا فقہاء نے منع لکھا ہے اور ”تتمین الحارم“ میں اس کو روافض کے طریقے سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند الموسومہ بعزیز الفتاویٰ، کتاب السنۃ والبدعہ، ص: ۱۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(۵) ”و من الكتب العربیة“ ملامسکین شرح الكنز ”..... أو لنقل الأقوال الضعیفة کصاحب ”القنیه“ أو الإختصار“ کالدرا المختار للحصفی

المنقول عنه و الإطلاع علی مأخذها الخ (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۶، میر محمد)

کر دیتے ہیں اس لئے محض اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، جب تک ماخذ سامنے نہ ہو، جہاں کہیں ایسی چیز درمختار میں ہوتی ہے علامہ شامیؒ اس پر تنبیہ فرمادیتے ہیں کہ یہ مرجوح ہے یا غیر مفتی بہ، دوسری فلاں فلاں کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ اس کے مصنفہ والے مسئلہ میں تنبیہ کر دی ہے (۱)۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۲/۸۹ھ۔

نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور بعد میں مصافحہ

سوال [۸۷۶]: ہمارے یہاں شافعی مسنک کے لوگ رہتے ہیں وہ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل یہ دعا: "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"۔
یامعشر المسلمین رحمکم اللہ! قدر ویا فی الخبر عن سید البشر شفیع أمتہ فی یوم المحشر، سید الأشراف و متمم مکارم الأخلاق والأوصاف، سیدنا عرب العجم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، أنه ما إذا صعد الخطيب عن المنبر، ثم خطب فلا يتكلم أحدكم، من تكلم فقد لغا، ومن لغا فلا جمعة له، أنصتوا رحمکم اللہ، فاستمعوا یغفر الله تعالیٰ ولوالدینا ولوالدیکم، واستاذنا ولاستاذکم، وجميع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات" مؤذن کھڑا ہو کر پڑھتا ہے اور عصا اپنے ہاتھ

(۱) "و نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط أنه تکره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال؛ لأن الصحابة رضي الله تعالى عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلوة، ولأنها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لأصل لها في الشرع، وأنه ينفذ فاعلها أولاً ويعززانها، ثم قال: وقال ابن الحاج من المالكية في المدخل: إنها من البدع، وموضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه، لا في أدبار الصلوات، فحيث وضعها، الشرع يضعها، فينهى عن ذلك، ويزجر فاعلها ما أتى به من خلاف السنة الخ" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۳۸۱/۶، سعید)

سے خطیب کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ اور خطیب کے منبر پر چڑھنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے جس کو خود مؤذن پڑھتا ہے: ”اللہم أعز الإسلام والمسلمین، وأذل الشریک والمشرکین، برحمتک یا ارحم الراحمین“ اس کے بعد خطیب منبر پر رونق افروز ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اذان دی جاتی ہے، خطبہ اولیٰ ختم ہو جانے کے بعد یہ دعا مؤذن بلند آواز سے پڑھتا ہے اور سب آمین کہتے ہیں، دعا یہ ہے: ”اللہم اختتم لنا بالخیر بحرمتک القرآن العظیم، وأکرم الکریم، برحمتک یا ارحم الراحمین، والحمد للہ رب العالمین۔“

اس کے بعد خطبہ ثانیہ ہوتا ہے، بعد نماز پڑھی جاتی ہے نماز کے فوراً بعد سب آدمی مسجد میں سلام و مصافحہ کرنے لگتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

ایک صاحب وہ دعائیں جو اوپر درج کی گئی ہیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود نہیں ہے۔ لہذا حضرت والا سے استدعاء ہے کہ مکمل و مدلل تحریر فرمائیں کہ فقہ شافعی میں حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود ہے یا نہیں اور ان کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ جمعہ سے متعلق ان دعاؤں کا پڑھنا حدیث و فقہ سے ثابت نہیں، جو ثابت مانتے ہیں وہ دلیل دیں۔ فقہ حنفی کی مبسوط کتاب رد المحتار: ۵/۲۳۳ (۱) میں مصافحہ کے لئے نماز کے بعد وقت مقرر کرنے کو

(۱) (قولہ: کما أفادہ النووی فی أذکارہ) حیث قال: اعلم أن المصافحة مستحبة عند کل لقاء، وأما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر، فلا أصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولكن لا بأس به، فإن أصل المصافحة سنة ... قال الشیخ أبو الحسن البکری: وتقبیده بما بعد الصبح والعصر علی عادة کانت فی زمنہ والإفْعَب الصلوات کلها کذلک اهـ۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ: ۵/۲۸۱، سعید)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الصلوة، باب فی صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/۲۳۵، سعید)
(و کذا فی کتاب الأذکار للنووی، کتاب السلام والاستئذان الخ۔ فصل فی المصافحة: ۳۳۳، ۳۳۴، دار البیان، بیروت)

(و کذا فی فتح الباری، کتاب الاستئذان، باب المصافحة: ۵۵/۱۱، دار المعرفة)

بدعتِ ممنوعہ اور طریقہٴ روافض لکھا ہے جس کا ترک لازم ہے، حافظ ابن حجر شافعی سے نقل کیا ہے کہ:
 ”انها بدعة مكروهة، لا أصل لها في الشرع، وينبه فاعنها أولاً، ويعزر ثانياً اه“ (۱)۔ یعنی
 نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت و مکروہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جو ایسا کرے اس کو اولاً
 تنبیہ کی جاوے، نہ مانے تو تعزیر کی جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔



(۱) (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ:

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان

اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال [۸۷۷]: اذان میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے اور جو لوگ انگوٹھے چومنے والی حدیث پیش کرتے ہیں کیا وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اور موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا جواب دینا سنتِ موکدہ واجب کے قریب ہے (۱)۔ اذان میں انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔ کتاب الفردوس (۲) میں وہ روایت موجود ہے، لیکن اس کتاب کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس میں موضوع روایت بہت ہیں (۳)۔ موضوع روایت وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، بلکہ کسی اور نے جھوٹ بات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہو۔ کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ (۴) میں بھی یہ روایت موجود ہے، لیکن علامہ شامیؒ نے

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن" هشام عن يحيى نحوه، قال يحيى: وحدثني بعض إخواننا أنه قال: لما قال: "حتى على الصلوة" قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، وقال: هكذا سمعنا نبيكم صلى الله تعالى عليه وسلم يقول"، (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي: ۸۶/۱، قديمي)

(۲) "و فی کتاب الفردوس: "من قبل ظفری إبهامیه عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله في الأذان، أنقائده و مدخله في صفوف الجنة"، (رد المحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعيد)

(۳) "دریں کتاب موضوعات و احیاء تودہ تودہ مندرج"، (بستان الحکمتین، حافظ شیرازی کا تذکرہ، ص: ۱۶۲، سعید)

(۴) "ثم يقول: "اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري إبهامين علي العينين كذا في كنز العباد، قهستاني، ونحوه في الفتاوى الصوفية وذكر الجراحى وأطال، ثم قال: لم يصح في =

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ فتاویٰ صوفیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس پر فتویٰ دینا درست نہیں (۱)۔ علامہ ابن عابدین نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”وذكر ذلك الجراحى و أطال، ثم قال: ولم يصح فى المرفوع من كل هذا شئ اھـ“

(شامی: ۱/ ۲۶۷) (۲)۔

ترجمہ: جراحى رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث موجود نہیں جس سے انکوٹھا چومنے کو مسنون یا مستحب قرار دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

اسم مبارک سن کر انکوٹھے چومنا

سوال [۸۷۸]: ”أشهد أن محمدًا رسول الله“ پراٹوٹھا چومنا اور ہر سنت کے بعد دو عاماتنا، فرض

= المرفوع من كل هذا شئ۔ (ردالمحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعید)

”مسح العينين بباطن أمتلي السابطين بعد تقبلهما ذكره الديلمى فى الفردوس
وكذا ماور وأبو العباس أحمد بن أبى بكر رداد اليماني المتصوف فى كتابه ”موجبات الرحمة وعزائم
مغفرة“ بسند فيه مجاهيل ولا يصح فى المرفوع من كل شئ“۔ (المقاصد الحسنة، حروف الميم،
ص: ۳۴۰-۳۴۱، رقم الحديث: ۱۰۱۹، دار الكتب العلمية)

(۱) فتاویٰ صوفیہ پر رد کے بارے میں علامہ شامیؒ کی مذکورہ بالا جزیئہ کے علاوہ دوسرا سریجی جزیئہ نہیں ملا البتہ اس کے رد میں علامہ عبدالحی کلکوئیؒ کی صریح عبارت موجود ہے فرماتے ہیں: ”ابن تفصیل رادر بعض کتب فقہ مستحب نوشتہ است، نہ واجب و نہ سنت، مثل کنز العباد و خزائن الروایات و جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ وغیرہ، مگر در اکثر کتب معتبرہ متداولہ نشان آن نیست، و آن کتب کہ در آنہا این مسئلہ مذکور است غیر معتبر اند، چنانچہ جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد وغیرہ ازین وجہ کہ در این کتب رطب و یابس بلا تنقیح مجتمع است، تفصیل آن در رسالہ ”من النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير“ موجود است، و احادیثیکہ درین باب فقہاء نقل میکنند آنها بتحقیق محدثین نیستند، الخ“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، أوائل کتاب الکراهیة: ۳/ ۳۲۵، امجد اکیدمی)

(۲) (ردالمحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعید)

(ر کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ للعلامة الکنتری، کتاب الکراهیة: ۳/ ۳۲۵، امجد اکیدمی لاہور)

نماز کے بعد دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر پھر زمین پر لگانا، پھر کان کی لو پکڑنا (توبہ کا طریقہ سمجھ کر) کیسا ہے، تسبیح پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”اشھد ان محمد رسول اللہ“ پراگوٹھے چومنا اور اس کو ثواب سمجھنا شرعاً ثابت نہیں، دعاء ہر نماز فرض سنت نفل کے بعد درست ہے۔ توبہ کا یہ طریقہ جو کہ عوام میں رائج ہے، قابل اتباع نہیں بلکہ قابل ترک ہے۔ تسبیح پڑھنے کے بعد دعاء مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے بعد انگوٹھا چومنا

سوال [۸۷۹]: بعض لوگ اذان کے بعد انگوٹھا چومتے ہیں، اس کے بارے میں کوئی حدیث ہے؟
محی الدین کلکتہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی نے تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس کے واسطے کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ رد المحتار جلد اول، ص: ۲۶۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انگوٹھے چومنا اور حیلہ اسقاط

سوال [۸۸۰]: جو مسلمان اذان کے وقت انگوٹھا نہ چومے وہ کافر ہے یا مسلمان، کیا اس کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... ہمارے ملک میں مردہ پر سے صوم وصلوۃ کے اسقاط کا یہ رواج ہے کہ دو سیر گندم اس پر ایک روپیہ اور قرآن مجید یہ تینوں چیزوں کو ملا کر دو تین آدی جو کہ ان میں کوئی مسکین نہیں ہوتا ہے، آپس میں ملک و تملیک

(۱) ”و ذکر الجراحى فإطال، ثم قال: و لم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء“۔ (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۹۸، سعید)

(۲) (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۹۸، سعید)

(و کذا فی مجموعه الفتاوی علی هامش خلاصۃ الفتاوی، أوائل الکراہیۃ: ۳/۳۲۵، رشیدیہ)

کرتے ہیں، یہ فقہ میں بھی مروجہ طریقہ ہے یا نہیں اور جو شخص اس مروجہ طریقہ کا قائل نہ ہو اس کو ملامت کرنا اور اس پر دھبہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اذان کے وقت انگوٹھے چومنا کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، لہذا اس کو سنت سمجھنا غلط ہے (۱)، البتہ بعض سلف سے آشوب چشم کا علاج ہونے کی حیثیت سے منقول ہے (۲)، پھر اس کے ترک پر کفر کا حکم تو کیا ہوتا ترک استحباب کا بھی نہیں، کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی کا فر کہنا نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے (۳)۔

۲..... یہ طریقہ بدعت و بے اصل ہے، اس سے صوم و صلوٰۃ وغیرہ میت کے ذمہ سے کچھ ساقط نہیں ہوتا اس سے اجتناب واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر العلوم سہارنپور۔

اذان میں انگوٹھے چومنا

سوال [۸۸۱]: اذان میں آنحضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا مولانا عبدالشکور صاحب نے ”کنز

(۱) ”قدمضیٰ تخریجہ من رد المحتار لابن عابدین و مجموعۃ الفتاویٰ لعبدالحی اللکنوی“ تحت عنوان ”اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک تکرار انگوٹھے چومنا“

”مسح العینین بباطن أنملتی السبابتین بعد تقییلہما عند سماع قول المؤذن: أشهد أن محمداً رسول الله... ذكره الدیلمی فی الفردوس..... وأبو العباس فی ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ بسند فیہ مجاہیل... ثم روى بسند فیہ من لم أعرفه... ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شئی.“
(المقاصد الحسنیة، ص: ۳۴۰، ۳۴۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۹، دار الکتب العلمیہ)

(۲) اس کے بارے میں علامہ عبدالحی نے ”تذکرہ“ سے عدم صحت نقل کیا ہے، کما سیاتی من مجموعۃ الفتاویٰ لہ:
(۳۴۵/۴، امجد اکیدمی)

(۳) ”عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لا یومی رجل رجلاً بالفسوق ولا یومیہ بالكفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك.“ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

العمال سے ثابت کیا ہے کہ پہلے مرتبہ حضرت کے نام پر ”صلی اللہ علیہ یارسول اللہ“ کہے، یہ صیغہ حاضر کے ہیں تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر تصور کریں؟ بہار شریعت میں بحوالہ ردالمحتار لکھا ہے کہ جب مؤذن: ”أشهد أن محمداً رسول الله“ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے اور آنگوٹھوں سے لگائے اور کہے: ”قرۃ عینی بنت یارسول اللہ ألتھم، معنی بالسمع والبصر“۔ یہ قول مفتی بہ ہے یا ردالمحتار نے کچھ تنقید کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حدیث کو بحوالہ ”فردوس دیلمی“ نقل کر کے تذکرۃ الموضوعات، ص: ۳۴ میں لکھا ہے: ”لا یصح“ (۱) اور ابوالعباس متصوف کی سند کو لکھا ہے: ”فیہ مجاہیل“ (۲)، اس کے بعد بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوب چشم کا مجرب علاج ہے (۳)۔ پس اس کو سنت بدی سمجھ کر بطور عبادت کرنا بے اصل بلکہ بدعت ہے، اس لئے ترک لازم ہے، ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اسی طرح کرے جس سے دوسروں کو سنت و ثواب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔ کنز العمال میں ہر طرح کی روایات ہیں، موضوعات بھی ہیں، ردالمحتار (۴) میں اس کو ”کنز العباد“ کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا درجہ کنز العمال سے بھی

(۱) ”ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث أبی بکر الصدیق أن لما سمع قول المؤذن: ”أشهد أن محمداً رسول الله، قال مثله، وقبل بباطن الأملتين السبابة، ومسح عينيه، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من فعل مثل ما فعل خليلي، فقد حلت عليه شفاعتي،“ و لا یصح“۔ (تذکرۃ الموضوعات لمحمد بن طاہر بن علی الفتی، باب الأذان ومسح العينین فیہ ونحوہ، ص: ۳۴، مطبعة الشرق بمصر)

(۲) ”و کذا (أی لا یصح) ما أورده أبو العباس بسند فیه مجاہیل مع انقطاعه عن الخضر علیہ السلام أنه ”من قال حين سمع أشهد أن محمداً رسول الله: مرحباً بحبيبي و قرۃ عینی محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم يقبل إبهاميه و يجعلهما على عينيه، لم يعم ولم يرمأبدأ“۔ (تذکرۃ الموضوعات، ص: ۳۴)

(۳) ”و حکى البعض: من صلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سمع ذكره في الأذان، و جمع أصبعيه المسبحة والإبهام، و قبلهما و مسح بهما عينيه، لم يرمأبدأ“۔ (تذکرۃ الموضوعات، ص: ۳۴)

(۴) ردالمحتار، باب الأذان: ۱، ۳۹۸، سعید

کمزور و ضعیف ہے، اس میں ایسی روایات ضعیفہ موضوعہ اور مسائل غریبہ ہیں، جن پر فتویٰ ہرگز نہیں دیا جاسکتا ہے۔ النافع الكبير (۱) میں اس کتاب کا حال مذکور ہے۔ فردوس دیلمی کے متعلق بتان الحمد للہ، ص: ۶۱ (۲) مصنف کا حال نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”امادہ اتقان معرفت و علم او قصور نیست۔ در سقیم و صحیح احادیث تمیز نمی کند، و سند او دریں کتاب فردوس موضوعات و واهیات تودہ تودہ مندرج اہ“۔ قہستانی اور فتاویٰ صوفیہ سے بھی انتخاب نقل کیا ہے (۳)، خود علامہ شامی فرماتے ہیں: ”القہستانی کجارف سیل و حاطب لیل اہ“ (۴)۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے: ”نقد صدق عصام الدین فی حق القہستانی اَنہ لو یکن من تلامذۃ شیخ الإسلام النہروی، لامن اعلیہم ولا من ادنیہم، وإنما کان دلال الکتب فی زمانہ، ولا کان یعرف بالفقہ و غیرہ بین أقرانہ، و یؤیدہ اَنہ یجمع فی شرحہ ہذا بین الغث والنسین والصیح والطعیف من غیر تحقیق و تدقیق، فہر کحاطب اللیل الجامع بین الرطب والیابس فی اللیل اہ“ (۵)۔ فتاویٰ صوفیہ کے متعلق عمدۃ النہایہ میں برکلی سے نقل کیا ہے: ”إنہا لیست من الکتب

(۱) ”و کذا کنز العباد (ای من الکتب الغیر المعبرۃ)، فإنہ مملوء من المسائل الواہیۃ والأحادیث الموضوعۃ، لا عبرۃ لہ، لا عند الفقہاء و لا عند المحدثین“۔ قال علی القاری فی ”طبقات الحنفیۃ“ علی بن أحمد الغوری لہ کتاب أجمع فیہ مکروہات المذہب سماہ ”مفید المستفید“ و لہ ”کنز العباد فی شرح الأوراد“ قال العلامة جمال الدین المرشدی: فیہ أحادیث سمجۃ موضوعۃ لا یحل سماعہا“، انتہی“۔ (النافع الكبير للکونى علی الجامع الصغير، ص: ۲۹، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (بتان الحمد للہ المحدثین اردو فارسی، بحث فردوس دیلمی، عنوان: حافظ شیریں کا تذکرہ، ص: ۶۲، سعید)

(۳) (رد المحتار، باب الأذان: ۳۹۸، سعید)

(۴) (تنقیح الفتاویٰ الشامدیۃ لابن عابدین: ۳۵۲/۲، کتاب الحظر والإباحۃ، مسئلۃ لبس الأحمر، المطبعۃ المیمیۃ، مصر)

(۵) (لم أظفر علی طبقات الحنفیۃ للقاری)

(وقد ذکرہ للکونى فی النافع الكبير علی الجامع الصغير ص: ۲۷، إدارة القرآن کراچی)

المعتبرة، فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول“ (۱)۔

نیز علامی شامی نے اس کو یہ تنقید نہیں چھوڑا، ان کتب کا حوالہ نہ دینا بھی تنقید ہے، پھر اخیر میں ہے:

”لم يصح في المرفوع من كل هذا شيء اه“ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم الحرام/۱۴۰۰ھ۔

بوقت اذان تقبیل اہل بیت

سوال [۸۸۲]: ما يقول العلماء الفقهية والإعتقادية في مسألة: رجل سمع النداء،

فلما بلغ المؤذن عند قول: أشهد أن محمداً رسول الله “فقبل إبهاميه، فوضع على عينيه، وقال

من فيه: قرّة عيني بك يا رسول الله، فطعن عليه رجل آخر، فقال: هذا فعل حرام، فيغضبان

بينهما، ولا يتكلمان بينهما، من أصاب الحق ومن أخطأ؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

قال الشامي في رد المحتار: ۲۷۹/۱ ”يستحب أن يقال عند سماع الأولى من

الشهادة: صلى الله عليك يا رسول الله، وعند الثانية منها: قرّة عيني بك يا رسول الله، ثم يقول:

اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الإبهامين على العينين، فإنه يكون قائداً له إلى

الجنة، كذا في كثر العباد اه، قهستانی. ونحوه في الفتاوى الصوفية. وفي كتاب الفردوس: من

قبل ظفري إبهاميه عند سماع ”أشهد أن محمداً رسول الله“ في الأذان، أناقائده ومدخله في

صفوف الجنة، وتماه في حواشي البحر للمزملی ”المقاصد الحسنة للسخاوی، وذكر ذلك

الجراحي وأطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء اه“ (۳)۔

(۱) (مقدمة عمدة الرعاية: ۱/۲، سعيد)

(وأنظر النافع الكبير للكنوي على الجامع الصغير ص ۳۰۰، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (رد المحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعيد)

(۳) (رد المحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعيد)

قلت: ذكر القارى (١) والشوكانى (٢) والفتنى (٣) فى الموضوعات هذا حال الرواية، وأما تقبيل إبهامين عند ذلك ووضعهما على العينين، فهو عمل لاستشفائهما عن الرمء، منقول عن بعض السلف، لا يزيد على هذا (٤) فمن فعل هذا على وجه القرية والمثوبة، فهو بدعة ينبغى تركها. وأما النداء فإن اعتقد أن السلائكة تبغى إلى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بإذنه تعالى فلا بأس، وإن اعتقد أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يسمع بغير توسط أحد من كل مكان، فهو غير ثابت، بل هو شعبة من علم الغيب، وهو أمر تفرد به الله تعالى، وكفر الحنفية تصريحاً من اعتقد أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يعلم الغيب و شريك معه تعالى فى علم الغيب لمعارضه قوله تعالى: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (٥) ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (٦) كذا فى شرح الفقه الأكبر (٧) - وأما الكتب التى نقل عنها الشامى أعنى "كنز العباد" و"الفتاوى الصوفية"

(١) "مسح العينين بباطن أنملتى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن: أشهد أن محمداً رسول الله، مع قوله: أشهد أن محمداً عبده ورسوله، رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد عليه الصلوة والسلام نبياً". ذكره الديلمى فى "الفردوس" عن حديث أبى بكر الصديق أن النبى عليه الصلوة والسلام قال: "من فعل ذلك، فقد حلت شفاعتى". (الموضوعات الكبرى: ٢٠١، رقم الحديث: ٨٢٩، قديمى)

(٢) "من قال حين يسمع أشهد أن محمداً رسول الله مرحباً بحبيبتى وقررة عيني محمد بن عبد الله، ثم يقبل إبهاميه، ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمد أبداً". قال فى التذكرة: لا يصح". (الفوائد المجموعة فى الأحاديث الموضوعية، ص: ٢٠، رقم الحديث: ١٩، كتاب الصلاة، السنة المحمدية الظاهرة)

(٣) "ذكره الديلمى فى الفردوس من حديث أبى بكر الصديق أنه لما سمع قول المؤذن: "أشهد أن محمداً رسول الله، قال مثله، وقبل بباطن الأنملتين السبابتين، ومسح عينيه، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "من فعل مثل ما فعل خليلي، فقد حلت عليه شفاعتى". "و لا يصح". (تذكرة الموضوعات لمحمد بن طاهر بن على الفتى، باب الأذان ومسح العينين فيه ونحوه ص: ٣٣، مطبعة الشرق بمصر)

(٤) "و حكى عن البعض من صلى على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سمع ذكره فى الأذان، وجمع أصبعيه: المسبحة والإبهام، وقبلهما ومسح بهما عينيه، لم يرمد أبداً". (تذكرة الموضوعات للفتى ص: ٣٣)

(٥) (النمل: ٦٥) (٦) (الأنعام: ٥٩)

(٧) "وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به سبحانه... ثم اعلم أن الأنبياء عليهم الصلوة والسلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما علمهم الله تعالى أحياناً، وذكر الحنفية تصريحاً بالكفر باعتقاده أن =

و"كتاب الفردوس" فكنها لا يعتمد عليها، لكونها جامعة للرطب واليابس، كما صرح به في النافع الكبير (۱) وستان المحدثين (۲) - فقط واللهم سبحانك تعالیٰ اعلم -
حرره العبد محمود غفر له -



= النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام يعلم الغیب لمعارضة قوله تعالى: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ كذا في المسامرة". (شرح الفقه الأكبر للقاری، ص: ۱۵۱، قديمي)
(۱) وكذا "كنز العباد" (أى من الكتب الغير المعتمدة) فإنه مملوء من المسائل الواهية والأحاديث الموضوعة، لا عبرة له، لا عند الفقهاء ولا عند المحدثين. قال على القاری فی "طبقات الحنفية": على بن أحمد الغوری له كتاب جمع فيه مكروهات المذهب سماه "مفيد المستفيد" وله كنز العباد فی شرح الأوراد" قال العلامة جمال الدين المرشدي: فيه أحاديث سمجة موضوعة لا يحل سماعها، ص: ۲۹
وكذا "الفتاوى الصوفية" لفضل الله محمد بن أيوب المنتسب إلى ماجو، تلميذ صاحب جامع المضمومات شرح القدوري... قال البركلي: الفتاوى الصوفية ليست من الكتب المعتمدة، فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول. انتهى". (النافع الكبير للكنزى على الجامع الصغير، ص: ۲۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "حافظ يحيى بن منده در حقی او گفته كه جوآنس زيرك وحسن خلق در مذهب سنّ متصالب ست. واز اعتزال دور مرده كم گنو وديسرهل. اما درا تقان معرفت و علم او قصور است. در صحيح وسقيم احاديث تمميز نمى كند، دولهذا درين كتاب او موضوعات وواهيات توده توده مندرج". (ستان المحدثين، ص: ۱۶۲، سعيد)

میلاد، سیرت کی محافل اور عرس کا بیان

محفل میلاد

سوال [۸۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

میلاد شریف میں قیام بوقت ذکر و لادت بغرض تعظیم نبی علیہ السلام جسداً یا روحاً شرعاً مستحب یا مشروع کس درجہ میں ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو سید ہے یا حسد؟ بعض قائلین بالتقیام آیت کریمہ پارہ سورۃ فتح ﴿تَتَذَكَّرُونَ﴾ (۱) الخ اور حدیث ”قوموا إلی سیدکم“ (۲) سے استدلال کرتے ہیں۔ بصورت عدم جواز استدلال کا جواب اور بیان تو بہ زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کس طرح ثابت ہے؟ بینو بالذلیل مع حوالہ کتب تو جروا اجرا الجزیل۔ المحسینی: حکمت اللہ غفرلہ، میمن سنگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کا ذکر مبارک خواہ ذکر و لادت ہو یا عبادات، معاملات، جہاد، شب و روز کے نشست و برخاست کا ذکر ہو بلاشبہ باعث ثواب، موجب خیر و برکت ہے (۳)، مگر مجلس میلاد مردود طریقی پر ہے اصل، خلاف شرع اور بدعت ہے، بہت قبائح اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہے۔ ابن امیر حاج نے مدخل، ج: ۲، میں ۳۲/صفحات میں اس کے مفاسد کو شمار کرایا ہے (۴)۔ آپ کا سوال صرف قیام کے متعلق ہے لہذا اسی کے

(۱) (الفصح: ۹)

(۲) (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی القیام: ۷۰۸/۲، دار الحدیث ملتان)

(۳) ”نفس ذکر میلاد و شرف عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر و لادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔“

(برائین قاطعہ: ۴)

(۴) مدخل سے چند اقتباسات: ”و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات و

إظهار الشعائر، يفعلونه فی شهر ربیع الأول من المولد، و قد احتوی علی بدع و محرمات جمعة،

و مضوا فی ذلك علی العوائد الذميمة فی کونهم یشغلون فی اکثر الأزمنة التي فضلها الله تعالى =

متعلق جواب تحریر ہے کہ یہ قیام بدعت ہے (۱)؛ سورۃ فتح کی آیت سے متدل نے جو استدلال کیا ہے قیام پر، بہت بعید بلکہ بعد ہے کیونکہ اس میں کہیں قیام کا ذکر نہیں ہے اور نہ ولادت کے وقت کی کسی تعظیم کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی حتمی نہیں کہ نماز منسوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں؛ (و تعزروه) و تقووه بتقویۃ دینہ و رسالہ (و توقروه) و تعظموه (و تسبحوه) و تنزهوه أو تصلوا له من مبحر (بکرة و أضيلاً) عندوة و عشياً۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صلوۃ الفجر و صلوۃ الظهر و صلوۃ العصر۔ تفسیر ابی سعید: ۱۴۸/۷ (۲)۔

”(و تعزروه): أى تعظموا فوه بحيث لا يحتاج إلى شريك فتوحده و (توقروه): أى تعتقدوا عظمتة بحيث لا يشاركه شيء فى صفات، و غاية ذلك أن سبحوه: أى تنزهوه عن کمالات الحوادث فضلاً عن النقائص“ تفسیر الرحمن: ۲۸۳/۲ (۳)۔

= وعظمها بدع ومحرمات. "ص: ۳" ... فتعظيم هذا الشهر الشريف إنما يكون بزيادة الأعمال الزاکیات فيه و الصدقات إلى غیر ذلك من القربات، فمن عجز عن ذلك، فاقبل أحواله أن یجتنب ما یحرم علیه و یکره له تعظيماً لهذا الشهر الشريف، وإن كان ذالک مطلوباً فى غیره إلا أنه فى هذا الشهر أكثر احتراماً ... فترك الحدث فى الدين، و یجتنب مواضع البدع و ما لا ینبغى. ص: ۵-۶ ... بل یزعم بعضهم أنه يتأدب، فبدأ المولد بقراءة الكتاب العزيز، و ينظرون إلى من هو أكثر معرفة بالهنوك و الطرق المهيجة لطرب النفوس، فيقرأ عشراً، و هذا فيه من المفاصد و جوره. ص: ۶ ... ثم العجب كيف خفيت عليهم هذه المكيدة الشيطانية و الدسيسة من العين. ص: ۷ ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد على ما تقدم تشوقت نفوس النساء لفعل ذلک، قد تقدم ما فى مولد الرجال من البدع ... فكيف إذا فعله النساء. ص: ۱۲. (المدخل لابن الحاج المالکى، فصل فى المولد: ۲/۵، ۶، ۷، ۱۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) "و نظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولده صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و وضع أمه له من القیام، و هو أيضاً بدعة لم یرد فیہ شیء الخ". (الفتاویٰ الحدیثیة لابن حجر المکی الشافعی، مطلب فى أن القیام فى أثناء مولده الخ ص: ۱۱۲، قديمی)

(۲) (تفسیر أبی السعود: ۶/۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶

”وتعزروه) وتقووه بالنصر و (توقروه) وتعظموه (وتسبحوه) من التسييح ومن السبحه، والضمائر لله عز وجل، والمراد بنعزير الله تعالى تعزير دينه ورسوله، ومن فرق الضمائر، فجعل الأولين للبنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد أبعد، إلى آخره. مدارك تنزیل: ۱۴۰/۲ (۱)۔ اور ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی تقویت اور آپ کی تعظیم فرمانبرداری اور اتباع سنت میں ہے (۲) جس درجہ کوئی قبیح سنت ہوگا اسی قدر حامی دین اور آپ کی تعظیم کرنے والا ہوگا (۳) اور حوادث بدعات سے آپ کی یا آپ کے دین کی تقویت ہوتی ہے نہ تعظیم، بلکہ صریح مخالفت ہے، گویا بدعتی اپنے لئے منصب تشریع و منصب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو شخص یہ کہے یا یہ سمجھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ ہر زمان و مکان میں موجود رہتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ہیں اور تمام حرکات و سکنات کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہے (۴) اس سے توبہ کر کے تجدید ایمان بھی لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اس مجلس میلا کو منعقد نہیں کیا جاتا تھا حالانکہ وہ تمام امت

= (و کذا فی تفسیر القرطبی: ۱۶/۱۶، ۱۷، ۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وفی فتح البیان فی مقاصد القرآن: ”و تسبحوه: أى تسبحوا الله عز وجل وهو من التسييح الذى هو التنزيه من جميع النقائص وقيل: الضمائر كلها فى الأفعال الثلاثة لله عز وجل، فيكون المعنى تثبون له التوحيد، و تنفون عنه الشركاء.“ (فتح البیان: ۳۹/۹، بیروت قدیمی)
(۱) (تفسیر مدارک للنسفی: ۵۷۱/۲، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (يوسف: ۱۰۸)

(۳) قال تعالى ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ، فَإِنْ تَوَلَّوْا، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾. (آل عمران: ۳۱، ۳۲)

(۴) یہ عقیدہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُ أَفْلَاهُمْ أَيْهِمْ يَكْفُلُ مَرِيَمَ، وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾. (آل عمران: ۴۴)

وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ (يوسف: ۱۰۲)

وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا﴾. الآية (القصص: ۲۶)

سے زیادہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ تعظیم و توقیر کا حاصل بھی یہی ہے کہ آپ کی سنت کی اتباع کریں اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کی اشاعت کے لئے جان و مال، اولاد سب کچھ خدا کے راست میں فنا کر دیں، وہاں یہ معمول نہ تھا جو کہ آج کل رائج ہے کہ داڑھی چہرے پر نہیں، احکام شرع کی پابندی نہیں، رات بھر مولود پڑھا جس میں موضوع اور غلط روایات سنائیں، کچھ اشعار گائے، محلہ والوں کو سونے نہیں دیا، مجلس میں حد سے زیادہ روشنی وغیرہ کر کے ایک تماشہ کی شکل بنائی اور آخر شب میں مٹھائی اور کچھ نقد لے کر گھر آ کر سونے تو صبح کو اٹھے نوبتِ نیند سے بیدار ہوئے، نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ اگر کسی نے شرکت مجلس سے یا قیام سے انکار کیا یا یہ کہہ دیا کہ ایسی مجلس جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جاوے نا جائز ہے تو اس پر وہابیت اور کفر کے فتویٰ لگانا شروع کر دیں (۱)۔

۱۰۴ھ میں سب سے پہلے مولود شریف کے لئے کتاب تصنیف کی گئی، سلطان ابوسعید مظفر کے زمانہ میں شہر اربل میں یہ بدعت جاری ہوئی (۲)۔

”قوموا الی سیدکم“ (۳) میں میلاد نہ ذکر میلا، اس سے قیام میلاد پر استدلال کس طرح درست ہے؟ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگلو بی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عید النطفہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۵۹ھ

(۱) ”و من لا يتبع هواهم، يرمونه بالوهابية و يسحرون به، و يبدونه بالألقاب، فهداهم الله تعالى طريق

الصواب“۔ (البدع الساری الی فیض الباری لبدع عالم میر تقی: ۳۱۱، حضور راہ بکذب و دیوبند)

(۲) کتاب کا نام ”کتاب مستوفی“ ہے جس کو امین خٹکان نے اپنی تاریخ میں ”التنویر فی مولد نسراج لمیر“ سے

موسوم کیا ہے، اسکے مصنف کا نام ابو الخطاب عمر بن حسن بن دحیہ لکھی ہے، ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے، ۶۰۴ھ میں کتاب مذکور تصنیف

کر کے سلطان ارمل کو نہ کر ایک ہزار دینار یا شرعی انعام حاصل کیا، سلامہ سیوطی نے ”حسن المقصد“ میں نقل کیا ہے: ”قد

صنف الشيخ أبو الخطاب بن دحية مجلداً في مولد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، سباد التنوير

في مولد البشير والنذير، فجازاه على ذلك بألف دينار الخ“، (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: تاریخ میلاد

للحافظ الحکیم عبد الشکور المزار بوری۔ تصنیف سن ۱۹۳۱ھ ص: ۲۵، ۲۷)

(۳) (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی القیام: ۷۰۹/۲، دار الحدیث ملتان)

مجلس میلاد مروجہ

سوال [۸۸۴]: بعض جگہ میلاد شریف کا طریقہ اس طرح مروج ہے کہ باسم میلاد شریف حضرات علماء کرام بغرض سماع عام لوگوں کو بلایا جاتا ہے، کھانے پینے کا اہتمام بعض تعلق دار و خصوصاً علماء کرام و طلبہ کا ہوتا ہے ورنہ تو اپنے محلہ والوں کے نزدیک عیب شمار کیا جاتا ہے۔ مجلس ہذا میں شمع مع دیگر خوشبو وغیرہ کا بھی کچھ انتظام کیا جاتا ہے لیکن کہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ و معجزات مع فضائل و وعظ نصیحت بیان کی جاتی ہیں اور کہیں محض وعظ و نصائح قرآن کریم و احادیث نبویہ بیان ہوتے ہیں۔ بہر حال کوئی خاص مضمون نہیں مگر اخیر میں جلسہ کے اختتام پر ضرور بالضرور عام لوگ کھڑے ہو کر کوئی ہاتھ چھوڑ کر کوئی برسینہ، کوئی تخت سرہ دست بستہ ہو کر یا واز بلند مع القیام سلام و درود پڑھتے ہیں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس قسم کے میلاد شریف مع القیام و عدم القیام کا شریعت میں کیا فیصلہ ہے؟ عبارت مذکورہ کے مطابق جو قیام کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کسی نصوص قطعی و فقہ حنفی سے ثابت ہے یا قرون ثلاثہ میں سے کسی نے اس فعل کو کیا یا ان سے ثابت ہے؟ اگر ناجائز ہے تو یہ ناجائز کس درجہ کا ہے اور ان ناجائز امور کرنے والے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائے گا؟

نیز تارک قیام پر سب و شتم و طعن زنی کرنا کیسا ہے؟ اس قسم کے لوگوں کو کیا کہا جائے گا؟ کیا ان کے متعلق شریعت محمدیہ میں کوئی وعید نہیں؟ بصورت جمع ماذکر کے عدم جواز پر اور کوئی صورت و ہیئت سے میلاد مع القیام کا اس شریعت میں ثبوت معلوم ہوتا ہو تو تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ وہ ذکر ولادت ہو یا ذکر عبادات و معاملات وغیرہ بلا شبہ مستحسن اور باعث برکت و موجب ثواب ہے، لیکن میلاد مروج بہت مخصوصہ کے ساتھ قرون مشہود لہا بالآخر میں کہیں موجود نہ تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین ائمہ مجتہدین اور علماء حقہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی نہیں کیا اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں لہذا بے اصل بدعت اور ناجائز ہے، اس کا ترک واجب ہے۔ یہ مجلس مفاسدہ کثیرہ پر مشتمل ہوتی ہے:

۱۔ اس مجلس کے انعقاد اور شرکت کو لازم سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ اس کی اہمیت کا اعتقاد فرض عین سے بھی زیادہ ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص صلوٰۃ خمسہ کا تارک ہو اس پر کوئی تکلیف نہیں کرتے، اس مجلس میں شریک نہ ہونے والے پر سب و شتم کیا جاتا ہے: ”سباب المؤمن فسوق“ (۱)۔

۳۔ مخصوص تاریخوں کی تعیین کو بلا دلیل شرعی لازم سمجھ رکھا ہے۔

۴۔ قیام کو فرض عین اعتقاد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز عمل قیام کے بارے میں یہ ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِدَانِكَ“۔ الترمذی (۲)۔

”أَبُو أَمَامَةَ (خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصَا، فَقُمْنَا لِإِيَّاهُ فَقَالَ: ”لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعْجَمُ يَعْظُمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا“۔ لأَبِي دَاوُد (۳)۔

”مَعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَفَعَهُ: ”مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَثِّلَ لَهُ النَّاسُ قِيَامًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“۔ لأَبِي دَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ (۴) یہ تینوں روایتیں جمع الفوائد: ۱۴۳/۲ پر مذکور ہیں (۵)۔

۵۔ اس قیام کے وقت اکثر لوگ کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف رکھتے ہیں اور ہماری تمام نقل و حرکت کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بسا اوقات ایک وقت ہزاروں جگہ یہ مجلس

(۱) (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله و هو لا يشعر: ۱۲/۱، قديمي)

(۲) (جامع الترمذی، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۱۰۴/۲، سعيد)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۷۱۰/۲، دار الحديث ملتان)

(۴) (أبو داود المراجع السابق، رقم الحاشية: ۳، وجامع الترمذی أيضاً المراجع السابق، رقم الحاشية: ۲)

(۵) (جمع الفوائد، كتاب الآداب، باب العطاس والتأؤب والمجالسة و آداب المسجد: ۳۵۲/۳، رقم الأحاديث: ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، إدارة القرآن كراچی)

منعقد ہوتی ہے اور ہر مجلس والے یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ ہماری مجلس میں تشریف رکھتے ہیں حالانکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے۔ پس یہ اعتقاد مشرکانہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریک مانا (۱)۔

۶۔ عموماً مجلس میلاد میں روایات موضوعہ بیان کی جاتی ہیں، ان کا بیان کرنا اور سننا اور ان کو سچا جاننا حرام ہے: ”من کذب علی متعمداً فلیتبو مقعده من النار“ (۲)۔

۷۔ عموماً شرکاء مجلس کی رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے نماز فجر قضاء ہوتی ہے اور اکثر میلاد خواں بے نمازی ہوتے ہیں (۳)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک، و ما کنت لدیہم اذ یلقون افلامہم ایہم یکنل مریم، و ما کنت لدیہم اذ ینحصرمون﴾ (آل عمران: ۴۴)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و ما کنت لدیہم اذ اجمعوا امرہم، و ہم یمکرون﴾ (یوسف: ۱۰۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و ما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر﴾ (القصص: ۴۴)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و ما کنت بجانب الطور اذ نادیناہ و لکن رحمۃ من ربک﴾ (القصص: ۴۶)

حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا قرآن کریم کی مذکورہ اور ان جیسی دیگر آیات کریمہ اور قطعیات کے خلاف ہے، مزید

وضاحت کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۱۵۸/۳، دار احیاء التراث العربی)

(وتفسیر ابن کثیر: ۳۸۴/۱، مکتبہ دار السلام ریاض)

(وتفسیر ابن جریر الطبری: ۱۸۲/۳، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۱۰۱،

قدیمی کتب خانہ)

(۳) بلا عذر نمازوں کو ترک کرنے میں بہت بڑی وعیدیں آئی ہیں، حدیث شریف میں ہے:

”عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یقول: ”خمس صلوات افترضہن اللہ عزوجل، من احسن و خیرھن، و صلاھن لوقتھن، و اثم رکوعھن و

خشوعھن، کان لہ علی اللہ عہد ان یغفر لہ، و من لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عہد، ان شاء غفر لہ و ان

شاء عذبه“ (ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب المحافظۃ علی الصلوات: ۶۱/۱، دار الحدیث ملتان)

۸- قریب کے رہنے والے لوگ بڑی ضیق میں مبتلا رہتے ہیں، ان کو سخت اذیت معلوم ہوتی ہے (۱)۔

۹- روشنی اور خوشبو وغیرہ میں ضرورت سے زیادہ صرف ہوتا ہے جو کہ اسراف ہے (۲)۔

غرض یہ کہ بے حد مفاسد اور ممنوعات کا ارتکاب ان مجالس میں ہوتا ہے، لہذا ان مجالس کا انعقاد اور ان

کی شرکت بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب دینار العلوم دیوبند۔

میلا د کا خاص طریقہ

سوال [۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود میلا د

شریف لوگ سب جمع ہو کر زور و شور سے بلند آواز کے ساتھ گلے سے گلے ملا کر برائے ایصال ثواب و ثواب دارین و برکت مکان و محفوظ بلاء و مصائب کے لئے پڑھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور پڑھنے والے میلا د شریف بیان کرتے کرتے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت تک جب یہ سوچ جاتے ہیں تب سب لوگ ایک دم کھڑے ہو جاتے ہیں اور زور و شور سے ”صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ پھر ”یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک“ بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک کے محفل میلا د شریف میں تشریف لانے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اب ایصال ثواب وغیرہ کی نیت سے پڑھنا اور پڑھانا اور زور و شور سے گلے سے گلے ملا کر پڑھنا اور محفل میلا د شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روح مبارک کے حاضر ہونے کا اعتقاد رکھنا و وقت سلام قیام کرنے کو ضروری سمجھنا اور قیام کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو کونسا اور کیسا گناہ ہے؟ اور رائج میلا د شریف یہ ہے کہ ”مساکان محمد“ سے لیکر ”شیء عظیم“ تک پھر ”یا اللہ و ملائکتہ“ سے لیکر ”و تسلیما“ تک پڑھتے ہیں۔ بعد میں سب لوگ مل کر زور و شور کے ساتھ درود شریف پڑھتے

(۱) ”عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ

و یدہ“ الحدیث“ (صحیح البخاری، الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون الخ: ۶۱، قدیمی)

(۲) اور اسراف ممنوع ہے، ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَلَا تَسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (الأعراف: ۳۱)

ہیں، پھر ایک مولوی یا نشی عربی میں تولید میان کرتے ہیں مثلاً: ”ابدا باسم ذاتہ العلی الخ“ پھر ”ولما أراد اللہ بإبراز حقیقۃ محمد اظهر الخ“ پھر ”ولما تم من حملہ شہد ان علی اشہد ان قوال الرضا“ سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرتے ہیں اور ”یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک“ بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اسی طرح ختم کرتے ہیں۔ پھر ایک شعر پڑھتا ہے پھر سب مل کر زور و شور سے ”یا نبی سلام علیک“ پڑھتے ہیں، اسی طرح ختم کرتے ہیں اردو زبان میں پڑھتے ہیں۔ جیسے۔

آمنہ سے ہے روایت اور یہ مجھ کو پیدا ہو گیا جب درد زدہ

اس شعر سے لے کر

باتھ سے میرا شکم ملنے لگا اور کہتا تھا وہ نورانی تھا

پھر ”اظهر یا سید المرسلین الخ“ تک پڑھ کر.....

اٹھو وقت تعظیم محمد حبیبی، بیان ظہور محمد..... کھڑے ہو جاتے ہیں اور ”صلی اللہ علی محمد الخ“ اور ”یا نبی سلام علیک“ بلند آواز سے سب مل کر پڑھتے ہیں پھر ایک شعر پڑھتا ہے۔

مثل أنت شمس أنت بدر، أنت أنت مصباح الصدور

تک پڑھتا ہے، پھر سب مل کر یا نبی سلام علیک بلند آواز کے ساتھ ختم تک اسی طرح پڑھتے ہیں، بعد میں بیٹھتے ہیں اور درود شریف پڑھتے اور مناجات کرتے ہیں۔ اس طرز و طریقہ کے ساتھ پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ بدلیل شرعی و حوالجات کتب القوی تحریر فرمادیں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو خواہ عبادات و معاملات و عادات وغیرہ کا ذکر ہو، بلا التزام تاریخ و مہینہ کے بلا شبہ باعث اجر موجب ثواب ہے (۱) لیکن طریقہ مروجہ پر میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا

(۱) ”نفس ذکر میلاد و فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔“

(براہین قاطعہ ص: ۴)

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیۃ لابن حجر الہیثمی، ص: ۲۰۲، قدیمی)

بے اصل، بدعت سینہ اور ناجائز ہے۔ علامہ ابن الحاج نے کتاب المدخل (۱) میں بتیس صفحات میں اس مجلس اور

(۱) المدخل سے چند اقتباسات لارہے ہیں تحت عنوان ”مخمل میاؤں اور مزید چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:

”قال ابن الحاج: ”فصل في المولد: و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع و محرمات حمة، فمن ذلك استعمالهم المغاني، و معهم آلات الطرب من الطار المصصر و الشبابة و مطبوا في ذلك إلى العوائد الذميمة في قولهم يشتغلون في أكثر الأزمات بدع و

محرمات و قد نقل ابن الصلاح أن الإجماع منعقد على أن آلات الطرب اجتمعت فهي محرمة (ص ۳۰) فمن كان باكباً فليكب على نفسه و ياليتهم! عملوا المغاني ليس إلا بل يزعم

بعضهم أنه يتأدب، فيبدأ المولد بقراءة الكتاب العزيز، و ينظرون إلى من هو أكثر معرفة بالهنوك فهذا فيه من المفاسد و جوه: منها: ما يفعله القاري في قراءة ته على تلك الهيئة المذمومة شرعاً

و الثاني: أن فيه قلة أدب و قلة احترام لكتاب الله عز وجل، الثالث: أنهم يقطعون قراءة كتاب الله تعالى، و يقولون على شہوات أنفسهم من سماع اللہو بضرب الطار و الشبابة و الغناء و العکسیر الذی يفعله المغني الرابع: أنهم يظهرون غير ما في بواطنهم، و ذلك بعينه صفة النفاق الخامس:

أن بعضهم يقلل من القراءة لقوة الباعث على لهوه بما بعدها السادس: أن بعض السامعين إذا طوّل القاري القراءة يتقلقلون منه لكونه طوّل عليهم، و لم يسكت حتى يشتغلوا بما يحبون من اللہو، (ص ۲۰) فانظر إلى هذا المغني إذا غنى، له من الهيئة و الوقار و حسن الهيئة و السميت

فإذا دب معه الطرب قليلاً حرّك رأسه ثم إذا تمكن الطرب منه ذهب حياءه و وقاره فيقوم و يرقص و يعيط و ينادي و يبكي و يتخشع و يدخل و يخرج و يسط يديه و يرفع

رأسه نحو السماء و يخرج الرغوة: أي الزبد من فيه، و ربما مرق بعض ثيابه و هذا منكر بين: لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن إضاعة المال هذا وجه - والثاني: أنه

في الظاهر خرج عن حد العقلاء إذ أنه صدر منه ما يصدر من المجانين في غالب أحوالهم، الثالث: أنه الحق نفسه بالبهانم، إذ التكليف إنما خوطب به العقلاء، و هذا يزعم أنه سلب عقله (ص ۲۰) ثم

انظر إلى مخالفة السنة ما أشنعها، ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد على ما تقدم، تشوقت نفوس النساء لفعل ذلك، و قد تقدم ما في مولد الرجال من البدع، و المخالفة للسلف الماضين رضي

الله عنهم أجمعين، فكيف إذا فعله النساء، لا جرم أنهن لما فعلته، ظهرت فيه عورات حمة و مفسد =

قیام کے مفاسد تحریر کئے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ (۱) میں اس کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے۔ علامہ شامی نے رواحتار میں نذر مزارات کی حرمت (۲) کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے: "وأقبح منه النذر بقرأة المريد في المقابر مع اشتماله على الغناء، واللعب، وثواب ذلك إلى حضرة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم اهـ" (۳)۔

اور یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں کہیں اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں (۴)، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں اپنے لئے قیام سے صحابہ کرام

= عیدہ، فمنها ما تقدم في مولد الرجال من أنه يكون بعض النساء ينظر إلى الرجال، فيقع ما يقع من التشويش بين الرجل وأهله بسبب ذلك" (ص: ۱۲) (المدخل: ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲)

(۱) "وسئل نفع الله به: عن حكم الموالد والأذكار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أم فضيلة أم بدعة؟ فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير كصدقة و ذكر و صلوة و سلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومدحه، و على شرب شرور لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، و بعضها ليس فيها شر لكنه قليل نادر، و لا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص آثم، و يفرض أنه عمل في ذلك خيراً، فربما خيره لا يساوى شره ... الخ" (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار ... مطلوب ما لم يترب عليه شر، و إلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲ قديمی)

(۲) "أما لو نذر زيتاً لإيقاد قنديل فوق ضريح الشيخ أو في المنارة كما يفعل النساء من نذر الزيت لسيد عبد القادر، و يوقد في المنارة جهة المشرق، فهو باطل" (رد المحتار، قبل باب الاعتكاف، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام الخ: ۳۳۹/۲، ۳۴۰، سعيد)

(۳) (رد المحتار المصدر السابق، ص: ۳۴۰)

(۴) بلکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہونے کی بنا پر باطل ہے۔ قال الله تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأُمُورَ، وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (القصص: ۳۴)

قال القرطبي: ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾: أي الحاضرين (تفسير القرطبي: ۱۳/۱۹۳،

= دار الكتب العلمية بيروت)

کو منع فرمایا ہے۔

”عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: ”خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم متكئاً على عصاء فقمنا به، فقال: ”لا تقوموا كما تقوموا الأعاجم يعظم بعضهم بعضاً“۔ رواه أبو داؤد (۱)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خود معمول یہ تھا کہ قیام نہیں کرتے تھے۔

”عن أنس رضي الله عنه قال: ”لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وكانوا إذا رأوه، لم يقوموا لما ينعشون من كراهيته لذلك“۔ الترمذی (۲) وقال هذا حديث حسن صحيح اهـ۔ مشکوة شریف، ص: ۴۰۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مولود شریف

سوال [۸۸۶]: معروض ہے کہ مولود شریف کے متعلق ایک فتویٰ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ”علامہ ابن امیر الحاج نے کتاب المدخل میں بیس صفحات میں اس محفل کے شرعی مفاسد تحریر کئے ہیں، ان کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ محفل وعظ میں بلند آواز سے اہل مجلس کے ذکر و دو کو کتب فقہ مثل درمختار، شامی، طحطاوی وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے۔“ بناءً علیہ بعد نیاز معروض خدمت ہے کہ کتاب المدخل ہمارے یہاں موجود نہیں، از روئے مہربانی اس کی عبارت کو نقل فرما کر ممنون کریں اور درود شریف زور سے پڑھنے کی کراہت کے متعلق شامی و طحطاوی کے کس موقع میں مذکور ہے، نشان تحریر کر کے رہین منت فرمادیں۔

محمد عبدالغنی غفرلہ دارالافتاء وسط نظام پور چانگام۔

= وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا﴾ الآية: (القصص: ۲۶)

(۱) (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۱۰۲/۷، دار الحديث ملتان)

(۲) (جامع الترمذی، أبواب الاستئذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۱۰۴/۲، سعید)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، ص: ۴۰۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلحاً :

بتیس صفحات (۱) نقل کرنے کی اس وقت فرصت نہیں، میری کتاب مدخل ایک صاحب کے پاس مستعار گئی ہوئی ہے۔ ”وصایا الزریعی طریقت البشیر والذری“ (۲) ”براہین قاطعہ“ (۳)، ”اصلاح رسوم“ (۴)، ”فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر مکی“ (۵) وغیرہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہے۔ اس محفل کی ابتداء ۶۰۰ھ میں شاہ اربل کے دور میں ہے، کذا فی العرف الشذی: ۲۴۰ (۶) اور جب ہی ابن وجیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ”المورد فی الکلام عنی عمل المولد“ (۷) پھر اس کے بعد سے اب تک عربی فارسی اردو میں رسائل اور فتاویٰ بکثرت اس مسئلہ پر لکھے گئے ہیں۔ یہ کتابیں روزمرہ کی ضرورت کی ہیں، دارالافتاء اور جمعیت علماء میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے۔

امداد الفتاویٰ (۸) میں بھی متعدد جگہ اس کی بحث ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبل باب الاعتکاف

(۱) (قد مضت اقتباسات من المدخل تحت عنوان ”محفل میلاد“، و عنوان ”میلاد کا خاص طریقت“، طرابع الموضوعین تجد فیہما ما یکفی لک۔

(۲) (لم أجد هذه الرسالة)

(۳) ”براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ“، میں حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری نے مختلف عنوانات قائم کر کے اس بدعت کی تردید فرمائی ہے۔

(۴) چنانچہ اصلاح الرسوم میں حضرت فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ نے باب سوم، فصل اول میں ”مولود شریف“ کے عنوان سے تقریباً دس بارہ صفحات میں اس بدعت قبیحہ کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ (۱۰۹، ۹۸، سعید)

(۵) (قد مضی تخریجہ تحت عنوان ”میلاد کا خاص طریقت“)

(۶) لم أجدہ فی العرف الشذی و ذکرہ ابن خلکان فی کتابہ: ”وفیات الأعیان و أبناء أبناء الزمان“،

ترجمة مظفر الدین صاحب إربل، رقم الترجمة: ۵۴۷، ۱۱۷، ۱۱۹، و کذا: ۲۱۱/۱، ۲۱۲،

ترجمة الأسعد ابن ممانی، رقم الترجمة: ۹۱، دار صادر بیروت)

(۷) (لم أجد هذه الرسالة أيضاً)

(۸) ”ذکر ولادت شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قبیح سے خالی ہو

..... البتہ جیسا ہمارے زمانے میں قیودات و شرائط کے ساتھ مروج ہے، اس طرح بیشک بدعت ہے، اور بوجہ وہیل ناجائز: =

لئے مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ جمادی الثانیہ/ ۶۴ھ۔

سالگرہ اور میلاد شریف

سوال [۸۸۷]: ہم نے اپنے بچے کی سالگرہ جب کہ وہ ایک سال کا ہوا خوب دھوم دھام سے منائی، چند لوگوں کو مدعو کیا، پارٹی کے کیک کاٹے، سالگرہ کی مبارکباد دی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی کراہت تو نہیں؟ یا پھر غیر مسلم طریقہ ہونے کی وجہ سے ممنوع تو نہیں ہے؟ ویسے ہمارے یہاں مولود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو مناتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سالگرہ (پیدائش سے سال بھر پورا ہونے پر تقریب اور خوشی منانا) یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے، یہ غیروں کا طریقہ ہے اس سے پرہیز چاہئے (۲)۔ مروجہ طریقہ پر میلاد شریف کرنا بھی دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں۔ چھ صدی تک اس کا وجود نہیں تھا، اس کے بعد اربل کے بادشاہ نے اس کو ایجاد کیا ہے (۳)، پھر اس میں بہت سی غلط چیزیں اور بھی شامل ہو گئیں، ان سب غلط چیزوں سے بچ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک

(۱) "فقال: وعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنابة والزحف والذكير..." الخ، (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۸/۶، سعید)

(۲) اور اس میں جو مال ضائع کیا جاتا ہے اور التزام کیا جاتا ہے وہ شرعاً مذموم اور غیر ثابت ہے: "قال ابن المنیر: فیہ: ان المنسوبات قد تنقلب مکروہات إذا رفعت عن رتبته؛ لأن التیامن مستحب فی کل شیء: أی من أمور العبادة، لكن لما خشى ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته، والله تعالى أعلم." (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الإنفصال والإنصراف علی الیمین والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة بیروت)

(۳) (وفیات الأعیان و أبناء الزمان، ترجمة مظفر الدین صاحب إربل، رقم الترجمة: ۵۴، ۱۱۷/۱، ۱۱۹، وكذا: ۲۱۱/۱، ۲۱۲، ترجمة الأسعد ابن مسائس، رقم الترجمة: ۹۱، دار صادر بیروت)

مثلاً: حدیث شریف پڑھ کر سنا کر ہو یا بصورت وعظ ہو، نہایت ہی موجب برکت اور سعادت کی چیز ہے (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۵ھ۔

بطرز موسیقی میلاد شریف پڑھنا

سوال [۸۸۸]: ہمارے ملک میں یہ رواج جاری ہے کہ محفل میلاد شریف اور وعظ میں درود شریف بوزن موسیقی اور قصیدہ نعتیہ ایک شخص پڑھنے کو حکم کرتا ہے اور گلے ملا کر خوب زور و شور سے چلا چلا کر بار بار پڑھتے جاتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ ایسا ہی رواجی طور پر پڑھنا بدعت ہے، عمر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جو ایک مجمع میں بیٹھے تھے، حکم کیا کہ تم لوگ درود شریف پڑھو، لہذا سب گلے ملا کر زور و شور سے درود پڑھتے رہے، اس سے ثابت ہے کہ ایسا ہی پڑھنا زیادہ مستحسن و مستحب ہے۔ اب جواب طلب یہ امر ہے کہ ایسا درود شریف اور قصیدہ پڑھنا عندالشرع کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ طریقہ بدعت ہے، قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، عمر ثبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس سے دلیل دریافت کی جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس طرح پڑھنا کون سی حدیث میں منقول ہے اور اس حدیث کی سند کیسی ہے؟ ”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”البینۃ علی المدعی“ (۲)۔ الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۶۴ھ۔

(۱) (امداد الفتاویٰ: ۲۴۹/۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ،

ص: ۱۶۸، قدیمی)

مجلس میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت

سوال [۸۸۹]: میلاد النبی جو کہ شرعی حیثیت سے جائز ہے اور وعظ و نصیحت کر کے پہلے سے بغیر مقرر کئے ہوئے روپیہ پیسے لینا یعنی اس کی اجرت نام رکھ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہم تمہارے وہاں اتنے بجے سے لے کر اتنے بجے تک وعظ و نصیحت یا میلاد النبی پڑھیں گے، ایسے کام کی اجرت تم سے لیں گے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواب مدلل مع اولہ اربعہ یا صرف قرآن و حدیث سے ثابت کریں اور اگر جائز نہیں تو اولہ اربعہ سے اس کی نفی کریں۔

المستفتی: احسان علی کلکتوی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو خواہ جہاد، صلوٰۃ، صوم، حج، نکاح، معاملات وغیرہ یقیناً باعث برکت و موجب ثواب ہے (۱) لیکن اس زمانہ میں مجالس میلاد بہت سے منکرات و ممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہیں۔ کتاب المدخل میں ۳۲ صفحات (۲) میں ان مجالس کے منکرات کو تحریر کیا ہے، عربی فارسی اور اردو میں مستقل رسائل اس کی تردید میں موجود ہیں۔ چند خرابیاں یہ ہیں:

۱- روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر و بیشتر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں جن کا پڑھنا اور سنانا اور ان کا اعتقاد رکھنا ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے (۳)۔

(۱) ”ذکر ولادت شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قبائح سے خالی ہو، اس سے بہتر کیا ہے : قال الشاعر :

وذكرک للمشتاق خیر شراب و کل شراب دونہ کسراب

(امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات : ۲۴۹/۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) (تقدم تخريجہ تحت عنوان ”محفل میلاد“ و عنوان: میلاد کا خاص طریقہ)

(۳) قال النووی فی شرحہ علی مسلم : ”وأعلم أن هذا الحديث (أى من كذب على الخ) يشتمل على فوائد و جمل من القواعد الثانية : تعظيم تحريم الكذب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم، وأنه فاحشة عظيمة و موبقة كبيرة الثالثة : أنه لا فرق في تحريم الكذب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم بين ما كان في الأحكام و ما لا حكم فيه كالترغيب والترهيب والمواعظ وغير ذلك، فكله حرام“

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :
 ”من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار“۔ رواه الشيخان (۱)۔ ”من حدث عني حديثاً و
 هو يرى أنه كذب، فهو أحد الكاذبين“۔ رواه مسلم (۲)۔ ”والذي نفس أبي القاسم بيده ! لا
 يروى عني أحد ما لم أقله ، إلا فهو مقعده من النار“۔ رواه الدار قطنی (۳) ”كفى بالمرء إثماً أن
 يحدث بكل ما سمع“۔ رواه مسلم (۴)۔

۲۔ رات کا بڑا حصہ ان مجالس میں گزار کر صبح کو جو لوگ نیند سے مغلوب ہو کر سو جاتے ہیں جس سے
 فریضہ قضاء ہوتا ہے (۵)۔

= من أكبر الكبائر وأقبح القبائح بإجماع المسلمين الذين يعتد بهم في الإجماع الرابعة :
 تحريم الحديث الموضوع على من عرف كونه موضوعاً، أو غلب على ظنه وضعه، ولم يبين حال رواية
 وضعه، فهو داخل في هذا الرعيذ، مندرج في جملة الكاذبين على رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم“۔ (مقدمة الكامل على الصحيح لمسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم : ۸/۱، قديمی)

(۱) (أخرجه البخاري في العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم :
 ۲۱/۱، قديمی)

(و مسلم في مقدمته على صحيحه، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :
 ۷/۱، قديمی)

(۲) (أخرجه مسلم في مقدمته على صحيحه، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكاذبين و
 التحذير من الكذب الخ : ۶/۱، قديمی)

(۳) (أخرجه البخاري ولفظه : ”من يقل على ما لم أقل، فليتبوأ مقعده من النار“۔ (كتاب العلم، باب إثم
 من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲۱/۱، قديمی)

(۴) (أخرجه مسلم في مقدمته على صحيحه، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ۸/۱، قديمی)

(۵) (اور نماز کو ترک کرنا بہت بڑا گناہ ہے : ”عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال . قال رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم : ”بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة“۔ (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوة، باب ما جاء
 فيمن ترك الصلوة، ص : ۷۵، قديمی)

۳۔ قرب و جوار کے لوگ بھی نہیں سو سکتے جس سے ان کو اذیت ہوتی ہے (۱)۔

۴۔ ان مجالس کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھتا ہو، واڑھی منڈواتا ہو اس پر ملامت نہیں کی جاتی اور جو شخص ان مجالس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن کیا جاتا ہے، وہابی کہا جاتا ہے بلکہ اخوت، مودت کا تعلق قطع کر کے اس سے دشمنی کی جاتی ہے، طرح طرح سے اس پر سب و شتم کرتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا كَتَبْنَا لَهُمْ مِنْ دِينِهِمْ أَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْغَمُّ﴾ (الأنعام: ۶) بلکہ دین اسلام سے اس کو خارج مانا جاتا ہے۔

۵۔ روشنی، خوشبو، مجالس کی آرائش میں حد درجہ کا اسراف کیا جاتا ہے (۳)۔

(۱) کسی مسلمان کو اذیت دینا حرام ہے اور بسا اوقات جائز عمل بھی ایذا رسانی کے اندیشہ کی بنا پر مکروہ ہو جایا کرتا ہے جیسے جہر اذکر اور تلاوت سے اگر مریض، سونے والے کی نیند یا نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو تو مکروہ ہے کا تقدیم اور کثرت سے احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ارشاد ہے: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ“ (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ : ۶/۱، قدیمی)

دوسرے جگہ ارشاد ہے: "وَمَنْ كَانَ يَوْمَ الْآخِرَةِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُوْذِ جَارُهُ، وَ مَنْ كَانَ يَوْمَ الْآخِرَةِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی حق الجوار : ۷۰۱/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

وقال العلامة الألوسي تحت آية: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بغيرِ مَا اكْتَسَبُوا﴾.
الآية: "وأخرج غير واحد عن قتادة قال: إياكم وأذى المزمين، فإن الله تعالى يحوطه ويفتصب له". (روح
المعاني: ٨٨/٢٢، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(٢) (الأحزاب: ٥٨)

(٣) قال الله تعالى : ﴿وَلَا تَسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (الأنعام: ١٣١)

وقال العلامة الألوسي تحتها: "(ولا تسرفوا) ... وقال الزهرية المعنى لا تنفقوا في معصية الله تعالى، ويروى نحوه عن مجاهد، فقد أخرج ابن أبي حاتم عنه أنه قال: لو كان أبو قيس ذهاباً، فأنفقه رجل في طاعة الله تعالى، لم يكن مسرفاً، ولو أنفق درهمين في معصية الله تعالى كان مسرفاً." (روح =

۶۔ قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء مجلس کی نظروں میں حقیر و ذلیل بلکہ مبغوض ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب و شتم کرتے ہیں حتیٰ کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوٰۃ بلکہ ترک اسلام سے بھی بڑا ہوتا ہے حالانکہ اس قیام پر شرعی کوئی دلیل نہیں، قیام کے وقت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مجالس میں تشریف لاتے ہیں اور اہل مجلس کی ہر بات کو خداوند تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ہو کر بلا واسطہ ملاحظہ فرما رہے ہیں (۱)۔

۷۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ حد بشریت سے خارج مان کر خدائے وحدہ لا شریک کے ساتھ صفات خاصہ میں شریک کر دیا جاتا ہے (۲)۔

۸۔ بسا اوقات ان مجالس میں عورتیں شریک ہوتی ہیں ان کامردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے (۳)۔

= المعانی : ۳۸/۸، دار احیاء التراث (

(۱) (تقدم ذکر بطلان هذه العقيدة تحت عنوان: "مخفل میلاد")

(۲) وقد قال الله تعالى: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ. يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾، الآية (الكهف: ۱۱۰)

"والمقصود عليه في الأول (أنا) والمقصود البشرية مثل المخاطبين". (روح المعاني :

۵۳/۱۶، دار احیاء التراث العربی)

"هل كنت إلا بشراً رسولاً" وكونه بشراً توطنه لذلك، رداً لماء انكروه من جواز كون

الرسول بشراً، ولا دلالة على أن الرسل عليهم السلام من قبل كانوا كذلك، ولهذا قال الزمخشري :

هل كنت إلا رسولاً كسائر الرسل بشراً مثلهم . ولم ينكر أحد بشرية صلى الله تعالى عليه

وسلم". (روح المعاني : ۱۵/۱۷، ۱۷/۱۷)

وقال في آية سورة فصلت: "لست ملكاً ولا جنياً، ويمكنكم التلقى منه" أي لست من جنس

مغاير لكم حتى يكون بيني وبينكم حجاب" (روح المعاني : ۲۴/۹، دار احیاء التراث العربی)

(۳) عورتوں کی ایسی مجالس میں شرکت نہ موم ہے کیونکہ عورت کو پردہ پہنا گیا ہے، گھر سے نکلنے پر اس کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں اور

فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے: "وعنه (أى عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه) عن النبي صلى الله تعالى

عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان". رواه الترمذی" (مشکوٰۃ المصابیح،

كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة و بيان العورات، الفصل الثاني، ص: ۲۶۹، قدیمی) =

۹۔ تواریخ کی تعین اپنی طرف سے کی جاتی ہے کہ ان میں مجلس کا انعقاد ضروری ہے (۱) والسی ذلک

من المفاسد۔

غور کا مقام ہے کہ ولادت صرف ایک مرتبہ ہوتی، اس کا اہتمام تو اس قدر اور نماز و روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد، نکاح وغیرہ جن پر مدت دراز تک مداومت رہی، ان کے لئے علیحدہ علیحدہ مجالس کیوں نہیں کی جاتی؟ اس مفاسد جن کا ذکر اوپر ہوا ان کی ممانعت پر نصوص قرآنیہ، حدیثہ، عبارات فقہیہ بکثرت موجود ہیں۔ جب ان مجالس کی یہ کیفیت اور شرعی حیثیت یہ ہے تو ان کے عدم جواز میں کوئی تامل نہیں۔ پر ایسے میلاد پر اجرت لینا بھی ناجائز ہے، وعظ اگر منکرات شرعیہ (۲) سے خالی ہو تو اس پر متاخرین فقہاء نے اجرت کی اجازت دی ہے، کذا فی در مختار: ۳۸/۵ (۳) اس کے لئے اگر باقاعدہ مقرر کیا جائے کہ ہر روز یا ہر ہفتہ اتنی دیر وعظ کہنا ہوگا اور یہ تنخواہ ہوگی تو متاخرین کے نزدیک گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۰/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۲۹/شوال/۶۱ھ۔

= "و تمنع المرأة الشابۃ من كشف الوجه بين رجال، لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة كمسه وإن

أمن الشهوة الخ"۔ (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۲/۱، سعید)

(۱) "قال ابن المنیر: فیہ إن المندوبات تنقلب مکروہات إذا رفعت عن رتبہا؛ لأن التیامن مستحب فی کل شیء: أی من أمور العبادة، لکن لما خشی ابن مسعود أن یعتقدوا وجوبہ، أشار إلی کراهتہ"۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الانفتال و الانصراف عن الیمین والشمال: ۳۳۸/۲، ددار المعرفہ بیروت)

(۲) منکرات شرعیہ سے خالی ہونا یہ ہے کہ مثلاً وہ تذکیر اور عبرت کے لئے ہو، کسی عہدے، مال یا لوگوں کے ہاں مقام حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ قال فی الدر المختار: "التذکیر علی المنابر للوعظ والإتعاظ سنة الأنبياء والمرسلین، ولریاسة و مال وقبول عامۃ من ضلالة اليهود والنصارى"۔ (کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ذکر الفروع: ۲/۲۲۱، سعید)

(۳) قال العلامة الشامی فی کتاب الإجارة: "قال فی الهدایة: و بعض مشایخنا استحسنوا الاستیجار الاسعیجار علی تعلیم القرآن الیوم و زاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ"۔ (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار الخ: ۵۵/۶، سعید)

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوال [۸۹۰]: بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنا، منڈپ سجانا (۱)، چراغاں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

کسی چیز کو دین، ثواب، قربت سمجھ کر کرنا اس وقت درست ہوگا جب کہ ادلہ شرعیہ سے اس کا ثبوت ہو، ادلہ شرعیہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس مجتہد، جس چیز کا اس طرح ثبوت نہ ہو اس کو دین، ثواب، قربت سمجھ کر کرنا بدعت و ضلالت و ممنوع ہوگا (۲)۔

قال عليه السلام: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". متفق عليه (۳)۔

(۱) شامیانہ (فیروز اللغات: ۱۳۹۲)

(۲) " (البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً " (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

وقال العلامة المناوي في فيض القدير تحت حديث: "من أحدث في أمرنا هذا الخ": أي أنشأ واخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه (ما ليس منه) أي رأياً ليس له في الكتاب أو السنة عارضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أي مردود على فاعله لبطالته " (۱/۱۱، ۵۵۹۳، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبة نزار مصطفى)

"وقال صاحب جامع الأصول: الابتداء من المخلوقين إن كان في خلاف ما أمر الله تعالى به ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم، فهو في حيز الذم والإنكار..... الخ" (روح المعاني تحت قوله: و رهبانية ابتدعوها: ۱۹۲/۲، دار احياء التراث العربي)

"معناها: من اخترع في الدين ما لا يشهد له أصل من أصوله، فلا يلتفت إليه" (فتح الباری،

کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود: ۳۰۴/۵)

(۳) (رواه البخاری فی الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱، قدیمی)

(ومسلم فی الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۷۷/۲، قدیمی)

مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۷ (۱) "وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة"، رواه أحمد (۲) وأبو داود (۳) والترمذی (۴) وابن ماجه (۵) مشکوٰۃ ص: ۳۰ (۶)۔

اس بنیادی چیز کو کھنسنے کے بعد اپنے سوالات کا جواب نمبر وار لیجئے:

یہ چیز اولہ اربعہ میں سے کسی دلیل سے ثابت نہیں، قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود نہیں تھا۔ چھ صدی تک یہ طریقہ ایجا نہیں ہوا تھا اس کے بعد ایجا ہوا، سب سے پہلے ایک بادشاہ نے یہ مجلس منعقد کی پھر اس کی حرص میں دوسرے لوگوں نے مجلس منعقد کیں، تاریخ ابن خلکان (۷) میں اس کی تفصیل مذکور ہے، اسی وقت

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۳۷، قدیمی)

(۲) (مسند أحمد: ۱۲۶/۳، رقم الحديث: ۱۶۶۹۴، عن العرباض رضي الله تعالى عنه)

(۳) (أبو داود، كتاب السنة، آخر باب في لزوم السنة: ۲/۲۳۵، مكتبة دار الحديث ملتان)

(۴) (جامع الترمذی، أبواب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة: ۲/۹۶، سعيد)

(۵) (ابن ماجه في مقدمته، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۶، قدیمی)

(۶) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۹،

۳۰، قدیمی)

(۷) "وأما احتفاله بمولد النبي ﷺ: فإن الوصف يقصر عن الإحاطة به، لكن نذكر طرفاً منه وهو أن أهل البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فيه، فكان في كل سنة يصل إليه من البلاد القرية خلق كثير من الفقهاء والصوفية والوعاظ والقراء والشعراء، ولا يزالون يتواصلون من السحور إلى أوائل شهر ربيع الأول فكان مظفر الدين (ملك إربل) ينزل كل يوم بعد صلاة العصر ويقف على قبة قبة إلى آخرها، ويسمع غناءهم، ويتفرج على خيالاتهم، وما يفعلونه في القبات هكذا يعمل كل يوم إلى ليلة المولد فإذا كان صبيحة يوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلى الخانقاه على أيدي الصوفية فإذا فرغوا من الموسم تجهز كل إنسان للعود إلى بلده، فيدفع لكل شخص شيئاً من النفقة، وقد ذكرت في ترجمة الحافظ أبي الخطاب ابن دحية في حرف وصوله إلى إربل وعمله لكتاب "التنوير في مولد السراج المنير" لما رأى من اهتمام مظفر الدين به". (وفيات الأعيان وأبناء الزمان لابن خلكان، ترجمة مظفر الدين صاحب إربل: ۱۱۷، ۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۴، دار صادر بيروت)

(وذكر شيئاً منه في ترجمة الأسعد ابن مماتي: ۱/۲۱۱، ۲۱۲، رقم الترجمة: ۹۱، دار صادر بيروت)

سے علمائے حق نے اس پر تکلیف کیا ہے۔ علامہ ابن الحاج نے المدخل (۱) کی دوسری جلد میں تیس صفحات میں اس کی تردید کی ہے اور اس کے رد میں دلائل قائم کئے ہیں، مستقل رسالے بھی اس مسئلہ پر موجود ہیں۔ ”الحسنۃ لأهل السنة“ (۲) میں بھی اس پر تفصیلی رد ہے۔ فی نفسہ ذکر مبارک جو کہ بدعات سے خالی ہو عین سعادت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

کیا مجلس میلاد شریف تمام ارکان کا بدل ہے؟

سوال [۸۹۱]: بکر صوم و صلوة و دیگر امور شرعیہ کا پاس و لحاظ نہیں رکھتا، اس کا عقیدہ ہے کہ سال میں میلاد شریف مع قیام و سلام کا انعقاد سال کے جملہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جانے کا سبب ہے اور سال میں گھر میں خیر و برکت کا سبب ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اس کا حکم (ما قبل سوال کے جواب میں) گزر چکا ہے، پھر اس کو یہ سمجھنا کہ اس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور فرائض ساقط ہو جاتے ہیں، یہ تو سخت قسم کی ضلالت ہے اور کھلی گمراہی ہے۔ اسلام کی بنیادیں جن چیزوں پر ہیں ان کو پورا اور مستحکم کرنا سب کے ذمہ ضروری ہے، ایک رکن کا بدل دوسرا رکن نہیں ہو سکتا مثلاً: ایک شخص نماز کی پابندی کرتا ہے تو روزہ اس سے ساقط نہیں ہوگا، نماز کی طرف سے بھی روزہ بدل نہیں ہو سکتا۔ تو

(۱) (قد مضت اقتباساتہ تخریجاً تحت عنوان ”محفل میلاد“)

(۲) یہ رسالہ حضرت مولانا محمد عبدالغنی خان رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہان پور ایوپی) کا ہے جس کے باب ثالث میں ص: ۱۶۸، ۱۶۹ حضرت نے دلائل کی روشنی میں محفل میلاد مروجہ کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ (المکتبۃ البیوریتہ کراچی نے رسالہ مذکورہ کی طبعیت کی ہے)

(۳) ”و سئل نفع اللہ بعلموہ : عن الموالد والأذکار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أم فضيلة أم بدعة ؟ ... فأجاب بقوله : الموالد والأذکار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير، كصدقة، وذكر وصلاة وسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومدحه“ الخ (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي : ۲۰۲، قديمی)

پھر ایک بدعت واجب الترتیب کیسے تمام ارکان اسلام کا بدل ہو جائے گی؟ غرض میلاد شریف کی محفل منعقد کر لینے کو صوم و صلوٰۃ کا بدل قرار دینا اعتقاد کی مفسدہ اور شیطانی زبردست حملہ ہے جس سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے۔

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”سنی الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان“۔ متفق عليه (۱) مشکوٰۃ شریف (۲)۔ فقط واللہ بحمہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

گیارہویں اور میلاد کی ابتداء

سوال [۱۸۹۲]: آج کل مسلمانوں میں ایک طبقہ ربیع الاول کی مخصوص تاریخوں میں میلاد النبی، گیارہویں شریف کی محفلیں بڑی دھوم دھام سے کرتا ہے، کھانا کھانا، قصائد خوانی، مٹھائی تقسیم کرنا اور بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھنا وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، اسکا کرنا اجر و ثواب اور باعث برکت ہے۔
۱۔ کیا اس کا حکم بھی اللہ کے رسول نے دیا ہے؟

۲۔ کیا خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کیا ہے؟

۳۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کیا ہے؟

(۱) (أخرج البخاري في الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بنی الإسلام علی خمس“ ۶/۱، قدیمی)

(و مسلم فی الإيمان، باب بیان أركان الإسلام و دعائمه العظام : ۳۲/۱، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإيمان، الفصل الأول ص: ۱۲، قدیمی)

”الأول: يفهم من ظاهر الحديث أن الشخص لا يكون مسلماً عند ترك شيء منها، لكن الإجماع منعقد على أن العبد لا يكفر بترك شيء منها، وقتل تارك الصلاة عند الشافعي وأحمد، إنما هو حداً لا كفراً، وإن كان روى عن أحمد وبعض المالكية كفراً“۔ الثاني: أن هذه الأشياء الخمسة من القروض الأعيان لا تسقط بإقامة البعض عن الباقي“۔ (عمدة القاري، كتاب الإيمان، باب دعاءكم إيمانكم : ۱۲۰/۱، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

۴..... کیا تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

۵..... کیا تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

۶..... کیا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے کیا ہے؟

۷..... کیا محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداہ اُبی و اُمی) کا ذکر مبارک خواہ ولادت شریفہ کا ذکر ہو یا عبادات، معاملات، معاشرات وغیرہ کا ذکر ہو بلاشبہ موجب قرب اور ذریعہ سعادت ہے (۱)۔ نیز بزرگان دین کا ذکر بھی موجب نزول رحمت ہے لیکن جو صورت سوال میں درج ہے اور جو کچھ اس کو مقام دیا گیا ہے وہ ثابت نہیں اور بہت سے شرعی مفاسد و قبائح پر مشتمل ہے بعض مفاسد اعتقادی ہیں، بعض عملی ہیں، بعض اخلاقی ہیں۔ علامہ ابن الحاج نے المدخل (۲) میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

۱..... بالکل نہیں۔

۲..... کبھی نہیں کیا۔

۳..... کبھی نہیں کیا۔

۴..... کبھی نہیں کیا۔

۵..... کبھی نہیں کیا۔

۶..... کبھی نہیں کیا۔

۷..... کبھی نہیں کیا۔

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز اس وقت تک دنیا میں تشریف ہی نہیں لائے تھے، آپ کی پیدائش مبارک بعد میں ہوئی، پھر یہ ان سے معتقدین حضرات ان کی گیارہویں کہاں کرتے۔

(۱) (تقدم تخریجہ من امداد الفتاویٰ کتاب البدعات : ۵ / ۲۳۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان ”میلا د کا خاص طریقہ“)

میلا دشریف کی محفل سب سے پہلے اربل کے بادشاہ نے ۶۰۰ھ کے بعد کی ہے، اس کی حرص میں اور لوگوں نے کی حتیٰ کہ پھیلتی چلی گئی، اسی وقت سے علماء نے اس پر رو کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ھ۔

قیام میلا دکور وکنا

سوال [۸۹۳]: میلا دشریف میں قیام کرنا جائز ہے یا ناجائز یا بدعت، اگر بدعت ہے تو اگر روکنے میں حرج عظیم کا اندیشہ ہو مثلاً: اگر قیام سے بیک وقت روکا جائے تو لوگ فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے اور مسجد میں جانا چھوڑ دیں گے، پارٹی بندی کا خطرہ ہے تو اس صورت میں قیام سے رک جانا یا روکنا اولیٰ ہے یا نہیں؟ روکا جائے یا خود بھی کرتا رہے اور آہستہ آہستہ ان کا دل اپنی طرف کر کے روکنے کا خیال رکھے، ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرعی دلیل سے ثابت نہیں، بے اصل اور بدعت ہے (۱) اگر روکنے سے فرض نماز بھی ترک کر دیں گے تو خاموشی اختیار کر لے مگر خود شریک نہ ہو، یہ کہنا کہ خود شرکت کر کے آہستہ آہستہ روک دے گا یہ غلط ہے، شرکت کرنے والا روک ہی نہیں سکتا بلکہ خود مبتلا ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۸ھ۔

قیام میلا دکا تفصیلی حکم

سوال [۸۹۴]: میلا دشریف میں قیام کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے اور میلا دمر وجہ کا پڑھنا پڑھوانا اور اس کے اندر ایسی احتیاط برتی جائے کہ کوئی کام غیر شرعی نہ ہو، روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور قیام کیا جائے،

(۱) "ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و وضع امہ لہ من القیام، وهو ایضاً بدعة لم یرد فیہ شیء الخ"۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر الہیثمی المکی: ۱۱۲، قدیمی)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے قتلوں سے دور رہنے کو سراہا ہے: "عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمعہ یقول: سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "یأتی علی الناس زمان، خیر ماں المسلم الغنم، یتبع بها شغف الجبال ومواقع القطر، یرقر بدینہ من الفتن"۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العزلة راحة من خلاط السوء: ۹۶۱/۲، قدیمی)

حرام ہے یا ناجائز ہے یا بدعت ضلالت ہے؟ میلاد شریف کا کرنے والا خصوصاً بارہ ربیع الاول کو خاص اہتمام سے کرنے والا کس قسم کا گناہگار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک، خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کی عبادات: نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے معاملات: خرید و فروخت، قرض و رهن وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کی معاشرت: سونے جاگنے، چلنے، پھرنے، بیٹھنے، وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے لباس: کرتہ، لنگی، چادر، عمامہ، جبہ وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے جانوروں: اونٹ، گھوڑا، بکری، شجر وغیرہ کا ذکر ہو۔ غرض جو چیز بھی آپ سے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا اور اس سے نصیحت لینا بغیر کسی غیر ثابت پابندی کے اور قید کے بلاشبہ موجب برکت ہے، باعث اجر ہے، ذریعہ قربت ہے، تقاضائے ایمان ہے (۱)۔

مروجہ طریقہ پر جو مجلس میلاد منعقد کی جاتی ہے اس کا ثبوت قرآن پاک، حدیث شریف و فقہ میں کہیں نہیں، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مجلس منعقد کی، نہ صحابہ کرام نے، نہ ائمہ مجتہدین نے اور نہ فقہاء

(۱) "مجلس مولود خیر و برکت ہے در صورتیکہ ان قیودات مذکورہ سے خالی ہو، فقط خلیل احمد" بلا قید وقت معین و بلا قیام و بغیر روایت موضوع مجلس خیر و برکت ہے۔ ہکذا سمعت من ابي مولانا الحاج المحدث السهارنفوری المولوی أحمد علی برد اللہ مضجعه محمد خلیل الرحمن". (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات ص: ۴۰۹)

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیۃ لابن حجر المکی، مطلب: الاجتماع للموالد والاذکار وصلاة التراويح الخ، ص: ۲۰۲، قدیمی)

(وامداد الفتاویٰ، کتاب البدعات: ۲۴۹/۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(و براہین قاطعہ، ص: ۴)

و فی مجموعه الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: "ذکر مولود شریف یعنی وقائع ولادت و منجزات بیان کردن خواہ ملک بند باشد یا سند جائز است، کسے اہل اسلام را درین کلام نیست۔۔۔ الخ"۔ (کتاب الکواہبہ:

۳۳۵/۴، امجد اکیڈمی)

محدثین نے (۱)۔ چھ صدی تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی، اس کے بعد سے شروع ہوئی۔ سلطان اربل نے سب سے پہلے یہ مجلس کی اور بہت پیسہ روپیہ خرچ کیا ہے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے (۲) اسی وقت سے علماء حق نے اس کی تردید کی اور کرتے چھے آرہے ہیں۔

جو کام ان مجالس میں کئے جاتے ہیں ان میں سے صرف دو کو سامنے رکھ کر آپ نے سوال کیا ہے، ممکن ہے آپ کے ہاں مجالس میں بھی دو کام ہوتے ہوں جن کی وجہ سے آپ نے سوال کیا ہے اور کوئی کام ایسا نہ ہوتا ہو جس کے دریافت کرنے کی ضرورت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری چیزیں کچھ اور ہوتی ہوں مگر آپ ان کو درست سمجھتے ہوں اور وہ شریعت کی نظر میں غلط ہوں، جو کچھ بھی ہوں میں بھی دو چیزیں سامنے رکھ کر جواب تحریر کرتا ہوں۔ دوسری چیزیں جن کا عام مجالس میں رواج ہے اس جگہ ذکر نہیں کروں گا۔

پہلی چیز قیام ہے: اس کے متعلق تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ قیام کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے یعنی اس قیام سے کس کی تعظیم مقصود ہے؟ اس میں چار احتمال ہیں: ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں، اس لئے آپ کو دیکھ کر ایمان و ادب کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی فوراً کھڑا ہو جائے (جیسا کہ کثرت سے ان مجالس والوں کا عقیدہ ہے)۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کی تعظیم مقصود ہو یعنی یہ عقیدہ ہو کہ آپ اس وقت پیدا ہوئے ہیں اور اس مجلس میں آپ کی ولادت شریفہ ہو رہی ہے (جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے اور عین ذکر ولادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کے چٹکی لیتی ہے، جس سے وہ بچہ

(۱) ”چونکہ ذکر مولد مثل پند و نصائح است و وعظ و چند و نصائح در زمان صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین جاری مانده، در کدام زمانہ التزام آن نہ بودہ، و اکنون چونکہ آثار التزام کردہ اند و سقن لوہان و غیرہ، و در پیش مولود خوان نهادن رارکن ذکر قرار دادہ اند، بناء علیہ این التزام مان لازم خالی از کراہت نیست“۔ (مجموعۃ الفتاوی، کتاب الکراہیۃ: ۳۳۵/۴، امجد اکیدمی لاہور)

(۲) (وفیات الأعیان و أبناء أبناء الزمان لابن خلکان، ترجمۃ مظفر الدین صاحب إربل: ۱۱۷/۳، ۱۱۹، رقم الترجمۃ: ۵۴، دار صادر بیروت)

(و کذا فی ترجمۃ الأسعد ابن مماتی من وفیات الأعیان: ۲۱۱/۱، ۲۱۲، رقم الترجمۃ: ۹۱، دار صادر بیروت)

رو پڑتا ہے، اس کی آواز کون کر سب جمع درود و سلام پڑھتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سال یہاں کانپور میں ایک مجلس میلاد میں جھولنا بھی موجود تھا، جس میں ایک بچہ کو لٹا کر جھلایا جا رہا تھا اور اس پر درود و سلام پڑھا جا رہا تھا۔ (استغفر اللہ العظیم)۔

تیسرا احتمال: یہ ہے کہ ذکروالات کی تعظیم مقصود ہو۔
چوتھا احتمال: یہ ہے کہ صرف ذکر رسول کی تعظیم مقصود ہو۔

احتمالات اربعہ کا شرعی حکم

احتمال اول: حضور اقدس ﷺ کا تشریف لانا مجالس میلاد شریف یہ عقیدہ بلادِ ایل ہے۔
قرآن پاک (۱) حدیث شریف، کلام (۲)، اصول فقہ کی چیز سے بھی ثابت نہیں ہے لہذا یہ عقیدہ بالکل غلط

(۱) یہ عقیدہ ان اصول مذکورہ کے خلاف ہے، قرآن کریم و حدیث وغیرہ میں اس عقیدہ کی نفی کی گئی ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿و ما کنت لدیہم اذ یلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم، و ما کنت لدیہم اذ یحتصمون﴾ (آل عمران: ۴۳)، اس آیت کریمہ میں دو مرتبہ اس عقیدے کی نفی ہے۔ وقال تعالیٰ: ﴿و ما کنت لدیہم اذ اجمعوا امرہم، و ہم یمکرون﴾ (یوسف: ۱۰۲)

وقال تعالیٰ: ﴿و ما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر﴾ (القصص: ۲۴)
وقال تعالیٰ: ﴿و ما کنت بجانب الطور اذ نادینا و لکن رحمة من ربک﴾ (القصص: ۲۶)
و راجع التفاسیر کلہا تحت هذه الآیات، تجد فیہا ما یبطل هذه العقيدة المخترعة بطلاناً بیناً.
(۲) وفی شرح العفاند: ”والمحدث للعالم هو الله تعالیٰ، (ص: ۲۵) ”الحی القادر العلیم السميع البصیر الشانی المرید، (ص: ۳۰)۔ ”وله صفات۔ ازیلة قائمة بذاته ضرورة أنه لا معنی لصفة الشیء إلا ما یقوم بہ“ (ص: ۳۶، ۳۷)۔ قال: واجب الوجود لذاته هو الله تعالیٰ و صفاته یعنی أنها واجبة لذات الواجب تعالیٰ و تقدس، (ص: ۳۸)۔ و قد أرسل الله تعالیٰ رسلاً من البشر الی البشر (ص: ۹۸ المطبع الیوسفی) مذکورہ بالا عبارات میں ”الحی، السميع“ اور ”البصیر“ کے ضمن میں یہ ثابت ہوئی کہ حاضر و ناظر ہونا صفت خاصہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور یہ تخصیص ”وله صفات الخ“ سے واضح ہے اور ”وقد أرسل الخ“ سے نبی آرم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محض بشریت کی طرف اشارہ ہے اور بشر کے لئے بعد موت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا محال ہے، لہذا علم کلام سے بجا سے ثبوت سکھائی ہوئی ہے۔

اور باطل ہے اس سے توبہ لازم ہے، ایسی چیز کا ثبوت آنکھوں سے دیکھ کر ہو سکتا ہے، یا دلیل شرعی سے ہو سکتا ہے۔ حاضرین مجلس آنکھوں سے یہ دیکھ نہیں رہے ہیں، دلیل شرعی قائم نہیں، پھر ثبوت کی ضرورت ہے۔

یہ بحث جداگانہ ہے کہ تشریف لاسکتے ہیں یا نہیں اس کا یہ موقع نہیں، جب کہ ان مجالس میلاد میں تشریف لانا ثابت نہیں تو پھر تشریف آوری کی خاطر قیام کرنا غلط ہوا، اگر بالفرض تشریف لاتے بھی تو کیا قیام کرنا درست ہوتا، اس کے لئے احادیث کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

”عن أبي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِبًا عَلَى عَصَاءٍ فَقُمْنَا لَهُ فَقَالَ: ”لَا تَقُومُوا كَمَا يَقُومُ الْأَعَاجِمُ يَعْظُمُ بَعْضُهَا بَعْضًا“۔ رواه أبو داؤد (۱) مشکوٰۃ شریف، ص: ۴۰۳ (۲)۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائمی مکتے ہوئے تشریف لائے تو ہم لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کی خاطر تعظیماً قیام کیا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ”میرے لئے قیام مت کرو جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں“ یہ حدیث امام ابو داؤد سے روایت کی ہے اس حدیث پاک میں صاف قیام کو منع کیا گیا ہے۔

تنبیہ: اس حدیث شریف کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قیام کی ممانعت اس طرح پر ہو کہ آپ تشریف فرما رہیں یعنی بیٹھے رہیں اور لوگ تعظیماً کھڑے رہیں، کیونکہ وہاں یہ طریقہ تو کبھی تھا ہی نہیں، آپ کی مجلس کا یہ حال ہوتا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح مؤدب بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں کہ ذرا حرکت کریں تو وہ اڑ جائیں (۳)۔

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۱۰/۲، مکتبہ دار الحديث ملتان)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(۳) ”عن البراء بن عازب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ”خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، فَجَلَسَ وَجَلَسْنَا، كَانَ عَلَيَّ رُؤُوسُنَا الطَّيْرِ“۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء في الجلوس في المقابر ص: ۱۱۱، قدیمی)

وفي إنجاح الحاجة على حاشية ابن ماجه: ”كَانَ عَلَيَّ رُؤُوسُهُمُ الطَّيْرِ“ قَالَ الطَّبْرِي: ”هُوَ كُنَايَةٌ“

بلکہ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جس مجلس میں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوں اس مجلس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو آپ کی تشریف آوری کی خاطر صحابہ تعظیماً قیام نہ کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ قیام نہیں کیا کرتے تھے:

”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وكانوا إذا رآوه لم يقوموا لما يعنمون من كراهية لذلك“۔ رواه الترمذی، وقال هذا حديث حسن صحيح“ (۱)۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۴۰۳ (۲)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہیں تھا لیکن جب صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قیام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناپسند و ناگوار ہے۔ یہ حدیث شریف امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

اس حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام محبوب کو ناپسند و ناگوار ہو وہ ہرگز نہ کیا جائے، خواہ اس کا دلی تقاضا کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرتا ہو، مگر اپنے دلی تقاضے کے مقابلے میں ہمیشہ محبوب کی خاطر کمالِ لحاظ رکھنا ہمیشہ محبت کے ذمہ لازم ہے اور یہی دراصل تقاضائے محبت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس قسم کے سبب شمار واقعات ملیں گے کہ انہوں نے اپنی دلی خواہش اور جذبہ محبت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش اور منشا پر قربان کر دیا۔ اس کی ایک مثال اس جگہ پیش کرتا ہوں:

”عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه لما بعثه رسول الله صلى الله تعالى عليه

= عن إطرأ عليهم رؤوسهم وسكوتهم وهذه كانت صفة مجلس رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم إذا تكلم، أطرق جلساءه كأنها على رؤوسهم الطير ... الخ“ (ص: ۱۱۱)

(ورواه النسائي في الجنائز، باب الوقوف للجنائز: ۲۸۲/۱، قديمی)

(۱) (جامع الترمذی، أبواب الاستيذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل:

۱۰۴/۳، سعيد)

(۲) (كتاب الآداب، باب القيام الفصل الثاني، ص: ۴۰۳، قديمی)

وسلم إلى اليمن، خرج معه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوصيه ومعاذ راكب ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمشي تحت راحلته“۔ الحديث رواه احمد (۱) مشکوة شريف ص: ۴۴۵ (۲)۔

ترجمہ: جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو آپ خود ان کو نصیحت کرتے ہوئے ساتھ ساتھ پیدل چل دیئے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے۔ یہ حدیث شریف امام احمد نے روایت کی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر کتنا بوجھ ہوا ہوگا کہ وہ تو سوار ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رخصت کرنے کے لئے پیدل ساتھ ساتھ تشریف لئے جا رہے ہوں لیکن اپنی خواہش کو قربان کر کے ہر بوجھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کیا۔

”عن معاوية رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من سره أن يتمثل له الرجال قياماً، فليتبوأ مقعده من النار“۔ رواه الترمذی (۳) ابو داؤد (۴) مشکوة شريف، ص: ۴۰۳ (۵)۔

ترجمہ: جس شخص کا دل اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے لئے قیام کیا کریں، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی و ابو داؤد نے روایت کی ہے۔

(۱) والحديث بتمامه بعد قوله: ”يمشي تحت راحلته“: ”فلما فرغ قال: ”يا معاذ إنك عسى أن تلقاني بعد عامي هذا أو لعلك أن تمر بمسجدي هذا أو قبري“، فبكي معاذ جعشاً لفراق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم التفت فأقبل بوجهه نحو المدينة، فقال: ”إن أولى الناس بي المتقون من كانوا وحيث كانوا“۔ (مسند الإمام أحمد: ۲۳۵/۵، رقم الحديث: ۵۴۷، ۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث، ص: ۴۴۵، قدیمی)

(۳) (جامع الترمذی، أبواب الاستئذان والأدب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل: ۱۰۴/۲، سعید)

(۴) (سنن أبی داؤد، کتاب الآداب، باب الرجل یقوم لرجل یعظمه بذلك: ۱۰/۲، مکتبہ دار الحديث ملتان)

(۵) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثاني، ص: ۴۰۳، قدیمی)

یہ حدیث اس لئے ذکر کی ہے کہ لوگ اپنے لئے بھی قیام کو پسند نہ کریں۔

احتمال دوم:

ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا اور یہ سمجھنا کہ اسی مجلس میں آپ کی ولادت ہو رہی ہے، یہ تصور اس قدر بے ہودہ اور باطل ہے جس کی حد نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس مجلس سے پہلے پیدائش نہیں ہوئی تھی تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا؟ حدیثوں کا مجموعہ کس کی حدیثیں ہیں؟ ۲۳/ سالہ مبارک زمانہ وحی کی زندگی، غزوات، اصول و ارکان اسلام، چودہ سو سالہ کارنامے یہ کیسے ہیں؟ اور کیا ہر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے وہیں ولادت ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ) یہ تصور تو کوئی مسلمان بلند تھوڑی سمجھ والا غیر مسلم بھی نہیں کر سکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ اہل مجلس حضرات جوش و عقیدت میں ولادت شریفہ کی نقل کرتے ہوں کہ کسی عورت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے مشابہ قرار دے کر جو بچہ اس کی گود میں ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبیہ قرار دیتے ہوئے اور اس بچہ کے رونے کی آواز کو سن کر اس وقت کا تصور کرتے ہوں جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی تھی اور اسی تصور کے ماتحت قیام کرتے ہوں یہ تصور اور تشبیہ بھی اس قدر خطرناک ہے کہ الامان والحفیظ اور بالکل ایسا ہی طریقہ ہے جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ کرنے والا ایک طبقہ محرم کے مہینہ میں اختیار کرتا ہے۔ علم نکالتا ہے، میسر آ جائے تو اونٹوں کی قطار بھی لیجاتا ہے جیسا کہ کانپور میں دستور ہے، اور دلدل بھی نکالتا ہے چونکہ اور مہندی بھی ہوتی ہے اور قبر کی بھی شبیہ بنائی جاتی ہے اور ماتم بھی مرثیوں کے ساتھ ہوتا ہے، کوئی شمر بھی ہوتا ہے، کسی کو حسین بھی بنایا جاتا ہے اور سب ماجرا تفصیل و اسی تفصیل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس طرح پیش آیا تھا۔

یہ بھی سب عقیدت اور محبت ہی کا مظاہرہ ہے کہ پورے واقعہ کی نقل کی جاتی ہیں، دوسری غیر مسلم قومیں بھی اپنے بزرگوں کے کارنامے اسی طرح نقل کرتی ہیں بلکہ بزرگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لیتی ہیں اور ان کے سامنے ڈنڈوت (۱) کر لینے کو اور ان کی پیدائش اور جنگ وغیرہ کی نقل کرنے اور جلوس نکالنے کو اپنے ساری دین کا خلاصہ اور عطر سمجھتی ہیں۔

(۱) ڈنڈوت: سجدہ، چہ سائی، ماتھ میکن، آداب، تسلیم، بندگی۔ (فیہ وز اللغات: ۶۸۱)

آپ تنہائی میں دماغ کو افکار و تعصب سے خالی کر کے سوچیں کہ یہ طریقہ مسلمانوں نے کن لوگوں سے لیا ہے اور ایسا عقیدہ اور ان کے لئے یہ عمل کہاں تک عقل اور شریعت کے مطابق ہو سکتا ہے؟ کیا شریعت اس کی اجازت دے سکتی ہے اور عقل اس کو برداشت کر سکتی ہے؟ اگر آج کسی کے والد بزرگوار کی نقل اس طرح اتاری جائے تو کوئی غیرت مند آدمی اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

تیسرا احتمال:

ذکر ولادت شریف کی تعظیم کی خاطر قیام کرنا تو اس کے لئے بھی کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر جب کیا جائے تو بحالت قیام کیا جائے، یا سننے والے قیام کریں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ”میں دوشنبہ کو پیدا ہوا ہوں“ (۱)، لیکن پیدائش کا تذکرہ فرماتے ہوئے نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے۔

محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ لکھا ہے، ان کتابوں کو برابر اہل علم حضرات پڑھتے ہیں، کہیں ثابت نہیں کہ کسی راوی نے اس کو یا اس جیسی کسی حدیث کو روایت کرتے وقت قیام کیا ہو یا کسی محدث مثلاً: امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، و امام نسائی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھتے یا پڑھتے وقت یا پڑھاتے وقت قیام کیا ہو۔ پس اس مقصد کے ماتحت قیام بھی بلا دلیل ہے۔

چوتھا احتمال:

یہ ہے کہ محض ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام ہو سو یہ بھی بلا دلیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہمیشہ ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے اور حدیثیں سنایا کرتے تھے (۲)، مگر کہیں قیام منقول نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) ”و عنہ (ای ابی فنادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن صوم الاثنین، فقال: ”فیہ ولدت، و فیہ أنزل علی“۔ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، الفصل الأول، ص: ۱۷۹، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من کل شهر الخ: ۳۶۷، قدیمی)

(۲) ”عن أبی وائل قال: کان عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ يذكر الناس فی کل خمیس، فقال له رجل: یا =

ہر جمعہ کو منبر نبوی کے پاس کھڑے ہو کر احادیث سنایا کرتے اور روضہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس قبر والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا (۱) مگر کبھی حاضرین کو قیام کے لئے نہیں کہا۔ خلفاء راشدین: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا بھی حاضرین کو قیام کا حکم نہیں دیا اور ایسے حکم دیتے اور حاضرین کیسے قیام کرتے جب کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس بات کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کہ منبر پر تشریف لا کر فرمایا "اجلسو" (بیٹھ جاؤ) اس حکم کو من کر جو صحابہ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، حتیٰ کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے، مسجد کے باہر دروازہ کے قریب تھے وہ یہ حکم سن کر وہیں بیٹھ گئے، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

= أبا عبد الرحمن لو ددت أنك ذكرتنا كل يوم، قال: أما أنه يمنعني من ذلك ألي أكره أن أملككم، وإنني أتخولكم بالموعظة كما كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامة علينا". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومة: ۱۶۱، قديمي)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث تو نہیں ملی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بھی ان الفاظ میں ہے:

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه كان معتكفاً في مسجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأتاه رجل فسلم عليه ثم جلس، فقال له ابن عباس: يا فلان! أراك مكتئباً حزينا، قال: نعم يا ابن عم رسول الله! فلان علي حق، ولا حرمة صاحب هذا القبر ما أقدر عليه، قال ابن عباس: أفلا أكلمه فيك؟ قال: إن أحببت، قال: فانتعل ابن عباس، ثم خرج من المسجد، قال له الرجل: أنسيت ما كنت فيه؟ قال: لا، ولكنني سمعت صاحب هذا القبر صلى الله تعالى عليه وسلم والعهد به قريب فدمعت عيناه، وهو يقول: "من مشى في حاجة أخيه وبلغ فيها، كان خيراً له من اعتكاف عشر سنين، ومن اعتكف يوماً ابتغاء وجه الله، جعل الله بينه وبين النار ثلث خنادق أبعد مما بين الخافقين". رواه الطبراني في الأوسط، والبيهقي واللفظ له، والحاكم مختصراً وقال: صحيح الاسناد، وكذا في الترغيب، وقال السيوطي في الدر: صححه الحاكم وضعفه البيهقي". (بحراله فضائل اعمال للشيخ مولانا محمد زكريا، فضائل رمضان، فصل ثالث، ص: ۲۵۳، ۲۵۴، كتب خانہ فیضی لاہور)

علیہ وسلم کی ان پر نظر پڑی فرمایا آگے آ جاؤ (۱)۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی چیز نماز ہے، اس کے متعدد ارکان میں مختلف چیزیں پڑھی جاتی ہیں، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز اور ورود شریف قیام کی حالت میں نہیں پڑھا جاتا، نہ رُکوع سجدہ کی حالت میں پڑھا جاتا ہے بلکہ بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر حدیث لکھتے وقت اول غسل کیا، مسواک کی، دو رکعت نماز نفل پڑھی تب ایک حدیث لکھی (۲) اس ادب و احترام کے ساتھ یہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی (۳) مگر یہ ثابت نہیں کہ کسی حدیث کو خواہ وہ ذکر ولادت شریف سے متعلق ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو کھڑے ہو کر لکھا ہو۔ جس وقت اپنی کتاب کا املا کراتے تھے تو بعض اوقات ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مجمع موجود ہوتا مگر سب بیٹھے رہتے تھے، کوئی بحالت قیام نہیں لکھتا تھا اور بھی کسی محدث سے قیام ثابت نہیں۔ حالانکہ یہ سب حضرات ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کرتے تھے (۴)۔

(۱) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما استوى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الجمعة قال: ”اجلسوا، فسمع ذلك ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فجلس على باب المسجد، فراه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: ”تعال يا عبد الله بن مسعود“۔ (أبو داؤد، أبواب الجمعة، باب الإمام يكلم الرجل في خطبته: ۱۵۶/۱، مکتبہ دار الحديث)

(۲) ”قال أبو القاسم الكشميضي: سمعت القريبري يقول: سمعت إسماعيل البخاري رحمه الله تعالى يقول: ”ما وضعت في كتاب الصحيح حديثاً إلا اغتسلت قبل ذلك وحليت ركعتين الخ“۔ (مقدمہ فتح الباری، ذکر فضائل الجامع الصحيح: ۵۷، قدیمی)

(۳) ”حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض واقعات سے اخذ کر کے فرمایا ہے کہ ۷۲ھ میں اس کی ابتدا ہوئی اور ۲۳۳ھ میں اختتام ہوا۔۔۔ اور یہ متعین ہے کہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی ہے۔“ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۵۰۵، بحوالہ کشف الباری لشیخ الحدیث مولانا و مرشدنا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم:

۱۵۶/۱، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

(۴) اس تعظیم و توقیر کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حدیث لکھتے وقت جہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک آئے، ان حضرات نے اہتمام کے ساتھ وہاں درود لکھا ہے، حتیٰ کہ بے شمار ایسے مواضع ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں جہاں پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی صراحتاً نہ بھی ہو مگر ضمیراً وہاں بھی درود لکھا ہے لیکن قیام کا ذکر تک نہیں۔

نیز اس مقصد کے لئے شروع ہی سے قیام کیوں نہیں کیا جاتا جب کہ مجلس ہی ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

(یہاں تک تو قیام سے متعلق گزارش تھی)

آپ کے خط میں دوسری چیز ۱۲/ ربیع الاول کی تخصیص و اہتمام کا سوال ہے، اس کے متعلق عرض ہے کہ مروجہ نفس میلاد شریف کی حیثیت جب سامنے آگئی کہ اس کا کہیں شرعی ثبوت نہیں تو ۱۲/ ربیع الاول کی تخصیص و اہتمام کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا، اگر مروجہ مجلس میلاد شریف کا ثبوت ہوتا پھر اس کی تخصیص ۱۲/ ربیع الاول کے ساتھ کی جاتی تو اس تخصیص کو منع کیا جاتا (۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ جو چیز فی نفسہ مستحب ہو اور لوگ اس پر اصرار کرنے لگیں تو وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے۔

”الإصرار على المندوب يبنه إلى حد الكراهة اهـ“۔ سعایة ۲/ ۲۶۵ (۲)۔

اسی طرح طبی شرح مشکوٰۃ میں ہے:

”من أصر على المندوب، وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه اهـ“۔ (سعایة: ۲/ ۲۶۳) (۳)۔

جب کہ اصرار سے مستحب چیزیں بھی مکروہ ہو جاتی ہیں تو بدعت پر اصرار کا کیا حال ہوگا؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محفل میلاد شریف پڑھنے کے متعلق جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، فرمایا ہے:

”میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ اس دروازے کو بالکل نہ کھولیں کیونکہ بواہبوس نہیں

(۱) ”قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تب تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبها؛ لأن التباين مستحب في كل شيء: أي من أمور العبادة، لكن لما خشى ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته والله تعالى أعلم“۔ (فتح الباری، كتاب الأذان، باب الانفتال والانصراف من اليمين والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة بیروت)

(۲) (السعایة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/ ۲۶۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (السعایة، باب صفة الصلوة: ۲/ ۲۶۳، سہیل اکیڈمی)

رکتے، اگر تھوڑا بھی جائز رکھیں تو بہت تک پہنچ جائے گا۔ (مکتوب: ۷۲، دفتر سوم) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ جامع العلوم کانپور۔

قیام میلاد کی شرعی حیثیت

سوال [۸۹۵]: مجلس میلاد کیا نوعیت رکھتی ہے؟ اور اس کی کس حد تک تعظیم کرنا چاہیے، کیا وقت ذکر پیدائش بطور تعظیم قیام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض علماء فرماتے ہیں وقت ذکر پیدائش قیام کرنے کے لئے شرعاً کچھ اصلیت نہیں بلکہ ناجائز و بدعت ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں مستحب ہے اور دو حدیث پیش کرتے ہیں۔

”عن أبي بكر رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله عليه وسلم إذا جاءه أمر سرور يسره، خر ساجداً لشكر الله تعالى“. رواه أبو داود (۲) والترمذي (۳) مشكوة المصابيح ص: ۱۳۱ (۴)۔

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليضع لحسان منبراً في المسجد يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه

(۱) فارسی عبارت یہ ہے: ”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود و نفس قرآن خواندن بصوت حسن، و در قصائد نعت و منقبت خواندن چه مضائقه است، ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است، ... مخدوماً بخاطر فقیر میرسد تا سداً این باب مطلق نکند، بوالہوسان ممنوع نمی گردند، اگر اندک تجویز کردند، مخیر بہ بسیار خواہ شد،“ قلیله یفرضی رالی کثیر، قول مشہور است، والسلام“ مکتوبات امام ربانی، ص: ۱۵۷، سعید)

(۲) (أبو داود، کتاب الجہاد، باب فی سجود الشکر: ۳۸۳/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان۔)

(۳) (جامع الترمذی، أبواب السیر، باب ماجاء فی السجود: ۲۸۷/۱، سعید)

(۴) (مشکوة المصابيح، کتاب الصلوة، باب فی سجود الشکر، ص: ۱۳۱، قدیمی)

سوال میں مذکور الفاظ اور مشکوٰۃ شریف کے الفاظ میں تھوڑا سا تغیر ہے، سوال کے الفاظ تو ظاہر ہیں اور مشکوٰۃ المصابیح میں یہ ہیں: ”إذا جاءه أمر سروراً أو يسره“ شک کے ساتھ اور ابوداؤد میں ”سروراً“ منصوب نہیں بلکہ مضاف الیہ ہے ”أمر“ کے لئے۔ دوسری عبارت ”خر ساجداً شاكر الله تعالى“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسم أو ينافح، ويقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله يورث حسان بروح القدس منافح أو فاحر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم"، ص: ۴۱۵ (۱)۔

پہلی حدیث سے مراد لیتے ہیں کہ خوشی کے کام میں سجدہ کرنا اور بعد اس کے کھڑا ہونا ثابت ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فخر و غیرہ کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے، ہم ذکر میلاد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش بیان کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے حدیث کی تابعداری ہوتی ہے، حدیث شریف سے جس چیز کا ثبوت ہو وہ بدعت سیئہ نہیں ہو سکتا بلکہ بدعت حسنہ ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر سمجھا جاتا ہے خیر خوش سے شکر کا سجدہ کرنا اور اس کے بعد کھڑے ہونا۔ اب مسلمانوں کے نزدیک جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر سے زیادہ خوش خبری اور کیا ہو سکتی ہے، اب اگر کوئی اس موقع پر سجدہ کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو جائے تو یہ کوئی خرابی کی بات نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ دونوں فریق میں سے کس کی دلیل مانی جائے؟ اور دونوں حدیثوں سے کس نظم سے مستحب ثابت ہوتا ہے اور مستحب ثابت ہونے کے لئے کیا قواعد اور اصول ہونا ضروری ہیں؟ مطابق مذہب حنفی کے اور دونوں حدیثوں کے اندر کیا نظم ہے؟ مستحب کے پیش نظر رقم فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب وهو الموفق للصواب:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ آپ کی نماز وغیرہ عبادات کا ذکر ہو، خواہ بیع شراء وغیرہ معاملات کا ذکر ہو، خواہ ولادت وغیرہ دیگر احوال کا ذکر ہو بلاشبہ باعث برکت، موجب ثواب ہے (۲)۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۰، قدیمی)

موجودہ نسخہ میں "یضع" بغیر لام کے ہے، اسی طرح مرقاة المفاتیح میں بھی ہے۔ ۱۔ مرقاة المفاتیح: ۵۵۵/۸،

رشیدیہ کونٹہ)

(۲) اس بات کی تائید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شامل بیان کرنے سے ہوتی ہے کہ بعض اوقات کوئی راوی کسی صحابی سے عرض کرتا ہے کہ ہمارے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیجئے تو وہ صحابی حتی المقدور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس، حلیہ، نشست و برخاست، اخلاق اور معاند بیان کرتا ہے لیکن قیام کسی سے بھی ثابت نہیں۔

"عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سألت خالتي هند بن أبي هالة: و كان وصافاً عن=

لیکن میلاد مروجہ شرعاً ہے، اصل، بدعت و ناجائز ہے، اس کے مفاسد و قبائح کتاب المدخل، ج: ۲ میں ۳۲۰ صفحات میں لکھے ہیں (۱)۔ عربی فارسی اردو میں مستقل رسائل اس کے عدم جواز کے متعلق علمائے حق نے تصنیف فرمائے ہیں۔ چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں، جن کا پڑھنا اور سننا اور ان پر اعتقاد رکھنا ناجائز اور سخت گناہ ہے (۲)۔

۲۔ رات کا بڑا حصہ اس محفل میں گزار کر اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جاتی ہے (۳)۔

= حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وأنا أشتهي أن يصف إلى شيئاً أتعلق به، فقال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فخمًا مفخمًا، يتلألأ وجهه تلالؤ القمر ليلة البدر، أطول من المربوع وأقصر من المثلث، عظيم الهامة، رجل الشعر: إن انفردت عقيقته فوق وإلا فلا يجاوز شعره شحمة أذنيه، إذا هو وفرة، أزهر اللون، واسع الجبين، أزج الحواجب، سوابغ من غير قرن بينهما. إلى آخر ما قال. (شمائل الترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۲، سعید)

(۱) (تقدم بعض عبارات المدخل تحت عنوان: "محفل میلاد")

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كذب علي متعمداً، فلينبأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم، مقدمة: باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۷/۱، قديمي)

"واعلم أن هذا الحديث يشتمل على فرائد وجمل من القواعد الثانية: تعظيم تحريم الكذب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم، وأنه فاحشة عظيمة وموبقة كبيرة اهـ". (شرح النورى على صحيح مسلم، مقدمته: ۸/۱، قديمي)

(۳) اور یہ بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ ترک جماعت پر بہت سخت وعید سنائی گئی ہے: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إن أثقل صلوة على المنافقين صلوة العشاء و صلوة الفجر، و لو يعلمون مافيهما، لأنوهمما و لو حيوا، و لقد هممت أن آمر بالصلوة فتقام، ثم أمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم أنطلق معي برجال، معهم حزم من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلوة، فأحرق عليهم بيوتهم بالنار". (الصحيح لمسلم: ۳۳۲/۱، باب فضل صلوة الجماعة و بيان التشديد في التخلف عنها و أنها فرض كفاية، قديمي)

۳۔ قرب وجوار کے لوگ بھی نہیں سوکتے ہیں (۱)۔

۴۔ اس محفل کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے چنانچہ شریک نہ ہونے والے پر لعن طعن کیا جاتا ہے، اگر کوئی نماز میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں کی جاتی تو معلوم ہوا کہ اس محفل کی اہمیت نماز سے بھی زیادہ ہے (۲)۔

۵۔ روشنی اور خوشبو وغیرہ ضرورت سے زیادہ کی جاتی ہے جو اسراف ہے (۳)۔

۶۔ قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء کی نظروں میں مغضوب ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب و شتم کرتے ہیں حتیٰ کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوٰۃ بلکہ اسلام سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں (۴)۔

۷۔ قیام کے وقت اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لائے ہیں اور ہماری ہر بات کو خدا تعالیٰ کی طرح بلا واسطہ حاضر و ناظر ہو کر ملاحظہ فرما رہے ہیں (۵)۔

۸۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں مبالغہ کرتے کرتے آپ کے درجہ کو انسانیت سے نکال کر خدائے وحدہ لا شریک کے درجہ میں کر دیا جاتا ہے (۶)۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"، (صحیح

البخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: ۶/۱، قدیمی)

(۲) "قال ابن المنبر: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبها؛ لأن التيامن مستحب

في كل شيء؛ أي من أمور العبادة، لكن لما خشى ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أن يعتقدوا وجوبه أشار

إلى كراهته، والله تعالى أعلم". (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الانفعال والانصراف عن اليمين

والشمال: ۳۳۸/۲، دارالمعرفة بیروت.)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾، (الانعام: ۱۴۱)

(۴) (انظر الحاشية رقمها: ۳)

(۵) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "قيام ميلاد مفصل")

(۶) "مطرف قال: قال أبي: انطلقت في وفد بني عامر إلى النبي ﷺ فقلنا: أنت سيدنا، فقال: "السيد

الله"، قلنا: أفصلنا". (الحديث) و لوزين عن أنس رضي الله تعالى عنه: "إني لا أريد أن ترفعوني =

۹۔ بسا اوقات میلاد میں عورتیں شرکت کرتی ہیں اور ان کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا

ہے (۱) الی غیر ذلک من المفاسد۔ بعض امور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض شرک ہیں۔

دونوں حدیثوں سے استنباب قیام پر استدلال کرنا نہایت تعجب خیز ہے، پہلی حدیث میں قیام کا ذکر تک نہیں بلکہ سجدہ کا ذکر ہے، اگر کہا جائے کہ بعد سجدہ آپ قیام بھی فرماتے تھے تو گو حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں، تاہم علی سبیل التسلیم کہا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود سجدہ ہے اور قیام سجدہ کے تابع ہے، قیام اصل مقصود ہی نہیں، اگر قیام اصل مقصود ہوتا تو کم از کم حدیث شریف میں اس کا ذکر ضرور ہوتا، گو تبعاً ہی کہیں۔ نیز کیا اہل محفل ان خوشخبری کے وقت سجدہ کرتے ہیں اور پھر قیام کرتے ہیں؟ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا اصل مقصود (سجدہ) کو چھوڑ کر صرف تابع (قیام) پر اکتفا کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو کس قدر قلب موضوع ہے۔

بڑی غلطی متدل سے یہ ہوئی کہ وہ خوشخبری کے معنی نہیں سمجھا، خوشخبری عرف میں کہتے ہیں اس اچھی چیز کو جس سے بشر میں خوشی کی وجہ سے تغیر پیدا ہو (۲) اور یہ پہلی مرتبہ خبر دینے میں ہوتا ہے، اہل محفل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا علم پہلے سے ہے، اس محفل میں ان کو اول مرتبہ علم نہیں کرایا گیا بلکہ ولادت کا علم پہلے سے ان کو حاصل تھا، اسی کا دوبارہ تذکرہ کیا گیا، لہذا ان کے حق میں یہ بشارت نہیں ہوئی بلکہ خبر ہوئی۔

”من قال: کل عبد بشری بولادة فلانة، فهو حر، فبشره ثلاثة متفرقین، عتق

الأول؛ لأن بشارته اسم لمخبر یغیر بشرة الوجه، ویشترط کونه ساراً بالعرف، و هذا إنما

= فوق منزلی التي أنزلها الله تعالى، أنا محمد بن عبد الله، عبده و رسوله“۔ (جمع الفرائد، باب النشاء

والشکر والمدح والرفق: ۳/۳۶۸، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (قد مضى تخريجه تحت عنوان ”مجلس میلاد کے مکررات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت)

(۲) ”و بشر یبشر إذا فرح قال: و معنی یشرک و یشرک من البشارة، قال: و أصل هذا كله: أن

بشرة الإنسان تنبسط عند السرور، و من هذا قولهم: فلان یلقانی ببشر: أى بوجه مبسط“۔ (لسان

العرب: ۳/۶۲، دار صادر بیروت)

وفیه أيضاً: ”قال ابن سیدة: طلبوا منها البشرى على إخبارهم إياها بمجىء ابنها“۔ (۲/۶۱)

یتحقق بالذکر اهـ۔ ہدایہ (۱)۔

”وأحسہ ماروی أنه صلى الله تعالى عليه وسلم مر بابن مسعود رضي الله تعالى عنه و هو يقرأ القرآن فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحب أن يقرأ القرآن غصاً صرياً كما أنزل، فليقرأه بقرأة ابن أم عبد رضي الله تعالى عنه". فابتدأ إليه أبو بكر رضي الله تعالى عنه و عمر رضي الله تعالى عنه بالبشارة، فسبق أبو بكر رضي الله تعالى عنه عمر رضي الله تعالى عنه، فكان ابن مسعود رضي الله تعالى عنه يقول متى ذكر: "بشرني أبو بكر رضي الله تعالى عنه وأخبرني عمر رضي الله تعالى عنه" ونو كان مكان البشارة إخباراً بأن قال: إن أخبرني و الباقي بحال عتق الكل اهـ۔ فتح القدير: ۷۹/۴ (۲)۔

لہذا قیام میلاد پر استدلال اس حدیث شریف سے کسی طرح درست نہیں، اگر اس حدیث شریف کی شرح لمعات (۳) میں دیکھیے تو وہاں تفصیل سے ائمہ کے نزدیک اس کے مختلف مطالب لکھے ہیں، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بجدو سے مراد نماز ہے کہ آپ شکر یہ میں نماز پڑھا کرتے تھے (۴)، نماز پر بجدو کا اطلاق کثرت سے

(۱) (الهدایة، کتاب الإیمان، باب الیمین فی العتق والطلاق: ۴/۳۹۸، مکتبہ شرکت علمیہ)

(فتح القدير، کتاب الإیمان، باب الیمین فی العتق والطلاق: ۵/۱۶۵، مکتبہ مصطفیٰ البابی)

ما اختلف العلماء في السجدة المنفردة خارج الصلوة، هل هي جائزة و مسنونة و عبادة موجبة للتقرب الى الله تعالى عملاً؟ فقال بعضهم: بدعة و حرام، ولا أصل لها في الشرع وتفصيل الكلام أن سجدة خارج الصلوة على عدة أقسام: أحدها: سجدة السهو، و هو في حكم سجدة الصلوة، و سجدة التلاوة و لا خلاف فيها، و ثالثها: سجدة المناجات بعد الصلوة و ظاهر كلام الأكثرين أنها مكروهة، و رابعها: سجدة الشكر على حصول نعمة و اندفاع بلية، و فيها اختلاف، فعند الشافعية عند أبي حنيفة و مالك رحمهما الله ليس بسنة بل هي مكروهة. (لمعات التنقيح شرح مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الصلوة، باب في سجود الشكر: ۵/۴۴۳، مکتبۃ المعارف العلمیہ)

(۳) "قال التوريشي: ذهب جميع من العلماء إلى ظاهر الحديث، فقرأوا السجود مشروعة في باب شكر النعمة، و خالفهم آخرون فقالوا: المراد بالسجود الصلاة، و حجته في هذا التأويل ما ورد في =

ثابت ہے (۱)۔ اگر بالفرض قیام کا استحباب ثابت بھی ہوتا تو چونکہ اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کیا جاتا ہے لہذا ترک ضروری ہے۔

”من أصر على مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة ومنكر؟“ وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه۔ انتهى عن الطيبي۔ حاشية المشكوة (۲)، سعایہ: ۲/۲۶۳ (۳) ”الإصرار على المندوب يئله إلى حد الكراهة اهـ“۔ سعایہ: ۲/۲۶۵ (۴)۔

= الحديث أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لما أتى برأس أبي جهل خرساً جده، وقد روى عبد الله بن أبي أوفى: رأيت رسول الله تعالى عليه وسلم صلى بالضحى ركعتين حين يشرب بالفتح، أو برأس أبي جهل، وضر الله وجه أبي حنيفة، وقد بلغنا عنه، أنه قال: وقد ألقى عليه هذه المسألة: ”لو أُلزم العبد السجود عند كل نعمة متجددة عظيمة الموقع عند صاحبها، لكان عليه أن لا يقل عن السجود طرفة عين؛ لأنه لا يخلو عنها أدنى ساعة، فإن من أعظم نعمة عند العباد نعمة الحياة، وذلك يتجدد عليه بتجدد الأنفاس، أو كلاماً هذا معناه“۔ (المراقبة شرح المشكوة، كتاب الصلوة، باب في سجود الشكر: ۳/۶۰۲، مكتبه رشيدية)

(۱) قال العلامة الآلوسی رضي الله تعالى عنه تحت قوله تعالى: ﴿وَعهدنا إلى إبراهيم وإسماعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود﴾: ”وهم المصلون جمع راکع وساجد، وخص الركوع والسجود بالذكر من جميع أحوال الصلوة، لأنهما أقرب أحواله إليه تعالى، وهما الركعتان الأعظمان، وكثير ما يكتفى عن الصلوة بهما..... الخ“۔ (روح المعاني: ۱/۳۸۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (مراقبة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، مكتبه رشيدية كونه)

(۳) (السعاية على شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيذمي لاهور)

(۴) (السعاية على شرح الوقاية للكنزى، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيذمي لاهور)

”إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سَنَةٍ وَبِدْعَةٍ، كَانَ تَرْكُ السَّنَةِ رَجْحًا عَنِ فِعْلِ الْبِدْعَةِ أَهـ“.

شامی: ۱/ ۶۷۱ (۱)۔

حدیث سے (بزرگم خود) ثابت کر کے یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے متدل کے کمال عقل و فہم پر دال ہے، دوسری حدیث میں میلاد کا ذکر کہاں ہے اور ”یَقُومُ“ کا فاعل کون ہے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا جمیع حاضرین؟ اور پھر اس سے صرف میلاد خواں کے قیام پر استدلال ہے یا جمیع حاضرین کے قیام پر؟ نیز یہ قیام مستحب ہے یا واجب ہے؟ اور جس کا بھی قیام حدیث میں مذکور ہے وہ شروع مجلس سے یا کسی خاص وقت میں اور آپ کے یہاں بھی شروع سے قیام ہوتا ہے یا کسی خاص وقت میں؟ غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ حدیث شریف کے انطباق کی کیا صورت ہے۔ اگر لفظ ”یَقُومُ“ یا ”قَائِمًا“ کے لفظ سے استدلال مقصود ہے تو قرآن شریف میں ”قَوْمًا“ اور ”قَائِمِينَ“ اور ”قَائِمًا“ (۲) کے صیغے مختلف مواقع پر وارد ہوئے ہیں، ان سے استدلال کر لیا جاتا۔

اب میں بتاتا ہوں کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے قیام کی صراحۃً ممانعت فرمائی ہے تو جب ذات اقدس کے لئے ممانعت ہے تو ذکر ولادت کا درجہ یقیناً ذات اقدس سے کم ہے: ”(أَبُو أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) خَرَجَ عَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصَا، فَقَامَ إِلَيْهِ فَقَالَ: ”لَا تَقُومُوا كَمَا يَقُومُ الْأَعَاجِمُ يَعْظُمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا“۔ لَأُبَي دَاوُدَ (۳)

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطلب: إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سَنَةٍ وَبِدْعَةٍ، كَانَ تَرْكُ السَّنَةِ أَوْلَى: ۲/ ۶۴، سعید)

(۲) أنظر الآيات الآتية، فإن كان في سعة أحدان يستدل على قيام المولود من لفظ ”قيام“ أو ”يقوم“ لاستدل بأحد من هذه الآيات، وهي آية آل عمران: ۱۸، ۱۱۳، ۱۹۱، وآية التوبة: ۱۰۸، وآية يونس: ۱۲، وآية الحج: ۲۶)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۱۰۴، مكتبة دار الحديث ملتان ۱)

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس لائے گئے پر سہارا لگاتے ہوئے تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے، ارشاد فرمایا: ”جس طرح تمہی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔“

جمع الفوائد: ۱۴۳/۲ (۱)۔

صحابہ کرام کا یہ عمل تھا: ”(أنس رضي الله تعالى عنه): لم يكن شخص أحب إليهم من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وكانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك“۔
للترمذی (۲) جمع الفوائد: ۱۴۳/۲ (۳)۔

اگر کوئی شخص اپنی تعظیم کے لئے قیام کو پسند کرے اس کا حکم یہ ہے: ”(معاویہ رضي الله تعالى عنه) رفعه: ”من أحب أن يتمثل له الناس قياماً فليتبوأ مقعده من النار“۔ لأبي داود (۴) والترمذی (۵)
جمع الفوائد: ۱۴۳/۲ (۶)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے کو بھی منع فرمایا ہے، اس مضمون کی

(۱) (جمع الفوائد، باب العطاس والتشاؤب والمجالسة وآداب المجلس: ۳/۳۵۲، رقم الحديث: ۷۷۸۰، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (جامع الترمذی أبواب الاستئذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۲/۱۰۳، سعید)

ترجمہ: کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سے ناگواری و ناپسندیدگی کو جانتے تھے۔

(۳) (جمع الفوائد، باب العطاس والتشاؤب والمجالسة اهـ: ۳/۳۵۲، رقم الحديث: ۷۷۸۰، إدارة القرآن)

(۴) (كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۲/۷۱۰، مكتبة دار الحديث ملتان)
ترجمہ: جو اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

(۵) (جامع الترمذی، أبواب الاستئذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۲/۱۰۳، سعید)

(۶) (المصدر المتقدم لجمع الفوائد)

روایات جمع الفوائد ۲/۱۵۰ (۱) میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۲۱/رجب/۵۸ھ۔

قیام میلاد کا حکم

سوال [۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ کے بارے میں:

مسئلہ: قیام میلاد بدعت حسنہ ہے یا سنیہ؟ اگر بدعت سنیہ کہتے ہیں تو اس صورت میں تعامل،

توارث اور اجماع کے خلاف لازم آئے گا کیونکہ قیام میلاد کے اوپر اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ تفسیر روح البیان

۳/۳۸ (۲) میں ہے: ”وقد اجتمع عند الإمام تقی الدین السبکی جمع كثير من علماء عصره،

فأنشد منشد قول الصرصری: قليل المدح الخ، فعند ذلك قام الإمام السبکی وجميع من

بالمجلس (إلى) ویکفی ذلك فی الاقتداء. وقال ابن حجر الهيتمي: إن البدعة الحسنة متفق

على مذهبها“. مولود برزنجی، ص: ۲۹ (۳)۔

”قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف أئمة ذورواية وروية“. إشباع الکلام، ص: ۶۰ (۴)۔

”قد اجتمعت الأمة المحمدية من أهل السنة والجماعة على استحسان القيام

المذكور“. مجموعہ فتاویٰ: ۳/۱۳۰ (۵)۔ سیرت دحلان: ۱/۵۱ (۶) میں بھی ایسا ہی ہے۔

(۱) ”مطرف قال: قال أبي: ”إنطلقت في وفد بني عامر إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلنا: أنت

سيدنا فقال: ”السيد الله“، قلنا: أفضلنا“. الحديث ... لرزين عن أنس رضي الله تعالى عنه: ”إني

لا أريد أن ترفعوني فوق منزلتي التي أنزلنيها الله تعالى، أنا محمد بن عبد الله، عبده ورسوله“۔ (جمع

الفوائد، باب الثناء والشكر والمدح والرفق: ۳/۳۶۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲، ۳، ۴) (لم أجد هذه الكتب)

(۵) مجموعہ الفتاویٰ سے اگر علامہ عبدالحی کھنوی کے فتاویٰ مراد ہیں تو ان میں قیام میلاد کو بے اصل قرار دیا گیا ہے، (مجموعہ

الفتاویٰ، کتاب السفر، قات: ۳/۲۵۸، سعید)

(وایضاً مجموعہ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۳۳۵، امجد اکیڈمی لاہور)

(۶) (لم أظفر على هذا الكتاب)

اس کے علاوہ امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں: "الأدب الخماس: موافقة القوم في القيام إذا قام أحد منهم في وجد صادق من غير رياء و تكلف، وقام باختيار من غير إظهار وجد، وقام له الجماعة، فلا بد من الموافقة، فذلك من أدب الصحبة" (۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر قیام بدعت سنیہ ہے تو مذکورہ بالا دلائل کے دندان شکن جوابات کیا ہیں؟ بہر حال اگر بدعت سنیہ ہو تو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی، یا حرام ہے؟ ان میں سے جس کو بھی اختیار کریں مدلل و مفصل و حوالہ کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ والسلام۔

شفیق الرحمن ۲۲، پرگنوی، ۲۲/رجب/۱۳۹۱ھ۔

الجواب حامداً و مصلحاً:

یہ مروجہ مجلس میلاد نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ خلفائے راشدین و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے، نہ تابعین و ائمہ مجتہدین: (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہم) وغیرہ سے ثابت ہے، نہ محدثین: (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ وغیرہ ہم رحمہم اللہ) سے ثابت ہے، نہ اولیاء کاملین: (حضرت عید القادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، امیر خلیفہ بھاء الدین نقشبندیؒ، شیخ عارف شہاب الدین سہروردیؒ وغیرہم) سے ثابت ہے۔

چھ صدی اس امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا، سب سے پہلے بادشاہ اربل نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا اور اس پر بہت روپیہ خرچ کیا، پھر اس کی حرص و اتباع میں وزراء امراء نے اپنے اپنے انتظام سے مجالس منعقد کیں، تفصیل تاریخ ابن خلکان میں ہے (۲)۔

اسی وقت سے علمائے حق نے اس کی تردید بھی لکھی ہے، چنانچہ کتاب المدخل (۳) میں علامہ ابن

(۱) (احیاء علوم الدین للغزالی، کتاب آداب السماع والوجد، المقام الثالث من السماع، الأدب الخامس: ۳۰۵/۲، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (وفیات الأعیان وأبناء أبناء الزمان لأبن خلکان، ترجمۃ مظفر الدین صاحب اربل، رقم الترجمۃ: ۵۴۷: ۱۱۷/۳، ۱۱۹، دار صادر بیروت)

(۳) (قد مضی بعض اقتباساتہ تحت عنوان "مفضل میلاد" و عنوان "میلاد کا خاص طریقہ")

الحاج نے تیس صفحات میں اس کے قبائح و مفاسد و دلائل شرعیہ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ ۳۷۷ھ میں اسکی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی، پھر جہاں یہ مجلس پہنچتی گئی، وہاں کے علماء تردید فرماتے گئے، چنانچہ عربی، فارسی، اردو، ہر زبان میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک تردید کی جارہی ہے، کیا اسی کا نام اجماع ہے، غالباً مدعی کو اجماع کی تعریف بھی معلوم نہیں ہے "جمع کثیر من علماء عصرہ"، ایک مجلس میں اکٹھے ہو گئے اور بس اجماع ہو گیا؟ غور طلب یہ ہے کہ اس دور میں جتنے علماء موجود تھے کیا ان میں سے کثیر تعداد ایک جگہ (سبکی کے مکان) پر جمع ہوئی تھی؟ اس کثیر کی مقدار تعداد کیا تھی، تین چار کو بھی کثیر کہا جائے گا یا جمع کثرت کی حد تک پہنچا کر دس گیارہ تک مبالغہ کیا جائے گا؟ کیا ان کی تعداد کی شرکت مفید اجماع ہے؟

ہاں یہ ممکن ہے کہ ان حاضرین میں سے کسی نے مخالفت نہ کی ہو لیکن ان کے علاوہ جتنے علماء اس وقت کے تھے، کیا انہوں نے بھی مخالفت نہیں کی؟ یا اس گھریلو اجماع کے ساتھ موافقت کی ہے؟ نیز ان شریک نہ ہونے والوں کی تعداد شریک ہونے والوں کے مقابلے میں کثیر تھی یا قلیل؟ اگر شریک نہ ہونے والے قلیل تھے اور شریک ہونے والے کثیر تو اس مکان کی وسعت کس قدر ہوگی؟ جہاں اتنی بڑی تعداد سما گئی؟ اور صرف اس بستی کے علماء جمع ہوئے تھے یا تمام اطراف و اکفاف کے جمع ہوئے تھے (یا کئے گئے تھے؟) اگر نہ شریک نہ ہونے کی تعداد کثیر تھی جیسا کہ متبادر ہے کہ ایک مکان میں ایک وقت میں اتنی بڑی تعداد نہیں آ سکتی ہے تو جمع کثیر کا اطلاق نہ شریک ہونے والوں پر زیادہ مناسب و اقرب الی الفقہ ہے، لہذا استدلال پر عکس ہو جائے گا۔

"الإجماع فی اللغة الاتفاق، وفي الشريعة: اتفاق مجتہدین صالحین من أمة محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی عصر واحد علی أمر قولی أو فعلی اھ۔"

"والمراد بالمجتہدین جميع المجتہدین الکائنین فی عصر من الأعصار، واحترز به

عن اتفاق المقلدین، واحترز بقول "صالحین" عن اتفاق مجتہدین ذوی ہوی بدعة و فاسقین،

و بقوله: "أمة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" عن اتفاق مجتہدی الشرائع السابقہ اھ۔"

"الإجماع نوعان: عزیمة وهو التکلم منهم بما یوجب الاتفاق: أي اتفاق الكل علی

الحکم بأن یقولوا: أجمعنا علی هذا، إن کان ذلك الشروع من باب القول أو شروعهما فی الفعل

إن کان من بابہ: أي کان ذلك الشیء من باب الفعل كما إذا شرع أهل الاجتهاد جميعاً فی

المقاربة أو السزارة أو الشرکة کان ذلك إجماعاً علی شرعیتها، ورخصة: وهو أن یتکلم أو

يفعل البعض دور البعض: أى يتفق بعضهم على قول أو فعل و سكت الباقون منهم، ولا يردون عليهم بعد مضي مدة التأمل، وهى ثلثة أيام من مجلس العلم اهـ. قوله: "وهى ثلثة أيام؛ لأن هذا القادر هو المشروع فى إظهار العذر عند أكثر الحنفية، ثم لا تقدر مدة التأمل شىء بل لا بد من مرور أوقات بعلم عادة أنه لو كان هنا مخالف لأظهر الخلاف اهـ". نور الأنوار و قمر الأقماء، ص: ۲۱۹ (۱)۔

کیا بتایا جاسکتا ہے کہ سبکی کے مکان پر محفل میلاد شریف میں قیام کرنے والے حضرات کون کون تھے اور اجتہاد میں وہ کس درجہ پر فائز تھے؟ یعنی مجتہدین کے جو طبقہ "شرح عقود رسم المفتی" میں مذکور ہیں (۲) یہ حضرات کس طبقہ کے تھے، جن کے قیام کو اجماع قرار دے دیا گیا؟ یہ سب گفتگو اس وقت ہے کہ سوال کی نقل کروہ عبارات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ نقل میں خیانت نہیں کی گئی، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مدعی نے نقل میں خیانت سے کام نہیں لیا جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی کی عبارت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، ان کی عبارت یہ ہے کہ:

"ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله تعالى عليه وسلم ووضع أمه له من

(۱) (نور الأنوار، باب الإجماع، ص: ۲۱۹، سعيد)

(۲) "لا بد للمفتى المقلد أن يعلم حال من يفتى بقوله فنقول: إن الفقهاء على سبع طبقات: الأولى: طبقة المجتهدين فى الشرع كالأئمة الأربعة ومن سلك مسلكهم الثانية: طبقة المجتهدين فى المذهب كأبى يوسف ومحمد وسائر أصحاب أبى حنيفة القادرين على استخراج الأحكام عن الأدلة المذكورة على حسب القواعد الثالثة: طبقة المجتهدين فى المسائل كالخصاف وأبى جعفر الطحاوى وأبى الحسن الكرخى وشمس الأئمة الحلوانى، وشمس الأئمة السرخسى وفخر الإسلام البزدوى وفخر الدين قاضى خان وغيرهم الرابعة: طبقة أصحاب التخریج من المقلدين كالرازى الخامسة: طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين كأبى الحسن القدورى وصاحب الهداية والسادسة: طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين الأقوى والقوى والضعيف الخ كصاحب الكنز وصاحب الوقاية وصاحب المجمع السابعة: طبقة المقلدين الذين لا يقدرّون على ما ذكر ولا يفرّقون بين الغث والسمين فالويل لمن قلّدهم كل الويل، انتهى". (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۲۸، ۳۳، میر محمد کتب خانہ)

القیام، و هو أيضاً بدعة، لم يرد فيه شيء“، فتاویٰ حدیثیہ، ص: ۵۷ (۱)۔

ایک دوسرے قیام پر رد کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیام میلاد پر بھی رد فرمایا ہے (۲)۔ اس کی اجازت نہیں دی، اس کی اجازت کو ان کی طرف منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے، علاوہ ازیں حنفیہ پر غیر کا قول بلا دلیل کیسے حجت ہوگا؟

”احیاء العلوم“ میں کیا مجلس میلاد کے قیام سے متعلق یہ عبارت ہے، جس کو مدعی نے پیش کیا ہے، جب نفس مجلس میلاد شریف کا ہی مروجہ طریق پر ثبوت نہیں تو پھر قیام کیسے ثابت ہوگا؟

حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محفل میلاد میں تشریف لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ بلا دلیل ہے (۳) بلا دلیل شرعی کے حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا نہایت خطرناک ہے، اس کی سزا جہنم ہے (۴) اپنی ظاہری حیات طیبہ کے قیام کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، وہ یہ ہے:

”عن أبي أمية رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم متكباً على عصا، فقمنا له، فقال: ”لا تقوموا“ كما يقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً“ رواه أبو داود

(۱) (الفتاوى الحديثية، مطلب في أن القيام في أثناء مولده الشريف بدعة لا ينبغي فعلها، ص: ۱۱۲، قدیمی)

(۲) ”الموالد والأذکار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير... وعلى شر بل ضرر، لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فيها شر، لكنها قليل نادر، ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفساد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص آثم“، (الفتاوى الحديثية، مطلب الاجتماع للموالد والأذکار..... مطلوب ما لم يترتب عليه شر وإلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲، قدیمی)

(۳) (قد مضى تخريجه تحت عنوان: ”محفل میلاد“)

(۴) ”عن أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه- قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من كذب على متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار“، (الصحيح لمسلم، مقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ۷/۱، قدیمی)

فی سنہ (۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۳ (۲)۔

جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں جس قدر عظمت و محبت تھی وہ کسی کو نصیب نہیں، ان کا طرز عمل تھا کہ وہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے، قیام نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ قیام ناگوار خاطر تھا اسی وجہ سے قیام کی ممانعت فرمادی تھی:

”عن أنس رضي الله تعالى عنه لم يكن شخص أحب إليهم من رسول صلى الله تعالى عليه وسلم، و كانوا إذا رأوه لم يقووا لما يعنمون من كراهيته لذلك“۔ رواد الترمذی۔ وقال: هذا حديث حسن صحيح اه“ (۳)۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۳ (۴)۔

براہین قاطعہ، الجذہ لابل السنۃ، فتاویٰ میلاد و قیام وغیرہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ ایک بہت مختصر کتابچہ ”غلط فہمیوں کا ازالہ“ دارالعلوم دیوبند صدر مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے کچھ عرصہ ہو طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، بلاشبہ کسی چیز کو دین اور تقرب سمجھنا ہی بدعت ہے اور یہاں تو قیام کے خلاف پر دلیل موجود ہے، جس چیز کو صاف صاف منع فرمایا گیا: ”لا تقربوا“ اس کو دین تصور کرنا تو تحریف ہے جس میں بدعت حسد ہونے کا شائبہ تک بھی نہیں۔

نبی کا تحریم کے لئے ہونا اصل ہے، بغیر قرینہ صارفہ کے اصل سے عدول کا حق نہیں: ”السنہی کالامر فی کونہ من الخاص؛ لأنه لفظ وضع بمعنى معلوم وهو التحريم اه“۔ (نور الأنوار ص: ۶۱ (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذلک: ۱۰/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(۳) (جامع الترمذی، أبواب الاستیذان والأدب، باب ما جاء فی قیام الرجل للرجل: ۱۰۳/۲، سعید)

(۴) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(۵) (نور الأنوار، مبحث النهی کالامر فی کونہ من الخاص، ص: ۶۱، سعید)

محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام

سوال [۸۷]: یہاں پر اکثر مساجد میں محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک اور ربیع الاول کی پہلی سے بارہویں تاریخ تک اور ربیع الثانی کی پہلی تاریخ سے گیارہویں تک اور ستائیسویں رجب کی اور پندرہویں شعبان کی اور ستائیسویں رمضان کی اور نویں ذی الحجہ کی سال بھر میں ان ایام میں رات کو بعد عشاء وعظ ہوتا ہے، ان کے علاوہ نہ کسی کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ وعظ کہلائے اور نہ کسی وعظ کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ خود کہے اور ایام مذکورہ بالا میں کی بیشی نہیں ہوتی، مثلاً: یہ کہ محرم میں بجائے دس روز کے بارہ روز یا آٹھ روز کر لیں، یہ نہیں ہوتا، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تعین بدعت ہے یا کہ نہیں، اگر ہے تو حسن ہے یا سیئہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایام مذکورہ کی تعین دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں اور نہ اس کا وجود خیر القرون میں تھا، لہذا اگر ان ایام میں وعظ کو ضروری سمجھا جاتا ہے یعنی اگر کوئی وعظ میں شریک نہ ہو تو اس کو ملامت کی جاتی ہے اور وعظ کہنے اور سننے کے ثواب کو انہیں ایام کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے: ”وشر الأمور محدثاتھا“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم، ۷/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

سیرت کانفرنس کے جلسے

سوال [۸۹۸]: ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں سیرت کانفرنس اور سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنوان سے اجلاس ہوتے ہیں، دیوبندی حضرات بھی ایسے ہی اجلاس بلا تے ہیں، لیکن بریلوی سے اتنا مختلف کہ ان کے یہاں قیام و میلاد بھی ہوتا ہے لیکن دیوبندی حضرات محض اپنے علماء کو بلا کر تقریریں سنتے ہیں اور سیرت طیبہ سے نیز ارشادات نبوی سے قرآن و حدیث کی روشنی میں مستفید ہوتے ہیں، چنانچہ ہمارے علماء و مشائخ اساتذہ دیوبند، سہارن پور وغیرہ کے شرکت فرماتے ہیں اور یہ اجلاس مال کے دوسرے ایام اور شہر میں

بھی منعقد ہوتے ہیں، لیکن ربیع الاول میں اس کا روز زیادہ ہو جاتا ہے اس میں بارہ ربیع الاول کی قید تو نہیں، اول و آخر میں بھی اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ ذہن میں غلجان ہے کہ آیا اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ ازراہ کرم واضح فرمائیں عنایت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سیرت پاک کا بیان کرنا اور لوگوں تک پہنچانا جس کے ذریعہ زندگی مطابق سنت بنے اور دین کی پابندی کا شوق پیدا ہو درست اور موجب اجر اور مفید ہے، جبکہ اس میں التزام مالا یلزم نہ ہو اور کوئی عمل خلاف شرع نہ ہو (۱) مثلاً: زمان، مہینے، تاریخ، دن اور مکان اور خاص ہیئت اور مستحب و واجب کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والوں پر ملامت ہو وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

ربیع الاول کا جلوس

سوال [۸۵۹]: یوپی کے کئی شہروں میں بامہ ربیع الاول جلوس محمدی نکلتا ہے، اس کے نکالنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ کانپور وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ علماء کرام بھی اس میں شرکت فرماتے ہیں، اگر اس کے جواز کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرماویں۔

صورت مسئلہ میں زید کا قول مندرجہ ذیل ہے: ”اگر وہ منہیات شریعہ سے خالی ہو تو شرعی قباحت نہیں

(۱) ”الموالد والأذکار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير، كصدقة وذكر وصلاة وسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومدحه، وعلى شربل شرور، لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فيها شر، لكنه قليل نادر... والقسم الثاني (أى الذى ليس فيه شر) سنة تشمله الأحاديث الواردة فى الأذكار المخصوصة والعامّة، كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله تعالى فيمن عنده“، رواه مسلم... وفى الحديثين أوضح دليل على فضل الاجتماع على الخير والجلوس له الخ“، (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي، مطلب: الاجتماع للموالد والأذكار... مطلب ما لم يترتب عليه شر، وإلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲، ۲۰۳، قديمي)

اور ایسے امور جو بابت شرعیہ سے خالی نہ ہوں اگر دینی رجحان کے پیدا کرنے میں تعاون معلوم ہو تو ان کا اختیار کرنا اولیٰ اور باعث اجر ہے۔ مگر کا قول ہے کہ ”یہ ناجائز اور بدعت ہے اور دلیل میں کہتا ہے کہ: ”سکل بدعة ضلالتہ، وکل ضلالتہ فی النار“ ان دونوں میں کس کا قول درست ہے؟

المستقی: محمد حنیف معرفت مسعود الحسن مسجد عالم شہید چوک، بازار بہرائچ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا جلوس نکالنا فی نفسہ ثابت نہیں، قرون مشہود لہذا بالخیر میں اس کا کہیں وجود نہیں، کتب فقہ اور کلام ائمہ میں کہیں پتہ نہیں (۱) اور اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ اس میں جھنڈے ہوتے ہیں، نعرے ہوتے ہیں اور نعرے بھی وہ جو موہم شرک ہیں، بعض جگہ ننگے سر اور ننگے پیر چلتے ہیں، اخیر شب میں پھولوں کا ہار لے کر جاتے ہیں، کچھ دیر کے لئے بالکل خاموش یا ادب یہ تصور لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ابھی حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش ہو رہی ہے اور یہ باران کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہیں، پھر ایک دم صلوة و سلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

بعض بدعات کی ابتداء اچھی نیت سے ہوتی ہے اور فی نفسہ ان میں کوئی خرابی بھی نہیں ہوتی تھی، مگر پھر ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں، مثلاً: تارتخ کا التزام، دن کا التزام، ہیئت کا التزام۔ بعض بدعات کی ظاہری صورت دیکھنے میں اچھی اور نیک معلوم ہوتی تھی لیکن حقیقتاً ان میں اعتقادی یا عملی مخفی خرابیاں تھیں، غرض ان بدعات کی

(۱) ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مستدلات بھی قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار ہیں، انہی اصول سے وہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں، ان کے اندر اگر ان کو کسی مسئلہ کی طرف اشارہ بھی ملے تو یہ حضرات اس مسئلہ کی صراحت کر کے ذکر کرتے ہیں لیکن مذکورہ جلوس اور اس قسم کی دوسری بدعات جو مروج ہیں کے بارے میں ان حضرات کو نہ صراحت نہ دلالت اور نہ اشارۃً و اقتضاءً کچھ ملا ہے کہ اس کے جواز کا حکم دیں، بلکہ اس قسم کی بدعات کے تو ان اصول میں عدم موجودگی کی بنا پر یہ حضرات تردید کرتے چلے آ رہے ہیں:

حدیث: ”من أحدث فی امرنا هذا الخ“ کے تحت علامہ منوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”أی أنشاء واختراع وأتی بأمور حدیث من قبل نفسه..... (ما لیس منه): أی رأياً لیس له فی الکتاب أو السنة عاصداً ظاهراً أو خفياً، ملفوظاً أو مستبطاً (فہو رد): أی مردود علی فاعله لبطالانہ“ (فیض القدیر: ۵۵۹/۱۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

وجہ سے بہت بڑی جماعت کے ذہنوں میں دینی اور بے دینی میں ایسا خلط ہو گیا کہ اللہ کی پناہ: "مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ دُونَ" (۱) ان سب مفاسد کا قلع قمع ہے۔

ایسے جلوس میں دینی رجحانات تو کیا پیدا ہوتے، فرائض و سنن ترک ہوتے ہیں، فجر کی جماعت ہوتے ہوئے بھی اہل جلوس کو شرکت جماعت کی توفیق کم ہی ہوتی ہے، جس طرح دوسری پارٹیاں اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اپنی تشبیر و اقتداء کے لئے بغیر مذہب کی ہدایت کے اپنا عمل تجویز کرتی ہیں، یہی حال اس جلوس کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

بارہ ربیع الاول کو مدح صحابہ کا جلوس

سوال [۹۰۰]: مثلاً محمود آباد، پینتے پور، فتح پور، کانپور وغیرہ میں ۸/ یا ۱۲/ ربیع الاول میں چاریاری جھنڈا خوب اہتمام سے شاندار جلوس کی صورت میں نکالتے ہیں، اس جلوس میں سب مل جل کر مدح صحابہ یا اسی قسم کے اشعار خوب راگنی لہجہ سے پڑھتے ہیں، سب گلی کوچوں سے گزرتے ہیں، عورتوں کو سناتے ہیں، جگ جگ شربت کا انتظام ہوتا ہے، جو اس میں شریک نہیں ہوتے اس کو خوب لعن طعن کرتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں، اس جھنڈے کے بانی سبانی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس جھنڈے میں شرکت کرنا کسی طرح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو شریک ہونے والے تشریک ہونے والے کو برا بھلا کہتے ہیں، اس پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر ہے کہ اس کا جواب پانا ناہ دارالمبلغین لکھنؤ سے حاصل کریں، وہاں سے بتلا دیا جائے گا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سے اس کی بنیاد قائم کی تھی یا اس میں کچھ تغیر ہو گیا ہے اور اس کی پشت پر کیا دلائل ہیں یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، کس دلیل سے یہ ثابت ہے؟ پھر جو کچھ وہاں سے جواب ملے، مہربانی فرما کر میرے پاس بھیج دیں، وہاں استفتاء کا جواب دیا جاتا

(۱) (رواہ البخاری فی الصلح، باب إذا اصطحرا علی صلح جور فالصلح مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

(ومسلم فی الأفضیۃ باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قدیمی)

ہے اور اس کی اصل حقیقت سے وہاں کے حضرات پوری طرح واقف ہیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا

سوال [۹۰۱]: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کر دینا چاہیے، کچھ لوگ

اس بات کی مخالفت کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت کی طرف سے ان دونوں دنوں میں کاروبار بند کرنے کا حکم نہیں، اس کو شرعی حکم سمجھنا غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

وقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال

سوال [۹۰۲]: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پر مدینہ شریف یا دیگر بلاد اسلامیہ میں

ہڑتال ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اظہار افسوس کے لئے ہڑتال کا یہ طریقہ اس زمانہ میں نہیں تھا، مدینہ طیبہ میں نہ دیگر بلاد اسلامی

میں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۸۹ھ۔

(۱) قال الشاطبي: "ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة والتزام العبادات المعينة في أوقات

معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة الخ". (الاعتصام للشاطبي، الباب الأول في تعريف البدع

الخ، ص: ۲۵، ۲۶، دارالمعرفة بيروت)

"البدعة اسم من الابتداء، سواء كانت محمودة، أم مذمومة، ثم غلب استعمالها فيما هو نقص

في الدين أو زيادة" (القاموس الفقهي، ص: ۳۲، إدارة القرآن) =

حضرت غوث اعظم کی مجلس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری

سوال [۹۰۳]: ”فتح الربانی“ کتاب میں سیدنا عبدالقادر جیلانی کے مواعظ حسنہ ہیں لیکن دیباچہ میں حضرت مولانا عاشق الہی مرحوم لکھتے ہیں: ”ان کی مجلس وعظ میں صلحاء و ملائکہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبات کی روحانی شرکت ہوتی ہے اور کبھی کبھی روح پر فتوح سید ولد آدم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا نزول اجلال بھی تربیت و تائید کی غرض سے ہوا کرتا تھا۔“ ایسا ہی مضمون بریلوی علماء کی کتاب ”حقائق بخشش ص: ۷۲“ پر یہ شعر تحریر ہے ۔

ولی کیا رسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث
ان دونوں عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دونوں میں فرق بالکل صاف و ظاہر ہے، حضرت مولانا عاشق الہی کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ یہ تشریف آوری تائید و تربیت کے لئے ہے (۱)، حقائق بخشش کا حاصل یہ ہے کہ تشریف آوری استفادہ کے لئے ہے۔ حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم عالیہ وحی الہی سے حاصل ہیں اور اولین و آخرین سب کے مجموعہ کے علوم بھی ذات مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں، تو پھر استفادہ کے لئے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں آنے کا مطلب تو یہ ہوگا جو علوم اس مجلس میں حاصل ہوتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھے، یہ تنقیص ہے ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، اور فوقیت ہے حضرت قطب

= ”کل محدث بدعة، و کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی النار۔“ (مشکوٰۃ کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔“ (مشکوٰۃ، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۲۷، قدیمی)

(۱) راجع: (الفتاویٰ الحدیثیہ، مطلب: یمکن الاجتماع بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الآن یقطۃ، ص: ۳۹۱، قدیمی)

جیلانی قدس سرہ کی، اس کو کب حضرت جیلانی نور اللہ مرقدہ برداشت کر سکتے ہیں، نہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداء روحی و روح ابی و اُمی) کا کوئی ادنیٰ خادم برداشت کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود مغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۹۲ھ۔

دس محرم کو مسجد میں مجلس

سوال [۹۰۴]: یہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے، ۱۰/محرم کو مجلس یادگار امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں کر سکتے ہیں؟ جس میں شیعہ و سنی دونوں صاحبان پڑھیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مسجد میں اور خارج مسجد درست ہے اور باعث ثواب ہے (۱) لیکن خاص کر محرم کے موقع پر بطور یادگار مجلسیں کرنا درست نہیں، نہ مسجد میں نہ باہر، اس لئے ایسی مجلسیں مسجد میں نہ کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود مغفر لہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۲ھ۔

عرس

سوال [۹۰۵]: آج کل جس طرح بزرگوں کا عرس ہوتا ہے اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدعت اور ممنوع ہے:

”فیجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعتدون ذلك قرباً، وهي بدعة ضلالة؛ لأن التصديق لم يختص بيوم دون (۱) “فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلوة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت و ينفعه“۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب أحكام الجنائز، فصل فی زیارة القیور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی کتب خانہ)

یوم، ولا تصح إلا على الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم في جهله وهم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا؛ لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت في كتاب و يسمونه مناقب، ثم إذا حضر الناس المدعوون، جىء برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلك النسخة في يده و يقرأها قراءة مثل قراءة المولود، وقد ورد انتهى عن مثل هذا صراحة، ثم يختتمون القرآن و يُمد لهم سماء، و ليس هذا إلا بدعة ضلالة لم يفعلها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذلك أثر إلى القرن الثامن كما يظهر من تتبع النجوم، وهذه خصوصيات المشايخ، فإنهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله و يذكره تنزل الرحمة، و لو سلم أنه من أولياء الله، فهل ذكر الولي بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ حاشا؛ فإن الرحمة لا تنزل إلا باتباع السنة السنية، فإن البدع فهي تنزل الغضب والنفقة - عافانا الله وإياكم من غضبه وسخطه - و لو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، ولكن ليس غرض هؤلاء المتصوفة إلا طيب الشهرة والافتخار بابائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة و كذا و كذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل في سلوكهم، و متى دخل في طريقهم أفقره فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، و ما عرفت أنه أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج، و مع ذلك فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو من إرتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولى في ذلك - قاتلهم الله - فإنهم يطوفون بقبر الولي الذين يعتقدون فيه و يظنون أنه هو المتصرف في الكون، وأن الإنسان إذا تمسك بهذه، فلا حاجة له بالصلاة والصيام، وأكثر ما غلبوا في ذلك أتباع سيدنا عبد القادر الجيلاني رحمه الله تعالى و نفعنا ببركاته، فإنه - معاذ الله - أني يرضى بذلك الكفریات التي يعتقدونها. (تبليغ الحق)، ص: ۸۹۷ (۱)۔

(۱) عربی عبارات کا ترجمہ: ”ان طریقوں سے پچھلا لازم ہے جو کہ لوگ کسی کے مرنے کی سالانہ تاریخ میں کیا کرتے ہیں جس میں چھوٹے بڑے سب کو دعوت دیتے ہیں اور اس کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے، جب =

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب نے مسالہ مسائل میں سوال نمبر: ۱۵ کے جواب میں سائے پانچ صفحات میں اس پر اصولی بحث فرما کر اس کو منع قرار دیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کسی خاص دن کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ بات بھی ہے کہ صدقہ کے مستحق صرف محتاج اور غریب لوگ ہیں (اور یہ لوگ ایصالِ ثواب کے نام پر مالداروں کو بھی کھلاتے ہیں) اور بعض جاہل مشائخ جن کا مقصد دنیا طلبی کے سوا کچھ بھی نہیں دوا لیا کرتے ہیں کہ فوت شدہ کے حالات لکھ لیتے ہیں جس کو وہ مناقب کہتے ہیں اور جب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ایک خوش گلو (خوش آواز) آدمی ان کو میلا دی طرح پڑھتا ہے حالانکہ یہ صراحتاً منع ہے، پھر یہ لوگ قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور ان کے لئے دست خوان پھیلا دیا جاتا ہے یہ سب بدعت اور مغلالت ہے، اس کو نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بلکہ آٹھویں صدی ہجری تک بھی اس کا کوئی نشان نہیں ملتا جیسا کہ علما کی کتابوں سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

یہ ان مشائخ کی خصوصیات ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ فوت شدہ شخص اولیا، اللہ میں سے ہے اور اس کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے حالانکہ اگر وہ بزرگ بھی ہو تو کیا اس غلط طریقہ کی آمیزش سے رحمت کا نزول ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ نزول رحمت صرف اتباع سنت سے ہوا کرتا ہے اور بدعت سے خدا کا غضب اور عذاب آیا کرتا ہے (اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھے) اگر ان تمام خرافات اور وہابی با توں سے رحمت نازل ہوتی تو ائمہ اکرام اور اکابر بزرگان اس کو کبھی نہ چھوڑتے، ان بدعت پرست پیروں کی غرض صرف شہرت طلبی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنا ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ہمارے باپ دادا اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اور ان سے بڑی بڑی کرامات ظاہر ہوئیں تاکہ سننے والا ان کا معتقد ہو کر ان کے سلسلہ میں داخل ہو جائے اور یہ لوٹ کھسوٹ کر اس مرید کو فاقہ مست بنادیں اور وہ مرید دنیا و آخرت دونوں اعتبار سے خسارہ میں پڑ جائے۔

اس (سالانہ جشن) کو اہل ہند عرس کہتے ہیں جو بالکل بے بنیاد چیز ہے، عرس تو شادی بیاہ میں ہوا کرتا ہے (نہ کہ موت کے موقع پر) بایں ہمد اس عرس کے ساتھ مکروہ چھوڑ کر سینکڑوں حرام چیزیں شامل ہو گئی ہیں اور اہل ہند کو اس ابتداء اور حرام کی آمیزش میں کمال حاصل ہے ایسوں کا خدا ناس کرے، اہل ہند جو بتداع ہیں وہ بزرگوں کی قبروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ اور گمان یہ ہے کہ یہ بزرگ عالم میں تصرف کرتے ہیں اور جب کسی کا یہ حال ہو جائے تو وہ نماز اور روزہ کی کیا ضرورت سمجھے گا، جاہل معتقدوں نے سیدنا عبدالقادر جیلانی کے بارے میں بہت زیادہ غلو کر رکھا ہے اور کفریات میں مبتلا ہو گئے ہیں، سید عبدالقادر جیلانی (اگر زندہ ہوتے) تو کیا ان کفریات کی اجازت دے سکتے تھے؟ (تسلیم الحق ص: ۸۹۷)۔

عرس وغیرہ

سوال [۹۰۶]: بزرگان دین کے عرسوں میں شامل ہو کر وہاں کچھ کھانا پکا کر اور اس کو فی سبیل اللہ بغیر کسی خرافات کے تقسیم کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب بزرگان دین کی ارواح کو پہنچانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مزارات پر جا کر کھانا پکوانا یا کھانا لے کر وہاں جانا اور تقسیم کرنا بدعت اور ناجائز ہے، ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ مقرر کر کے اس کو شرعی حیثیت دینا درست نہیں (۱)، عرس کرنا بدعت ہے۔ بلا کسی غیر ثابت پابندی کے جب دل چاہے ایصالِ ثواب کرنا، خواہ غریبوں کو کھانا، غلہ، کپڑا، نقد کو کسی بھی ضرورت کی چیز دے کر یا قرآن پاک، تسبیح، نماز پڑھ کر ہو یا حج کر کے ہو غرض ہر نیک کام کر کے شرعاً درست اور باعثِ اجر و ثواب ہے (۲) قبروں پر کبھی کبھی جا کر دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرنا اور اسلاف کو یاد کرنا بھی ثواب ہے (۳) لیکن مزارات پر

(۱) "أصل صلوة النافلة سنة مرغب فيها ومع ذلك فقد كره المحققون تخصيص وقت بها دون وقت، ومنهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلاة الرغائب التي لا أصل لها الخ". (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة: ۵۵/۱، دار المعرفة بیروت)

(۲) "والأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها الخ". (الهداية، باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مکتبہ شرکت علمیہ)

وفی البحر الرائق: "والأصل فيه أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو

غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة". (باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(۳) "والسنة زيارتها قائماً، والدعاء عندها قائماً كما كان يفعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الخروج إلى البقيع فلا إنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوة كان أو حجاً أو عمرة أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت و ينفعه، قاله الزيلعي في باب الحج عن الغير". (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۰-۶۲۲، قدیمی)

پھول، چادر چڑھانا (۱) سجدہ کرنا (۲) طواف کرنا (۳) قبروں کو چومنا (۴) چراغ جلانا (۵)، ان کی ارواح سے رزق یا اولاد وغیرہ مانگنا (۶)، ان کی نذر ماننا (۷) قوالی کرنا (۸) یہ سب شرعاً ناجائز ہے ان سے بچنا لازم ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں (۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،، کیم/ شعبان/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۸/ ۸۷ھ۔

(۱) ”ما بفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشيء“۔ (عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر أن لا یستر من البول، الأسئلة والأجوبة: ۱۲۱/۳، إدارة الطباعة المنيرية، بیروت)

(۲) ”عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لو كنت آمر أحداً أن یسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء و ما لكل واحدة من الحقوق، الفصل الثانی، ص: ۲۸۱، قدیمی)

و قال الملا علی القاری تحتہ: ”فإن السجدة لا تحل لغير الله“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۲/۶، ۴۰۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) ”بوسہ بنا قبر اولیاء کرام و دیگر صلحاء، عظام کو، اور طواف کرنا گرد قبر کے، سجدہ کرنا تعظیماً، یہ سب عادات انصاری و طریقہ پرستش کفار کا ہے، ہرگز ہرگز جائز نہیں، حرام ہے کما قال حجة الإسلام الغزالی رحمه الله تعالى في إحياء العلوم:

”والمستحب في زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلاً لوجه الميت، و أن یسلم، و لا یمسح القبر و لا یمسه و لا یقبله، فإن ذلك من عادات النصارى“ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مناسک میں باب زیارت مزار پر انوار: کے آداب میں تحریر فرماتے ہیں: ”لا یطوف: أى و لا یدور حول البقعة الشريفة؛ لأن الطواف من مختصات الكعبة المنيفة، فيحرم حول قبور الأنبياء والأولياء..... وأما السجدة فلا شک أنها حرام

الخ“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند المعروفة بعزیز الفتاوی، کتاب السنة والبدعة، ص: ۸۸)

(ولمعات التنقيح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور: ۳/ ۳۷۹، مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور)

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(۶) تمام اشیاء، رزق، اولاد دینا، مدد کرنا وغیرہ امور پر قادر اور تمام کائنات میں تصرف کرنے والی ذات حقیقہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، کسی دوسرے کے لئے یہ صفات اصالتاً ثابت کرنا شرک فی الصفات ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (الغافر: ۶)

اور حدیث شریف میں صحراحت کے ساتھ ہے: "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كنت خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً فقال: "يا غلام! احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، وإذا سألت فاسئل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء، لم ينفعوك إلا بشيء، قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء، لم يضروك إلا بشيء، قد كتبه الله عليك، رفعت الأقلام وجفت الصحف". رواه أحمد والترمذي.

(مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثانی، ص: ۴۵۳، قدیمی)

(۷) "واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقريباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام، وقد ابتلى الناس بذلك". (النذر المختار)

و فی رد المحتار: "(باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق..... ومنها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر". (رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب فی النذر الذي يقع للأموات الخ: ۳۳۹/۲، سعید)

(۸) "فانظر -رحمنا الله- وإياك إلى هذا المفتي إذا غنى، تجدد له من الهيبة والوقار وحسن الهيبة والسمت، و يقتدى به أهل الإشارات والعبارات والعلوم والخبرات، يسكت له وينصت، فإذا دب معه الطرب قليلاً حرك رأسه كما يفعل أهل الخمرة سواء بسواء كما تقدم، ثم إذا تمكن الطرب منه، ذهب حياءه ووقاره كما سبق في الخمرة سواء بسواء، فيقوم ويرقص ويعيط وينادي..... ويسط يديه ويرفع رأسه نحو السماء..... ويخرج الرعدة: أي الزبد من فيه..... وربما مزق بعض ثيابه وعبث بلحيته، =

بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ

سوال [۹۰۷]: زید کہتا ہے کہ قبر کو سجدہ جائز ہے، مگر بغیر اللہ جائز ہے، قبر کا چڑھاوا جائز ہے، سماع موجودہ زمانہ کے مطابق جائز ہے، پیر و مرشد کو سجدہ جائز ہے، قرآن، حدیث اور فقہ حنفی کی رو سے ان کا جواب ارشاد فرمائیں۔ اگر یہ چیزیں ہر تینوں کی رو سے ناجائز ہیں تو زید مسلمان ہے یا نہیں اور احناف جماعت میں شامل ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگوں میں اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عوام میں اعلان کر دینا ضروری ہے یا نہیں؟

۲۔ ختم موجودہ رسم کے مطابق بدعت ہے یا سنت، اگر بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے یا سنیہ؟ اگر سنیہ ہے تو جو شخص سنت کہے اور ان میں جھگڑا کرے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ رو بروا شیاء رکھ کر آیات پڑھنا سنت ہے، تارک سنت گنہگار ہے، منکر سنت کافر ہے، بحوالہ علامہ علی قاری فتویٰ آذر جندی مطبع مصر، فتاویٰ بزازیہ، حوالہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

۳۔ عرسوں پر جانایا مزارات پر جاننا زمانہ جدید کے مطابق جیسا کہ لوگ پیران کلیں اور مجدد علیہ الرحمہ کے عرسوں پر جاتے ہیں یہ بدعت ہے یا نہیں، اگر بدعت ہے تو کون سی بدعت ہے، جو شخص اس طریق کو سنت کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ بکران سب چیزوں کو ناجائز اور خلاف شریعت کہتا ہے، بکر اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں؟ اور اس کا دعویٰ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ جو شخص اسے کافر اور بے دین کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بہتان مندرجہ ذیل باتوں کا ہے:

۱۔ ختم پڑھنا کفر ہے اور پڑھنے والا کافر ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نام مبارک ملانا کفر ہے۔ ۳۔ بزرگان دین کے مزارات پر جاننا کفر ہے جیسا کہ الف ثانی کے یا جمیر۔ ۴۔ بیعت تقلید و جوب

= وهذا منکر بین؛ لأن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن إضاعة المال، ولا شک أن تمزیق

الشیاب من ذلک. (المدخل، فصل فی المولد: ۷/۳)

(۹) مثلاً۔ سجد کرنا، طواف کرنا، اولیاء سے رزق وغیرہ مانگنا، ان کی نذر مانگنا۔

شخصی پر پکڑنا کفر ہے۔ یہ الفاظ مبینہ اس فتویٰ سے نقل کئے گئے ہیں۔

۵: پیر کیسا پکڑنا چاہیئے، اور جو پیر خلاف شرع کام کرتے ہوں ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟ بکر خنی
الہدیب اور علماء دیوبندی عقیدہ کا معتقد ہے اور زید رضا خانی۔ بیٹو او تو جروا۔

احقر عباد اللہ محمد طاہر ضلع لدھیانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر کو سجدہ اگر بغرض تہیہ محض ہو تو حرام ہے، اگر بہ نیت عبادت ہو تو شرک و کفر ہے، غیر اللہ کے لئے نذر
ماننا شرک ہے، قبر کا چڑھاوا حرام ہے، سماع مروج حرام ہے، پیر و مرشد کو سجدہ بقصد تحیہ حرام ہے بہ نیت عبادت
شرک و کفر ہے، جو شخص ان چیزوں کو جائز کہتا ہے اس سے جواز کی دلیل دریافت کی جائے، عدم جواز ان عبارات
سے مستفاد ہے:

”قال صلى الله عليه وسلم: “لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم
مساجداً“۔ طحطاوی، ص: ۱۹۶ (۱)۔

”وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضى
به اثنان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن، وهل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتعظيم كفر، وإن على وجه
التحية لا، وصار اثناً مرتكباً لكبيرة، وفي الملتقط: التواضع لغير الله حرام اه“۔ در
مختار: ۳۷۸/۵ (۲)۔

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروہات، ص: ۳۵۶، قدیمی)

(والحدیث أخرجه مسلم فی کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور الخ:
۲۰۱/۱، قدیمی)

(۲) (الدر المختار، کتاب الکراہیۃ، باب الإستبراء وغیرہ: ۳۸۳/۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک والتواضع
لهم الخ: ۳۶۸، ۳۶۹، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، قبل فصل فی البیع: ۳۶۳/۸، رشیدیہ)

”إعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضريح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو باطل وحرام، قال في البحر: لوجود: منها أنه نذر لمخلوق ولا يجوز؛ لأنه عبادة والمعادة لا تكون لمخلوق، ومنها: أن المندور له ميت والميت لا يملك، ومنها: أنه إن ض أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، كفرًا اه“، طحطاوی: ۳۷۸ (۱)۔

”وأما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الأوتار والصنج والهبوق الذي يفعله بعض من يدعى التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زی الکفار اه“ طحطاوی، ص: ۱۷۴ (۲)۔
جو شخص امور مذکورہ کو جائز کہتا ہے وہ ضال و مضل ہے، اس کو امام بتانا جائز نہیں جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرے (۳)۔

۲..... موجودہ رسم کے مطابق ختم بدعت اور مکروہ ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ علامہ علی قاریؒ نے کوئی کتاب فتاویٰ بر جندی تصنیف نہیں کی۔ فتاویٰ بزازیہ میں ختم کو مکروہ لکھا ہے:

”ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص، فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره اه“۔

(۱) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، قبل باب الاعتكاف: ۳۳۹/۲، سعيد)

(والبحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النظر: ۵۲۰/۲، ۵۲۱)

(۲) (حاشية الطحطاوى على المراقى، كتاب الصلوة، قبل باب ما يفسد الصلوة، ص: ۳۱۹، قديمي)

(وكذا في الدر المختار في شرح الملتقى المعروف بسكب الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۱۹/۳، غفاريه كوئنه)

(والدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبل فصل في اللبس: ۳۳۸/۲، سعيد)

(۳) کیونکہ مبتدع اور فاسق ہے اور ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ لہذا فی الدر المختار، باب الإمامة من کتاب

الصلوة: ”ويكره إمامة عبد... وفاسق وأعمى... ومبتدع“۔ (۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

فتاویٰ بزازیہ، مصریہ: ۱/ ۹۱ (۱)۔

۳: زیارت قبور مطابق سنت درست ہے (۲) لیکن عرس کرنا اور عرس میں جانا درست نہیں:

”وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وما عرفت به أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج ومع ذلك، فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو عن ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولى - قاتليه الله -، فإنهم يطوفون بقبر الولي الذي يعتقدون ويطنون أنه هو المتصرف في الكون“. تبليغ الحق، ص: ۸۔

۴: بکر کا تول صحیح اور موافق شرع ہے، جو شخص اس کو کافر کہتا ہے اس کا ایمان خود خطرناک حالت پر ہے، کیونکہ مسلم کو بلا وجہ شرعی کافر کہنا کفر ہے (۳)۔ کذا فی البحر (۴)۔

اس نزاع کو دفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ براہ راست بکر سے امور مذکورہ کی تحقیق کر لی جائے، اگر وہ انکار کرے اور اپنی براءت کرے تو اس کی طرف سے دل صاف کر لیا جائے، کسی پر بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے اور بہتان باندھنے والے کا باوجود علم کے ساتھ دینا بھی حرام ہے۔

۵: خلاف شرع کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں، قال عليه الصلاة والسلام: ”لا طاعة

(۱) (الفتاوى البزازية على هامش الهندية، قبيل الفصل السادس من كتاب الصلوة: ۳/ ۸۱، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/ ۲۳۰، سعيد)

(۲) ”والمستحب في زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلاً وجه الميت، وأن يسلم، ولا يمسح القبر ولا يقبله، ولا يمسسه، فإن ذلك من عادة النصارى“، (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، قديمي)

(۳) ”عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أيما امرئ قال لأخيه: كافر! فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه“، (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر: ۱/ ۵۷، قديمي)

(۴) ”ويكفر بقوله لمسلم: يا كافر عند المعص والمختار للفتوى أن يكفر إن اعتقده كافر، لا إن أراد شتمه“، (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۷، رشيدية)

المخلوق في معصية الخالق۔“ الحديث (۱) پیرا اگر خلاف شرع مسلک رکھتا ہو تو اس سے بیعت ناجائز ہے، اگر بیعت کر لی ہو تو فسخ کر کے کسی قبیح شرع پیر سے بیعت کی جاوے جس پر اہل علم و دیندار اعتماد رکھتے ہوں اور بیعت کے لائق سمجھتے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۶/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ جمادی الثانیہ/ ۶۳ھ۔

عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر

سوال [۹۰۸]: عرس کرنا یا لوگوں کو یوم متعین کر کے قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے بلانا جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح بزرگوں کے مزارات پر زیارت کے مقصد سے سفر کرنا آیا جائز ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو آپ اس روایت کا کیا جواب دیں گے کہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو اپنی زیارت، بیت الحرام کی زیارت، بیت المقدس کی زیارت کیلئے مخصوص کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عرس کرنا یا دن متعین کر کے لوگوں کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے مدعو کرنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں (۲)، حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”مائتہ مسائل“ میں بدعت منوعہ

(۱) والحديث بتمامه: "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق، وإنما الطاعة في المعروف"، متفق عليه". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمامۃ، الفصل الأول، ص: ۳۱۹، قدیمی)

(۲) بعض کام فی نفسہ عبادت اور سنت ہوا کرتے ہیں لیکن اس کے لئے کوئی ہیئت، مدد یا طریقہ متعین کرنے سے دور رسم و بدعات میں داخل ہو جاتے ہیں:

"وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة، وما ذاك إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع، فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بأنها سنة فيه، ولذا منعوا عن الاجتماع لصلوة الرغائب التي أحدثها بعض المبتدعين، لأنها لم تؤثر على هذه الكيفية في تلك الليالي المخصوصة وإن كانت الصلوة خير موضوع". (رد المحتار، =

فرمایا ہے (۱)۔ ”تبلیغ الحق“ میں بھی شدت سے منع فرمایا گیا ہے ”فتاویٰ عزیزی“ (۲) میں بھی شاد عبدالعزیز صاحب نے اس پر کلام کیا ہے۔ علامہ شامی نے بھی اس پر تکیہ کی ہے (۳)۔

زیارت قبور کی ترغیب حدیث میں آئی ہے (۴)، یہ قید نہیں کہ اپنے شہر ہی کی قبر کی زیارت کی جائے اسکے لئے سفر کرنے کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کی ہے اور ان کی قبر مدینہ طیبہ سے مسافت سفر پر ہے (۵)۔ حدیث پاک

= کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲/۲۳۵، سعید

(۱) (مائتہ مسائل، سوال پانزدہم، ص: ۲۸-۳۲)

(۲) ”زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے اور تعین وقت کی سلف میں نہ تھی یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے، صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے، جیسے مصافحہ بعد عصر کے ہے، کہ ملک توران میں مروج ہے۔ عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے، تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن دعاء کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔“ (فتاویٰ عزیزی (اردو)، باب التصوف، ص: ۱۵۱)

(۳) (راجع، ص: ۲۳۳، الحاشیہ رقم: ۲)

(۴) ”و عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة“ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۴، قدیمی)

(۵) ”عن عبد اللہ بن أبی ملیکہ قال: توفي عبد الرحمن بن أبی بکر بالجشی، قال: فحمل إلى مكة فدفن فيها، فلما قدمت عائشة رضي الله تعالى عنها، أتت قبر عبد الرحمن ابن أبی بکر رضي الله تعالى عنه، فقالت:

و كنا كندمالی جزيمة حقبة من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

فلما تفرقنا كانی و مالکاً بطول اجتماع لم نبت ليلة معا

ثم قالت: والله لو حضرتك مادفنت إلا حيث مت، ولو شهدتك ما زرتك“ (جامع

الترمذی، أبواب الجنائز، باب ما جاء في الزيارة للقبور للنساء: ۲۰۳/۱، سعید)

و أما قوله: ”اور ان کی قبر مدینہ طیبہ سے مسافت سفر پر ہے“، ”فظاهر من الرواية المذكورة“.

میں مساجد کی نیت سے سفر کرنے کو منع کیا گیا ہے کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دے کر سرفرازی کر دے، صرف تین مساجد ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے سفر کی اجازت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ولادت، وفات پر خوشی اور غم، عرس اور قوالی وغیرہ

سوال [۹۰۹]: بارہویں ربیع الاول یا سال کے کسی اور دن کے اندر متعین کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات یا اور کسی اہم واقعہ کے تحت اگر عرس کیا جائے یا انفراداً اگر اس خاص دن کے اندر خوشی یا رنج کیا جائے اور مسلمانوں سے چندہ کر کے عرس کے اخراجات کئے جائیں اور لوگوں کی دعوتیں کی جائیں، قرآن شریف یا غزل و قوالی پڑھنے والوں کو ہدیے پیش کئے جائیں۔ تو چند امور

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد الرسول، ومسجد الأقصى“۔ (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة: ۱/۵۸، قدیمی)

قال العلامة الكشميري رحمه الله تعالى: ”وقال الشيخ ابن الهمام رحمه الله تعالى: إن زيارة قبره صلى الله تعالى عليه وسلم مستحبة وقريبة من الواجب، ولعله قال: قريباً من الواجب نظراً إلى النزاع (أي الذي وقع بين ابن تيمية وسراج الدين الهندي) وهو الحق عندی، فإن آلاف الألوف من السلف كانوا يشدون رحالهم لزيارة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويزعمونها من أعظم القربات، وتجريذياتهم أنها كانت للمسجد دون الرخصة المباركة باطل، بل كانوا ينوون زيارة قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قطعاً. وأحسن الأجوبة عندی أن الحديث لم يرد في مسألة القبور لما في المسند لأحمد رحمه الله تعالى: ”لا تشد الرحال إلى مسجد ليصلي فيه إلا إلى ثلاثة مساجد“۔ فدل على أن نهی شد الرحال يقتصر على المساجد فقط، ولا تعلق له مسألة زيارة القبور، فجره إلى المقابر مع كونه في المساجد ليس بسديد“۔ (فيض الباری، كتاب التهجد، باب فضل الصلوة في مسجد مكة: ۲/۴۳۳، مكتبه خضر راه بکذپو دیوبند)

(و کذا فی فتح الباری، کتاب فضل الصلاة فی مكة والمدينة، باب فضل الصلوة فی مسجد مكة والمدينة: ۳/۶۳، ۶۴، ۶۵، دار المعرفة بیروت)

وریاقت طلب ہیں:

۱..... سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات پر کتنے دن تک اظہارِ رنج و خوشی جائز ہے؟ اگر مطلق جائز ہے تو عرس کی شکل میں جائز ہے یا افراد اور اس کی قید کیا ہے؟

۲..... تقریبِ عرس کے لئے چندہ مانگنا یا دینا کیسا ہے؟

۳..... اس چندہ سے دعوت کھانا یا قرآن شریف یا غزل و قوالی پڑھ کر ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟

۴..... اس تقریب میں شریک ہونا کیسا ہے؟

۵..... مسلمان پر سب و شتم، طعن و تشنیع کن امور کے فعل و ترک پر جائز ہے، نیز تارکِ عرس پر جائز ہے

یا کہ نہیں؟ جواب میں تفصیل فرمائی جائے۔ بینوا بالدلیل توجروا بأجر الجزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”قلت: و علی هذا فيجب أن يحذر مما يعملون على رأس السنة عن موته ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدون ذلك قربةً وهي بدعة ضلالة؛ لأن التصديق لم يختص بيوم دون يوم، ولا يصح إلا على الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم في جهله و هم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا بأنهم يجمعون، بعض أحوال انميت في كتاب و يسمونه مناقب، ثم إذا حضر الناس المدعوون حتى يبرجل حسن الصوت، فهو يأخذ تلك النسخة في يده و يقرأها قرأةً مثل المولود، وقد ورد النهي عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن، ويمد لهم سماء، وليس هذا إلا بدعة ضلالة ثم يفعلهما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم، بل ثم يوجد لذلك أثر في القرون الثامن كما يظهر على من تتبع كتب القوم.

و هذه خصوصيات المشايخ، فإنهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله و يذكره تنزل الرحمة، و لو سلم أنه من أولياء الله فهل ذكر الولي بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ حاشاء فلان الرحمة لا تنزل إلا باتباع السنة الشنية، و أما البدع فهي تنزل الغضب و النقمة، عافاني الله و إياكم من غضبه و سخطه و لو كان هذه الخرافات تنزل به الرحمت لما غفل عنها أكابر

المتقدمين من الأئمة الأعلام، ولكن ليس غرض هؤلاء المتصوفة إلا طلب الشهرة والافتخار بآبائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل في سلوكهم، ومتى دخل في طريقهم أفقره، فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة.

وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرساً، وما عرفت له أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج، ومع ذلك فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو عن إرتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولى في ذلك - قاتلهم الله -، فإنهم يطوفون بقبر الولي الذي يعتقدون فيه، ويظنون أنه هو المتصرف في الكون، وأن الإنسان إذا تمسك بهذا فلا حاجة بالصلوة والصيام، وأكثر ما غلوا في ذلك أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلاني رحمه الله تعالى ونفعنا ببركاته، فإنه - معاذ الله - أتى يرضى بتلك الكفریات التي يعتقدونها اهـ "تبلغ الحق، ص: ۸۹۷ (۱).

۱۔ قلبی رنج و خوشی غیر اختیاری ہے اس کی کوئی شرعی حد نہیں، البتہ کسی کی وفات پر سوگ منانا، ترک زینت کرنا، ماتمی لباس پہننا مرد کو قطعاً جائز نہیں۔ عورت کو شوہر کی وفات پر ترک زینت کرنے کی مدت تا اختتام عدت ہے، اس کے بعد نہیں، شوہر کے علاوہ کسی اور کی وفات پر ترک زینت تین روز تک مباح ہے اس کے بعد ناجائز اور اس تین دن میں بھی شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہے:

"ويساح الحداد على قرابة ثلاثة أيام فقط، وللزوج منعها؛ لأن الزينة حقه اهـ". در

مختار (۲)۔

ماتمی سیاہ لباس پہننا تین روز تک شوہر کے غم میں جائز ہے اس سے زائد ناجائز ہے اور کسی کی وفات پر مطلقاً ممنوع ہے:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "ولا تعذر في لبس السواد وهي آئمة إلا الزوجة في حق زوجها فتعذر إلى ثلاثة، قال في البحر: وضاهره منعها من السواد تأسفاً على موت زوجها

(۱) (لم أجد هذا الكتاب)

(۲) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۵۳۳/۳، سعيد)

فوق الثلاثة اھ۔ در مختار: ۴/ ۹۵۶ (۱)۔

مولود بطریق مروج ممنوع ہے۔ کذا فی المدخل (۲)۔

۲..... ناجائز ہے۔

۳..... ناجائز ہے۔

۴..... ممنوع ہے: ”فما ظنك به عند الغناء الذي يسمونه وجداً و محبة، فإنه مكروه لا

أصل له في الدين، زاد في الجواهر: وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجنون

إليه اھ۔ سكب الأنهر: ۴/ ۵۵۱ (۳)۔

۵..... ہر مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے (۴) البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب حیثیت

ضروری ہے، مجالس مذکورہ میں شرکت ناجائز ہے (۵)۔ اس عدم شرکت کی وجہ سے سب و شتم کسی طرح جائز

(۱) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۳/ ۵۳۳، سعید)

(۲) قال ابن أمير الحاج في المدخل: ”فصل في المولد:“ و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد. وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة: فمن ذلك استعمالهم المغاني ومعهم آلات الطرب من الطار المصصر والشباب وغير ذلك مما جعلوه آلة للسمع، ومضوا في ذلك إلى العوائد الذميمة... الخ“ (۴/ ۴۳)

(۳) (الدر المنتقى في شرح الملتقى المعروف بسكب الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المنفوقات: ۲/ ۲۱۹، غفاريہ کوئٹہ)

(۴) ”حدثني عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”سباب المسلم فسوق وقتاله كفر“.(صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله و هو لا يشعر: ۱/ ۱۲، قديمي)

(۵) حدیث شریف میں ہے: ”إياك و كل أمر يعتذر منه“.(طبرانی فی الأوسط، عن ابن عمر، رقم الحديث: ۴۴۲۴)

وقال العلامة المناوي رحمه: ”وفيه جمع لما ذكره بعض سلفنا الصوفية: أنه لا ينبغي دخول

موضع التهم، و من ملك نفسه خاف من مواضع التهم أكثر من خوفه من وجود الأثم، فإن دخولها =

نہیں، سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود شادوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

اذان گا چھی صاحب کا عرس

سوال [۹۱۰]: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ: فرقہ اذان گا چھی کی بابت جن کا مرکز کلکتہ، مانک

تلمہ ۳/۷ باغوری روڈ فقیری حجرہ میں بنام حقانی انجمن واقع ہے، دستور العمل حسب ذیل ہے:

۱..... بجگانہ نماز کے قبل یا بعد یا کسی اور وقت میں وظیفہ سورۃ فاتحہ، اخلاص، معوذتین، حقانی دورو۔

۲..... بعد وظیفہ مناجات الہی کل عالم، ہمارے پیروشن ضمیر اور مجھ پر رحمت زیادہ کر۔

۳..... جب مجھ پر رحمت زیادہ کر کہے اپنے چہرہ کا تصور کرے اگر تصور میں نہ آوے تو آنیہ دیکھے اپنا

چہرہ دل میں جمالیوے۔

= یوجب سقم القلب، كما یوجب الأغذیة الفاسدة سقم البدن، فإیباک والدخول علی الظلمة، وقد رای المعارف أبوہاشم عالمًا خارجًا من بیت القاضی، فقال له: نعوذ باللہ من علم لا ینفع. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵/۲۴۳۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز)

و قال تحت حدیث: "ایباک و قرین السوء الخ"، (فانک بہ تعرف): ای تشہر بما تشہر من سوء..... ومن ثم قالوا: الإنسان موسوم بسیما من یقارن، ومنسوب إلیہ أفاعیل من صاحب، و قال علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ: صاحب مناسب، ما شیء أدل علی شیء ولا الدخان علی النار من صاحب علی صاحب، و قال بعض الحكماء: اعرف أخاک بأخیہ قبلک، و قال آخر: یظن بالمرء لا یظن بقرینہ، قال عدی.

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینہ فکل قرین بالمقارن یقتدی

فمقصود الحدیث التحرز من أخلاء السوء، و تجنب صحبة أهل الريب، لیكون موفور العرض سلیم العیب، فلا یلام بلانمة غیرہ. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵/۲۴۳۲، ۲۴۳۳، مکتبہ نزار مصطفی الباز)

۴۔ عرس قل اس میں بہت سے مریداں اور دوسرے لوگ جمع ہو کر سورتھائے مذکورہ اور چند ادعیہ ماثورہ ایک آدمی کھڑا ہو کر پڑھتا ہے، باقی حاضران مجلس اس کے ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں، اس کے بعد سلف صالحین کے مرثیہ کے ۲۶ اشعار ایک آدمی پڑھتا ہے، بدین عنوان ”حضرت آدم بنی نیچے زمین کے چلے بسے“ الخ وغیرہ وغیرہ، بعد مرثیہ خوانی کے سب دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ایک آدمی مبارک بادی کے ۷ اشعار مثلث بعنوان ذیل پڑھتا ہے۔

الہی عرس کل شاخا جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو

بعد اس کے مناجات کرتے ہیں۔

الہی رحمت زیادہ کر کل عالم پر، الہی رحمت زیادہ کر ہمارے پیر روشن خمیر پر، الہی رحمت زیادہ کر ان لوگوں پر جو اس مجلس سے علاقہ رکھتے ہیں خاص کر حاضر باش خادمان آستانہ بوس پر۔

۵۔۔۔۔۔ رسولی انمول رتن مبارک: یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاقہ کشی کے وقت جو پتھر شکم مبارک پر باندھے تھے اس کا ایک ٹکڑا اور ابو جہل کے ہاتھ میں جو سنگریزوں نے کلمہ شہادت پڑھے تھے، اس کا ایک ٹکڑا اذان گا چھی صاحب کو مرشدوں کے ہاتھوں ہاتھ وصیۃ امانت باطنی طریقہ سے ملا وہ اس کو سمیٹ کر ایک بڑے قالب میں جما کر حقانی انجمن کو حوالہ کیا، ہر بنگلہ مہینہ کے پہلا جمعہ کے بعد جو اتوار ہے اسی اتوار کے دن عاشورہ آخری چہار شنبہ، فاتحہ دواز دہم، ۷/۲ رجب، شب برات، عید الفطر، بقرعید کے دنوں میں لوگوں کو دکھاتا ہے، لوگ کلمہ شہادت، درود شریف پڑھتے ہوئے اس کی زیارت کرتے ہیں اور توقیر و تعظیم کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں، فیض حاصل کرتے ہیں۔

۶۔۔۔۔۔ اسی پتھر کے قالب پر کتنے لوگ رکھتے ہیں، مذکورہ الصدر دنوں میں ای کو بنام لونگ مبارک لوگوں کو نیاز دیتے ہیں، بدین عقیدہ کہ اگر فقط مبارک نہ کہیں اس کا فیض کم ہوگا، اس کے سونگھنے سے ہر قسم کی بلائیں، مصیبتیں، بیماریاں دفع ہوتی ہیں۔

۷۔۔۔۔۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے بہت سے مرشدوں میں سے مرقومۃ الذیل حضرات بھی ہیں: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب، گنج مراد آبادی، حضرت حاجی دین محمد صاحب، عارفی صادق الحسینی معلم حرم شریف، حضرت سید محمد غازی (سوادی)، حضرت سید خدا بخش صاحب، حضرت شاہ منصور

احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ وغیرہ۔

اب بعد نیاز عرض ہے کہ اس فرقہ کے مرید ہونا، عرس قل میں شریک ہونا، پتھر کی تعظیم و توقیر کے ساتھ زیارت کرنی، بوسہ دینا، لوگ مبارک سے استفادہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مسئلہ بالذکر تحریر فرما کر ہندوگان خدا کو سیدھی راہ بتا کر مرہی سے بچاویں۔ جزا م اللہ تعالیٰ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس ایصال ثواب بلا التزام تارتخ و بیعت وغیرہ جب توفیق ہو قرآن کریم، تسبیح، درود شریف، نوافل پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غریبا کو صدقہ دے کر درست اور باعث نفع ہے (۱) لیکن مذکورہ بالا طریقہ پر عرس کرنا خلاف شرع، بدعت اور ناجائز ہے اس لئے اس کا ترک کرنا ضروری ہے:

”وقد زاد بعضهم في جهلهم وهم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا بأنهم يجمعون بعض أحوال الميت في كتاب و يسمونه مناقب، ثم إذا حضر الناس المدعوون، جئى برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلك النسخة في يده، ويقرأها قراءة مثل قراءة المولد، و قد ورد النهي عن مثل هذا صراحة، ثم يختمون القرآن كما يظهر على من تتبع كتب القوم، وهذه خصوصية المشايخ، فإنهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله و يذكره تنزل الرحمة، ولو سلم أنه من أولياء الله فهل ذكر النبي بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ فإن الرحمة لا تنزل إلا سابع السنة السنية، و أم البدع فهي تنزل الغضب والنقمة عافانا الله وإياكم من غضبه و سخطه۔ ولو كان هذه الخرافات تنزل بها الرحمت، لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام،” تبليغ الحق، ص: ۷۰۸ (۲)۔ فقط الله سبحانه تعالیٰ اعلم۔

زرہ العید محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”فلانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قراءة للقرآن أو الأذکار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه، قاله الزيلعي في باب الحج عن الغير“ (مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في زيارة القبور، ص: ۲۲۳، قديمي)

(۲) (لم أظفر على هذا الكتاب)

پتھر اور سنگریزوں کی اگر ان کے پاس کوئی سند معتبر ہے تو وہ پیش کریں، بلا سند کسی چیز کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جائز نہیں (۱) اور اس طرح سے ان کی زیارت بھی بے اصل ہے۔ فقط۔۔

سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/شوال/۱۴۰۷ھ۔

عرس، قوالی، طبلہ، سارنگی، بجانا

سوال [۹۱۱]: عرس کرنا، قوالی، طبلہ، سارنگی، بجانا علماء دیوبند اور دیگر علماء احناف کے نزدیک یہ افعال ہوتے ہوں، مگر انہی اور ایسے مقامات پر شریک مجلس ہونا جہاں یہ افعال ہوتے ہوں عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی امام مذکورہ افعال کو برا نہ سمجھے اور لوگوں کو شرکت سے نڈر کرے تو اس کی امامت میں اقتداء درست ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ عرس اور قوالی کرنا، طبلہ اور سارنگی، بجانا اور اس کا سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا سب ناجائز اور بدعت ہے، علامہ شامی نے تنقیح الفتاویٰ الحمادیہ (۲) میں اس کو منع لکھا ہے، فقہ حنفیہ کی معتبر اور مشہور کتاب

(۱) ”عبدان بن عثمان یقول: سمعت عبد اللہ بن المبارک یقول: الإسناد من الدین، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء“۔ (مقدمة الصحيح لمسلم، باب بیان الإسناد من الدین الخ: ۱/۱۲، قدیمی)

(۲) ”سئل العلامة الحدید عبد الرحمن أفندی الحمادی عن السماع بما صورته فيما إذا سمع من الآلات المطربة..... فأجاب المولى المذكور..... قلت: والحق الذى هو أحق أن يتبع وأحرى أن يذان به ويسمع، أن ذلك كله من سينات البدع، حيث لم ينقل فعله من السلف الصالحين، ولم يقل بحله أحد من أئمة الدين المجتهدين رضى الله تعالى عنهم أجمعين. قال الأستاذ السهروردی فی عوارف المعارف: و ناهیک به من کتاب، و قد تکلم علی السماع فی خمسة أبراب منه بما هو أحق التحقیق و لب الباب، و إن أنصف المصنف و تفکر فی إجماع أهل الزمان: ”و قعود المغنی بدقه و المشیب بشبابته، و تصور فی نفسه، هل وقع مثل هذا الجلوس و الهيئة بحضور رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم و أصحابه؟ و هل استحضروا قوالاً و قعوداً مجتمعین لاستماعه؟ لا شک بأن ینکر ذلك من حال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم و أصحابه رضى الله تعالى عنهم، و لو کان فی ذلك فضيلة تطلب، ما أهملوها، فمن یسیر بأنه فضيلة تطلب و یجتمع لها، لم یحظ بذوق معرفة أحوال رسول الله صلی =

سکب الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۵۵۱/۲ میں ہے: "لا أصل له في الدين، زاد في الجواهر: وما يفعله متصوفة زماننا حرام، لا يجوز القصد والجلوس إليه، ومن قبلهم لم يفعله كذلك" (۱)۔ فتاویٰ بزازیہ میں اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے (۲)۔ مزید تفصیل ماہنامہ "نظام" تصوف نمبر کا پورا گشت ۶۳ء میں ہے۔

جو امام ان امور کو برائیں سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے دوسروں کو نہیں روکتا وہ غلطی پر ہے، اس مسئلہ کو خوب نرمی اور محبت سے شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھایا جائے اگر وہ نہ مانے تو اس سے بہتر تتبع سنت امام تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اصلاح کی نیت سے عرس میں شرکت

سوال [۹۱۲]: اعراس وغیرہ میں شرکت بغرض وعظ و تقریر کرنے یا علمائے واردین کے مواعظ سننے، شرکت کرنا درست ہے؟ چونکہ مقصود شرکت سے صلح و اصلاح ہے جیسا کہ دیگر جلسوں میں کی جاتی ہے۔
الجواب حامداً و مصلياً:

اصلاحی مواعظ کی خاطر بھی اعراس میں نہ جائیں بلکہ دوسری جگہ یہ سلسلہ کیا جائے اور نرمی و شفقت سے تفہیم کی جائے، اعراس میں تقریر کرنے سے اعراس میں شرکت ہوگی اور جو شخص کسی منکر میں خود شریک ہو اس کی تقریر سے فائدہ نہیں ہوتا (۳)۔

= اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وأصحابه والتابعين". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الحظر والإباحة، مطلب في سماع الآلات المطربة: ۲، ۳۵۳، ۳۵۵، الميمية مصر)

(۱) (الدبر المنتقى في شرح الملتقى المعروف بسکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الکراهية، فصل فی المتفرقات: ۲/۲۱۹، مکتبه غفاریه)

(۲) "إستماع صوت الملاهی كالضرب بالقضيب ونحوه حرام". (البزازیه علی هامش الہندیہ، کتاب الکراهية، الثالث فیما یتعلق بالمناهی: ۶/۳۵۹، رشیدیہ)

(۳) اس میں اہل بدعت کے ساتھ کتب بھی ہے جو کہ ممنوع ہے۔ "والتشبه بأهل البدع منہی عنہ، فتجب مخالفتہم".

(رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا

جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۴ھ۔

مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میلاد میں شرکت

سوال [۹۱۳]: زید نے ایک مدرسہ ایسی جگہ قائم کیا جہاں اہل بدعت ہیں مگر خود بدعات سے گریز کرتا ہے، مگر اس مصلحت کے پیش نظر کہ اگر بدعت میں شرکت نہ کی تو یہ لوگ مدرسہ میں بچے نہیں بھیجیں گے ان کی بدعات میں شرکت کر لے تو کیسا ہے؟ بالفرض تبلیغ کی نیت سے ان کے میلاد میں شرکت کرے تو زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور ایسی صورت میں زید کیا کرے؟ بعض لوگ حاجی صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے مصالح کے پیش نظر قیام کرنے کی اجازت دی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے لئے مصالح مدرسہ کی خاطر ان مجالس بدعت میں شرکت کرنا جائز نہیں، یہ ایریا ہو گیا جیسا کہ باجے بجا کر لوگوں کو جمع کیا جائے اور پھر انھیں نماز کی طرف دعوت دی جائے، اس کی اجازت نہیں (۱)، ہمارے علم میں نہیں کہ حاجی صاحب نے کسی مدرسہ کو چلانے کے لئے قیام کی اجازت دی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مجنوب کی قبر پر عرس

سوال [۹۱۴]: ہمارے علاقہ میں ایک مجنوب صاحب تھے، ان کی ایک خاندان نے ۲۵/۳۰

(۱) وقال (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): "الاسلام یعلو ولا یعلیٰ" (صحیح البخاری: ۱/۱۸۰، باب إذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیہ الخ، قدیمی)

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قالوا: یا رسول اللہ! و هل یأتی الخیر بالشر؟ قال: "لا یأتی الخیر إلا بالخیر الخ" (الصحیح لمسلم: ۳۳۶۱، کتاب الزکاة، باب التحذیر من الاغترار بزینۃ الدنیا وما یسطع عنہا، قدیمی)

(و صحیح البخاری: ۲/۹۵۱، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زہرة الدنیا والتنافس فیہا، قدیمی)

سال تک خدمت کی، اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، بعد مردن کچھ خود غرض لوگوں نے مزار بنا کر آمدنی شروع کر دی ہے اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ خدمت کی ہے ان کو محروم کر دیا ہے، اب قدیم خدام پریشان ہیں اور جدید کمیٹی قابض بن کر عرس کر رہی ہے، ان حالات میں خود ساختہ کمیٹی کو مزار کی تولیت حاصل ہے یا نہیں، یا قدیم تخلصین کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

مجدوب صاحب کی خدمت جس نے بھی ثواب آخرت کی غرض سے کی ہے اور کسی دنیاوی مفاد کی خاطر نہیں کی، اب ان کی وفات کے بعد ان کی قبر کو آمدنی کا ذریعہ بنانا اپنے ثواب کو برباد کرنا ہے، اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ کسی نے بڑی محنت سے کھیتی کی، جب غلہ پختہ ہو گیا تو اس میں آگ لگا دی، وہ سب ضائع ہو گیا، لہذا قدیم خدام و جدید کمیٹی کوئی بھی اس کا ارادہ نہ کرے، البتہ مرحوم کو ثواب پہنچانے کا ہر ایک کو حق ہے، اس سے کوئی بھی کسی کو منع نہیں کر سکتا، لہذا جس کو بھی ان سے تعلق ہے وہ نفل نماز پڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر کے نفل روزہ رکھ کر، نفل صدقہ غریبوں کو دے کر (خواہ لھانہ ہو یا کپڑا ہو یا نقد ہو یا کچھ اور سامان ہو) کسی مسجد میں صف بچھا کر، پانی کا انتظام کر کے، کسی دینی مدرسہ میں کتب حدیث و فقہ، تفسیر قرآن کریم وقف کر کے، غرض کوئی بھی نیک کام کر کے ثواب پہنچائے اور پہنچا دیا کرے (۱)۔ مروجہ طریقے پر چہلم، عرس وغیرہ کی اجازت نہیں، گدی نشینی اور قبر کی آمدنی حاصل کرنے کا کوئی بھی ارادہ نہ کرے، نہ دیرینہ خدام اور نہ جدید کمیٹی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۱۳۹۵ھ۔

قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف

سوال [۹۱۵]: زید یہ بھی کہتا ہے کہ علماء دیوبند نے قوالی و سماع کو بھی منع فرمایا کہ ان مذکورہ اولیاء

(۱) "فلانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقة، أو قرآناً للقرآن، أو الأذکار أو غير ذلك من أنواع البر، و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه". (مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی کتب خانہ)

کرام وغیرہ نے سماع کیسے سنا اور عرس کیوں کیا؟ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں سماع و عرس کو جائز قرار دیا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں جس چیز کو منع کیا گیا ہے بزرگان دین نے ہمیشہ اس سے پرہیز کیا ہے، پھر ایسی چیز کو اگر کسی نے بزرگان دین کی طرف منسوب کیا ہے تو یا تو وہ نسبت صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت کر کے اپنے لئے جواز کی راہ نکالی گئی ہے اور بکثرت یہی ہوتا ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے، یا پھر بعض مجبوری کے احوال ایسے پیش آئے جس سے وہ معذور ہو گئے اور ان پر شرعاً گرفت نہیں، مثلاً: کوئی بزرگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں کسی عذر کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تو غیر معذور کو ان کی اتباع کرنا اور ان کے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں، عمل تو کیا جائے گا شرعی احکام پر، ان بزرگوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔ ”السنۃ الجلیلہ“ میں بزرگان دین کے اس قسم کے اعمال کی تحقیق و تفصیل موجود ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کس کتاب میں جائز لکھا ہے (۱) اس کو نقل کیجئے تب اس کے متعلق کچھ تحریر کیا جائے گا۔ ان کی بعض کتابوں میں شیعوں نے گڑبڑ بھی کی ہے مثلاً تراویح کا انکار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

قوالی اور پختہ قبر وغیرہ

سوال [۹۱۶]: قبروں کو چومنے، گچ سے پختہ قبے تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا، قوالی گانا وغیرہ کیسا ہے؟

(۱) شاید اس سے مراد فتاویٰ عزیزی، باب التصوف، ص: ۱۵۱، عنوان: ”زیارۃ قبور یا عرس کے لئے تعین تاریخ کی قیامت“ کے تحت یہ عبارت ہو: قولہ: ”عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں“ اتنی۔ لیکن اس عبارت سے عرس مروج کے جواز پر استدلال کرنا بے معنی اور بے جا ہے بلکہ اس عبارت کا محمل یہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ اگر بغرض دعا اور یاو کے اتفاقاً اس طرح کی مجلس کی جائے، تو گنجائش ہے اور اس بات کی تائید اس کے بعد والی عبارت: ”لیکن دعا کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے، جس کا ذکر اوپر ہوا“۔ یعنی: قولہ: ”زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے“..... تعین وقت کی سلف میں نہیں تھی یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے، صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے“ سے ہوتی ہے کہ بالکل صریحہ انہوں نے عرس مروج کی تردید کی ہے اور اس کو بدعت فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب چیزیں ناجائز اور معصیت ہیں۔

”ماروی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تجصيص القبور وأن يكتب علیها وأن یبني علیہ رواہ مسلم اھ۔“ (۱)۔ شامی: ۶۰۱/۱ (۲)۔

”أما الغناء المعتاد الذي يحرك الساكن ويهيج الكامن الذي فيه وصف محاسن الصبيان والنساء ونحوها من الأمور المحرمة، فلا يختلف في تحريمه اھ۔“ تنقيح الفتاوى الحامدية، ص: ۳۵۹ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد وغفر له، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔

مجلس شہادت

سوال [۹۱۷]: اگر زید ایام محرم میں یا غیر ایام محرم میں اپنے گھر سے سادگی کے ساتھ بیٹھ کر اور آٹھ سات آدمی اور بلا کر معتبر اور مستند شہادت کی صحیح روایات پڑھے اور جس میں نوحہ و مرثیہ وغیرہ نہ ہوں اور اشعار جو کہ خلاف شرع ہیں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

۲..... ایام محرم میں جو عوام میں مجلس شہادت پڑھی جاتی ہے اس میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۳..... حضرت مولانا مفتی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی اپنی تصنیف سوانح عمری پیران پیر رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ رسالہ پیشوا دہلی میں گیارہویں شریف کو بحث کے بعد جائز فرماتے ہیں کہ حضرت پیران پیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چہلم کی فاتحہ ہر ماہ دیا کرتے تھے اس لئے آپ کے معتقدین نے بھی اس کو باعث برکت سمجھ کر رواج دے دیا اور بلکہ ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا تو کچھ صحابہ نے چھوڑے دودھ میں بھگو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے مل

(۱) (کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن تجصيص القبور والقعود الخ: ۳۱۲، قدیمی)

(۲) (کتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۷، سعید)

(۳) (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الحظر والإباحة، مطلب من البدع المنكرة إيقاد القناديل

الكثيرة: ۳۵۹/۲، مصر)

کر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگی تھی اور ایصالِ ثواب کیا تھا اس لئے اب بھی ہاتھ اٹھا کر اور رکھنا سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ آیا یہ حدیث آپ نے کسی کتاب میں صحیح روایت سے دیکھی ہے؟ اس کو منسلک تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ایامِ محرم میں ناجائز ہے غیر ایامِ محرم میں اگر حصولِ برکت مقصود ہو تو اولاً دیگر اکابر صحابہ شیعین و ختمین کا ذکر کیا جاوے پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح صحیح تذکرہ کیا جائے اور اظہارِ حزن و غم کے لئے مجلس منعقد کرنا بالکل ناجائز ہے خواہ محرم میں خواہ پھر کبھی (۱)۔

۲..... یہ روافض کا شعار اور ناجائز ہے اس میں شرکت ممنوع ہے (۲)۔

۳..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال حد بلوغ سے پہلے بہت ہی بچپن میں (ایامِ رضاعت میں) ہوا، ان کو ایصالِ ثواب کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں (۳)۔ جو شخص اس ایصالِ ثواب کا اعتقاد رکھتا ہے وہ غلطی پر ہے اس کو توبہ لازم ہے۔ حضرت پیران پیر کا عمل مجھے معلوم نہیں۔ ہر ماہ چہلم کی فاتحہ کا کیا مطلب ہے، کیا چہلم ہر ماہ میں آتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) غم و حزن کے اظہار کی اجازت صرف تین دن تک ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ موقع غم کا ہو، یہاں تو سرے سے موقع ہی نہیں ہے، بلکہ یہ مروجہ مجلسیں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلے میں ہوتی ہیں، اور شہادت بہت بلند اور اعلیٰ مقام ہے، اس پر توجہ کرنا اور رونا پیشنا غیر شرعی حرکت ہے۔ ”ولا بأس..... بتعزیرۃ اہلہ..... وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلاثۃ ایام..... وتکثرہ بعدہا“۔ (الدر المختار: باب صلوة الجنائزہ: ۲/۲۳۹، سعید)
(۲) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم، فهو منهم“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرة: ۵۵۹/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)
(۳) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من کذب علی متعمداً، فلیتبوأ مقعده من النار“۔ (الصحيح لمسلم، المقدمة، باب تغلیظ الکذب الخ: ۷/۱، قدیمی)
قال النووي: ”واعلم أن هذا الحديث يشتمل علی فوائد..... والثانية تعظیم تحریم الکذب علیہ الصلوۃ والسلام، و أنه فاحشة عظيمة و موبقة كبيرة الخ“۔ (شرح مسلم للنووی: ۸/۱، قدیمی)

جلسہ میں غزل و نعت پڑھنا

سوال [۹۱۸]: ہمارے ملک میں جلسہ میں تقریر سے پہلے غزل، قوالی، نعت وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نعت پڑھنے کی اجازت ہے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے (۱)۔ قوالی کی اجازت نہیں، فتاویٰ بزازیہ میں اس کو ناجائز لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المحمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”مر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحسان وهو ينشد في المسجد. فلحظ إليه قال: كنت انشد وفيه من هو خير منك“۔ (مسند أحمد بن حنبل حدیث بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۴۹۳/۶، دار احیاء التراث)
”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يضع لحسان منبراً في المسجد يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم“۔ (جامع الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی إنشاء الشعر، ۱۱۱/۲، سعید)

”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل مكة في عمرة القضاء وعبد الله ابن ربيعة بين يديه يمشي، وهو يقول خلوا بيني الكفار عن سبيله، اليوم نضر بكم عن علي تنزيله، ضرباً يذيل الهام عن مقيله، ويذهل الخليل عن خليله، فقال له عمر: يا ابن ربيعة! بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حرم الله تقول الشعر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”خل عنه يا عمر! فهي أسرع فيهم من نضح النبل“۔ (جامع الترمذی، أبواب الأدب، باب ماجاء فی إنشاء الشعر: ۱۱۲/۲، سعید)

(۲) ”استماع صوت الملاحی كالضرب بالقصب ونحوه حرام“۔ (بزازیہ علی هامش الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الفصل الثالث، فیما یعلق بالاہی: ۲۵۹/۶)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: (الدر المحتار مع رد المحتار الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۳۹/۶، سعید)

(وایضاً حاشیہ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاۃ، فصل فی صفۃ الأذکار، ص: ۳۱۹، قدیمی کتب خانہ)

جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے اس میں شرکت

سوال [۹۱۹]: جلسہ مروجہ کہ رات کے اخیر حصہ دو تین بجے تک علی العموم ہوتا ہے، جس سے نماز صبح فوت ہو جائے کا گمان غالب ہوتا ہے اس میں تعاون کرنا اور شرکت کرنا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فجر فوت ہونے کا مظنہ ہو تو جلسہ میں شرکت نہ کی جائے، اگر فوت نہ ہو تو شرکت کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل

سوال [۹۲۰]: فیض عام انٹر کالج میں حسب ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت کی تعطیل ہونا طے پائی ہے، لہذا ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوم ولادت عربی مہینوں کی تاریخ اور عیسوی مہینوں کی تاریخ تحریر فرمادیں:

۱: حضرت ابوبکر صدیق۔ ۲: حضرت عمر فاروق۔

۳: حضرت عثمان غنی۔ ۴: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بندہ خاں کھجور والی مسجد کوئٹہ گھنٹہ میرٹھ۔

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: ما نام رسول الله صلى عليه وسلم قبل العشاء ولا بعد العشاء".

(ابن ماجہ، أبواب الصلوة، باب النهي عن النوم قبل العشاء وعن الحديث بعدها، ص: ۵۱، قدیمی)

(صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء: ۸۴/۱، قدیمی)

قال الحافظ: "السمر بعدها قد يؤدي إلى النوم عن الصحيح أو عن وقتها المختار أو عن قيام

الليل. وإذا تقرر أن علة النهي ذلك، فقد يفرق فارق بين الليالي الطوال والقصار يمكن أن تحمل

الكراهية على الإطلاق حسماً للمادة؛ لأن الشئ إذا شرح لكونه مظنة قد يستمر فيصير مثنة والله تعالى

اعلم". (فتح الباری، کتاب مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء: ۹۳/۲، قدیمی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھیے: (إنجاح الحاجة على هامش سنن ابن ماجه: ۵۱، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوم ولادت کی عربی توارنخ جو کہ عیسویں توارنخ کے ساتھ متعین و موافق ہو مجھے نہیں ملیں۔ ان ایام میں تعطیل کرنا بھی کوئی شرعی حکم یا مصلحت نہیں اور نہ اس امت کے اکابر کی توارنخ ولادت کا اگر تتبع کیا جائے اور ان ایام میں تعطیل کی جائے تو پھر سارا سال تعطیل ہی میں گزرے گا، تعلیم کا کوئی دن بھی نہیں ملے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۹۴ھ۔



(۱) "ومنها وضع الحدود، والتزام کیفیات، والہیات المعینۃ کالذکر بیئۃ الاجتماع علی صوت واحد، واتخاذ یوم ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وأنشاء ذلک. ومنها التزام العبادات المعنیۃ فی أوقات معینۃ لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة". (الاعتصام للشاطبی، الباب الأول فی تعریف البدع، ص: ۲۵، ۲۶، دار المعرفة بیروت)

تفصیل کیلئے دیکھئے: (کفایت المفتی: ۱/۲۴۱، دار الإیضاعت)

مخصوص ایام کی مروج بدعات کا بیان

اعمال شب براءت

- سوال [۹۲۱]: شب براءت میں کون کون سے کام مسنون اور کون کون سے کام ممنوع ہیں؟
- ۲..... کیا شب براءت کے دن طلوہ بنانا اور اس پر حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام مروجہ فاتحہ دلانا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مدلل فرمائیں۔ نیز کرنے سے اگر گناہ ہے تو کونسا گناہ ہے، مکروہ یا حرام؟
- ۳..... کیا شب براءت کی رات کو صاچہ میں چند آدمی جمع ہو کر اطمینان و سکون کے ساتھ تلاوت، ذکر و مذاکرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱..... رات میں نفلی عبادت کرنا (۱)، پھر دن میں روزہ رکھنا (۲)، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعائے خیر کرنا (۳)، یہ کام تو کرنے کے ہیں، باقی آتشیازی چلانا، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہو کر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ اور جو جو غیر ثابت امور رائج ہوں وہ سب
- (۱) ”وعن جابر رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”إن فی اللیل لساعة لا یرافقہا رجل مسلم یسأل اللہ فیہا خیراً من أمر الدنیا والآخرة، إلا أعطاه إیاءہ، وذلك کل لیلۃ“۔ رواہ مسلم“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ص: ۱۰۹، قدیمی)
- (۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث: صیام ثلثۃ ایام من کل شہر“۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام البیض الخ: ۱/۲۶۶، قدیمی)
- (۳) ”عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ینخرج من آخر اللیل إلی القبع، فقول: ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وأناکم ما توعدون، غداً مؤجلون، وإنا إن شاء اللہ بکم للاحقون، اللہم اغفر لأهل بقیع الغرقہ“۔ رواہ مسلم“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۳، قدیمی)

ترک کرنے کے ہیں۔

۲۔۔۔۔۔ یہ حلوہ اور اس پر اصرار و التزام اور مروجہ فاتحہ اور مخصوص طور پر حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اس رات میں فاتحہ کا التزام کسی دلیل سے ثابت نہیں، اگر یہ چیزیں ثواب ہوتیں تو ضرور کتاب و سنت، اجماع، قیاس مجتہدین سے ثابت ہوتیں، جب ثابت نہیں تو پھر ان کو ثواب اور دین کا کام سمجھنا بدعت و قابل رد ہے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رداہ“ متفق علیہ (۱)۔

۳۔۔۔۔۔ جمع ہونا غلط ہے، اپنے اپنے مقام پر تلاوت و نوافل میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔ (کذا فی السرائق) (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۰ھ۔

شبِ براءت کی بعض نمازیں

سوال [۹۲۲]: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ شبِ براءت میں عبادت کی نیت سے غسل کرے، دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیہ الکرسی ایک بار، سورہ اخلاص تین بار پڑھے، اور مغرب کے وقت ہی سے عبادت میں مشغول ہو جائے تاکہ تمام اعمال کی ابتداء اچھے کاموں سے ہو، بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

(۱) (مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(و صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/۱۷۱، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحکام الباطلة، ورد محدثات الأمور، ۷/۷۷، قدیمی)

(۲) ”ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذكرها في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعلها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز: منهم: عطاء وابن أبي مليكة وفقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالک وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة“ (کتاب

الصلوة، فصل فی تحیة المسجد و صلوة الضحی وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قدیمی)

شب براءت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ لا حول ولا قوة کا ورد

سوال [۹۲۳]: ۲..... بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد چالیس بار ”لا حول ولا

قوة إلا بالله العلی العظیم“ پڑھیں۔ یہ کیسا ہے؟

مخصوص طرز پر آٹھ رکعت

سوال [۹۲۴]: ۳..... آٹھ رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک بار اور سورہ

اخلاص ۲۵ بار پڑھنا کیسا ہے؟

مخصوص طرز پر چار رکعت

سوال [۹۲۵]: ۴..... چار رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس بار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

..... غسل تحیۃ الوضوء اچھی چیز ہے، تمام شب شام ہی سے عبادت میں مشغول رہنا بھی خوش قسمتی ہے مگر اس کا اہتمام والتزام ثابت نہیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، سورہ اخلاص تین بار پڑھنا ثابت نہیں، غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا اور اس کو لازم سمجھ لینا دین میں مداخلت ہے، اس کی اجازت نہیں، ہر چیز کو اس کی اصل پر رکھنا چاہیے (۱)۔

۲..... ”لا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم“ بہت اعلیٰ ذکر ہے جو جنت و عرش کے مخصوص خزانہ سے عطا ہوا ہے (۲)، اس کی کثرت کرنا بہت مفید ہے کسی وقت بھی پڑھا جائے نافع ہے، غروب آفتاب سے

(۱) ”قال ابن المنیر: فیہ أن المندوبات قد تنقلب مکروہات إذا رفعت عن رتبہا؛ لأن الثیامن مستحب فی کل شیء: آی من أمور العبادۃ، لکن لما خشی ابن مسعود أن یعتقدوا وجوبہ، أشار إلی کراهتہ، واللہ تعالیٰ أعلم“۔ (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الإنفصال والإنصواف عن الیمین والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة، بیروت)

(۲) ”عن أبی موسیٰ الأشعری قال: أخذ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی عقبۃ... ثم قال: ”یا أبا موسیٰ، أو یا عبد اللہ! ألا أدلک علی کلمۃ من کثر الحجنۃ؟“ قلت: بلی، قال: ”لا حول ولا قوة إلا باللہ“۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب لا حول ولا قوة إلا باللہ: ۹۳۸/۲، ۹۴۹، قدیمی)

چالیس مرتبہ کی قید احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں (۱)۔

۳..... یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں، ممکن ہے کہ اسلاف میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔

۴..... اس کا بھی یہی حال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۱ھ۔

بچہ کا دودھ بخشوانا، شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا

سوال [۹۲۱]: اگر شیرخوار (دودھ پیتے) بچہ کا انتقال ہو گیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ

بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

سوال [۹۲۲]: شب براءت کی فضیلت میں عام طور پر اس روز فقراء کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے،

بعض لوگ مغرب کے پہلے دن ہی دن میں اور بعض لوگ مغرب کے بعد رات میں کھانا تقسیم کرتے ہیں، نیت سب کی شب براءت کی ہے۔ لہذا ہر شخص کو ثواب یکساں ملا یا بعد مغرب یا مغرب کے پہلے دینے میں کچھ ثواب میں کمی بیشی ہوگی؟

شب براءت کو عرفہ بنانا

[۹۲۸]: اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ ایک روز قبل شب براءت کے عرفہ کرتا ہے، اس کا

ثواب شرعاً کیا ہے؟ تینوں امور کا جواب مع استدلال چاہیے۔ بینو تو جروا۔

نوٹ: جو لوگ عرفہ کرتے ہیں یا شب براءت کے روز مغرب کے پہلے دن ہی دن میں کھانا دیتے

ہیں وہ محض اس خیال سے کہ اس روز کھانے کی زیادتی کی وجہ سے فقراء کھانے کے بے قدری نہ کریں بلکہ عزت کے ساتھ اس کو کھانی جائیں، اس لئے ایک روز قبل عرفہ کے نام سے اور شب براءت کو دن کو کھانا دیتے ہیں۔

(۱) قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت حدیث: "من أحدث فی أمرنا هذا: ای أنشأ واخترع

وأئی بأمر حدیث من قبل نفسه (ما لیس منه): ای رأياً لیس له فی الكتاب أو السنة عاصداً ظاهراً أو

خفياً، ملفوظاً أو مستنبطاً (فہو رد): ای مردود علی فاعله لبطالانہ، (فیض القدیر: ۱/۵۵۹۳، حدیث

رقم: ۳۳۸۳، مکتبۃ نزار مصطفی الباز ریاض)

الجواب حامداً ومصلحاً:

۱..... هذا من اغلاط العوام۔

۲..... کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارو ہوئی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے: ”شعبان بین رجب وشہر رمضان، يغفل الناس عنه، يرفع فيه أعمال العباد، فأحب أن لا يرفع عملي إلا وأنا صائم“، رواه البيهقي في شعب الإيمان عن أسامة اه“ (۱)۔

”عن علي رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: ”إذا كان ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا نهارها، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه، ألا كذا، ألا كذا، حتى يطلع الفجر“۔ رواه ابن ماجه (۲)، والبيهقي (۳)۔

”قال العبد الضعيف: نزول الله تعالى إلى السماء الدنيا يكون في كل ليلة، ولكن يختص ذلك بالثلاث الآخر، وفي ليلة النصف من شعبان يكون من غروب الشمس إلى الفجر، ولا ينحصر ذلك في الثلاث الأخير، وهذا من فضل هذه الليلة اه“۔ ما ثبت بالسنة۔

۳..... عرذ تو ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو ہوتا ہے شعبان میں نہیں ہوتا، انتقال کے بعد شب براءت سے

(۱) (شعب الإيمان للبيهقي، باب في الصيام، صوم شعبان: ۳/۳۷۷، رقم الحديث: ۳۸۲۰، دار الكتب العلمية)

(۲) (سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹، قديمي)

”الحديث ضعيف بإسن أبي سبرة أبي بكر بن عبد الله بن محمد بن أبي سبرة، قال أحمد وابن معين: يضع الحديث، وقال ابن حبان: كان ممن يروى الموضوعات عن الثقات، لا يجوز الاحتجاج به“۔ (التقريب، رقم: ۶۷۶۳)

(۳) (شعب الإيمان، باب في الصيام ما جاء في ليلة النصف من شعبان: ۳/۳۷۸، رقم الحديث: ۳۸۲۲، دار الكتب العلمية)

ایک روز قبل عرفہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسے عرفہ کرتا ہے، نوٹ کا جواب اوپر آچکا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شوال/۶۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہند، ۱۶/شوال/۶۷ھ۔

شبِ براءت میں قبروں پر روشنی اور اگر بتی

سوال [۹۲۹]: شبِ براءت میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگر بتی جلاتا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم جہالت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

متبرک راتوں میں چراغاں کرنا

سوال [۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارہ ربیع الاول کی شب میں چراغاں

کرنا کیسا ہے؟ کیا چراغاں کرنا بارہ ربیع الاول میں قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ حنفی سے ثابت ہے؟ مدلل ومفصل جواب مرحمت فرما کر مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ کی رہنمائی فرمائیے۔ بینواتو جروا۔

المستفتی: قمر الزماں، موسیٰ نگری، سائب نائب سکریٹری، انجمن حیاۃ المسلمین، کانپور۔

الجواب وهو الموفق للصواب، مبسلاً وحامداً ومصلیاً ومسلماً:

افضل الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر، آپ سے محبت وعقیدت اصل الایمان ہے، جس بدنصیب کے قلب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت محبت نہیں (۲)، وہ درحقیقت ایمان ہی سے نا آشنا ہے، اس کے باوجود قرآن کریم میں اللہ پاک نے (۳)، حدیث شریف میں رسول مقبول صلی اللہ

(۱) سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”متبرک راتوں میں چراغاں“

(۲) ”عن انس قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين“ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم من الإيمان: ۷/۱، قدیمی)

(۳) قال الله تعالى: ﴿النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم﴾ (الأحزاب: ۶)

علیہ وسلم نے جہاں ہم کو یہ بتایا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت رکھنا ایمان کی جڑ ہے تو ہم کو محبت اور عقیدت کا طریقہ بھی بتلایا ہے (۱) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھلادیا ہے (۲)۔

بارہ ربیع الاول کو چراغاں کرنا اگر خیر و برکت کی چیز ہوتی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرما دیتے اور صحابہ کرام دل کھول کر چراغاں کرتے، لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کا حکم فرمایا، نہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چراغاں کیا، ائمہ مجتہدین نے بھی چراغاں نہیں کیا، اولیائے کرام، مثلاً خواجہ معین الدین چشتی، امیر رحمہ اللہ تعالیٰ، غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہم اللہ وغیرہم ان میں سے کسی بزرگ نے بھی چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کی اجازت دی، اگر چراغاں کرنا واقعی ثواب اور ذریعہ خیر و برکت ہوتا تو یہ سب حضرات جو ہم سے زیادہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتے

(۱) قال الملا علی القاری تحت حدیث: "لا یؤمن أحدکم حتی أكون أحب إليه اهـ". قال القاضی: ومن صحبته نصر سنته والذب عن شریعتہ، وتمنی إذا رکه فی حیاته لیبدل نفسه وماله دونہ" (المرواۃ: ۱/۱۳۵)، وقال تحت حدیث: "من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما: يعم ذوی العقول وغيرهم من المال والجاء وسائر الشهوات والمرادات" (ص: ۱۳۷) وقال تحت قوله عليه السلام: "من رضى بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد رسولاً": "(وبمحمد رسولاً) والمقصود من الرضا الإنقياد الظاهري والباطني --- وأن يعمل بجميع شرائع الإسلام بامتنال الأوامر واجتناب الزواجر، وأن يتبع الحبيب حق متابعتہ فی سنته وآدابه وأخلاقه ومعاشرته، والزهد فی الدنيا، والتوجه الكلي إلى العقبى". (مرواۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول: ۱/۱۵۰، رشیدیہ)

(۲) "ومن ارتقى إلى غاية هذه المرتبة ونهاية هذه المزية سيدنا عمر رضي الله تعالى عنه، فإنه لما سمع هذا الحديث: "(أى لا يؤمن أحدكم --- الخ) أخبر بالصدق حتى وصل ببركة مبدقه إلى كمال ذلك، فقال بمقتضى الأمر الطبيعي: "لأنت يا رسول الله! أحب إلي من كل شيء إلا من نفسي، فقال: "لا، والذي نفسي بيده! حتى أكون أحب إليك من نفسك"، فقال عمر: فإنك الآن والله! أحب إلي من نفسي، فقال: "الآن يا عمر! أتم إيمانك". (المرواۃ شرح مشکوٰۃ المصابيح، المرجع السابق: ۱/۱۳۵)

والے تھے ضرور بالضرور چراغاں کرتے۔

خیر القرون میں چراغاں کا نہ ہونا، اولیائے کرام ائمہ مجتہدین، فقہاء اسلام، محدثین عظام رحمہ اللہ تعالیٰ کا چراغاں نہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس رات میں چراغاں کرنا ثواب کی چیز نہیں، لہذا اس عمل کو ذریعہ قرب و ثواب سمجھنا بدعت اور معصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں تبرک راتوں میں چراغاں کرنے کو بدعت و حرام اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت قرار دیا ہے۔ سائل و مجیب چونکہ حنفی ہیں اس لئے کتب فقہ حنفی سے چند حوالے پیش کرنے پر قناعت کرتا ہوں:

۱- ”فتیۃ“ اس کتاب کے مصنف نجم الدین ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزینی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر: ۷۰ میں ہے:

”قال: کتبت فی المسرج أن إسراج السرج النکثرة فی السکک والأسواق بدعة، وکذا فی المساجد، ویضمن القیم“.

مطلب: گلیوں اور بازاروں میں کثرت سے چراغ جلانا بدعت ہے، مساجد کا بھی یہی حکم ہے اور متولی (اگر مال وقف سے چراغاں کرے) تو اس کو ضمان (تاوان) ادا کرنا پڑے گا۔

۲- ”تسقیح الفتاویٰ الحامدیہ“ اس کے مصنف الشیخ السید محمد امین الشمیر بابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعلق ہیں، جن کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہوئی، ان کو تمام ارباب فتاویٰ جانتے اور پہنچاتے ہیں، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی ان کو بہت بڑا فقیہ مانتے ہیں اور ان کی کتابوں سے مسائل اخذ کرتے ہیں، ”تسقیح الفتاویٰ الحامدیہ“ سے بھی ”اعلیٰ حضرت“ نے مسائل اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کی جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۳۵۹ میں ہے:

”من البدع المنکرة ما یفعل فی کثیر من البلدان من إیقاد القنادیل النکثرة العظيمة والسرف فی لیل معروف من السنة کليلة النصف من شعبان، فیحصل بذلك مفسد کثیرة: منها مضاهاة المجوس فی الاعتناء بالنار فی الإکتار منها، ومنها: إضاعة المال فی غیر وجهه، ومنها ما یرتب علی ذلك من المفساد من إجتماع الصبیان وأهل البطالة ولعبهم ورفع أصواتهم وامتنانهم المساجد وانتهاک حرمتها وحصول أوساخ فیها وغیر ذلك من المفساد التي صيانة

المسجد عنها لازمة، وفي شرح المذهب للإمام النووي رحمه الله تعالى: وصرح أئمتنا الأعلام رضي الله عنهم بأنه لا يجوز أن يزداد على سراج مسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره؛ لأن فيه إسرافاً كما في الذخيرة وغيرها“۔ (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۲/۳۵۹) (۱)۔

مطلب: اکثر شہروں میں جو رواج ہو گیا ہے کہ سال کی متبرک مخصوص راتوں میں چراغاں کیا جاتا ہے اور اس میں مال کثیر خرچ کیا جاتا ہے یہ بدعت اور ناجائز ہے، کیونکہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً: آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے اور بلاوجہ شرعی مال کو ضائع کرنا ہے اور بچے اور بے ہودہ لوگ مساجد میں جمع ہو کر شور و شغب کرتے ہیں جس سے مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے حالانکہ مساجد کا احترام لازم ہے۔“

شرح المذهب“ میں امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے اکابر واجب الاقتداء اماموں نے تحریر فرمایا ہے کہ مسجد میں جو چراغ بقدر ضرورت جلایا جاتا ہے اس سے زائد جلانا جائز نہیں خواہ رمضان شریف میں جلانے جائیں یا غیر رمضان (عرفہ) عید، شعبان، ربیع الاول، میں اس لئے کہ یہ فضول خرچی ہے جیسا کہ ”ذخیرہ“ وغیرہ میں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عبارت میں دو کتابوں کے نام لئے ہیں جہاں سے انھوں نے یہ مسئلہ لیا ہے: پہلی کتاب شرح المذهب ہے جو شارح مسلم شریف امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے، امام موصوف کی وفات ۶۷۷ھ میں ہوئی، یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے منفق ہیں، بہت اونچی شخصیت کے فقیہ ہیں۔

دوسری کتاب ”ذخیرہ“ ہے، اس کے مصنف محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر برہان الدین صاحب محیط برہانی ہیں، یہ بڑے امام، مجتہد، متواضع، عالم، کامل شخص تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔

۳- ”غمر عیون البصائر شرح الأشیاء والنظائر“، اس کتاب کے مصنف سید احمد الحنفی الحموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، آپ بڑے فقیہ اور اصولی تھے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ

(۱) (تنقيح الفتاوى الحامدية، فوائد ومسائل شتى من الحظر والإباحة، مطلب: من البدع المنكرة إيقاد

جگہ اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں، اس کتاب کے صفحہ نمبر: ۳۸۳ (۱) میں بھی عبارت مذکورہ موجود ہیں۔ اور اس کے بعد لکھا ہے:

”ومن المفسد ما يجعل في الجوامع من إيقاد القناديل وتركها إلى أن تطلع الشمس وترتفع، وهو من فعل اليهود في كنائسهم، وأكثر ما يفعل ذلك في العيد، وهو حرام“ (۲)۔

مطلب: اور جو خرابیاں مسلمانوں میں پھیلتی جا رہی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور تمام رات چراغ روشن رہتے ہیں، حالانکہ یہ یہود کا شعار و طریقہ ہے جو کہ وہ اپنے گرجوں میں کرتے ہیں اور مسلمان زیادہ تر شب عید (عید الفطر) عید الاضحی (عید میلاد) میں کرتے ہیں حالانکہ یہ حرام ہے۔

۳۔ ”نفع المفتی والسائل“، اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ فرنگی محلی ہیں، یہ بہت حلیل القدر صاحب بصیرت عالم تھے، اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کتابوں سے بعض جگہ حوالہ دیئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر: ۱۳۸ میں ہے:

”الاستفسار: إسراج السراج الكثيرة الزائد عن الحاجة ليلة البرائة أو ليلة القدر في الأسواق، والمساجد كما تعارف في أمصارنا هل يجوز؟
”الإستبشار“ هو بدعة كذا في خزائن الروايات عن القنية“ (۳)۔

(۱) (غمز عيون البصائر، القول في أحكام المسجد: ۱۹۲/۳، تحت رقم: ۲۱۳۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۲) (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، المصدر السابق)

(۳) (نفع المفتی وسائل، کتاب الحظر والإباحة، المتفرقات، من مجموعة رسائل عبد الحی المجلد الرابع، ص: ۱۹۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

وفی الفتاویٰ العالمگیریہ: ”سنل أبو بکر عن أوصی بثلت ماله لأعمال البر: هل يجوز أن يسرج في المسجد؟ قال: يجوز، قال: ولا يجوز على سراج المسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره، قال: ولا يزين به المسجد، كذا في المحيط“۔ (کتاب الوقف، الفصل الثانی الوقف علی المسجد الخ: ۲/۴۶۱، رشیدیہ)

مطلب: سوال: کیا بازاروں اور مساجد میں ضرورت سے زائد چراغ جلانا شب براءت اور لیلۃ

القدر میں جیسا کہ ہماری بستیوں میں رواج ہو گیا ہے جائز ہے؟

جواب: یہ بدعت ہے ایسا ہی خزانۃ الروایات میں قیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ متبرک راتوں میں چراغاں کرنا بدعت اور حرام ہے، مسلمانان اہل

السنۃ والجماعت کو اس سے اجتناب چاہیے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واكمل۔

شب براءت اور شب قدر میں مسجدوں کو سجانا

سوال [۹۳۱]: شب براءت اور شب قدر میں مسجد کو پھول پتی سے سجانا کیسا ہے؟ جبکہ سجانے کی نیت

ان تیوہاروں کی وجہ سے خوشی منانا ہے نہ کہ بدعت کرنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شب قدر شب براءت کے لئے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعاء، استغفار کی ترغیب

دی ہے، پھول وغیرہ سے سجانے کی ترغیب نہیں دی۔ تیوہار ہندوؤں کا ہے اور یہ سجانا بھی ان کا ہی طریقہ ہے اس

سے بچنا چاہیے: لأن "من تشبه بقوم فهو منهم"۔ الحدیث (ابوداؤد شریف) (۱)۔ البتہ مسجد میں خوشبو کی

ترغیب آئی ہے تاکہ نمازیوں کو اذیت نہ پہنچے بلکہ راحت پہنچے (۲)۔ ان مخصوص متبرک راتوں میں مسجد

میں جمع ہو کر اجتماعی حیثیت سے جاگنا مکروہ و ممنوع ہے۔ کذا فی مراقی الفلاح (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(۲) "عن انس بن مالک قال: رأى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نخامة في قبلة المسجد، فغضب

حتى أحمر وجهه، فقامت امرأة من الأنصار، فحكته وجعلت مكانها خلوقاً، قال رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم: "ما أحسن هذا"۔ (سنن النسائي، كتاب المساجد، باب تخليق المساجد: ۱۱۹/۱، قديمي)

(۳) (كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد و صلوة الضحى، ص: ۳۰۲، قديمي)

(وقد تقدم تخريجه تحت عنوان: "اعمال شب براءت")

وس محرم کو مٹھائی مسجد میں لا کر گھر میں تقسیم کرنا

سوال [۹۳۲]: بعض ملکوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ وس محرم میں مٹھائی وغیرہ کھانے کی چیزیں مسجد میں لا کر یا گھر میں تقسیم کی جاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز اور قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے، البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں محرم کو روزہ رکھنا بہت ثواب ہے (۱) اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعث برکت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

شبِ براءت اور اس کے اعمال

سوال [۹۳۳]: شبِ براءت میں عبادت کرنا کس نص سے ثابت ہے؟

۲..... عشاء کی نماز کے بعد مزار پر جانا جو معروف ہے، کس نص سے ثابت ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ فعل بدعت ہے یا نہیں؟ اور صحیح مسنون طریقہ کیا ہے؟

۳..... بعد نماز فجر مزار پر شعبان کی پندرہ تاریخ کو جانا کس نص سے ثابت ہے؟ اگر منع ہے تو منع کہاں لکھا ہے؟

۴..... شعبان کی پندرہویں کا روزہ اور اس کی فضیلت کس نص سے ثابت ہے؟

۵..... مقابر مسلمین پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ مسنون کس نص سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... شبِ براءت میں بلا کسی قید و خصوصیت کے مطلق نماز کا ثبوت ہے، ہر شخص اپنے طور پر عبادت

(۱) (تقدم تخریجہ من شعب الإيمان للبيهقي تحت عنوان: "شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا")

(۲) "من وسع علی عیالہ فی یوم عاشوراء، وسع الله علیہ فی سنتہ کلہا"۔ (الجامع الصغیر للسيوطی:

۱/۶۰۳۵، رقم الحدیث: ۹۰۷۵، ورمزہ بالصحة)

کرے جس میں نمائش یا کسی رسم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی نہ ہو تو مستحسن ہے: ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا يومها، فإن الله تعالى ينزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا، فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا مبتلى فأعافيه، ألا كذا، ألا كذا، حتى يطلع الفجر“۔ رواہ ابن ماجہ (۱)، مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵ (۲)، اور اگر اس میں رسوم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی ہوگی تو بدعت ہے۔

۲..... شبِ برات میں بداعت یا کسی بھی وقت مزار پر جانا کافی ہے: ”ومما ثبت من فعله صلى الله عليه وسلم أنه أتى المقبرة ليلة النصف من شعبان يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء۔“
”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع عنه ثوبيه، ثم لم ينم أن قام فلبسهما، فأخذتني غيرة شديدة ظننت أنه يأتي بعض صويحباتي، فخرجت أتبعه فأدركته بالبقيع الغرقد يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء۔“
(مأثبات بالسنة، ص: ۱۱۸) (۳)۔

۳..... پندرہویں شعبان کو مزار پر جانا منع نہیں، لیکن پندرہویں شعبان کی وجہ سے مستون بھی نہیں، البتہ اسی تاریخ میں جمعہ، پیر، جمعرات یا سنچر آجائے تو اس میں افضل ہے، مگر یہ فضیلت پندرہویں شعبان کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان دنوں کی وجہ سے ہوگی: ”وتزار في كل أسبوع كما في مختارات التوازل، قال في شرح لباب المناسك: إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والأثنين والخميس۔“
شامی: ۸۴۳/۱ (۴)۔

(۱) (کتاب إقامة الصلوة، ما جاء في قيام شهر رمضان، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ص:

۹۹، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شهر رمضان من کتاب الصلوة، الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۳) (الحديث أخرجه مسلم في الجنائز، فصل في التسليم على أهل القبور مفصلاً: ۳۱۳، قدیمی)

(۴) (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب في زيارة القبور: ۲۴۲/۲، سعید)

۴..... شعبان کی پندرہویں کو روزہ رکھنے کا حکم حدیث میں موجود ہے: ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها وصوموا نهارها الخ“۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵ (۱)۔

۵..... جب قبرستان میں داخل ہو تو پڑھے: ”السلام علیکم دار قوم مومنین، وإنا إن شاء اللہ بکم لاحقون“ (۲) اور سورہ یسین پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخش دے: ”من دخل المقابر فقرأ سورة يسین، خفف اللہ عنهم يومئذ، وكان له بعدد من فيها حسنات“۔ شامی: ۱/ ۸۴۴ (۳)۔ جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورہ یسین پڑھے تو اس روز اللہ تعالیٰ ان قبرستان والوں پر آسانی کر دے گا اور پڑھنے والے کو اتنی مقدار میں نیکیاں ملیں گی جتنے آدمی اس میں ہیں۔

اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کا ثواب بخش دے، حدیث میں ہے: ”من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة، ثم وهب أجرها للأموات، أعطى من الأجر بعدد الأموات“۔ در مختار علی ۵۱۱ شامی: ۱/ ۸۴۴ (۴)، یعنی جو شخص گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو اس کو بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا اور متوفی کے قدموں کی طرف سے جاوے سر کی طرف سے نہیں اور اس طرح کھڑا رہے کہ اس کی نظروں کے سامنے ہو: ”أنه يأتي الزائر من قبل رجل المتوفى لا من قبل

(۱) (ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوة، ماجاء فی قیام شهر رمضان، باب ما جاء فی ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹۰، قدیمی)

(و مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوة، باب قیام شهر رمضان الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۲) (الصحيح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسليم علی أهل القبور: ۳۱۳/۱، قدیمی)

(ورد المختار، باب صلاة الجنابة، مطلب فی زیارة القبور: ۲۲۲/۲، سعید)

(۳) (رد المختار، باب صلاة الجنابة، قبل مطلب فی القراءة لل میت الخ: ۲۲۳/۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الجنائز، قبل باب صلوٰۃ الشہید: ۲۲۳/۲، رشیدیہ)

(۴) (الدر المختار، باب صلاة الجنابة: ۲۲۲/۲، ۲۲۳، سعید)

رأسه؛ لأنه أتعب البصر لميت بخلاف الأول، لأنه يكون مقابل بصره، لكن هذا إذا أمكنه، شامی: ۱/ ۸۴۳ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۸ھ۔

شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال [۹۳۴]: شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کر کے پڑھی جاسکتی ہے، اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم از کم اس بابرکت رات میں شریک ہو کر ثواب کے مستحق ہو جائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ ومنوع ہے، بے نمازیوں کو تبلیغ و تاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترک فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے، نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کے لئے جمع ہونا بھی منع ہے، کذا فی المراقی الفلاح (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۵/ ۹۱ھ۔

شب برات کی رسمیں

سوال [۹۳۵]: شب برات کو حلوہ پکانا اور گھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس شب گھروں اور قبرستان کو چراغاں کرنا، عود اور اگر بتی سے معطر کرنا بسانا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے جب کہ ایک طبقہ ان کاموں کو سنت سمجھ کر کرتا ہے اور گھروں کی صفائی اس عقیدے کی بناء پر کرتا ہے کہ بزرگوں کی روئیں زیارت کو آتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امور مسئلہ کو سنت کہنا بے دلیل ہے (۳) اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں جو

(۱) (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور: ۲/ ۲۴۲، سعید)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”اعمال شب براءت“)

(۳) ”إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن زانوات القبور، والمتخذين عليها المساجد والسرج“ =

روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبِ برأت کا حلوہ

سوال [۹۳۶]: حلوہ بنانا فی نفسہ مباح ہے جس پر خاص و عام سب متفق ہیں، لیکن شبِ برأت ۱۴/ شعبان المعظم کو حلوہ تیار کرنا اسی دن کی خصوصیات پر جو کہ ضروریات کی بناء پر تیار کیا جاتا ہے قولاً یا عملاً جیسا کہ مشاہدہ ہے، جس کے بارے میں ”اصلاح الرسوم“ مصنفہ حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ (چھوٹی تختی) ص: ۱۳۸، ۱۳۹، پر جو کچھ لکھا ہے، اس کے مطالعہ سے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ شبِ برأت کے روز عوام الناس کے مقاصد کثیرہ میں ابتلائے عام کے پیش نظر حلوہ تیار کرنا گناہ ہے جس کی اس روز شرعی نقطہ نظر سے بالکل اجازت نہیں دی گئی ہے۔

۲..... ایک مولوی نے اس قسم کے الفاظ اپنے میزبان کے یہاں چند عامی آدمیوں کے روبرو کہے کہ شبِ برأت کے روز ایک مباح چیز کو (یعنی حلوہ کو) علماء نے خواہ مخواہ ناجائز کر رکھا ہے۔ تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ شبِ برأت کے روز حلوہ بنانا جائز ہے یا ناجائز، اگر جائز ہو تو پھر ایک امر جائز کی اشاعت کیوں نہ عام کر دی جائے جس سے لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے اور ہم سب لوگ بھی جو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور ایک جائز امر کو آج تک ناجائز سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں، اس کے گناہ پر مطلع ہو کر تائب ہو جائیں۔ اور اگر ناجائز ہے جیسا کہ ”اصلاح الرسوم“ میں مرقوم ہے تو کسی کا ایسے الفاظ کہنا اعلان اور اشاعت کیسا تھا اگر گناہ کبیرہ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ بصورتِ مکروہ کیا ایسا شخص فاسق ہے؟ ہر شی کا جواب مفصل، مکمل بحوالہ کتاب رقم فرما کر عند اللہ ماجور و مشکور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور امر مباح کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنا درست نہیں، اس سے وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے:

”کل مباح یؤدی الی زعم الجہال سنیۃ أمر أو وجوبہ، فهو مکروہ کتعیین السورۃ

= لأصحاب السنن“۔ (جمع الفوائد، کتاب الجنائز، التعزیه وأحوال القبور و زیارتها: ۱/ ۳۷۲،

رقم: ۲۶۵۳، إدارة القرآن)

لنصلوة وتعيين القراءة موقتاً. كذا في تنقيح الفتاوى الحامدية (۱)، بلكہ امر مستحب پر بھی اصرار کی اجازت نہیں "الإصرار على المندوب يمنع إني حذركم"۔ (سباحة الفكر) (۲)۔

ان تصریحات کی وجہ سے شب براءت کے حلوہ کو منع کیا جاتا ہے جو صاحب اس کے منع کو خواہ مخواہ کہتے ہیں غالباً ان کے ذہن میں مذکورہ تصریحات نہیں ورنہ وہ خواہ مخواہ ایسی بات نہ کہتے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۰ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۹۰ھ۔

لیلة القدر اور لیلة البراءت میں چراغاں کرنا

سوال [۹۳۷]: شب براءت اور لیلة القدر میں ضرورت سے زائد روشنی کی جاتی ہے، اور اس کے لئے چندہ کرتے ہیں، یہ حرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور چندہ دینے والوں کو ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر مسجد یا بیت المال سے خرچہ ہو تو متوں کو گناہ ہوگا یا سب نمازیوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لیلة القدر اور لیلة البراءت میں ساری رات روشنی کرنا اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ یعنی چراغاں کرنا

(۱) (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة، مطلب: كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال الخ: ۲/۳۶۷، المكتبة الميمية مصر)

(۲) لم أجده بهذا اللفظ في سباحة الفكر، لكن فيها عبارة تدل على هذا المعنى وهي: "فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص، مكروهاً، كما صرح به على القاري في شرح مشکوٰۃ المصابيح الخ". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، تحت الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالى: ۳/۳۹۰، إدارة القرآن)

(والمرفقة شرح مشکوٰۃ المصابيح للقاري، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳۱/۳، تحت رقم الحديث: ۹۳۶، رشيدية)

"بل العبارة مذكورة باللفظ المذكور في السعاية، شرح شرح الوقاية". (كتاب الصلوة، باب

صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڏمي)

ثابت نہیں، شرعاً ناجائز۔ : حرام ہے، جیسا کہ ”الحموی شرح الاشباہ والنظائر“ (۱) اور ”تشیع فتاویٰ الحامدیہ“ (۲) میں بصراحت مذکور ہے، مسجد کے وقف کے مال سے جوابیہ کرے گا اس کے ذمہ ضمان لازم ہوگا، اگر مثولی ایسا کرتا ہے تو نمازیوں کو لازم ہے کہ اس کو فہمائش کریں، روکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع

سوال [۹۳۸]: کیا شب براءت اور شب قدر کی تلاش و اہتمام میں مساجد میں شب بیداری کر سکتے ہیں؟ حسب ذیل حدیث کی روشنی میں جواب دیجئے: ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”رب صائم لیس له من صیامہ إلا الجوع، ورب قائم لیس له من قیامہ إلا السهر“ (۳) نیز اس حدیث کی مختصر تشریح بھی فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شب براءت اور شب قدر کی تلاش اور عبادت کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ اور بدعت ہے، مراقب الفلاح میں اس کی تصریح موجود ہے (۴)۔ حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھے اور اللہ کے یہاں ثواب

(۱) (الحموی المسمى "بغمر عیون البصائر" لسید أحمد الحموی: القول فی أحكام المساجد:

۳/۱۹۲، رقم: ۲۱۳، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة)

(و تقدم تخريجه تحت عنوان: "متبرک راتوں میں چرائیاں")

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "متبرک راتوں میں چرائیاں")

(۳) "وعنه (أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کم من

صائم لیس له من صیامہ إلا الطما، وکم من قائم لیس له من قیامہ إلا السهر". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب

الصوم، باب تنزیہ الصوم، الفصل الثانی، ص: ۷۷، قدیمی)

(۴) "ویکفر الاجتماع علی إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذكرها فی المساجد وغيرها: لأنه لم

يفعله النبي صلی اللہ علیہ وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز، منهم: عطاء وابن =

کی نیت نہ کرے یا جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہ بچے تو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اس کو بھوک پیاس کے علاوہ روزہ کے فضائل و ثمرات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اسی طرح جو شخص رات بھر نماز پڑھے، مگر ثواب کی نیت نہ ہو یا گناہوں سے نہ بچتا ہو تو اس کو بیداری کے تکان کے علاوہ کوئی ثمرہ اور ثواب حاصل نہ ہوگا، یہی حال ہر عبادت کا ہے، یہ تشریح مشکوٰۃ شریف کی شرح میں مذکور ہے (۱)۔

تسبیہ: اس حدیث شریف میں مشکوٰۃ شریف میں ”إلا العطش“ (۲) مذکور ہے، ”إلا الجوع“ نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا

سوال [۹۳۹]: ہم لوگ اپنے محل کی مسجد میں شب معراج کی تقریب کے سلسلے میں شب بیداری یعنی تلاوت قرآن، صلوٰۃ الغفل، اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں اور شب گزارتے ہیں اور جمعہ کو روزہ رکھتے ہیں، زید کا کہنا ہے کہ قرآن و حدیث سے رجب کی ستائش تاریخ کو شب بیداری کرنا اور بطور تقریب کے ماننا ثابت نہیں ہے اور یہ بدعت کے مترادف ہے، اس بارے میں زید کا قول کیسا ہے؟

= مليكة وفقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالک وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوى، کتاب الصلوة، فصل فی تحية المسجد و صلاة الضحی و احياء الليالي، ص: ۲۰۲، قدیمی)

(۱) ”قال الطیبي: فإن الصائم إذا لم يكن محتسباً أو لم يكن محتسباً عن الفواحش من الزور والبهتان والغيبة ونحوها من المناهي، فلا حاصل له إلا الجوع والعطش وإن سقط القضاء وكذلك الصلوة في الدار المغصوبة، وأدائها بغير جماعة بلا عذر، فإنها تسقط القضاء، ولا يترتب عليها الثواب اهـ، قال ابن الملك: وكذا جميع العبادات إذا لم تكن خالصة.“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الصوم، باب تنزيه الصوم، قبیل الفصل الثالث: ۳/۵۱۰، ۵۱۱، رقم الحديث: ۲۰۱۳، رشیدیہ)

(۲) (راجع، ص: ۲۷۰، رقم الحاشية: ۳)

(۳) ”الجوع“ کا لفظ ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے، جیسے مرتبہ میں ہے: قال میرک: ورواه ابن ماجه ولفظه: ”رب صائم ليس له من صيامه إلا الجوع.“ الحديث۔۔۔ ورواه البيهقي ولفظه: ”ورب صائم حفظه من الصيام الجوع والعطش.“ (المرقاۃ، المصدر السابق)

الجواب حامداً ومصلحاً:

زید کا قول صحیح ہے، اس طرح اس شب میں مسجد وغیرہ میں جمع ہونا اور اجتماعی بیعت سے توافل و تلاوت میں مشغول رہنا ثابت نہیں بلکہ مکروہ اور بدعت ہے: ”وبكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء، وقالوا: ذلك كله بدعة آه“۔ مراقی الفلاح، ص: ۲۴۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۷/۸۷ھ۔

عاشورہ محرم کے خصوصی اعمال

سوال [۹۴۰]: یوم عاشورہ میں مندرجہ ذیل باتیں سنت ہیں یا نہیں؟

- ۱- خوف خدا سے رونا۔ ۲- جنازہ کی نماز پڑھنا۔ ۳- سورہ اخلاص کثرت سے پڑھنا۔
- ۴- والدین کی قبور کی زیارت کرنا اور کچھ آیتیں پڑھ کر ان کو اور تمام مردوں کو ثواب پہنچانا۔
- ۵- شہدائے کربلا کی روحوں کو ثواب پہنچانا جیسے حلیم یا کچھ انوح علیہ السلام کی سنت ہے یا نہیں؟
- ۶- غسل کرنا۔ ۷- سرمد لگانا۔ ۸- کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا۔
- ۹- نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، قرآن پاک کی دس آیتیں پڑھنا۔
- ۱۰- دس مسلمانوں سے مصافحہ کرنا۔ ۱۱- دو دشمنوں میں صلح کرانا۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

خوف خدا سے ہمیشہ رونا چاہئے (۲)، جنازہ جب موجود ہو اس کی نماز فرض کفایہ ہے (۳)، سورہ

(۱) (مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی تحیۃ المسجد و صلوٰۃ الضحیٰ و احياء الليالي، ص: ۲۰۳، قدیمی)

(۲) ”عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما من عبد مؤمن يخرج من عينيه دموع وإن كان مثل رأس الذباب من خشية الله، ثم يصيب شيئاً من حروجه إلا حرمه الله على النار“۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحزن والبكاء، ص: ۳۰۹، قدیمی)

(۳) ”(أو الصلاة عليه فرض كفاية بالإجماع“۔ (الدر المختار، باب صلوٰۃ الجنائزہ: ۲۰۷/۲، سعید)

اخلاص ہر روز پڑھنا چاہیے (۱)، والدین کی قبر کی بلکہ عامہ مومنین کی قبور کی زیارت ہر ہفتہ مستحب ہے (۲)، ایصال ثواب بھی مستحب ہے (۳)، ان چیزوں کو عاشورہ کے دن خاص کر دینا بلا دلیل ہے (۴)، اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر دینا برکت کا باعث ہے (۵)، روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، مگر ایک دن پہلے ملا لے یا بعد میں۔ بقیہ مذکورہ چیزیں اس دن صحیح روایات سے ثابت نہیں، جو چیز مستحب ہے وہ بغیر عاشورہ کے بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

صلوۃ العاشورہ

سوال [۹۴۱]: بعض عالم بزرگ روز عاشورہ چار رکعت نماز مع قراءت جماعت سے پڑھتے ہیں

(۱) ”عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً سمع رجلاً یقرأ: ﴿قل هو اللہ احد﴾ یردّدها، فلما أصبح جاء إلى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ، وكان الرجل یتقّالہا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”والذی نفسی بیدہ! إنها لتعدل ثلث القرآن“۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿قل هو اللہ احد﴾: ۷۵۰/۲، قدیمی)

(۲) ”وتزار فی کل أسبوع کما فی مختارات النوازل“۔ (رد المحتار، باب صلوۃ الجنائزۃ، مطلب فی زیارة القبور: ۲/۲۴۲، سعید)

(۳) ”ان للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوۃً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها“۔ (رد المحتار، باب صلوۃ الجنائزۃ، مطلب فی القراءة للمیت الخ: ۲/۳۴۳، سعید)

(۴) قال العلامة اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ”إذا كان فیہ..... أو لو حظت فیہ خصوصیات غیر مشروعة، أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غیر لزوم، والتخصیص بغير مخصص..... مکروهاً، كما صرح به علی القاری فی شرح مشکوۃ المصابیح والحفصکی فی الدر المختار الخ“۔ (سباحۃ الفکر، الباب الأول فی حکم الجہر بالذکر الخ، تحت: الثانی والأربعون، ص: ۳۳، مجموعۃ رسائل عبد الحی اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۳/۴۹۰، ادارۃ القرآن)

(۵) ”من وسّع علی عیالہ فی یوم عاشوراء، وسّع اللہ علیہ فی سنتہ کلہا“۔ (الجامع الصغیر للسیوطی: ۶۰۳۵/۱۱، رقم الحدیث: ۹۰۷۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

اور بڑی لمبی جماعت ہوتی ہے، کیا روز عاشورہ جماعت سے نماز ادا کرنا شرعاً ثابت ہے یا بدعت؟ اور اس کو ترک کرنا یا اس میں شامل ہونا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ نماز ثابت نہیں، یہ بدعت ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عقائد معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۳/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

صحیح: عبدالمطیف، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

یوم عاشوراء کی خصوصیات

سوال [۹۲۲]: مظاہر حق، جلد دوم، ص: ۱۲۲، باب الصدقة میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”یوم عاشوراء میں روزہ رکھے اور کشاوگی کرے اپنے کنبہ اور اہل و عیال پر خرچ کرنے میں تو اللہ تعالیٰ کشاوگی کرے گا اس پر باقی سال کشاوگی رہے گی“ فرمایا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے: میں نے تحقیق کیا اور ایسا ہی پایا اور بعض نے ضعیف کہا ہے، جیسے بیہقی نے (۲)۔ اس کے علاوہ ”مرقع کلیسی“ میں جو دس افعال لکھے ہیں وہ بدعت ہیں یا نہیں؟

۱- عزیزوں سے ملنا۔ ۲- قبروں کی زیارت کرنا۔ ۳- مسلمانوں سے مصافحہ و معافتہ کرنا۔ ۴- عطر و خوشبو لگانا۔ ۵- بالخصوص میٹھا لقمہ کھانا۔ ۶- تیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔ ۷- صلح کرانا آپس میں۔ ۸- والدین کے لئے بستر بچھنا۔ ۹- خط خوانا، لباس بدلنا و غسل کرنا۔ ۱۰- سرمہ لگانا وغیرہ۔

(۱) (تقديم تخریجه من مرقی الفلاح تحت عنوان: ”اعمال شب زیارت“)

(۲) ”وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء، وسع اللہ علیہ سائر سنتہ“۔ قال سفیان: انا قد جربناہ، فوجدناہ كذلك، رواہ رزین، ورواہ البیہقی فی شعب الإیمان عنہ، وعن أبی ہریرۃ وأبی سعید، وجابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وضعفہ“، (مظاہر حق، کتاب الزکاة، باب أفضل الصدقة: ۲/۱۲۲، إدارة اشاعت

الجواب حامداً ومصلیاً:

یوم عاشورا میں روزہ اور خرچ کی کشادگی کی فضیلت دیگر کتب میں بھی ہے (۱) اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، باقی جملہ امور مذکورہ کی نصوویت اس روز کے ساتھ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

صلوة الرغائب

سوال [۹۴۳]: صوبہ گجرات کے بعض اضلاع میں مسلمانان کرام شب برأت میں خصوصاً بعد عشاء دو رکعت نفل جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور یہ عمل بالالتزام ہر سال ان کی جانب سے انجام پذیر ہوتا ہے۔ کیا ایسی نماز نفل کی جماعت کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جماعت کا کوئی ثبوت نہیں، نہ حدیث میں، نہ فقہ حنفی میں بلکہ حنفیہ کی معتبر کتب میں اس کو مکروہ لکھا ہے: "ومن المندوبات إحياء ليلتي العيدين والنصف من شعبان والعشر الأخير من رمضان والأول من ذي الحجة، ويكون بكل عبادة تعم الليل أو أيسره أحد"۔ در مختار (۳)۔

"ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد، قال في النجوى القدسي: ولا يصلى تطوع جماعة، وما روى من الصلوات في الأوقات الشريفة، تصلى فرادى، ومن سنها يعلم كراهية الاجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب أول ليلة جمعة منه، وأنها بدعة، وما يحتال

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: عاشورہ مجرم کے خصوصی اعمال)

(۲) صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ: "اور حدیث سرمہ لگانے کی، دن عاشورے کے جو بعضوں نے نفل کی ہے، کچھ اصل اس کی نہیں، اور اس طرح اور دس افعال جو دن عاشورے کے نفل کئے ہیں، ان کی بھی کچھ اصل نہیں، سوائے روزے کے اور وسعت کرنی کھانے کی کہ یہ ثابت ہے حدیث سے"۔ (مظاہر حق، کتاب الزکاة، باب افضل الصدقة: ۱۳۲/۲، ادارہ

اشاعت دینیات لاہور)

(۳) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۹/۲، سعید)

أهل الروم من نشرها لتخرج عن النفل والكراهة فباطل اهـ۔ بحر عن المحلیؒ، طحطاوی:
۱/۲۸۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محرم کی بدعت شنیعہ

سوال [۹۴۴]: محرم میں تعزیہ میں قرآن پاک لگانا اور اس کو گلی گلی گھمانا، جس کو پاک، ناپاک، ہندو، مسلمان سب ہی چومتے ہیں کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

نخت معصیت ہے اور قرآن پاک کی بے حرمتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محرم کی رسوم

سوال [۹۴۵]: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ پر رسم تعزیہ داری، سیاہ پوش ہونا، ننگے سر ہونا، سر میں خاک ڈالنا، سر کو پینٹنا، اور سر کو تیل وغیرہ سے خشک رکھنا، ماتم کرنا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا، مرہیے گانا جس میں بزرگان دین کی توہین ہوتی ہو، چلا چلا کر رونا، علم نکان، بچوں کو قیدی فقیر بنانا، تعزیہ گاہ میں تلاوت کلام پاک کرنا اور منتیں ماننا، دلہل کو گائے کا دودھ اور جلیبی کھلانا، ذھول اور تاشے بجانا، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندان نبوت سے عمقیدت و مؤدت کا تعلق رکھنے والوں کے لئے روح فرسا واقعہ ہے، سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہیے، کسی جاہر طاقت کے سامنے جھکنے سے جام شہادت نوش کرنے کا مقام بہت

(۱) وقال الحلبي: "إن كلاً من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، و صلاة البراءة ليلة النصف من شعبان، و صلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة"۔ (الحلبي الكبير، تنمات من النوافل، ص: ۳۳۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾، تنزيل من رب العالمين، ألفهذه الحديث أنتم مدهنون ﴿﴾۔
(الواقعة: ۷۹، ۸۰، ۸۱)

بلند ہے (۱) لیکن یہ انتہائی بد قسمتی اور حرمان نصیبی ہے کہ جرأت اور حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زمانہ مراسم نے قبضہ کر لیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعہ حق و قیاداری ادا کیا جاتا ہے۔ اور مذکورہ سوال میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، بعض بدعت سیئہ ہیں، بعض حرام ہیں، بعض درجہ شرک تک پہنچی ہوئی ہیں، اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ان کا کوئی ربط نہیں ہے، یہ رد افض کا شعار ہے (۲)، ان کی صحبت کا اثر بے علم یا بے عمل اہل سنت والجماعت میں بھی پھیل گیا ہے، ان کا بند کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

محرم کا شربت

سوال [۹۴۶]: محرم کے دنوں میں جو لوگ سبیل شربت لگاتے یا کھلاتے پلاتے ہیں، وہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں چندہ دینا جائز ہے یا حرام؟

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر" أو "أمير جائر".

قال العلامة فخر الحسن الكنكري في التعليق المحمود على هامش أبي داود تحت الحديث المذكور: "قال الخطابي: إنما صار ذلك أفضل الجهاد؛ لأن من جاهد العدو، وكان متردداً بين رجاء وخوف: لا يدرى هل يغلب أو يُغلب، ومن قال للسلطان حقاً، وأمره بالمعروف أو نهاه عن المنكر، فهو مقهور في يده، وتعرض للتلقي، وأهرق نفسه للهلاك، فصار ذلك أفضل أنواع الجهاد من أجل غلبة الخوف، والله تعالى اعلم". (هامش سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي: ۵۹۷/۲، مكتبة دار الحديث ملتان)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مكتبة دار الحديث ملتان) قال الملا علي القاري تحت هذه الحديث المذكور: "قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر في الشبه، ذكر في هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالمشبه لا غير". (المراقبة شرح مشكوة المصاييح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے، اگر سردی کا موسم ہوتا بھی شربت ہی پلایا جائے۔ ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے، وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ پیاسے شبید کئے گئے، اور یہ شربت ان کے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائے گا۔ اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا، نہ ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ پاک نے ان کے لئے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال [۹۳]: یہاں مراد آباد میں ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو کارخانہ دار ان ظروف کی طرف سے کاریگروں کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، بلا مبالغہ یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ ہے، کیونکہ صد ہا کاریگر ہیں اور ہر ایک کو اندازاً کم و بیش پاؤ پاؤ بھر مٹھائی ملتی ہے، ان کے علاوہ دیگر نشتر متعلقین کو بھی کھلانی پڑتی ہے۔ مشہور یہ روایت کر رکھی ہے کہ اس دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت کیا تھا، مگر از روئے تحقیق بات برعکس ثابت ہوئی کہ اس دن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں غیر معمولی شدت تھی، جس سے خوش ہو کر دشمنان اسلام یعنی یہودیوں نے خوشی منائی تھی (۲)۔ احقر نے اس کا ذکر ایک کارخانہ دار سے کیا تو معلوم ہوا

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة“۔ (مقدمة سنن ابن ماجہ، فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص: ۱۳، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۶۲ - ۸۲، رقم الحديث: ۱۱۲۰۰، ۱۱۳۶۸، دار احیاء التراث، بیروت)

(والمقاصد الحسنة، ص: ۲۲۰، رقم الحديث: ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(ومشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۷۱، باب مناقب أهل البيت، قدیمی)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۶۹، نقل مکتوب نمبر: ۸، قبیل کتاب التفسیر، عنوان: آخری چار شنبہ کی اصل (عید)

کہ جاہل کاریگروں کی ہوا پرستی اور لذت پروری اتنی شدید ہے کہ کتنا ہی ان کو سمجھایا جائے وہ ہرگز نہیں مانتے اور چونکہ کارخانوں کی کامیابی کا دار و مدار کاریگروں ہی پر ہے تو اگر کوئی کارخانہ دار ہمت کر کے شیرینی تقسیم نہ کرے تو جاہل کاریگر اس کے کارخانہ کو سخت نقصان پہنچائیں گے، کام کرنا چھوڑ دیں گے۔

(الف) حقیقت کی رو سے مذکورہ تقسیم شیرینی کا شمار افعال کفریہ، اسلام دشمنی سے ہونا تو عقلاً ظاہر ہے تو بلا عذر شرعی اس کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہی کیوں نہ ہو؟
(ب) جاہل کاریگروں کی ایذا رسانی سے حفاظت کے لئے کیا کارخانہ داروں کو فعل مذکور میں معذور مانا جاسکتا ہے؟

(ج) ماہ صفر کے آخری چار شنبہ سے متعلق جو صحیح روایات اوپر مذکور ہوئیں وہ کس کتاب میں ہیں؟
(د) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں شدت کی خبر پا کر یہودیوں نے کس طرح خوشی منائی تھی؟

احمد حسین کھڑا اہل فروش در پہ کلاں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ماہ صفر کے آخری چار شنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے، اس تاریخ میں غسل صحت ثابت نہیں، البتہ شدت مرض کی روایت ”مدارج النبوة“ میں ہے (۱)۔
یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضا ہے۔

(الف) مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا نہ شدت مرض کی خوشی میں ہے، نہ یہود کی موافقت کی خاطر ہے، نہ ان کو اس روایت کی خبر ہے، نہ یہی نفسہ کفر و شرک ہے، اس لئے ان حالات میں کفر و شرک کا حکم نہ ہوگا (۲)، ہاں یہ کہا جائیگا کہ یہ غلط طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس روز غسل

(۱) (مدارج النبوة: ۴/۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰،

صحت ثابت نہیں، کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت محصیت ہے (۱)، بغیر نیت موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے (۲)۔

(ب) نہایت نرمی و شفقت سے کارخانہ دار اپنے کاریگروں کو بہت پہلے سے تبلیغ و فہمائش کرتا رہے اور اصل حقیقت اس کے ذہن میں اتار دے، ان کا مٹھائی کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حسن اسلوب سے پورا کر دے، مثلاً: رمضان، عید، بقر عید وغیرہ کے موقعہ پر دیدیا کرے جس سے ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ بخل کی وجہ سے انکار کرتا ہے، بہر حال کارخانہ دار بڑی حد تک معذور ہے۔

(ج) مدارج النبوة میں ہے (۳)۔

(د) یہود نے کس طرح خوش منائی اس کی تفصیل نہیں معلوم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

رجب کا روزہ، کئذہ

سوال [۹۴۸]: ماہ رجب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کئذہ ہوتا ہے، اس کی بھی شریعت میں کوئی اصیت ہے یا نہیں؟ اور ۷/رجب ۱۳/۲۷ کو روزہ رکھتے ہیں اور بہت ثواب سمجھتے ہیں آیا۔ حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور ماہ رجب کی شرعی فضیلت کیا ہے؟ مختصر تھوڑی تحریر فرمائیں۔

= كان في المسألة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسناً للظن بالمسلم. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، مكتب رشیدیہ)

(۱) "قال أنس رضي الله تعالى عنه: إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثاً كثيراً، إن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من تعمد على كذباً، فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح البخاري كتاب العلم، باب إثم من كذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۱/۱، قديمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مكتبة دار الحديث ملتان)

(۳) (مدارج النبوة: ۲/۶۹۹ - ۷۰۸، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماہ رجب میں تو تاریخ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں لیکن وہ روایات محدثین کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”ما ثبت بالنسب“ میں ذکر کیا ہے، بعض بہت ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں۔ ایصال ثواب جس کو چاہے جب چاہے بلا کسی التزام تاریخ و مہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بہت بہتر ہے لیکن کثرت کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۲/ رجب کے کوٹھڑوں کی حقیقت

سوال [۹۳۹]: ۲۲/ رجب کو بعض جگہ کوٹھا کرنے کا بزار رواج ہے اس میں جو جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کوٹھڑے کی اصلیت کیا ہے، کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہیے؟ امید کہ شریعت کے مطابق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمانان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ آمین تو جروا۔
محمد حمید اللہ نعمانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوٹھڑوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور مدعت ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸/ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۲۵ھ میں ہوئی، پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے (دیکھو تاریخ طبرانی ذکر وفات معاویہ) (۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق کی طرف

(۱) "وحدثني عمر قال: حدثنا علي قال: بايع أهل الشام معاوية رضي الله عنه بالخلافة في سنة: ۳۷، في ذي القعدة... وسلم له الأمر سنة: ۴۱، لخميس بقين من شهر ربيع الأول، فبايع الناس جميعاً معاوية رضي الله عنه، فقبل: عام الجماعة، ومات بدمشق سنة: ۶۰ھ، يوم الخميس لثمان بقين من رجب". =

منسوب کیا گیا، ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطور حصہ علائیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنان حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جا کر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہذا اہل اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رجب کی روٹی

سوال [۹۵۰]: رجب المرجب کا جب مہینہ آتا ہے تو لوگ جمعہ کے دن کچھ ٹیخی روٹی پکواتے ہیں اور اکتالیس بار سورہ ملک پڑھواتے ہیں اس کو تبارک کہتے ہیں، اور سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روٹی میت کی جانب سے فدیہ یا صدقہ یا خیرات کی جارہی ہے، پھر بھی پڑھنے والے اس روٹی کو حاصل کرنے کے لئے سبقت کرتے ہیں اور جگہ جگہ سے روٹی باندھ کر لے آتے ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب خانہ مسجد میں بھیج دیتا ہے اور سب پر تقسیم کر دیتا ہے، اس کو بھی تبرک سمجھ کر کھا جاتے ہیں، چاہے وہ صاحب نصاب ہو یا کوئی دوسرا، ہر شخص اس کو کھاتا ہے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں ایصال ثواب کی یہ صورت نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے، نہ صحابہ کرام سے، نہ فقہاء و مجتہدین کی کتب سے بلکہ من گھڑت ہے، ایسی چیز کو شریعت میں بدعت کہتے ہیں (۱)۔ اس

= (تاریخ ابن جریر الطبری، سنة ستين، وفاة معاوية بن أبي سفيان: ۲۳۹/۴، مؤسسة الأعلمی للسطبوعات بیروت)

(۱) (البدعة) "ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علمه أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً"۔ (رد المحتار، باب الإمامة، =

کا ترک کرنا واجب ہے، قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت پڑھ کر اجرت لینا جائز نہیں، پڑھنے والے کے حق میں ممانعت کی یہ مستقل وجہ موجود ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معتمد کتب سے اس کو نقل کیا ہے، رد المحتار میں بھی (۱)، شرح عقود رسم المفتی میں بھی (۲)، شفاء الغلیل میں بھی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد المحمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند

شب معراج کے اعمال مروجہ

سوال [۹۵۱]: (الف) یہاں فریقہ میں یہ التزام درواج ہے کہ شب معراج میں عشاء کے وقت خصوصی اعلان و دعوت کے ساتھ لوگوں کو جمع کر کے وعظ، شیرینی اور نماز نوافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آیا شریعت میں اس قسم کا التزام و اہتمام کہیں مشروع ہے اور اس التزام کا نہ ماننے والا گنہگار ہوگا؟

(ب) اس شب میں علاوہ فرض وقت کے آیا کوئی دوسری عبادت فرض، واجب، سنت یا نفل مشروع ہے؟

(ج) یہاں بیشتر مقامات ایسے ہیں جہاں مساجد نہیں ہیں وہاں نمازی اپنے گھروں میں فرداً فرداً یا نماز باجماعت ادا کر لیا کرتے ہیں، صرف جمعہ اور عیدین کے لئے ایک خاص جگہ تجویز کر لی جاتی ہے جہاں سب مل کر خطبہ و نماز ادا کر لیتے ہیں۔ سو ایسے مقام پر جہاں مسجد بھی نہ ہو اور لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہوں وہاں ایک خاص جگہ تجویز کر کے شب معراج میں اعلان عام اور دعوت ناموں کے ذریعے لوگوں کو جمع کر کے اس مخصوص مقام

= مطلب فی أقسام البدعة: ۵۶۰/۱، سعید

(۱) "وقد أطلب في رده صاحب تبیین المحارم مستنداً إلى النقول الصريحة: فمن جملة كلامه: قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى' وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارى للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان." (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: مطلب في الاستيجار على الطاعات: ۵۶/۲، سعید)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، بعد ذکر طبقات الكتب المعتمدة وغيرها، ص: ۳۶، ۳۷، ۳۸، میر محمد کتب خانہ)

(۳) (شفاء الغلیل وبل الخلیل، رسالة من مجموعة رسائل ابن عابدین، ۱/۱۵۲-۲۰۷، سهیل اکیدمی، لاہور)

پر وعظ، شیرینی اور نوافل کا التزام و اہتمام کرنا کیسے مشروع ہے؟ جو شخص ان مراسم کو روکے اسے برا بھلا اور کافر و فاسق کہنا کیسا ہے؟ اور اس قسم کے غیر مشروع اور رسمی امور کو دین کے اہم امور میں شمار کرنا کیسا ہے؟ جینا تو جروا۔
المستفتی احمد گل بھائی (جنوبی افریقہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) یہ التزام و اہتمام بے دلیل، بدعت، خلاف شرع ہے، جو اس التزام کو نہ مانے وہ گنہگار نہیں بلکہ اس کو روکنے والا ماجر ہے (۱)۔

(ب) اس شب میں خصوصیت سے کوئی نماز علاوہ روزانہ کی نماز کے مستنون و مشروع نہیں۔

(ج) نفس وعظ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے جمع کرنا شرعاً درست ہے اور اس شب کو اس کے لئے مخصوص کرنا بے دلیل ہے، اسی طرح شیرینی کا اہتمام بے اصل ہے اور ان التزام مالا یلزم ہے (۲)۔
اس شب کے لئے نوافل خصوصی کا اہتمام کہیں ثابت نہیں نہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، نہ تابعین عظام رحمہم اللہ نے کیا۔ علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ المستمل، ص: ۳۱۱ میں (۳)، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر الرائق شرح کنز

(۱) ”عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”من رأى منكم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان“ رواه مسلم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ص ۴۳۶، قدیمی)

وفي المرقاة: ”ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً، ندب“.

(کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۲، مکتبہ حقانیہ)

(۲) قال اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”فکم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص“ مکروهاً الخ“ (سبحاحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، الباب الأول، تحت: الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعۃ رسائل اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۳/۴۹۰، ادارۃ القرآن)

(۳) ”واعلم أن النقل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم ماعدا التراويح و صلوة الكسوف والإستسقاء، فعلم أن كلاً من صلوة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، و صلوة البراءة ليلة النصف من شعبان، و صلوة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة - ولا ينبغي أن =

الدقائق: ۵۶/۲ میں (۱)، علامہ طحاوی نے مراقی الفلاح، ص: ۲۲ میں (۲)، اس رواج پر تکلیف فرمائی ہے اور اس کے متعلق جو فضائل نقل کرتے ہیں ان کو روکیا ہے، اس رواج کے روکنے والے کو کافر کہیں تو انتہائی جسارت ہے، کسی مسلمان کو بلا دلیل شرعی کافر کہنے سے کہنے والے پر کفر آتا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ التمرؤاکمل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۴/ محرم/ ۱۴۱۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۶/ محرم/ ۱۴۱۸ھ۔

ایک مخصوص مشرکانہ رسم

سوال [۵۵۲]: ایسی حرکت بعض رسم کے اندر کی جاتی ہے کہ سات ماہ کی حاملہ عورت کو سہرہ سرخ کپڑوں سے آراستہ کر کے اس کے سامنے وٹڈے میں چاول اُبال کر رکھتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں اور عورت کو کعبہ کی طرف منہ کر کے چوکی پر بٹھا کر گود میں پھل وغیرہ رکھ دیتے ہیں، احباب دوستوں کی دعوت کرتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

= يتكلف لإلتزام ما لم يكن في الصدر الأول كل هذا التكلف لإقامة أمر مكروه، وهو أداء النفل بالجماعة على سبيل التداعى". (غنية المستملی (المعروف بحلی کبیر)، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سہیل اکیدمی، لاہور)

(۱) "وذكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد، قال في الحارثي القدسي: ولا يسلي تطوع بجماعة غير التراويح... ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب فسي أول ليلة منه، وإنها بدعة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۹۳/۲، رشیدیہ)

(۲) (مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في تحية المسجد و صلوة الضحی وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قدیمی)

(۳) "عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ردت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رسم اسلامی طریقہ نہیں (۱) اس میں بعض چیزیں مشرکانہ ہیں، مثلاً: اس وقت خاص طور پر (ضرورت ہو یا نہ ہو) چراغ روشن کرنا جیسا کہ مشرکوں کا طریقہ ہے، وہ اپنے دھرم میں معتقدانہ چراغ روشن کرتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں اور دیگر مذکورہ اشیاء کی جاتی ہیں، ایسی رسم سے توبہ واستغفار لازم ہے اس کو بالکل ترک کر دیا جائے۔ نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۹ھ۔

رسم پر عمل

سوال [۹۵۳]: ”رسوم کی بنا عرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب ہے یا سنت یا مستحب ہیں، لہذا جب تک کسی رسم کے متعلق یہ نہ معلوم ہو جائے کہ از روئے شرع ممنوع ہے اسے حرام نہیں کہا جاسکتا، کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے“۔ بہار شریعت، ج: ۷۔ سائل: محمد قاسم عرف میاں صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم پر کوئی ثواب موعود نہیں، نہ ترک پر عقاب کی وعید بشرطیکہ وہ کفار و فساق کے ساتھ مخصوص نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ایسا التزام کرنا جیسا کہ فرائض اور واجبات کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کے ترک سے ایسا بچنا جیسا کہ ترک فرائض و واجبات سے بچنا لازم ہے (گوا اعتقاد نہ سہی عملاً ہی سہی) تجاوز عن الحدود ہے یا نہیں، تارک فرض پر تکلیف نہیں کی جاتی تارک رسم پر طعن و تشنیع کی نوبت آتی ہے۔

جن اعمال پر ثواب کا وعدہ ہے اور وہ مندوب ہیں ان پر اصرار کرنا بھی حد کراہت تک پہنچا دیتا ہے: ”الإصرار على المندوب ينغى إلى حد الكراهة“ (۲) جب مندوب کا یہ حال ہے تو محض مباح کا التزام اور اصرار کیسے درست ہوگا: ”کم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم مكروها“ اھ۔، سباحة الفكر (۳)۔

(۱) (گذا فی ”بہشتی زیور، حصہ ششم،“ پیکر پیدا ہونے کی رسوم کا بیان“ ص: ۸، امدادیہ ملتان)

(۲) (ایضاً السعایہ علی شرح الوقایہ، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءۃ، ۲/۲۶۵، امجد اکیدسی)

(۳) (سباحة الکفر، الباب الأول فی حکم الجہر بالذکر، تحت: الحدیث الثانی والأربعون، ص: ۳۴،

طیبی شرح مشکوٰۃ میں تصریح ہے کہ جو شخص عزیمت کا حد درجہ پابند ہو اور کسی رخصت پر عمل نہ کرے ”فقد أصاب الإضلال من الشيطان“ (۱)۔ تنقیح فتاویٰ حامد یہ میں ہے کہ جس مباح مندوب پر عمل کرنے سے عوام کو اس کے وجوب کا اعتقاد ہوتا ہو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد النطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم

سوال [۹۵۴]: بچہ چالیس دن کا ہو جانے کے بعد بعض لوگ اسے مسجد میں لا کر لٹاتے ہیں اور پھر

کچھ شیرینی تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رسم بے اصل، لغو اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

چالیس روزہ بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا

سوال [۹۵۵]: عورتوں کا بڑا غسل بعد ولادت بچہ، چالیسواں دن لڑکے کو غسل دے کر سب سے

پہلے بچہ کو مسجد میں بھیجتے ہیں مع شیرینی وغیرہ کے کہ بچہ کو سجدہ کرا کے لاؤ اللہ کے گھر میں۔ عام طور پر ہر شخص ۴۰/

دن بعد بچہ کو مسجد میں لے جاتا ہے سجدہ کی رسم کی نیت سے، حالانکہ ظاہر ہے کہ ایسا بچہ سجدہ کیا کر سکتا ہے؟ پس ایسا

کرنا چاہیے یا نہیں، کیا زمانہ سابقہ میں یہ طریقہ تھا؟

(۱) (مرقاۃ المفاتیح للقاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الاول: ۳/۳۱،

مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) ”کل مباح یؤدی الی زعم الجہال سنیۃ امر او وجوبہ، فہو مکروہ“۔ (تنقیح الفتاویٰ مسائل وفوائد

شتی من الحظر والإباحۃ، مطلب: کل مباح یؤدی الی زعم الجہال اح: ۲/۳۶۷، المطبعة المیمنیۃ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس رسم کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ قابل ترک ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/ذیقعدہ ۶۱ھ

حج کو جانے والے کونعوں کے ساتھ رخصت کرنا

س۔ ۱ [۹۵۶]: جب کوئی حج کو جاتا ہے تو عوام اس کے نام کے اور بھی دیگر کے نام مثلاً: مشتر جناح

کے نعرے زندہ باد بولنا، حاجی زندہ باد وغیرہ اشیشن وغیرہ پر بند آواز سے روانگی کراتے وقت تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ایک نمائش ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوہی عفا اللہ عنہ، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۳/ذیقعدہ ۶۱ھ۔

(۱) انسان کی عمر کے دو بڑے حصے ہیں، قبل البلوغ اور بعد البلوغ۔ بعد البلوغ ہر صحیح العقل شخص احکام شرع کا مکلف ہوتا ہے۔

قبل البلوغ کا دور بھی دو حصوں میں منقسم ہے: ایک وہ دور ہے کہ اس میں بندہ میسر نہ ہوتا ہے، اچھے برے کی تمیز کرتا ہے، اسی وقت والدین کو حکم ہے کہ اپنی اولاد کو احکام شرع نماز وغیرہ کی تلقین و ترغیب دیں۔

لیکن ایک دور اس سے قبل ہے، جو پیدائش کے بعد سے اس وقت تک ہے جب کہ بندہ اچھے برے میں تمیز کرے۔

اس دور میں نہ تو والدین کو بچے کو تلقین کا حکم ہے اور نہ وہ اس کا مکمل ہے، بلکہ اس کو تلقین کرنا لغو ہے۔ اسی طرح جب کہ وہ منہ اند

مرفوع الثلم ہے تو اس سے اس عمر میں سجدہ کراتے کا کیا مطلب ہے، بھور قال و نیک شگونی بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ بندہ کی

فرمانبرداری اور اطاعت اس کے والدین کی تربیت پر موقوف ہے۔ (فضل مونی بن القاضی)

(۲) عموماً اس میں دیکھا اور یا کاری مقصود ہوتی ہے جو کہ سخت وعید و عوت دینا ہے:

"عن أبي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من يسمع يسمع الله به، ومن

يؤآني يؤآني الله به". (سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمی)

کیا کسی مسجد میں ۴/ سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟

سوال [۹۵۷]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے۔ خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، و درواز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضہ حج ادا ہو جائے گا؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جاسکتا ہے؟ افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے، ہندو مسلم، مرد و زن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے۔ تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد و عورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلحاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے (۱) اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے۔ تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ ۱: مسجد حرام۔ ۲: مسجد نبوی۔ ۳: مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: ”لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد“ (۲)۔ الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمود وغفرلہ واراہ العلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

(۱) یہ بدعت مردود غیر مقبول ہے:

”عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد“ (صحیح البخاری، کتاب المصلح، باب إذا اصطلموا علی صلح جور فهو مردود: ۵/۱/۳۷۱، قدیمی)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، و مسجد الرسول، و مسجد الأقصی“ (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب فضل الصلوة فی مسجد مکة والمدينة: ۵۸/۱، قدیمی)

میں بھی ایسا رواج تھا روزہ کشائی کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روزہ میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کا دل بڑھانے کے لئے، نیز شکریہ کے طور پر اگر نہ بڑا افطاری میں کچھ زیادتی کر لی جائے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے، دور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس کا پتہ نہیں چلتا، زیادہ اہتمام جس میں ریا اور نمود یا فخر ہو یا وسعت سے زیادہ قرض وغیرہ لے کر اہتمام کرنا خلاف شرع اور ناجائز ہے، ایسی حالت میں شرکت بھی منع ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

صحیح: عبدالمطیف، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

بچہ کا دودھ بخشوانا

سوال [۹۶۱]: اگر شیر خوار بچہ کا انتقال ہو گیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

هذا من أغلاط العوام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دودھ بخشنا

سوال [۹۶۲]: ادھر کہیں کہیں یہ رواج ہے کہ کس دودھ پیتے بچے کی وفات پر ماں مرحوم بچے کو

(۱) چونکہ مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو رضائے خداوند کریم کا عکاس ہوتا ہے، بایں وجہ ہر لغو کام سے بچنا رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کام سرزد نہ ہو جائے، لہذا ریا چونکہ ایک مذموم غیر ممدوح فعل ہے، اس سے بھی بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا بہت اہم اور عبادت ہے۔

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من يسمع

يسمع الله به، ومن يرائي يرائي الله به"۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الرياء والسمعة،

ص: ۳۱۰، قدیمی)

دودھ بخشتی ہے، اس کی اصل کیا ہے اور شرعی حقیقت کس قدر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دودھ بخشنا شرعاً بے اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا استلام

سوال [۹۶۳]: مکہ مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغریٰ کے سلسلہ میں چند

باتیں وضاحت طلب ہیں۔

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا إله إلا الله محمد رسول الله - أئلهم صل على محمد و على آل

محمد و بارك و سلم ، أعنى سيدنا غوثنا أعظم محمد محي الدين

عبد القادر رحمه الله تعالى يا شيخ عبد القادر شيتاً لله.

سوال [۹۶۴]: ۱..... اس طغریٰ پر ایک پروہ پڑا رہتا ہے، نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگ بالالتزام پردہ

کے نیچے دونوں ہاتھ پھیر کر چہرہ پر عقیدت و احترام کے انداز میں ملتے ہیں، لوگوں کا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا

سوال [۹۶۵]: ۲..... اگر امام اس طغریٰ کے رد برو کھڑا ہو تو نماز میں کسی قسم کا حرج تو نہیں ہے؟

محراب سے طغریٰ کو ہٹانا

سوال [۹۶۶]: ۳..... طغرے کی مجموعی حیثیت و نوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمائیے کہ اس

کو محراب سے الگ کر دینا چاہئے یا نہیں؟

سوال [۹۶۷]: ۴..... جو امام اس طغریٰ کو حسب حال رکھنے کے حق میں ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی

چاہئے یا نہیں؟ یا دوسری مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا؟

در اصل سوال تو ایک ہی ہے مگر الگ الگ شقیں نکال کر لوگوں کے لئے موضوع بحث بنی ہوئی ہیں، علماء

و مشائخ، عوام و خواص کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔ گزارش ہے کہ ہر شق کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بن سکے۔ فقط۔

نعمت اللہ جنگ لائن، عابد روڈ، حیدرآباد۔

الجواب حامداً و مصلياً:

۱..... ایسے طرز پر کوئی چیز لکھنا یا تحریر لکنا کہ نمازی کا دھیان ادھر جائے مکروہ ہے جیسے نقش و نگار سے روکا جاتا ہے (۱)۔

۲..... یہ استلام اور پھر اس کا بھی التزام بر بنائے عقیدت و احترام موجب فساد عقائد اور خلاف طریقہ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے (۲)۔

۳..... نماز سب کی ہو جائے گی، خاص کر جب کہ اس پر پردہ پڑا ہوا ہے، نظر کے سامنے نہیں، نہ اس کی پرستش مقصود ہے نہ اس کا ایہام ہے۔

۴..... بالکل فوراً الگ کر دیا جائے، مگر ایسے طریقہ پر کہ فتنہ نہ ہو، نرمی سے مسئلہ بتا کر فہمائش کر دی

(۱) "و لا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي، ويكره التكلف بدقائق النقوش و نحوها خصوصاً في جدران القبلة، قاله الحلبي، وفي حظر المجتبى: وقيل: يكره في المحراب دون السقف والمؤخر، انتهى. و ظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة" (الدر المختار، أو آخر باب ما فسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/ ۶۵۸، سعد)

(و كذا في البحر الرائق، قبيل باب الوتر والنوافل: ۲/ ۶۴، ۶۵، رشديہ)

(۲) استلام کا حکم صرف طواف کے موقع پر حجر اسود اور رکنین کا ہے، مذکورہ استلام کی نہ شریعت مطہرہ میں کوئی نظیر ہے نہ اس کی اجازت ہے، بلکہ اس جیسی بدعات محرمہ غیر مرضیہ کی شدید مذمت آئی ہے:

"عن جابر بن عبد الله قال: كان رسول الله ﷺ يقول في خطبته: "إن أصدق الحديث كتاب الله، وأحسن الهدى هدى محمد، و شر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار". الحديث (سنن النسائي، كتاب العيدين، كيف الخطبة:

جائے (۱)۔

۵۔۔۔ امام صاحب کی خدمت میں ادب سے درخواست کی جائے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ اس کو علیحدہ کر دیں، یہ حکم شرعی ہے اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے، نماز ان کے پیچھے ترک کر کے مسجد کو ویران نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۵ھ۔



(۱) ”و شرطها (أى الأمر بالمعروف والنهي عنه) أن لا يؤدى إلى الفتنة كما علم من الحديث، و أن يظن قبوله، فإن ظن أن لا يقبل، فيستحسن إظهاراً لشعار الإسلام“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۵۶۲/۸، رقم الحديث: ۵۱۳۷، وشيديه)

دفع مصائب کے لئے بعض اعمال کا بیان

دفع مصائب کے لئے ختم بخاری شریف اور سوالا کھ کا ختم

سوال [۹۶۸]: ۱۔ دارالعلوم دیوبند میں جو ختم شریف ہوتا ہے خواہ کسی کی وفات پر ہو یا دفع مصائب کے لئے، اور خواہ کلمہ طیب پڑھا جائے یا آیہ الکرسی مگر پڑھنے کی تعداد سوالا کھ متعین ہے، اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ ایک عالم اس کو بدعت کہتے ہیں جو شریک دارالعلوم دیوبند رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نفس ایصال ثواب میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تعداد متعین کرنا بدعت ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں حالانکہ اپنے مشائخ کی شرکت کو شہادت میں پیش کیا گیا مگر قرآن وحدیث سے ثبوت مانگتے ہیں۔

۲۔ بخاری شریف پڑھ کر دعا مانگنے پر کیا دلیل ہے، ورنہ یہ بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ دفع مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے، اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے منافی ومعارض یعنی شرعاً ممنوع ومنسوم نہ ہو، جیسا کہ غیر شرعی رقیہ ممنوع ہے، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جیسی رکعت نماز کی تعداد یا اشواط طواف کی تعداد ہے کہ اس کے لئے صراحۃً ثبوت ضروری ہے بلکہ وہ ایسی تعداد ہے جیسے حکیم نسخہ لکھتے ہیں، عناب ۵ دانہ، بادام ۷ دانہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہیں، اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے، جب اس ختم کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تعداد کا تجربہ سے متعین کر دینا خلاف شرع نہیں، علاج کے لئے سات کنویں کا پانی سات مشکوں میں منگانا تو خود حدیث شریف سے بھی ثابت ہے (۱)۔

(۱) "قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: فقال النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما دخل بيتها، =

۲۔ اس کی نوعیت بھی تقریباً وہی ہے: ”قرأ كثير من المشايخ والعلماء والنفقات صحيح البخاري لحصول المراتب وكفاية المهمات وقضاء الحاجات ودفع البليات وكشف الكربات وصحة الأمراض وشفاء المرضى عند المضائق والشدائد، فحصل مرادهم، وفازوا لمقاصدهم، ووجدوه كالشرباق مجرباً، وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة اه“۔ مقدمۃ لامع، ص: ۲۳ (۱)۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ طریقہ علاج ہے نہ کہ تعبد، پھر اس کو بدعت کی حد میں لانا بدعت ہے۔ فقط واللہ بحمدہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

مصیبت کو دفع کرنے کے لئے صدقہ

سوال [۹۶۹]: کسی مصیبت کے آنے پر صدقہ کیا جاتا ہے، مثلاً: ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ اگر بارش نہیں ہوتی ہے تو اپنے گاؤں سے، خاندان سے پیر، سڑ، چاول وغیرہ مانگ کر جمع کرتے ہیں، پھر اس کو پکاتے ہیں، اور گاؤں کے سب ہی بچوں کو بلا امتیاز غریب و امیر کھلاتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں، لہذا یہ کھانا یا ان بچوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے، زیادہ تر اس سے اپنے گاؤں کی ناموری اور منافرت کی نیت ہوتی ہے (۲)

= واشتد بہ رجعه: ”أهريقوا على من سبع قرب لم تحلل أو كتبهن، نعلي أعهد إلى الناس“۔ (صحيح البخاري، كتاب الطب، باب بلا ترجمه بعد باب اللدود: ۲/۸۵۱، قديمي)

(۱) (مقدمة لامع الدراري شرح صحيح البخاري، الفصل الثاني في الكتاب، وفيه أيضاً فوائد، الفائدة الثانية: ۲۳/۱، المكتبة الحيوية مظاهر علوم سہارنپور)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”المتباريان لا يجابان، ولا يركل طعامهما“۔

قال الإمام أحمد: يعني المتعاضين بالضيافة فخرأ ورياء“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب النكاح،

باب الوليمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قديمي) =

اور صدقہ تو غریبوں کا حق ہے، غریبوں کی حاجتیں مخفی طریقہ پر پوری کی جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

رفع وباء کے لئے اذان

سوال [۹۷۰]: وبائے بیماری و وبائے بارش کے موقعوں پر گاہوں کے چاروں طرف صحیح اذان کہنے والے دس پانچ آدمی مل کر اگر ایک مرتبہ اذان دیں تو اس کی اجازت ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو سنن میں سے ہے یا بدعت حسنہ میں سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں، لہذا ایسے وقت اذان کہنا سنت نہیں اور غیر سنت کو سنت سمجھنا ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= قال الملا علی القاری تحت هذا الحديث: " (المنباریان): أي المتفاحران فی الضیافة (لا یجانبان): أي لا أولهما ولا آخرهما، لفساد غرضهما، وسوء قصدهما ... (بالضيافة فخرا وریاء): أي لا إحساناً ابتداءً ولا مكافأةً إنتهاءً". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثالث: ۳۷۶/۳، ۳۷۷، مکتبہ حنائیہ پشاور)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَعِمَا هِيَ، وَإِنْ تَخَفَوْهَا وَتَوَلَّوْهَا الْفَقْرَاءَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ، وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾. (البقرة: ۲۷۱)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: "عن أبي امامة أن أباذر رضي الله تعالى عنه قال: يا رسول الله! أي الصدقة أفضل؟ قال: "صدقة السر إلى فقير، أو جهد من مقل، ثم قرأ الآية". (روح المعاني: ۲۳/۳، دار إحياء التراث العربی)

قال الحافظ رحمه الله تعالى في فتح الباری: "المراد خير الصدقة ما أغنيت به من أعطيته عن المسألة". (كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى: ۳/۸۷۳، قدیمی)

(۲) فقہاء کرام رحمہم اللہ نے جہاں جہاں نماز کے ملاو اذان کو جائز رکھا ہے، وہاں پر مذکورہ اور اس قسم کی دیگر کاموں میں اذان کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ظاہر عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جیسے کاموں کے لئے اذان دینا غیر مشروع ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمقدار کے =

دفع و باؤ بلا کے لئے اذان

سوال [۹۷۱]: یہاں بخار، بلیر یا وغیرہ کی عام شکایت ہے، مسجد یا غیر مسجد میں کسی بلا، یا بیماری کے دفع کرنے کے لئے چند آدمی مل کر یا عیحدہ علیحدہ اذانیں دیں تو شرعاً جائز ہے؟

۲..... اس قسم کی اذان کیا وقت نماز یا غیر وقت میں کہی جائے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۲۱..... بلا کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت بلکہ مستحب ہے (۱) اور بخار کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت نہیں ہے، شرعاً دفع بلا کے لئے اذان اس طرح کہی جائے کہ اذان نماز کا اشتباہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، ۲۵/۱۰/۶۱ھ۔

جنات کے دفعیہ کیلئے خنزیری کی بھینٹ (۲) چڑھانا

سوال [۹۷۲]: ہندہ پر عقیدہ عوام آسب کا ظلل ہے وہ وقتاً فوقتاً کھیتی رہتی ہے، ہندہ اور اس کے گھر کے لوگوں نے مسلم عالمین کو دکھا کر ہندو اوچھا (۳) کو دکھلایا، اس نے اپنے طریقہ کار اور عقیدہ کے مطابق

=قول: "ولایسن لغيرها کعبہ" کے تحت لکھا ہے: "أی ووتر وجنازة وکسوف واستسقاء، وتر اویح الخ"۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جب ان مقامات میں اذان غیر مشروع ہے تو دوسرے مقامات مثلاً مذکورہ مواضع میں بھی غیر مشروع ہے اور غیر مشروع کو عبادت یا مشروع اور سنت سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

(۱) "و یسن ایضاً (أی الأذان) عن الهم و سوء الخلق لخیر الدیلمی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حزیناً، فقال: "یا ابن أبی طالب! إنی أراک حزیناً، فمُر بعض أهلک یؤذن فی أذنک، فبأنه درأ لهم". قال: فجربته فوجدته کذلک". و قال کل من رواه إلی علی: إنه جربته، فوجدته کذلک، و روی الدیلمی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من ساء خلقه من إنسان أو دابة، فاذنوا فی أذنه". (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الأذان، قبیل الفصل الأول: ۳/۳۳۰، ۳۳۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب الأذان، مطلب فی المواضع التي یندب لها الأذان اه: ۳۸۵/۱، سعید)

(۲) "نذر دینا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۳، فیروز سنز)

(۳) "جھاڑ پھونک کرنے والے برہمنوں کی ایک ذات"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۶، فیروز سنز)

اس کی دیکھ بھال کی، لیکن ہندہ اچھی نہیں ہوئی۔ اوجھا کے گھر آتے جاتے ہندہ نے دیکھا کہ دوسرے اس طرح کے مریض کے لئے ہندو عامل خنزیر کی بھیٹ چڑھاتا ہے اور وہ اچھے ہو رہے ہیں، لہذا یہ بات ہندہ اور اس کے گھر والوں کے ذہن میں بیٹھ گئی۔

ایک روز ہندہ نے کھیلتے ہوئے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ہم پر تم لوگ خنزیر کا بھیٹ چڑھاؤ تو چھوڑیں گے ورنہ نہیں چھوڑ دیں گے، خنزیر بھی ایک روز کا تخلیق شدہ ہو، چنانچہ ہندہ کے گھر کے لوگوں نے چار خنزیر کے بچے جو ایک روز کے تخلیق شدہ تھے چالیس روپیہ پر خرید کر لائے اور ان کا گلا دبا کر بھیٹ چڑھائے، یہ مشیت ایزوی تھی کہ ہندہ آج تک ٹھیک نہیں ہوئی۔ جب ہندہ کے برادری کے لوگوں نے یہ واقعہ سنا تو ہندہ اور اس کے گھر والوں کو برادری سے نکال دیا اور سوشل بائیکاٹ کر دیا۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ برادری کے لوگوں کا ہندہ اور اس کے گھر والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا از روئے شرع کہاں تک صحیح ہے؟ کیا ہندہ اور اس کے گھر کے لوگ اس فعل کی وجہ سے خارج از ایمان تو نہیں ہو گئے، اگر ہو گئے تو ایمان اور برادری میں انہیں کس طرح واپس لایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھیٹ چڑھانا سخت غلطی ہوئی، خنزیر کی بیع و شراء بھی باطل ہے (۱) اور محصیت ہے، ان لوگوں کو توبہ اور استغفار لازم ہے، غیر اللہ کے نام کی نذر کو ”بحر“ میں شرک لکھا ہے (۲)، اس لئے احتیاط کا بھی تقاضا یہ ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان بھی کر لیں اور اپنی غلطی کا اقرار ندامت کے ساتھ کریں، پھر ان کا بائیکاٹ ختم کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) "وشعر الخنزیر لنجاسة عينه، فيبطل بيعه". الدر المختار (لنجاسة عينه): أي عين الخنزير: أي

بجميع أجزاءه". (رد المختار، باب البيع الفاسد: ۵/۱، سعید)

(۲) "وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض

فهذا النذر باطل بالإجماع، لوجه: منها أنه نذر مخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة والعبادة

لا تكون للمخلوق، ... ومنها: إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك

كفر". (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۰، رشیدیہ)

دفع بلا کے لئے بھینٹ

سوال [۹۷۲]: ہمارے گاؤں میں مارکنڈا دریا جو کہ گاؤں سے وہ چار قدم کے فاصلہ پر آگیا جس سے گاؤں کو بہت خطرہ ہے، لہذا ہمارے گاؤں میں ایک پیر جی ریڑی تاجپورہ کے آئے ہوئے تھے، انھوں نے مارکنڈہ میں دور جا کر کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر مارکنڈہ میں دعاء خیر کی اور یہ فرمایا کہ اس جگہ ایک بکرا صدقہ ذبح کیا جائے اور اسی جگہ وہ پکایا جائے۔ آیا بکرا اس جگہ ذبح کرنا مارکنڈہ میں درست ہے یا نہیں؟ اور پیر جی صاحب بے علم بھی ہیں، کچھ تعلیم نہیں، لیکن مرید پیر جی کے بہت ہیں۔ اس مسئلہ کا مفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دفع بلا کے لئے صدقہ کرنا بہتر اور نافع ہے (۱)۔ اصل علاج اپنے گناہوں سے توبہ کرنا (۲) اور خدا اور مخلوق خدا کے حقوق کو ادا کرنا اور احکام شرعی کی پابندی کرنا ہے۔ خاص طور سے اسی جگہ پر جانور ذبح کرنے کی شرعاً کوئی اصل موجود نہیں، یہ ایک ٹوٹکا ہے جو بے علم اور کچے عقیدہ کے آدمی کرتے ہیں کہ دریا کی بھینٹ دیدی

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الصدقة لتطفئ غضب الرب، وتدفع ميتة السوء". (جامع الترمذی، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقة: ۱۴۰، سعید)

قال العلامة المناوی تحت هذا الحديث: "يمكن حمل إطفاء الغضب على المنع من إنزال المكروه في الدنيا، وخامة العقوبة في العقبى... كانه نفى الغضب وأراد الحياة الطيبة في الدنيا والجزاء الحسن في العقبى". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۳۷۱، ۳۷۲، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَأَن تَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ ذِي فَضْلٍ وَكَرَمٍ﴾ (الاية: هود: ۳)

قال العلامة الألوسی رحمه الله تعالى تحتها: "والمعنى كما قيل: يعشكم في أمن وراحة... قال الزجاج: السراء بفتح السين ولا يسألكم بالعذاب كما استأصل أهل القرى الذين كفروا، والخطاب لجميع الأمة بقطع النظر عن كل فرد فرد". (روح المعاني: ۲۰۸، ۲۰۹، دار إحياء التراث العربی)

جائے تو دریا نقصان نہیں پہونچاتا (۱)۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۷/۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف ۲۰/رجب/۶۲ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا

سوال [۹۷۴]: ایک صاحب بغرض ثواب یا اپنی مشکلات کے دفع ہونے یا اپنے کسی مقصد کی

برآری کے لئے پرندوں (چڑیوں) کو دانہ چھنے کے لئے ڈالتے ہیں، چند حضرات اسے بدعت بتاتے ہیں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

چڑیوں کو دانہ ڈالنا اور نیت کرنا کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات دور فرمائے، گناہ نہیں، مگر ضرورت مند انسان صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں، ایک پیاسے کتے کو کسی نے پانی پلا دیا تھا تو اس کی بخشش ہو گئی تھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

دفع بلا کے لئے چیلوں کو گوشت ڈالنا

سوال [۹۷۵]: زینکار و بلایا پریشان کن خواب دیکھنے کے بعد بطور صدقہ چیلوں کو گوشت دینا شرعاً کیسا ہے؟

(۱) یہ نذیر اللہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ کما تقدم تخريجه تحت عنوان: "جنات کے دفع کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا" (مراجعہ)

(۲) وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قدیمی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أن رجلاً رأى كلباً يأكل الثرى من العطش، فأخذ الرجل خفه، فجعل يغرف له به حتى أرواه، فشكر الله له، فأدخله الجنة". (صحيح البخارى، كتاب الوضوء، باب إذا شرب الكلب في الإناء: ۲۹/۱، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

روہلا کے لئے صدقہ کا مستحق انسان ہے، اگر کوئی انسان مستحق صدقہ نہ ملے تب جانور مستحق ہیں، انسان مستحق کے ہوتے ہوئے چیلوں کو دینا گویا ضائع کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

دفع وباء کے لئے تعزیہ کی نذر

سوال [۹۷۶]: احقر نماز پنجوقتہ کا پابند ہے، تہجد اور اشراق بھی ادا کرتا ہے، احقر کی ہستی میں ہیضہ کی بیماری چل رہی تھی، ہستی کے مسلمانوں نے ہیضہ کے دفعیہ کے لئے تعزیہ مانا، اس کے لئے عام ہستی میں چندہ کیا، کبھی لوگ چندہ میں شریک ہوئے، مگر میں اور میرے چند رفقاء چندہ میں شریک نہیں اور جلوس میں شرکت نہیں کی۔ اس بناء پر ہستی کے لوگوں نے احقر اور احقر کے رفقاء سے قطع تعلق کر لیا، اور حقہ پانی بند کر دیا اور کہا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور وہابی شیطان ہیں اور یہ بھی کہا کہ جو نماز زیادہ پڑھتا ہے وہ کافر وہابی شیطان ہوتا ہے۔ اور (حالانکہ) نماز کا تو ایک سجدہ بھی اگر خدا قبول کر لے تو کافی ہے۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ تعزیہ نہ بنائیں اور اس سے مرادیں نہ مانگیں اور اس کے جلوس میں شریک نہ ہوں تو کیا وہ واقعی کافر اور شیطان ہیں؟ میرا چندہ میں شرکت نہ کرنا جائز تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے بالکل ٹھیک کیا، ایمان کا تقاضہ یہی ہے، اللہ پاک آپ کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرے، جو کچھ وہ لوگ کفریات کرتے اور کہتے ہیں (۱) ان سے ہرگز متاثر نہ ہوں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔



(۱) "عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمد رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرمد بالكفر، إلا اردت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

کتاب العلم

ما يتعلق بطلب العلم

(طلب علم کا بیان)

علم ضروری کیا ہے؟

سوال [۹۷۷]: جس علم کو حاصل کرنے کی حدیث شریف میں تاکید فرمائی اس کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً :

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس علم کی تعریف یہ لکھی ہے: ”والمراد بالعلم: العلم الشرعی الذی یفید معرفة ما یجب علی المکلف من أمر دینہ فی عباداتہ و معاملاتہ، والعلم باللہ و صفاتہ و ما یجب له من القيام بأمرہ و تنزیہہ عن النقص، و مدار ذلك علی التفسیر والحديث والفقه“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنپور

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۵۶/۱۲/۲۷ھ

کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟

سوال [۹۷۸]: زید کہتا ہے کہ علم فقہ اور عربی ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور قرآن پاک اور اردو

مسائل کی کتب پڑھنے والا علم دین سے ناواقف ہے۔ بکر کہتا ہے کہ علم دین ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم دین یہ ہے

(۱) (فتح الباری، کتاب العلم، باب فضل العلم: ۱/۱۳۱ رقم الحديث: ۵۹، دار الفکر بیروت)

”قال العلامة فی فصولہ: من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إلیہ العبد فی إقاسة دینہ و إخلاص

عملہ للہ تعالیٰ و معاشرۃ عبادہ، و فرض علی کل مکلف و مکلفۃ بعد تعلمہ علم الدین و الہدایۃ لتعلمہ

علم الوضوء والغسل“۔ (مقدمة رد المحتار، قبیل مطلب فی فرض الکفاۃ اھ: ۱/۴۲، سعید)

کہ قرآن پاک اور پانچ رکن جو بنیاد اسلام کہلاتے ہیں، ان کے مسائل جاننا ہی فرض ہیں نہ کہ فارسی عربی پڑھنا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

تفسیر علم دین کے سیکھنے کی فرضیت پر اتفاق ہو گیا، بحث صرف زبان کی رو گئی کہ کس زبان میں سیکھے۔
مذہب میں شریعت نے کسی خاص زبان کی خصوصیت نہیں رکھی، بلکہ جس زبان سے یہ مقصد حاصل ہو سکے اور
سہولت سے سمجھ میں آجائے اس میں سیکھ لیا جائے، لیکن نماز میں قرآن کریم کو عربی ہی میں پڑھنا چاہئے، یہ نہیں
کہ اردو میں ترجمہ پڑھ لے۔ اور اس قدر قرآن کریم حفظ کرنا فرض عین ہے جس کے بغیر نماز درست
نہیں ہوتی (۱) اور بغیر عربی پڑھے قرآن اور حدیث شریف کا پورا انکشاف بھی نہیں ہوتا، حدیث شریف میں عربی
زبان کی فضیلت بھی وارد ہے، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل جنت کی زبان بھی عربی
ہے (۲)۔ نقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستان العارفین میں ایک مستقل باب اس امر کے لئے منعقد
کیا ہے (۳) لہذا عربی نہ سیکھنا ایک بڑی نعمت سے محرومی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۸/ شوال/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبدالمطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة
على كل مسلم". الخ. وقال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: " (طلب العلم): أي الشرعي (فريضة):
أي مفروض فرض عين (على كل مسلم) ... قال الشراح: المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه
كمعرفة الصانع والعلم بوحديته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة، فإن تعلمه فرض عين". (مرقاة
المفاتيح: ۱/ ۴۷۷، كتاب العلم، رشیدیہ)

(کذا فی فتح الباری: ۱/ ۱۴۱ کتاب العلم، دار الفکر، بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳۲/ ۱، مطلب فرض العین افضل من فرض الکفایة، سعید)

(۲) قوله عليه الصلاة والسلام: "أحبوا العرب لثلاث: لأني عربي، والقرآن عربي، وكلام أهل
الجنة عربي" (المستدرک للحاکم: ۸۷/ ۴، فضل كافة العرب، دار الفکر بیروت)

(ومجمع الزوائد: ۵۲/ ۱۰، باب ما جاء في فضل العرب، دار الفکر بیروت)

(وفیض القدير: ۱/ ۳۳۹، رقم الحديث: ۲۲۵، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

علم باطن کیا ہے؟

سوال [۹۷۹]: علم باطن کیا ہے اور علم باطن کیا بے نمازی کو بھی ہو سکتا ہے؟
 علم باطن جب ہی نافع ہے جب کہ ظاہر شریعت پر بھی عمل ہو، جو شخص فرض نماز کو ترک کرتا ہے اس کو علم باطن سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۵/۸۸ھ۔
 الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۵/۸۸ھ۔

کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت؟

سوال [۹۸۰]: کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت؟ اور کیا کثرت عبادت سے کرامت اور تحصیل علم شریعت سے کامل ہدایت جاری ہوتی ہے؟
 الجواب حامداً و مصلياً:

عبادت نافلہ کی کثرت موجب رفع درجات ہے، تحصیل علم شریعت میں جدوجہد کی کثرت کا فائدہ متعدی ہے جو کہ اعلیٰ ہے، اخلاص بہر حال ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔
 الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

= (و کذا فی رد المحتار، کتاب المحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۱۹، سعید)

(۳) (کتاب البستان لأبى الليث السمورقندى، ص: ۲۸، الباب السادس والعشرون، باب تفضيل لسان العربية على غيرها، مطبع فاروقى دہلی)

(۱) ”فمن اعتقد فى بعض البله أو المولعين مع تركه لمتابعة الرسول فى أقواله وأفعاله وأحواله أنه من أولياء الله فهو ضال مبتدع، مخطئ فى اعتقاده، ولا يقال: يمكن أن يكون هذا متعباً فى الباطن وإن كان تاركاً للإتباع فى الظاهر، فإن هذا خطأ أيضاً، بل الواجب متابعة الرسول صلى الله عليه وسلم ظاهراً وباطناً الخ“ (مہذب شرح العقيدة الطحاوية، تحت قول الماتن: ولا تصدق من يدعى شيئاً يخالف الكتاب والسنة، ص: ۴۲۳، ۴۲۶، مكتبة الغرياء الجامعة الستارية، کراچی)

(۲) ”طلب العلم والفقہ إذا صحت النية أفضل من جميع أعمال البر، و کذا الاشتغال بزيادة العلم إذا =

والدین کا علم دین حاصل کرنے سے روکنا

سوال [۹۸۱]: زید تحصیل علوم دینیات کر رہا ہے اور اس کا رجحان دیوبندی کی طرف ہے اور اس کے باپ اور عزیز واقارب اس کو روکتے ہیں، ایسی حالات میں اگر زید اپنے باپ اور عزیز قریب کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو یہ فعل زید کا بہتر ہے یا نہیں؟ فقط والسلام راقم: راہ حق کا ایک طالب علم ایک مسلمان، مورخہ ۵/ نومبر/ ۱۹۳۶ء۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

بقدر ضرورت تو تحصیل علم ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے (۱) اگر والدین اس سے روکتے ہیں تب

صحیح النية؛ لأنه أعم نفعاً، لكن بشرط أن لا يدخل نقصان في فرائضه. (الفتاویٰ المیزانية: ۳۷۸/۶، کتاب الاستحسان، نوع، رشیدیہ)

”وقال ابن وهب: “كنت عند مالك بن انس فجاءت صلاة الظهر أو العصر، وأنا أقرأ عليه، وأنظر في العلم بين يديه، فجمعت كتيبي، وقمت لأركع، فقال لي مالك: ما هذا؟ قلت: أقوم للصلاة، قال: إن هذا لعجب، فما الذي قمت إليه بأفضل من الذي كنت فيه إذا صحت النية“. (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: ۱/ ۱۲۲، رقم: ۱۱۶)

وقال الشافعي: “طلب العلم أفضل من الصلاة النافلة“. (جامع بيان العلم وفضله: ۱/ ۱۲۳، رقم: ۱۱۸)

”وروى عنه بلفظ آخر: “ليس بعد أداء الفرائض شيء أفضل من طلب العلم، قيل له: ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال: “ولا الجهاد في سبيل الله“. (تعليقات جامع بيان العلم وفضله: ۱/ ۱۲۳)

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “طلب العلم فريضة على كل مسلم“. (سنن ابن ماجه: ص: ۲۰، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، مير محمد کتب خانہ کراچی)

قال ابن عابدين: “قال العلامی فی فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى و معاشره عباده، و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل“. (ردالمحتار: ۱/ ۴۴۱، قبيل مطلب في فرض الكفاية و فرض العين، سعيد)

(و فتح الباری، کتاب العلم، باب فضل العلم: ۱/ ۱۴۱ رقم: ۵۹، دار الفکر بیروت)

تو والدین کی اطاعت زید کے ذمہ واجب نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں (۱) اور تخریج علوم میں فرض کفایہ ہے، اس سے اگر روکتے ہیں تو زید کو ان کی اطاعت ضروری ہے اور بستی میں ایک عالم ہونا بھی لازم ہے، اگر کوئی اور عالم وہاں موجود ہے تب بھی زید کے ذمہ تکمیل ضروری نہیں، اگر اور عالم نہیں صرف زید ہی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور والدین زید کی خدمت وغیرہ کے اس قدر محتاج نہیں کہ بلا زید کے گزر و شمار ہو۔ نیز زید اس قدر کم عمر اور نا سمجھ نہیں کہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو زید والدین کی حکم کی تعمیل نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔ اور اگر اس وجہ سے روکتے ہیں کہ زید فرقہ بریلویہ سے نکل کر فرقہ دیوبندیہ میں جا ملے گا تو یہ ان کی سخت غلطی ہے، اس سے ان کو خود ہی رکنا چاہئے اور اس تعمیل حکم نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا بلکہ ماجر ہوگا، کیونکہ راجح معلوم کرے گا، خود گمراہی سے بچے گا اور کیا عجب ہے کہ اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں اور اس کے والدین و اعزہ کو بھی گمراہی سے بچالیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہارن پور، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا

سوال [۹۸۲]: مسمی محمد مکرم دین حاصل کرنے کے لئے پردیس میں جاتا ہے اور اس کے والدین چاہتے ہیں کہ محمد مکرم ہم کو چھوڑ کر پردیس میں نہ رہے، بلکہ وہ ہمارے پاس رہ کر کچھ کمانے کی کوشش کرے تاکہ ہم لوگ آخری وقت میں سہولت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں، لیکن محمد مکرم بالکل نہیں چاہتا ہے کہ وہ حصول علم کو چھوڑ کر دنیاوی کام میں لگ کر اپنی زندگی برباد کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ صرف اس کے والدین نہیں ساری دنیا ناراض اور سب ان سے جدائی حاصل کر لیں جب بھی وہ حصول علم دین میں ذرا سستی نہیں کرتا ہے۔ لہذا دریافت طلب یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنا والدین کے حکم کی نافرمانی کر کے کیسا ہے جائز ہے کہ ناجائز؟

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". (مسند

الجواب حامداً ومصلیاً :

بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض عین ہے، لیکن تکمیل انصاب فرض عین نہیں ہے (۱)۔ اگر والدین حاجت مند ہیں، کمائیں سکتے تو ان کی خدمت حسب وسعت لڑکے پر لازم ہے، مکان پر رہ کر آہستہ آہستہ کچھ علم بھی حاصل کرتا رہے اور ان کی خدمت بھی کرتا رہے، ان کو ناراض نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۔ رہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۹۰ھ۔

”علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین“ کی تشریح

سوال [۹۸۲]: علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تعریف کیا ہے؟ دنیا میں التذپاک کی ذات کے بارے میں علم الیقین کے بعد عین الیقین ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کس طرح؟ بہر حال یہ تینوں یقین کب کب ہوں گے؟ کہاں کہاں ہوں گے؟ اور کس کس کے لئے ہوں گے؟ مہربانی فرما کر ذرا تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھیں، دلائل بھی لکھیں اور حوالہ بھی دیں۔ ایک بدعتی پیر کے ساتھ بحث ہے، اس نے لوگوں کی نماز بند کر دی ہے کہ جب تم کو عین الیقین حاصل نہیں ہے تو نماز کس کی پڑھتے ہوں؟ ۲۹ شعبان کا دن ہے، اس

(۱) ”واعلم ان تعلم العلم یكون فرض عین وهو بقدر ما یحتاج لدینہ، وفرض کفایہ وهو ما زاد علیہ

لنفع غیرہ“۔ (الدر المختار: ۱/۴۲، المقدمة، سعید)

”وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“۔ (سنن ابن

ماجہ، ص: ۲۰، باب فضائل العلم، میر محمد)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب العلم، باب فضل: ۱/۴۷۷، وشیدہ)

(۲) قال العلامة الحصكفی: ”وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا إذن والديه“..... قال ابن

عابدین: ”و فی الخانیة: ولو اراد الخروج إلى الحج و كره ذلك، قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته فلا

بأس، وإلا فلا یسعه الخروج..... لأن مراعاة حقهما فرض عین“۔ (الدر المختار مع رد المختار،

کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۰۸، سعید)

لئے جلد ارسال فرمائیں، اگر کسی کتاب میں اس کی تفصیل ہو تو وی پی کر دیں، میں چھڑوا لوں گا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

محض کسی علم کی بناء پر یقین ہو، مثلاً: کسی معتقد علیہ سے سنا "النار محرقة" یقین کر لیا کہ آگ جلانے والی ہے (۱)، پھر اس نے دیکھا کہ کاغذ آگ میں ڈالا تھا جل گیا، یہ عین الیقین ہو گیا (۲)، پھر اپنا ہاتھ آگ میں داخل کر دیا وہ جل گیا، جس کا اثر بغیر کسی کے بتائے ہوئے خود محسوس ہوا یہ حق الیقین ہو گیا (۳)۔

اس دنیا میں ذات باری تعالیٰ کی رویت آنکھوں سے نہیں ہوتی: ﴿لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ (۴) الایۃ (۳)، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی: ﴿رَبِّ ارْنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْهِ﴾ (۵)، جواب میں ارشاد ہوا: ﴿لَنْ تَرَانِیْ﴾ (۶)۔ نیز حدیث جبریل میں احسان کو دریافت کرنے پر فرمایا گیا ہے: "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ" (۷) "مکآن" حرف تشبیہ ہے، کیونکہ دنیا میں حقیقی رویت نہیں ہوتی اور عند الشرع مطلوب بھی نہیں، ایمان بالغیب مطلوب ہے۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تفصیل مذکور ہے، صوفیائے کرام نے جو مقامات لکھے ہیں بندہ ان سے واقف نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

(۱) قال ابن حجر الهيتمي المكي: "علم اليقين، وهو ما ينشأ عن النظر والاستدلال"، (الفتاوى الحديثية، ص: ۴۰۵، مطلب في الفرق بين اليقين، قديمي)

(۲) "وعين اليقين، وهو ما يكون من طريق الكشف والنوال"، (الفتاوى الحديثية، المصدر السابق)

(۳) "وحق اليقين، وهو مشاهدة الغيب مشاهدة العيان، كما يشاهد الرائي"، (الفتاوى الحديثية، المصدر السابق)

(۴) (الأنعام: ۱۰۳)

(۵) (الأعراف: ۱۴۳)

(۶) (الأعراف: ۱۴۳)

(۷) (صحيح البخاري: ۱/۱۲، كتاب الإيمان، قديمي)

کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے؟

سوال [۹۸۴]: عقلی دلائل کو دخل ہے یا نہیں؟ نقطہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقل صحیح شرعی احکام کے حکم و مصالح کو پہچانتی ہے اور اوامر و نواہی کے حسن و قبح یعنی مامورات کے حسن کو اور منہیات کے قبح کو جانتی ہے، جیسا کہ شرح تحریر میں موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تعلیم کا مقصد

سوال [۹۸۵]: بچہ کس واسطے پڑھایا جاتا ہے اور قرآن شریف کس مقصد کے لئے نازل ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ حق اور ناحق کو سمجھے اور جان لے کہ اس دنیا میں اس کی ذمہ داری کیا ہے جس کے پورا کرنے سے آخرت میں راحت ملے گی اور پورا نہ کرنے سے سخت تکلیف ہوگی (۲)۔ اس مقصد کے لئے

(۱) "العقل نور فی القلب يعرف به الحق والباطل اعلم أن العقل الذی هو مناط التکلیف الشرعیة اختلف أهل الشرع و الطاهر أن العقل صفة غزيرة يلزمها العلم بالضروریات عند سلامة الآلات، و هی الحواس الظاهرة والباطنة." (قواعد الفقه ص: ۳۸۵، العقل، الصدف پبلیشرز) کذا فی شرح العقائد النسقية ص: ۲۰، مبحث المصاب العلم، قدیمی۔

"و قال بعض المحققين: العلم أفضل باعتبار أنه أقرب إلى الإفضاء إلى معرفة الله و صفاته، و العقل أفضل باعتبار أنه منبع للعلم و أصل، و حاصله أن فضيلة العلم بالذات و فضيلة العقل بالوسيلة إلى العلم." (الفتاویٰ الحدیثیة، ص: ۲۳۱، قدیمی)

(۲) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (سورة الفاطر: ۲۸)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى: "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "العالم بالرحمن من عباده من لم يشرك به شيئاً، و أحل حلاله و حرم حرامه، و حفظ وصيته، و أيقن أنه ملاقيه، و محاسب بعمله، ... و قال الحسن البصري: العالم من خشي الرحمن بالغيب، و رغب فيما رغب الله فيه، و زهد فيما سخط الله فيه." (تفسير ابن كثير: ۳/۴۰، مكتبة دار السلام، رياض)

قرآن کریم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ابتداءً اس کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ اس کے الفاظ سے قلب میں نور پیدا ہو اور اس کی برکت سے آئندہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لیکر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا

سوال [۹۸۶]: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں کوڑا ہاتھ میں لیکر گشت کرتے تھے اور تجارت زراعت کے مسائل بیان کرتے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

جی ہاں، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی بہت اشاعت فرمائی ہے (۲)۔ اللہ پاک ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۰ھ۔

(۱) قال الإمام شاه ولي الله المحدث الدهلوي رحمه الله تعالى: "ومنها تلاوة القرآن واستماع المواعظ، فمن ألقى السمع إلى ذلك، وفي القرآن تطهير للنفس عن الهيات السفلية، وهو قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لكل شيء مصقلة و مصقلة القلب تلاوة القرآن". (حجة الله البالغة: ۲۲۴/۱، قديمی)

(و كذا في فتح الباری : ۹۲/۹ ، كتاب فضائل القرآن ، دار الفكر بيروت)

(۲) "عن سعيد بن المسيب قال: مرّ عمر بن الخطاب على حاطب بن أبي بلتعة رضي الله تعالى عنه، و هو يبيع زبياً له في السوق، فقال له عمر: "إما أن تزيده في السعر، و إما أن ترفع من سوقنا".

"و عن القاسم بن محمد أن عمر رضي الله تعالى عنه مرّ بحاطب يسوق المصلي و بين يديه غراران فيهما زبيب، فسأله عن سعرهما، فسعر مُدّين بكل درهم، فقال له عمر: "قد حدثت بغير مقبلة من الطائف تحمل زبياً، و هم يعتبرون بسعر ك ، فإما أن ترفع في السعر، و إما أن تدخل زبيبك البيت فتبيعه كيف شئت"، فلما رجع عمر حاسب نفسه، ثم أتى حاطباً في داره، فقال له: إن الذي قلته ليس بعزمة و لا قضاء، و إنما هو شيء أردت به الخير لأهل البيت، فحيث شئت فبع، و كيف شئت فبع". (كنز العمال : ۱۸۳/۴، ۱۸۴، كتاب البيوع من قسم الأفعال ، باب في الاحتكار والتسعير، مكتبه التراث الإسلامي)

اجماع کی حجیت

سوال [۹۸۷]: اجماع کے حجت ہونے کی دلیل قرآن و حدیث سے ثابت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”إجماع الصحابة حجة بلا خلاف له“، إرشاد الفحول، ص: ۷۲ (۱)، آیت قرآنی: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ سے بھی حجت اجماع پر استدلال کیا گیا ہے، کذا: فی احکام القرآن للجصاص: ۱/۱۰۱ (۲)۔ متعدد احادیث بیان کی گئی ہیں:

”لن نجتمع أمتی علی ضلالة“۔ لا تجمع أمتی علی ضلالة، وبید اللہ علی الجماعة، ومن شد شد فی النار“ (۳)۔ ”من فارق الجماعة شراً، فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه“ (۴)۔ وغیر ذلك من الروایات والایات۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمد وغفر له، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

(۱) (إرشاد الفحول، المقصد الثالث فی الإجماع، البحث السابع، ص: ۱۲۸، مصطفى أحمد البنا مکہ المکرمہ)

(۲) ”وفی هذه الآية دلالة على صحة إجماع الأمة من وجهين: أحدهما: وصفه إياها بالعدالة، وأنه خيار، وذلك يقتضي تصديقها والحكم بصحة قولها، ونافٍ لإجماعها على الضلال. والوجه الآخر قوله: (لتكونوا شهداء على الناس) بمعنى الحجة عليهم الخ“۔ (أحكام القرآن، باب القول في صحة الإجماع: ۸۸/۱، دار الكتب العربي، بيروت)

(۳) ”عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إن الله لا يجمع أمتي...“ أو قال: ”أمة محمد“۔ على الضلالة، وبید اللہ علی الجماعة، ومن شد شد فی النار“۔ رواه الترمذی۔

”وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شد شد فی النار“۔ رواه ابن ماجه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰ قدیمی)

(۴) (المشکوٰۃ، المصدر السابق، ص: ۳۱)

فقہی جزئیات کا مقام حیثیتِ اولہ

سوال [۹۸۸]: کتبِ اصولِ فقہ میں اولہ شرعیہ چار بتلائے ہیں:

۱: کتاب اللہ - ۲: سنت رسول اللہ - ۳: اجماع امت - ۴: قیاس مجتہد۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسائل فقہیہ عملیہ کس ذیل شرعی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان مسائل کو قرآنی درجہ دیا جائے، یا حدیثِ نبوی کے درجہ میں رکھا جائے، یا اجماعی کہا جائے، یا قیاسی سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح اولہ شرعیہ کی ایک حیثیت نہیں اسی طرح ان سے ثابت شدہ مسائل کی بھی ایک حیثیت نہیں، پھر لحوقِ ثبوت میں بھی بہت تفاوت ہے، اس لئے ان اولہ کی تقسیمات متعددہ کر کے ہر تقسیم کے اقسام اور ان کے احکام کی تفصیلات کو اصولِ فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض مسائل فقہیہ درجہ قرآن کریم میں ہیں، بعض درجہ حدیث شریف میں ہیں، بعض درجہ اجماع میں، بعض درجہ قیاس میں۔

انصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات

سوال [۹۸۹]: قواعد شرعیہ اسلامیہ جو نصوص قطعہ کی دعوت سے مسلمانوں پر رکھے گئے ہیں وہ

کس وقت بھی قابلِ تغیر و تبدل ہیں یا نہیں؟

۲..... وہ امر جو نصوص قطعہ سے ثابت ہو، اس میں علماء میں سے کسی فرد کو ترمیم یا تنسیخ کر دینے کا شرعاً

حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

۳..... قرآن کریم قانونِ اسلامی ہے یا نہیں؟ اگر قانونِ اسلامی ہے تو یہ قانون الی یوم القیامۃ قائم

رہنے کا حق کامل رکھتا ہے یا نہیں؟

۴..... قرآن کریم میں جس قدر احکامات بعبارة النص یا باشارة النص ثابت ہیں ان کی حمایت نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے قولاً یا فعلاً فرمائی ہے یا نہیں؟

۵..... قرآن کی تفسیر واقعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی علمی و عملی و قولی ہے یا نہیں؟

۶..... قرآن و حدیث دونوں نے مل کر جو راوی عمل بتلائی، مسلمانوں کو الی یوم القیامۃ عمل کرنے کے لئے

عنه رواية بها الغير أخذ
كل نوع بالقضاء تعلقا
وفي مسائل ذوي الأرحام قد
ورجحو استحسانهم على القياس
وظاهر المروى ليس يُعدّل
لا ينبغي العلول عن دراية
كل قول ينفي الكفرا
وكل ما رجع عنه المجتهد
وكل قول في المتن أثبتا
فرُجحت على الشروح والشروح
مسالم يكن سواه لفظاً صحيحاً
مثل تيمّم لمن تمرّ البذ
قول أبي يوسف فيه ينتقى
أفتوا بما بقوله محمد
إلا مسائل وما فيها التباس
عنه إلى خلافه إذ يُنقل
إذا أتى برّفقها رواية
عن مسلم ولو ضعيفاً أخرى
صار كمنسوخ فغيره اعتمد
فذلك ترجيح له ضمناً أتى
على الفتاوى القدم من ذات رجوع
فأذرح لئذى به قد صرحا
(رسم المفتى، ص ۴۳) (۱)۔

روايت کی عبارت منقولہ فی سوال کے پس و پیش میں بھی ان ضوابط محررہ کی شرح موجود ہے، ان کے علاوہ اور بھی ضوابط ہیں جن پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے خوب بسط سے کلام کیا ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۴ھ۔
صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذیقعدہ/۶۴ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذیقعدہ/۶۴ھ۔

مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوگی؟

سوال [۹۹۱]: ساری مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوئی؟

(۱) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۰۹، رقم البیت: ۳۰-۵۲، الرشید (وقف))

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں اس سے اپنا مطلب حل کر لیں:

”وعنه: أى عن أبی هريرة رضى الله تعالى عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدي، فقال: ”خلق الله التربة يوم السبت، وخلق فيها الجبال يوم الأحد، وخلق الشجر يوم الإثنين، وخلق السمك يوم الثلاثاء، وخلق النور يوم الأربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس، وخلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فى آخر الخلق وآخر ساعة من النهار فيها بين العصر إلى الليل“۔ رواه مسلم (۱) مشکوة شریف، ص: ۵۱۰ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۹۵ھ۔

مسائل کے لئے استخارہ

سوال [۹۹۲]: کسی بدعتی سے کہا جائے کہ میاں دکرنا بدعت ہے تمہارا جی چاہے نماز استخارہ پڑھ لو، جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسائل کے جائز و ناجائز ہونے کا دار و مدار دلائل شرعیہ پر ہے (۳) استخارہ پر نہیں، استخارہ ایسی چیز دیکھنے کے لئے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب صفة المنافقين وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار: ۳/۲، قديمي)

(۲) (مشکوٰۃ المصابيح، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم السلام، ص: ۵۱۰، قديمي)

(وأيضاً مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله تعالى، مسند أبی هريرة - رضى الله تعالى عنه -

۲/۲۲۷، إحياء التراث العربی، بیروت)

(۳) ”فموضوعه على المختار الأدلة والأحكام جميعاً، الأول من حيث أنه مثبت، والثاني من حيث أنه

مُثبت (اعلم أن أصول الشرع ثلاثة) والأصول جمع أصل والمراد بها ههنا الأدلة والشرع

..... إن كان بمعنى المشروع فاللام فيه للجنس: أى أدلة الأحكام المشروعة الكتاب

والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس“۔ (نور الأنوار: ۳، ۵، سعيد)

نہ جاننے والے قاضی کو لا علم کہنا

سوال [۹۹۳]: کیا صحیح طریقہ پر شریعت کے نہ جاننے والے کو یہ کہنا کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، جرم ہے؟

۲..... اگر ایسا شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

ایضاً

سوال [۹۹۴]: ۳..... اگر جماعت کا صدر انگریزی داں وکیل ہے اور شریعت کا مکمل علم نہ رکھتا ہو اور اس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کا علم نہیں رکھتے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں تو کیا جماعت اور صدر جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... شریعت سے واقف آدمی اگر کسی ناواقف کو یہ بات کہے کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں تو یہ صحیح ہے، جرم نہیں، جیسے کوئی قانون داں وکیل کسی ناواقف کو کہدے کہ آپ کو قانون کا علم نہیں تو یہ بات صحیح ہے، جرم نہیں (۱)۔

۲..... جو شخص شریعت سے واقف نہیں اس کو لازم ہے کہ واقف شریعت سے علم شریعت حاصل کرے

(۱) "وفی هذا الحديث فوائد السابعة: جواز تحدث المرء بما فيه من فضل بحسب الحاجة لذلك عند الأمن من المباهات والتعاطم". (فتح الباری، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أنا أعلمکم باللہ الخ" : ۹۸/۱، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (عالمگیری کتاب الکراہیۃ، باب المتفرقات : ۳۷۷/۵، رشیدیہ)

"فی الحديث: "اللهم اهد قومی، فإنهم لا یعلمون." (الدر المنثور: ۲۹۸/۲، بیروت طبع جدید)

(وأيضاً فی مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ص: ۴۵۴، قدیمی)

اور اس کی نگرانی میں کام کرے (۱)۔

۳..... اس مشورہ دینے میں توہین نہیں البتہ ناواقف شریعت کو شرعی جماعت کا صدر بنانے میں جبکہ فیصلہ بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو جماعت کی توہین ہے، کیا ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے موافق ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

عالم دین کو کوتاہی پر ٹوکنا

سوال [۹۹۵]: ایک عالم دین کی اگر فرائض و شرائط وضو میں اور شرائط نماز، فرائض نماز میں اگر عملاً کوتاہیاں ہوں تو بحیثیت عالم دین ہونے کے نہیں ٹوکنا چاہیے، چونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے یا خلاف شرع امور میں ”خطائے بزرگوار“ گرفتار خطا است“ کا مصداق ہونے کا خطرہ تو نہیں ہوگا؟ جیسا کہ پارہ نمبر ۲۴، سورہ مومن کے رکوع: ۱ کے حاشیہ پر بخشی نے ایک حدیث کی امام نووی رحمہ اللہ کی شرح لکھی ہے کہ کسی حق بات کے معلوم کرنے کی نیت سے یا صحیح مسئلہ دریافت ہو جانے کی غرض سے اختلاف ہو تو جائز ہے، شریعت میں مخالفت نہیں۔ اس میں کون سی بات درست ہے؟

(۱) ”طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة“۔

”طلب العلم فريضة بقدر الشرائع وما يحتاج إليه لأمر لا بد منه من أحكام الوضوء والصلاة وسائر الشرائع، ولأموار معاشه . وما وراء ذلك ليس بفرض ، فإن تعلمها فهو أفضل ، وإن تركها فلا إثم عليه“ . (الفتاوى العالمكبرى، كتاب الكراهية، باب المتفرقات: ۳۷۷/۵، رشیدیہ)

(وكذا في كتاب الحظر والاباحة، باب التعليم، ص: ۷۱)

(۲) ”إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة“

(صحيح البخاري، كتاب العلم باب من سئل علماً وهو مشغول في حديثه: ۱۳/۱، قديمی)

”قال الحافظ: ”ومناسبة هذا المتن لكتاب العلم أن إسناده الأمر إلى غير أهله إنما يكون عند

غلبة الجهل ورفع العلم“ . (فتح الباری: ۱۹۰/۱، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بات کسی عالم دین کی اپنی معلومات کے خلاف نظر آئے جس سے شبہ پیدا ہو کہ یہ عالم صاحب غلطی پر ہیں یا اپنے کو غلط علم ہے، اس کے متعلق ان عالم صاحب سے دریافت کر لیا جائے کہ زید نے یہ مسئلہ بتایا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط، اس طرح اصل مسئلہ کی تحقیق بھی ہو جائے گی اور ان عالم صاحب پر اعتراض بھی نہ ہوگا۔ اگر وہ غلطی پر ہوں گے تو ان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ۔

جس چیز کے کئی رکن ہوں تو کیا ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال [۹۹۶]: کیا شریعت کا کوئی ایسا عمل یا فعل یا عبادت ہے کہ اگر اس کے چند فرائض میں سے صرف ایک فرض ادا کر لیا جائے تو وہ عمل یا فعل یا عبادت عند الشریعت مکمل ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فعل یا عبادت چند فرائض سے مرکب ہو تو اس کی ادائیگی ان تمام فرائض پر موقوف ہوگی، بعض فرائض ادا کر لینے سے اس فعل یا عبادت کی حقیقت شریعہ وجود میں نہ آئے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۱ھ۔

انسان میں عناصر رابعہ

سوال [۹۹۷]: آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے عناصر رابعہ سے پیدا فرمایا ہے اور ہر عنصر کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلقت آدم علیہ السلام میں عناصر رابعہ ہیں، ہر عنصر کی کتنی اقسام ہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

(۱) "اعلم ان الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فيه كالایمان والأركان الأربعة، وحكمه اللزوم علماً

..... أي لزوم اعتقاد حقيقية وعملاً بالبدن". (رد المحتار، کتاب الأضحية: ۳۱۳/۲، سعید)

"الركن اصطلاحاً ما يقوم به ذلك الشيء من النجوم؛ إذ قوام الشيء بركنه" (قواعد الفقه،

التعريفات الفقهية ص ۳۰۹، الصدف)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (القاموس الفقہی حرف الفاء، ص: ۲۸۲، إدارة القرآن)

قبلہ و کعبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم

سوال [۹۹۸]: متعلقہ خطابات جیسے: ۱۔ قبلہ و کعبہ، ۲۔ قبلہ عالم، ۳۔ حکیم الامت، ۴۔ حکیم

الاسلام۔ ۵۔ کعبہ دو جہاں۔ ۶۔ قبلہ کونین، فلاح دارین۔ ۷۔ قبلہ مقصود حیات۔ ۸۔ اعلیٰ حضرت، یہ کہنا یا خط و کتابت میں تحریر کرنا یا پتھر پر کندہ کر دینا مثلاً بزرگوں کی خاص کمران، بڑوں کے مزار پران کی یادگار کے لئے جو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اپنے بڑوں کی خاص کر ان بڑوں کی جن سے فیض پہنچا ہو تعریف فطری اور احساس شناس ہے جو کہ موجب خیر و ترقی ہے، لیکن حد سے بڑھانا اور غلط تعریف کرنا منع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق بھی تعریف میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے (۱)۔ پس ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷

حرره العبد المحمود غفر له وار العلم د یو بند۔

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

فرض، واجب وغیرہ کی تعریف

سوال [۹۹۹]: فرض، واجب، سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی،

بدعت کی تعریف بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

فرض: جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو (۲)۔ واجب: جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی

(١) "قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تفضلوني على الأنبياء". (ابن كثير، سورة البقرة: ٣٠٧/١ سهيل)

(وَبِمَعْنَاهُ فِي مَسْنَدِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: ٥١٩/٢، دَارُ الْحَيَاءِ التَّوَاتُ)

(وصحيح البخاري، كتاب الخصومات، باب ما يذكر في الأشخاص: ١/٢٢٦، قديمي)

(٣) "فالفرض أعم منهما (أى من الشرط والركن) وهو ما قطع بلزومه" (الدر المختار، كتاب الصلوة؛

أركان الوضوء : ١ / ٩٢ ، سعيد

سے ثابت ہو (۱)۔ سنت مؤکدہ: جس پر مواظبت ثابت ہو (۲)۔ مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو (۳)۔ مکروہ تنزیہی: جو مستحب کے مقابلہ میں ہو یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو (۴)۔ بدعت: جو

= و هو بمعنى قولهم: ما لزم فعله بدليل قطعي“۔ (البحر الرائق، کتاب الطہارۃ: ۲۴/۱ رشیدیہ)

(و كذا في منحة الخالق على البحر الرائق: ۲۴/۱، رشیدیہ)

”فريضة“ وہی ما لا یحتمل زیادۃ ولا نقصاناً ثبت بدلیل لا شبہۃ فیہ“۔ (نور الأنوار، ص: ۱۶۶، سعید)

(۱) ”واجب: و هو ما ثبت بدليل فيه شبهة“۔ (قمر الأقمار حاشیۃ نور الأنوار، ص: ۱۶۶، سعید)

”أما الحنفية فيقولون: والواجب، فهو ما ثبت بدليل ظني فيه شبهة“۔ (أصول الفقہ

الإسلامی: ۴۷/۱، رشیدیہ)

(۲) ”والذي ظهر للعبد الضعيف أن السنة ما واطب عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، لكن إن كانت لا مع الترك، فهي دليل السنة المؤكدة، وإن كانت مع الترك أحياناً، فهي دليل غير المؤكدة“۔ (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، أركان الوضوء: ۱۰۵/۱، سعید)

”وقال: سنة الهدى هي التي واطب عليها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تعبداً أو ابتغاء

مرضات الله تعالى مع الترك مرة أو مرتين بلا عذر، أو لم يترك أصلاً ولكنه لم ينكر على التارك“۔ (قمر الأقمار حاشیۃ نور الأنوار، ص: ۱۶۷، سعید)

(و كذا في حاشية اللكنوي رحمه الله تعالى على الهداية، كتاب الطهارة: ۱/۱ مكتبة شركت علمیه)

(و كذا في فتح القدير، كتاب الطهارة: ۲۱/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) وفي البحر في مكروهات الصلوة: ”المكروه في هذا الباب نوعان: أحدهما: ما كره تحريماً... و ذكر أنه في رتبة الواجب، لا يثبت إلا بما ثبت به الواجب يعني بالظني الثبوت“۔ (رد المحتار،

کتاب الطہارۃ، أركان الوضوء: ۱۳۲، ۱، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۳۳/۲، رشیدیہ)

”المكروه تحريماً، و هو ما طلب الشارع تركه على وجه الحتم والإلزام بدليل ظني“۔ (أصول

الفقه الإسلامی: ۸۵/۱، رشیدیہ)

(۴) ”المكروه تنزيهاً: و هو ما كان تركه أولى من فعله، ويرادف خلاف الأولى“۔ (رد المحتار، کتاب

الطہارۃ، أركان الوضوء: ۱۳۱، ۱، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب ما يكره في الصلوة وما يكره فيها: ۳۳/۲، رشیدیہ)

”المكروه تنزيهاً: هو ما طلب الشارع تركه لا على وجه الحتم والإلزام“۔ (أصول الفقه الإسلامی: ۸۶/۱، رشیدیہ)

چیزیں دین نہ ہواس کو دین سمجھنا (۱)۔ تفصیل کتب اصول میں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

فقہاء کے یہاں ”درست نہیں“ اور ”مکروہ تحریمی“ کا مطلب

سوال [۱۰۰]: فقہاء جب لفظ ”درست نہیں“ بولتے ہیں تو اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اور مکروہ

تحریمی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں (۲)۔ مکروہ تحریمی ناجائز ہی ہے یعنی ایسا کرنا جائز نہیں،
لیکن اگر کوئی کرے تب یہی کہا جائے گا کہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی، پھر بعض صورتوں میں فرض ادا ہونے
کے باوجود اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۲ھ۔

(۱) ”بدعة“: وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة“۔ (الدر المختار) و
قال ابن عابدین: ”تعریف الشمنی لها بأنها ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل ديناً قوياً و صراطاً
مستقيماً“۔ (رد المختار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید)

(۲) کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۱/۱، رشیدیہ

(۳) فی الدر: ”کل ما لا يجوز“ ”مکروہ“ (الدر المختار: ۳۷۰/۱، کتاب الصلوة، سعید)

(۳) قال ابن عابدین: ”(قوله: و مکروہ) هو ضد المحبوب، قد يطلق علی الحرام و علی المکروہ
تحريمياً: وهو ما كان إلى الحرام أقرب، و يسميه محمد حراماً ظنياً.... مکروہ فی هذا الباب نوعان:
أحدهما ما كره تحريمياً، و هو المحمل عند إطلاقهم الکراهية.... و ذکر أنه فی رتبة الواجب لا
يثبت إلا بما يثبت به الواجب، یعنی بالنهي الظني الثبوت، فإن الواجب يثبت بالأمر الظني الثبوت“۔ (رد
المختار: ۱۳۱/۱، مطلب فی تعريف المکروہ، سعید)

”وفد ذکر فی الإمداد: بحثاً أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يمنع أن تكون الإعادة
مندوبه بترك سنة.... والحق التفصيل بين كون تلك الکراهية كراهية تحريم فتجب الإعادة أرم=

صاحب ہدایہ نے ”قال العبد الضعیف“ کیوں کہا؟

سوال [۱۰۰۱]: ہدایہ فارسی کے دیباچہ ص: ۵ میں ہے:

”صاحب ہدایہ لفظ متکلم را برائے احتراز از صیغہ انانیت ذکر نہ کرده است

واژ ”قال العبد الضعیف“ خود را مراد میگرد“۔

۱..... صاحب ہدایہ نے انانیت سے کیوں احتراز کیا، اس کا کیا سبب ہے؟

۲..... اہل علم حضرات اگر اپنی تحریروں میں صاحب ہدایہ کی طرح صیغہ انانیت سے احتراز کریں تو یہ

احتراز علماء کے نزدیک کیسا ہے؟

۳..... کیا صاحب ہدایہ کے سوا متقدمین میں سے کسی اور صاحب نے بھی ایسا احتراز کیا ہے جیسا کہ

صاحب ہدایہ نے کیا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر ”اَنَا“ کے بولنے اور لکھنے سے دل میں تکبر، خووی پیدا ہو، یا دوسروں کو تکبر کا گمان ہو تو ایسی صورت

میں مناسب یہ ہے کہ متکلم صیغہ ”اَنَا“ سے احتراز کرے، اگر خالی الذہن ہو تو پھر احتراز کی حاجت نہیں۔ نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (الایہ ۱)۔

اسی طرح احادیث میں بہت جگہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو صیغہ ”اَنَا“ سے تعبیر

فرمایا ہے (۲) بہت سے اکابر کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو صیغہ ”اَنَا“ سے تعبیر فرماتے تھے اور بہت سے

= تنزیہ فستحب۔ (رد المحتار: ۱/۳۵۷، مطلب کل صلاة أدیت مع کراهة التحريم تجب إعادتها، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۱/۳۱۶، باب ما یفسد الصلاة وما یکره، مصطفى البابی الحلبي بمصر)

(۱) (سورة الکہف: ۱۱۰)

(۲) ”حدثنی یزید بن حبان التیمی قال ... قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوماً خطیباً ... أما

بعد! ”ألا یا أیہا الناس إنما ”اَنَا“ بشر یوشک أن یأتینی رسول ربی الخ“۔ (مسند الإمام أحمد: ۳/۳۶۷،

۱/۳۲۰، دار إحياء التراث العربی، بیروت) =

دوسرے کلمات سے اور بعض حضرات کبھی صیغہ انا سے کبھی دوسرے کلمات سے۔ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)، زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ (۳)، سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہم (۴) کی تصانیف میں ہر طرح کی نظیریں موجود ہیں۔ جس وقت یہ حضرات کسی بڑے شخص کی دلیل کا جواب دیتے ہیں اس وقت صیغہ انا سے زیادہ تر احتراز کرتے ہیں کیونکہ یہ موقع ایسا ہے جس سے خود بھی طبیعت میں ایک بڑائی پیدا ہوتی ہے، اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ اکابر کی شان اس سے بالاتر ہے تو آئم از ہم دوسروں کو شبہ ضرور ہوتا ہے، اس سے آپ کے ہر سہ سوالات کا جواب ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی محمد رفیع مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/۵۹ھ۔

شیخ عبد اللطیف ابوباصحیح: معیہ احمد غفرلہ، ۲۷/۱/۵۹ھ۔

انفاظ: ”ثویب، عرب العرباء، ضرار“ کی تحقیق

سوال [۱۰۰۲]: لفظ ”ثویب“ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔ ضم ثاء مثلثہ، وفتح، واو، وسکون یا مشاقہ تحتانی، وفتح باء وباء، ووز، صحیح ہے یا باثبات ثائے مثلثہ، وسکون واو وکسر یا ئے تحتانی، وفتح

= (و کذا فی المرقاة: ۲/۲۹۸، کتاب الإمارة والقضاء، مکتبہ حقانیہ پشاور)

”إن اتقاكم وأعلمكم بالله أنا“ (صحیح البخاری: ۷/۱، کتاب الإيمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، أنا أعلمکم باللہ، قدیمی)

(۱) مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: ”إذا عرضت هذا الأصل فنقول: أقسام المملوك بحسب الزوات وبحسب الأفعال غير قناهية“ (التفسير الكبير: ۱/۱۳۸، دار الكتب العلمية طهران)

(۲) قال المصنف: ”ويجعل السرة على حاحه الأيمن أو الأيسر، به ورد الأثر، قلت: يشد إلى حديث أخرجه أبو داود في سننه“ (نصب الراية، كتاب الصلوة: ۲/۸۳، مجلس علی)

(۳) وقد يذكر الشيخ حديثاً في الأول ونسبته أنا إلى غير الشيخين“ (لمعات التنقيح، شرح مشکوة المصابيح: ۱/۲۶، مکتبہ المعارف العلمیہ، لاہور)

(۴) مثلاً: قلت: في كان خمس لغات، قال ابن مالك في الكافية الشافية وفي كانن مثل كانن وكان، وهكذا كسيء وكأين فاستن“ (عقود الزيرجد في أعراب الحديث النبوي للسيوطي: ۱/۸۳، مسند أبي بن كعب، مکتبہ دار الجليل)

بائے مثناة، وہائے ہوز صحیح ہے، جواب ضرور دیں۔ ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بفتح ضاء مجمع ہے یا بکسر؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ حضرت شہید رحمہ اللہ کے خطبہ میں لفظ ”عرب العرباء“ بکسر الراء مہملہ ہے یا بفتح الراء مہملہ، اور یہ عرب کی صفت ہے یا جمع، اور معنی کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”ثویہ“ بضم الراء مثله، وفتح واد، وسکون یائے مثناة تحتیہ، وفتح بائے موحده، وہاء ہوز صحیح ہے (۱)۔ ”ضرار“ بکسر الضاد بروزن کتاب صحابی کا نام ہے اور معنی نقصان پہونچانا ایک دوسرے کو (۲)۔ ”عرب“ بفتح عین بمعنی تازی مونث مستعمل ہے۔ اس کی صفت کے لئے تین صیغے مونث لائے جاتے ہیں: ایک ”عاربة“، دوسرا ”عربة“، تیسرا ”عرباء“، بفتح عین وسکون راء مہملہ، اس طرح ”عربُ عاربة، عربُ عربة، عربُ عرباء“ اور ”عربات“ بھی اس کی صفت آتی ہے، اس کے معنی ہیں خالص عربی النسل (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گشتوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

”حفظ الايمان“ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض

سوال [۱۰۰۳]: کیا مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مرید سے نعوذ باللہ اپنے نام کا کلمہ پڑھوایا،

(۱) ”ثویہ“: التي أَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ مَوْلَاةُ أَبِي لَهَبٍ. (الإصابة لابن حجر

العسقلاني رحمه الله تعالى، كتاب النساء، رقم الترجمة: ۱۰۹۷۰، ۶۰/۸، دار الكتب العلمية)

”وجعلها أبو إسحاق من ثاب الماء يثرب، واستدل على ذلك بقولهم في تصغيرها: ثویة“

(لسان العرب، فصل: الثاء المثناة، تحت لفظ: ثباء: ۱۰۸/۱۳، دار صادر، بيروت)

(۲) ”والضرار“: فعال من الضر والضرار فعل الإثنيين وقيل: والضرار أن تضربه من غير أن

تنتفع. (لسان العرب، فصل: الضاد المعجمة، تحت لفظ ضرور: ۴/۲۸۲، دار صادر، بيروت)

(۳) ”والعرب العاربة هم الخلف منهن، وأخذ من لفظه فأكد به كقولك: ليل لائل، تقول: عرب عاربة

وعرباء. (لسان العرب، فصل العين المهملة، تحت لفظ عرب: ۵۸۶/۱، دار صادر، بيروت)

اگر ایسا ہے تو پھر ان کے متعلق شرعی کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں مرید اور پیر دونوں اسلام سے خارج نہیں ہو گئے؟
 کیا کتاب ”حفظ الایمان“ کی عبارت کو دیکھ کر علماء حرمین نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے؟ کیا کتاب ”حفظ الایمان“ میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے؟ ہم نے ”حفظ الایمان“ پڑھی لیکن اس کی عبارت اتنی سخت ہے کہ ہم لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، اس لئے آپ سے رجوع کیا۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”صراط مستقیم“ کی عبارت پر اعتراض

سوال [۱۰۰۴]: کیا مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”صراط مستقیم“ میں یہ لکھا ہے کہ اگر نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، ایسا لکھا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے، نیز کیا علماء نے ان کے کفر کا فتویٰ دیا ہے؟ ازراہ کرم تفصیل سے جواب دیا جائے اور حق کو واضح کیا جائے۔ دود داکی، کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا القاری الحافظ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت تھے، بہت بڑے بزرگ تھے، جشی، قادری، نقشبندی، سہروردی نہتوں کے جامع تھے۔ انہوں نے مدت دراز تک تدریس، تذکیر، تصنیف، تزکیہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں اور بہت بڑی جاہلوں کی جماعت کو عالم بنایا، فاسقوں کی جماعت کو متبع سنت اور صالح بنایا، غافلوں کی جماعت کو ذاکر بنایا، صحیح راہ سے ہٹنے والوں کو راہ ہدایت پر چلا دیا، جو لوگ خدائے پاک کی معرفت سے نا آشنا تھے، ان کو عارف بنایا، قرآن کریم کی بہترین اور اپنے دور کی لا جواب تفسیر تحریر فرمائی جس کا نام ”بیان القرآن“ ہے، روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل فقہیہ کے جوابات دیکر ”امداد الفتاویٰ“ کے نام سے بہت سی جلدیں شائع کیں۔

مبتدعین نے جو غلط باتیں بزرگان دین کی طرف منسوب کی تھیں ان کی تنفیج کر کے ایک ایک چیز کو صاف کیا، ان کیلئے مستقل کتاب ”النتیجۃ الحلیہ“ تصنیف فرمائی۔ حضرت شیخ ابن عربی پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کی تردید کے لئے ”النتیجۃ العربیہ“ تصنیف فرمائی، حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے لئے ”نشر الطیب“ تصنیف کی، درد و شریف کے فضائل پر ”زاد السعید“ تصنیف کی، باطنی احوال اور ترقیات کے لئے ”الکشف“ تصنیف کی، سالکین کی اصلاح کیلئے ”تربیت السالک“ تحریر فرمائی۔

غرض ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کی اور بہت بڑی تعداد اپنے خلفاء و مجازین کی چھوٹی جوائی

اپنی جگہ بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے متعلق یہ اعتراض کہ انہوں نے اپنا کلمہ پڑھوایا یا اس کی تلقین کی جھوٹ اور غلط ہے، ان شاء اللہ اس کا حساب روز جزا ہوگا۔ کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا اور وہ شخص اس وقت تک مولانا کا مرید بھی نہیں تھا، خواب میں اس نے کلمہ پڑھا جو اس کی زبان سے غلط ادا ہوا، بیدار ہونے پر اس کو سخت بے چینی لاحق ہوئی کہ خواب میں میری زبان سے کیسا غلط کلمہ نکلا، انتہائی اضطراب اور قلق کی حالت میں اس نے اس کلمہ کو درست پڑھنا چاہا مگر زبان قابو میں نہیں تھی، پھر اسی طرح سے اس کی زبان سے غلط لفظ نکلا جس پر اور زیادہ اضطراب پیدا ہوا، یہاں تک کہ جان نکلنے کا اندیشہ ہو گیا۔ اس لئے یہ سب حال لکھ کر بھیجا جس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے شدید اضطراب اور زبان کے بے اختیار ہونے کے تحت معذور قرار دیتے ہوئے تعبیر دی کہ تم جس کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہو وہ قبیح سنت ہے، یعنی تم کو بھی ہر چیز میں اتباع سنت لازم ہے۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل ”امداد الفتاویٰ“ اور ”یادور“ میں موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لیں، کہیں بھی یہ نہیں کہ حضرت مولانا نے اس کو غلط کلمہ یا غلط درود پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جو لوگ اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے باوجود حضرت مولانا تھانویؒ کو یہ بہتان لگاتے ہیں، وہ اپنی قبر کے لئے آگ جمع کرتے ہیں اس کے لئے تیار رہیں، اور جو لوگ دوسروں کو بہکاتے ہیں ان کا انجام اور بھی خطرناک ہے۔

”حفظ الایمان“ کی عبارت ترجمہ عربی میں کر کے علمائے حرمین کی خدمت میں پیش کیا جس پر انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارت کفریہ ہے اور جس کی یہ عبارت ہے وہ کافر ہے، وہ عبارت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی نہیں تھی، ان کی عبارت اردو ہے، بلکہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی تھی، جنہوں نے عربی میں ترجمہ بھی غلط کیا تھا جو کہ بہتان تھا، لہذا آپ خود غور کریں کہ علمائے حرمین کے فتویٰ کے مطابق تکفیر کس کی ہوئی۔ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی وضاحت کیلئے مستقل ایک کتاب لکھی اس کا نام ہے ”بسط البیان“ (۱)۔ پھر اس عبارت کو بھی اس طرح تبدیل کیا کہ مبتدعین کو کسی قسم کا موقع نہ رہے، اس کا نام ہے ”تغییر العنوان“ (۲)۔ نیز حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں: ”توضیح البیان، تکمیل العرفان، خلاصۃ البیان“ وغیرہ، نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے صاف صاف لکھا ہے کہ ”حسام الحرمین“ میں جو شخصیت مضمون میری

(۱) (بسط البیان لکف اللسان عن کتاب حفظ الایمان، انجمن إرشاد المسلمین، لاہور)

(۲) (تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان، انجمن إرشاد المسلمین، لاہور)

طرف سے منسوب کیا گیا ہے، وہ میرا عقیدہ کیا ہوتا کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں۔ اس سب کے باوجود ایک غلط چیز کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے ان پر کفر کا حکم لگانا آپ خود غور کر لیں، کس قدر خطرناک ہے، کیونکہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بڑاۃ فرما چکے کہ نہ یہ میرا مقصد ہے، نہ میری عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، پھر بھی بعض لوگوں نے اپنے ایمان کا معیار یہی قرار دے لیا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ: ”جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعہ کافر نہ ہو تو یہ کلمہ کفر اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے“ (۱)۔

”صراط مستقیم“ قاری زبان میں تصوف سے متعلق کتاب ہے، سید احمد صاحب کی ہدایات اس میں جمع ہیں، اس میں ایک لفظ ”صرف ہمت“ (۲) جو تصوف کی اصطلاح ہے، اس کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں اس کا ترجمہ ”خیال“ سے کرنا غلط ہے، اصطلاحات تصوف سے ناواقفیت ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ کے متعلق ایک کتاب ”الکوکبة الشہایة فی کفریات ابی الوہابیہ“ لکھی ہے اس میں ستر دلائل لکھے ہیں مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کی تکفیر کے لئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ”من شک فی کفرہ وعقابه فقد کفر“ کہ جو شخص مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے کفر اور عقاب میں شک کریں وہ خود کافر ہے، دوسرے مقام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اولاد حرامی ہے، مگر اسی کتاب کے آخر میں مولانا احمد رضا خان صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ محتاط علماء اس کو (یعنی مولانا اسماعیل کو) کافر نہیں کہتے ہیں، یہی مفتی یہ ہے، ہم بھی کافر نہیں کہتے۔ اب بتائیں کہ جس کے کفر پر ستر دلائل قائم کر دیئے اور ثابت کر دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی اور آخر میں لکھ دیا کہ ان کو کافر نہیں کہتے، خود ان کے ایمان، ان کے نکاح اور ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا؟

آپ کے لئے فی الحال ایک چھوٹے سے رسالہ کا مشورہ دیتا ہوں اس کا نام ہے، ”غلط فہمیوں کا ازالہ“

(۱) ”عن ابی ذر رضی اللہ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ”لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق،

ولا یرمیہ بالكفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ كذلك“، (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب

ما ینھی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(۲) (أنظر التکشف، ص: ۳۱۸، توجیہ ہمت اوست، کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

اس میں اکابر علماء، اولیاء اللہ پر کئے گئے اعتراضات کو لکھ کر ان کے جوابات دیئے گئے ہیں اور بہت ہی بہتر طریقہ پر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند سے بھی مل جائے گا۔ اور بھی متعدد کتابیں اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ غصہ کے جذبات سے دماغ کو خالی کر کے تحقیق حق کے واسطے مطالعہ کیا جائے۔ واللہ

یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

زبان قابو میں نہ ہونیکا واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ ایک شخص کی زبان سے نکلا کہ ”اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں“ (۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکفیر نہیں فرمائی کیونکہ بے اختیار نکلا تھا۔

ہر شخص و ہر مجمع سے ایسے بات کہی جائے جس کو اس کی سمجھ برداشت کر سکے، اہل علم سے علمی باتیں کہی جاتی ہیں، اہل معرفت سے معرفت کی باتیں، عوام سے سیدھی سادی باتیں۔ اگر متکلم کے ذہن میں معرفت کے بلند خیالات و جذبات ہوں اور مخاطب ان کے سمجھنے کے اہل نہ ہوں تو ان کے سامنے ان جذبات و خیالات کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہوگا، اس ضابطہ کے تحت تمام اہل علم و فضل بھی ہدایات دیا

(۱) ”حدثنا عبد اللہ بن مسعود حدیثین، أحدهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر عن نفسه، (إلی أن قال): ثم قال: ”لله أفرح بتوبة العبد من رجل نزل منزلاً، وبه مهلكة، ومعه راحلته عليها طعامه وشرابه، فوضع رأسه فنام نومة، فاستيقظ قد ذهب راحلته حتى اشتد عليه الحر والعطش أو ما شاء الله، قال: أرجع إلی مکانی، فرجع فنام نومة، ثم رفع رأسه فإذا راحلته عنده“ (صحيح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۹۳۳/۲، قدیمی)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں صرف اتنا ہی نقل فرمایا ہے، وہ الفاظ اس میں نہیں جن کی طرف حضرت مفتی صاحب نے اشارہ فرمایا ہے، البتہ ان الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے نقل فرمایا ہے:

”أنس بن مالک رضى الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لله أشد فرحاً بتوبة عبده حين يتوب إليه من أحدكم كان على راحلته بأرض فلاة، فانفلتت منه وعليها طعامه وشرابه، فأيس منها، فأتى شجرة فاضطجع فى ظلها قد أيس من راحلته، فبيناهو كذلك إذ هو بها قائمة عنده، فأخذ بخطامها، ثم قال من شدة الفرح: اللهم أنت عبدى وأنا ربك، أخطأ من شدة الفرح“ (الصحيح لمسلم، كتاب التوبة، قبيل باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة: ۳۵۵/۲، قدیمی)

کرتے ہیں: ”کُنْمُوا النَّاسَ عَلَى قَدَرِ عَقُولِهِمْ“ (۱)، ”أَمْرًا أَنْ لَنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ“ (۲)۔

تنبیہ: ایک بات غور طلب ہے حسام الحرمین پر علمائے حرمین کے دستخط کرا کے تو یہاں کے لوگوں کو مرعوب کیا جاتا ہے، مگر اس طبقہ کا خود یہ حال ہے کہ علمائے حرمین کو کافر کہتے ہیں، وہاں جا کر بھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، جماعت سے محروم رہتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واکرم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

”صراط مستقیم“ کی عبارت پر اعتراض کا جواب

سوال [۱۰۰۵]: حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مسیحی ”صراط مستقیم“ موجود ہے، اس کی بھی ایک عبارت نے ذہن کو خلجان میں ڈال دیا ہے، ذہن میں ایک قسم کا تزلزل پیدا ہو گیا ہے کہ واقعی بریلوی جو کہا کرتے ہیں گج یا غلط؟ اب میں پریشان ہو کہ کیا کروں عبارت صراط مستقیم کی یہ ہے:

(۱) ”(أَمْرًا أَنْ نَكْلِمَ النَّاسَ عَلَى قَدَرِ عَقُولِهِمْ)“ رواہ الدیلمی بسند ضعیف عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً، و فی الآلی بعد عزوه لمسند القردوس عن ابن عباس مرفوعاً قال: و فی إسناده ضعیف و مجهول انتهى. و قال فی المقاصد و غیرہ الحافظ ابن حجر: لمسند الحسن بن سفیان عن ابن عباس بلفظ: ”أمرت أن أخطب الناس على قدر عقولهم“. قال: و سنده ضعیف جداً. رواہ أبو الحسن التمیم من الحنابلة فی العقل، و عن ابن عباس من طریق أبي عبد الرحمن السلمی أيضاً بلفظ: ”بعثنا معاشر الأقباء، نخطب الناس على قدر عقولهم“. و له شاهد عن سعيد بن المسيب مرسلاً بلفظ: ”أنا معبر الأنبياء، تحدث الناس على قدر عقولهم اهـ“. (كشف الخفاء و تزیین الألباس عما اشتهر من الأحادیث على السنة الناس: ۱/ ۹۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) لم أجده بهذا اللفظ، وقد ذكره الإمام أبو داود بلفظ: ”عن ميمون بن أبي شبيب أن عائشة رضي الله تعالى عنها مريم بهاسائل، فأعطته، (إلى أن قال)، فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أنزلوا الناس منازلهم“.(سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم: ۲/ ۳۱، مكتبة امداديه ملتان)
وقال الملا علی القاری: ”ورواه الخراطی فی مکارم الأخلاق بلفظ: ”أنزل الناس منازلهم من الخیر و الشر، و أحسن أدبهم على الأخلاق الصالحة“. (المراقبة المفاتيح، كتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، قبيل الفصل الثالث: ۸/ ۲۳، رشیدیہ)

”وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشند چند این مرتبہ بدتر از استغراق در صورتیگا و آخر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائی دل انسان می چسبد بخلاف خیال گا و خر“۔ صراط مستقیم، مطبوعہ خیاتی، ص: ۹۰ (۱)۔

یعنی کہ توجہ کرنا پیر و مرشد یا ان کے مثل دوسرے بزرگوں کی طرف گو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اپنے گائے اور گدھے کے خیال میں ذوب جانے سے بھی بدتر ہے، ان کا خیال انسان کے دل میں تعظیم و بزرگی کے ساتھ آتا ہے بخلاف گائے اور گدھے کے خیال۔

نوٹ: جب رسول کا خیال نماز میں آنا بدتر ہوا گائے اور گدھے کے خیال کے آنے سے تو اس نماز میں تشہد پڑھا جائے گا یا نہیں جب کہ تشہد میں: ”السلام علیک ایہا النبی“ موجود ہے (اے نبی آپ پر سلام ہو) (۲) اس موقع پر کیا کیا جاوے، تشہد پڑھا جاوے اور ”السلام علیک ایہا النبی“ کو الگ کر دیا جاوے، کیونکہ جب تشہد پڑھا جائیگا تو تعظیم کا خیال فوراً ذہن میں آئے گا، جب کہ احیاء العلوم: ۱/۱۰۷، میں حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ پہلے اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر کرو اور آپ کی شخصیت گرامی کا تصور باندھ کر کہو ”السلام علیک ایہا النبی“ اے نبی آپ پر سلام ہو (۳) کس قدر تضاد ہے۔ امید ہے کہ ہماری دماغی الجھن کو دور فرمائیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو کتاب جس فن کی ہوگی اس کتاب میں اسی فن کے اصطلاحی الفاظ استعمال ہوں گے، ان الفاظ کو لغوی

(۱) (ملاحظہ ہو صراط مستقیم (اردو) ص: ۶۸، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی لاہور)

(۲) ”فیذا جلستم فقولوا: التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمة الله و

برکاتہ الخ“۔ (ابن ماجہ، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی التشہد، ص: ۶۴، قدیمی)

(و کذا فی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب التشہد، ص: ۸۵، قدیمی)

(۳) ”و أحضر فی قلبک النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم و شخصہ الکریم، و قل ”سلام علیک ایہا

النبی ورحمة الله و برکاتہ“۔ و لیصدق أمّک فی أنه یلغہ و یرد علیک ما هو أوفی منه“۔ (احیاء

علوم الدین، کتاب أسرار الصلاة، بیان الدواء النافع فی حضور القلب: ۱/۱۶۹، دار احیاء التراث

العربی بیروت)

معنی یا کسی دوسرے فن کے اصطلاحی معنی میں سمجھنے سے مفہوم خبط ہو جائے گا، مثلاً، لفظ ”موضوع“ کے معنی ہیں: ”معنی دار لفظ“ جو مقابله میں مہمل (بے معنی لفظ) کے ہے، اب اگر اس لفظ کو منطق کی کتاب میں کوئی شخص دیکھے: ”زیڈ قائمہ“ میں زید موضوع اور قائم مہمل ہے اور اس کا مطلب سمجھنے لگے معنی: ”دار لفظ“ تو وہ پریشان ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ لفظ (موضوع) فلسفہ میں مستعمل ہو، مثلاً: جدار موضوع ہے بیاض کے لئے تو وہاں بھی اس کا مطلب اگر: ”معنی دار لفظ“ کرے گا تو کچھ مطلب نہیں سمجھ سکے گا۔ اسی طرح اگر فن حدیث میں یہ لفظ مثلاً: فلاں حدیث موضوع ہے تو اس کا مطلب اگر معنی دار کریگا تو غلط ہوگا۔

بطور مقدمہ مذہب نقیض رکھیے، اب سنئے کہ ”صراط مستقیم“ فن تصوف کی کتاب ہے جس میں تزکیہ اور اصلاح نفس کے طرق بیان کئے گئے ہیں۔ جس شخص پر خیالات و وساوس کا جہوم رہتا ہو اور ان کو دور کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو صوفیائے کرام اس کے لئے ایک علاج تجویز کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی ایک چیز کا تصور اس طرح جمایا جائے کہ دوسری کسی شے کی گنجائش نہ رہے، جیسا قد آدم آئینہ بازار میں کسی دکان پر لگا ہو اس میں ہر گزرنے والے کا عکس آتا ہے، کبھی آدمی، کبھی گھوڑا، کبھی کتا، کبھی موٹر، غرض جو بھی چیز سڑک پر گزرے ان کا عکس آتا ہے، اگر مالک آئینہ چاہے کہ یہ مختلف چیزوں کا عکس اس میں نہ آئے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس آئینہ پر ایک موٹا کپڑا ڈال دیا جائے جو اس کو پوری طرح گھیر لے کہ کسی دوسری چیز کی جگہ اور گنجائش نہ رہے۔ اس طرح دل میں جب کسی ایک چیز کا تصور پوری طرح جمایا جائے گا، کہ دوسری چیز کا خیال اور جگہ ہی نہ رہے گی تو خیالات و وساوس کا سلسلہ بالکل ختم ہو جائے گا۔ اس علاج میں خطرات بھی ہیں کیونکہ جب کسی ایک شے کا تصور تمام قلب کو گھیر لے گا اور اس کے علاوہ کسی دوسری شے کی گنجائش ہی نہیں رہے گی تو ہر چیز سے قطع نظر ہو کر ایک ہی چیز سامنے رہے گی، اس لئے، یہ علاج بھی ہر ایک کے بس کا نہیں۔ اس کو صوفیائے کرام فی اصطلاح میں ”صرف ہمت“ کہتے ہیں (۱)۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ طریقت حضرت سید صاحب بریلوی سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ علاج (صرف ہمت) نہیں چاہیے، اگر نماز میں صرف ہمت حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

(۱) دیکھئے: (الکشف، ص: ۴۱۸، توجیہ ہمدوست، کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

(و عبارات اکابر ص: ۹۸، مکتبہ صندریہ)

علیہ وسلم کی طرف کیا تو کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہے گی حتیٰ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا دھیان بھی نہیں آئے گا، اس لئے کہ صرف ہمت کر رہا ہے اس نے پورے قلب کو گھیر رکھا ہے تو اب نماز میں: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کہے گا، تو یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوگا، رکوع بھی، سجدہ بھی، قیام بھی، قعدہ بھی، سبحان ربی العظیم بھی، اور سبحان ربی الاعلیٰ بھی۔ غرض پوری نماز سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہے گی، حالانکہ نماز عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ جب رکوع، سجدہ سب ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہوگا اور صرف ہمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہا تو یہ بندہ مشرک ہو جائے گا (۱)۔

عبادت کے واسطے انتہائی درجہ کی محبت اور انتہائی درجہ کی عظمت و جلالت قلب میں ہونا ضروری ہے۔ ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کو ایسا ہی تعلق ہے کہ تصور مبارک بہت ہی عظمت و جلالت کے ساتھ قلب میں آتا ہے، پھر صرف ہمت کی وجہ سے اللہ کی طرف دھیان باقی نہیں رہا تو یہ پوری عبادت ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوگئی تو جو نماز موجبِ قرب الہی اور معراج المومنین تھی اس صرف ہمت کی وجہ سے شرک ہو کر موجبِ نار ہوگئی۔ اگر اپنے کھیت، گھوڑے، گدھے، بیل، گائے کا خیال نماز میں آجائے اور آدمی اس خیال میں غرق بھی ہو جائے تو اس کو ان چیزوں کے ساتھ عظمت و جلالت کا تعلق نہیں ہوتا، لہذا یہاں احتمال نہیں کہ ان کے خیال کی وجہ سے نماز ان کے لئے ہو جائے گی کیونکہ انسان خود شرمندہ و نادم ہوتا ہے کہ افسوس نماز عبادت میں ان حقیر ذلیل دنیوی چیزوں کا خیال آ گیا جس سے میری نماز کی حیثیت ہی جاتی رہی۔

یہ حاصل ہے: ”صراطِ مستقیم“ کی عبارت کا، یہ مقصد ہرگز نہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال مبارک قلب میں آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، یا یہ خیال مبارک ان حقیر ذلیل چیزوں کے خیال سے خراب ہے۔ نعوذ باللہ العظیم۔ یہ مطلب ہے مولانا شہید کا، نہ کوئی مسلمان بلکہ شریف غیر مسلم ایسا خیال کر

(۱) ”السجود لغير الله على وجه التعظيم كفر“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، قبیل فصل فی البیع:

سکتا ہے۔ نماز کو تو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے جب نماز میں پڑھے گا: ﴿محمدا رسول اللہ﴾ (۱) تو خیال مبارک آئے گا، جب پڑھے گا: ﴿وما محمد الا رسول﴾ (۲) تب خیال مبارک آئے گا۔ غرض بے شمار آیات میں ذکر مبارک ہے ایسی ہر آیت میں خیال مبارک آئے گا، تشہد میں سلام ہے اس کے بعد درود شریف ہے، ہر دفعہ خیال مبارک آکر ایمان تازہ ہوتا رہے گا، غرض خیال سے منع نہیں کیا اور نہ اس کو مفہید نماز کہا، بلکہ ”صرف سماعت“ کو منع کیا ہے جس کی تشریح بیان کر دی گئی۔

کچھ مہربان حضرات کا یہ مستقل شیوہ ہے، مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ ان اہل اللہ کے کلام کو لفظ یا معنی بگاڑ کر عوام کو ان کے خلاف نفرت و لادلائل کرشتعل کیا جائے حالانکہ حدیث قدسی میں ہے کہ ”جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے، میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے“ (۳)۔ اللہ پاک ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”حفظ الایمان“ کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ

سوال [۱۰۰۶]: مسد افتاح ارسال خدمت ہے، یہ قدیم سوالات و اعتراضات ہیں، بہترین اور مدلل جوابات دئے جا چکے ہیں، آپ مہربانی فرما کر خوشخط اور بہترین مدلل تحریر کر دیں اور جواب اطمینان بخش رہے تاکہ موقع پر مناسب حکم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو مطمئن کیا جاسکے، مکمل کر کے دفتر مرکزیہ میں ارسال کر دیں۔

سید احمد ہاشمی ناظم جمعیت العلماء ہند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بارہا یہ سوال آیا اور جواب لکھا گیا، بلکہ حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں: ”بط البنان“، ”توضیح

(۱) (سورۃ الفتح: آیت: ۲۹)

(۲) (سورۃ آل عمران آیت: ۱۳۳)

(۳) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن اللہ قال: من عادى لی ولیاً، فقد اذنتہ بالحرب“۔ الحدیث (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من جاهد نفسه فی طاعة اللہ: ۲/۹۶۳، قدیمی)

(وکذا فی کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۰۶۱)

البیان، ”تکمیل العرفان“، ”الجنۃ لایل السنۃ“، اور ”السحاب المدرار“ وغیرہ میں بڑی تفصیل سے اس پر کلام کیا گیا ہے، مگر ایک خاص شق کے تحت بریلوی طبقہ کی طرف سے آئے دن اشتہارات، رسائل، جلسے، تقریر کی بھر مار رہتی ہے۔ اب کیونکہ عوام کا بڑا طبقہ ان کے قابو سے باہر جا رہا ہے اور اصل مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے ان کے بڑے لوگوں کو بہت تشویش و فکر لاحق ہو رہی ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ذمہ دارانہ حیثیت سے تازہ کتاب شائع کی ہے، جس میں پانچ کتابوں کے متعلق اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا، اس کے نمبر چار پر حفظ الایمان سے متعلق بھی غلط فہمی کو واضح کر کے صاف بیان کیا گیا ہے، آپ چاہیں تو اس کے اس حصے کو اخبار یا اشتہار کی شکل میں شائع فرمادیں، اس کے چھپنے کے انتظار میں آپ کے جوابات میں تاخیر ہو گئی، دیگر مقامات سے بھی بعینہ یہی سوال آیا تھا اس کا جواب فوراً تحریر کر دیا گیا تھا۔

اس کتاب کا نام ”مسکب علماء دیوبند سے غلط فہمیوں کا ازالہ اور ایک مخلصانہ دعوت“ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”تقویۃ الایمان“ کی عبارت پر اعتراض

سوال [۱۰۰۷]: چینی فرماید علماء دین درین مسئلہ کہ اہل مبتدعین کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی اس عبارت پر اعتراض شدید کرتے ہیں، وهو کذا یعنی ”کل مخلوق کا مرتبہ عند اللہ ایسا ہے کہ جیسا ایک چمار کا عند الملک“ یہ لفظ ”کل“ سور ایجاب کلی کا ہے لہذا استفسار ہے کہ یہ کل باعتبار ایجاب کلی ہونے کے تمامی افراد انبیاء وغیرہم کو شامل ہے یا نہیں، اگر انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں تو وہ کس طرح؟ اور سلب جزئی کا ہونا ایجاب کلی کے منافی ہے، لہذا یہ کل کالانا بیکار اور لغو ہوگا۔ لہذا اس کا جواب محققانہ اور مفصل و بدل از آیات قرآنی و احادیث روحانی سے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور عام مسلمانوں کی بدخیالی اور شکوک و شبہات قرآن و حدیث سے رفع فرمائیں۔

محمد فائق پرتاب گڑھ معلم مدرسہ ہذا، ۹/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

(۱) اسی طرح ملاحظہ کیجئے: ”عبارات اکابر“ مصنفہ ترجمان اہل سنت شیخ الحدیث مہراز خان دامت برکاتہم العالیہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

ملک بادشاہ کو کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ بادشاہ اور تمام رعایا ایک نوع کے افراد ہیں، کلی طبعی تمام میں مشترک ہے، نیز یہ اشتراک بطریق تواطؤ ہے نہ کہ بطریق تشکک۔ حیولی اور صورت جسمیہ میں اتحاد ہے، دونوں کے اجزائے خارجہ اور اجزاء ذبیہ داخل فی المہیۃ قطعاً متحد ہیں، فرق اگر ہے تو عوارض خارجہ اور تشخصات کا ہے، یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ کوئی امر مدار فضلیت رعایا کے کسی فرد میں اعلیٰ اور ازید ہو بادشاہ سے، کیونکہ یہ کلی مشکلک ہے (وہو منبہد)، بالائیں ہم بادشاہ اور رعایا کے درمیان بر بنائے عوارض خارجہ و اتحاد مابینہ کلیہ جو فرق اور ربط ہے کسی معمولی سے معمولی ذی احساس پر مخفی نہیں اس کے بعد کل کائنات اور اللہ تعالیٰ کا فرق دیکھئے تو ممکن اور واجب کا فرق نکلے گا۔ بادشاہ کی ملک رعایا پر ناقص ہے جس شخص کو چاہے قید کر دے جس کو چاہے قتل کر دے وغیرہ وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہر مخلوق پر تام، کیونکہ اللہ تعالیٰ معطی وجود ہیں، مخلوق کا وجود اور اس کی ہر صفت مستعار ہے، مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، مالک کو اپنی عطا کردہ چیز ہر وقت لینے کا اختیار ہے۔

ممکن اور مخلوق ہونے میں انبیاء اور غیر انبیاء سب مساوی ہیں، جس طرح زید اپنے وجود اور بقا میں کسی آن ذات خداوندی سے مستغنی نہیں بلکہ ہر لمحہ اس کا محتاج ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی ہر سانس میں اس مالک حقیقی، معطی وجود، قادر علی الاطلاق کے محتاج ہیں اور یہ فرق بادشاہ و چمار کے فرق سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ کوئی چمار اپنے سانس میں، اپنی قوت میں، اپنے حسن اور دیگر صفات میں بادشاہ کے وجود کا محتاج نہیں کہ اگر بادشاہ کا وجود ہے تو اس کے اوصاف باقی ہیں ورنہ فنا ہو جائیں گے۔ و ہذا ہوالظاہر۔

اس کے بعد غور کا مقام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چمار کو بادشاہ کے ہم مرتبہ کہہ دے یا بادشاہ کا سامعہ چمار کے ساتھ کرے تو بادشاہ اور اس کے ندما، کا غیرت اور غصہ سے کیا حال ہوگا۔

ان مبتدیین پر اللہ تعالیٰ کی غیرت اور جلال کا کیا حال ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مخلوق کو شریک کر رہے ہیں (۱)۔ کہتے ہیں کہ مخلوق بھی خالق کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، جمع جزئیات و کلیات کا اس کو بھی پورا پورا علم حاصل ہے اس اشراک سے: ﴿لَیْسَ کَشَکْلَہُ شَیْءٌ﴾ (۲) کی کس قدر گستاخی کرتے ہیں، نیز نقص قطعی ہے: ﴿قُلْ لَا

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و تَرَى الْمَجْرُمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقْرَنِیْنَ فِی الْأَصْفَادِ﴾ (سورہ ابراہیم: آیت: ۳۹)

(۲) (سورۃ الشوری: آیت: ۱۱)

أقول لكم عندى خزائن الله ولا أعلم الغيب ﴿١﴾ ﴿وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾ ﴿٢﴾ کی کس قدر صریح مخالفت کرتے ہیں، سرکارِ دو جہاں فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرماتے ہیں:

”إنما أنا بشر مثلكم أنسى كما تنسون“ (۳) ”أنتم أعلم بأمر دنياكم“ (۴)۔

مگر یہ دشمنانِ خدا اور رسولِ دونوں کے امر کی مخالفت اس شدت سے کرتے ہیں کہ جو شخص اس مخالفت میں ان کا ہم نوا نہ ہو تو اس کو کافر کہتے ہیں (۵)۔ نمازیں قضا کر دیں تو اس پر کوئی ملامت نہیں کرتے، مگر میلاد کا ترک بدترین گناہ سمجھتے ہیں (۶)۔ اللہ جل جلالہ کا اسم مبارک لیا جائے تو اس کی کوئی تعظیم نہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد میں ذکر ہو تو قیام کو لازم سمجھتے ہیں۔ یہ مخلوق کا رتبہ خالق سے بڑھانا نہیں تو اور کیا ہے اور مرتبہ بڑھانا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کیلئے نہیں بلکہ اہل حق سے عناد کی وجہ سے، اگر تعظیم مقصود ہوتی تو آپ کے فرمانِ مقدس کی وقعت کرتے، سنت کے قیام ہوتے، نہ فرمانِ صریح کی مخالفت کرتے (۷)۔ فقط واللہ المستعان و ہادی کل ضال۔

حررہ، العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/شعبان/۵۵ھ۔

(۱) (سورة الانعام آیت : ۵۰)

(۲) (الانعام آیت : ۵۹)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلة : ۵۸۱، قدیمی)

(۴) (ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب إذا صلی خمساً : ۱۴۶/۱، دار الحديث ملتان)

(۵) (وابن ماجہ، ص : ۷۸، قدیمی)

(۶) ”أنتم أعلم بأمر دنياکم“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً دون

ما ذكره صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲/۲۶۳، قدیمی)

(۷) تفصیل کے لئے دیکھئے: (جاء الحق : ۶۱، و بیچ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اور اسی طرح خالص صاحب کی تصنیف: (الکوثر الشہابیہ، ص : ۱۰، مطبع کلیں کلکتہ) ملاحظہ کیجئے۔

(۶) تفصیل کے لئے دیکھئے: (جاء الحق : ۲۳۳، میلاد شریف کامیاب، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

(۷) قال الله تعالى: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ، فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ الآية۔ (آل عمران، آیت : ۳۱)

وقال عليه السلام ”لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به“ (شرح السنة للبغوی:

۲۱۲/۱، بیروت)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر : ۳۵۸/۱، سہیل اکیڈمی)

”تقویۃ الایمان“ کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب

سوال [۱۰۰۸]: تقویۃ الایمان میں ایک جگہ یوں لکھا ہوا ہے کہ ”یوں نہ کہو کہ فلاں چیز کھائی یا پی تھی نقصان کر دیا اور یہ مرض ہو گیا، ایسا کہنا شرک ہے، نفع و نقصان سب اللہ کی طرف سے ہے“ (۱)۔ مگر زید کا سینکڑوں مرتبہ کا تجربہ ہے کہ ترشی دار کوئی بھی چیز کھائے تو آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش ہو جاتی ہے اور آنکھ مثل دکھنے کے ہو جاتی ہے اور جب شلغم، دال، مسور، اور ارہر کھاتا ہے تو فوراً قم معدہ پر جلن ہو جاتی ہے اور جب سولی کھاتا ہے تو گروہ میں بھاری پن ہو جاتا ہے۔

زید جب ان مرضوں کی شکایت طبیب سے کرتا ہے تو طبیب غذا کھانے کے بارے میں دریافت کرتا ہے کہ کیا کھایا تھا تو اس پر زید بتاتا ہے کہ رات کو فلاں چیز کھائی تھی، اب طبیب بہت سی چیزوں کو منع کرتا ہے، اگر کھاؤ گے تو مرض بڑھ جائے گا۔ طبیب کی منع کردہ اشیاء پر یقین یہ کر کے نہ کھانا کہ نقصان دینا گی اور مشاہدہ بھی ایسا ہی ہو کہ ان کے کھانے سے نقصان ظاہر ہو جاتا ہو، کیا واقعی شرک ہو جائے گا کہ اس چیز نے نقصان کر دیا، اگر شرک ہے تو پھر کیا سوچ کر طبیب کی ہدایت پر عمل کرے جو شرک نہ ہو؟

محمد نعیم الدین مدرسہ تعلیم القرآن لا اور بازار پٹوڑی ضلع پوڑی گڑھوال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی چیز کی تاثیر بغیر اذن خداوندی کے اثر نہیں کر سکتی، اس لئے کوئی چیز بھی مؤثر بالذات نہیں، اگر کسی چیز کا مؤثر بالذات اعتقاد کرے گا تو یہ شرک ہوگا (۲)۔ ترشی کھانے سے اگر آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش کا

(۱) ”تقویۃ الایمان میں شرک کی تردید مختلف عبارتوں کے ذریعے کی گئی ہے لیکن ان الفاظ کے ساتھ کہیں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۲) ”وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا عدوی ولا ہامة ولا نوح ولا صفر“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقي، باب الفال والطيرة، ص: ۳۹۱، قدیمی)

قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وانما أراد بذلك نفی ما كان يعتقده أصحاب الطبيعة، فإنهم كانوا يرون العلل المعنوية مؤثرة لا محالة، فأعلمهم بقوله هذا أن ليس الأمر على ما ينوّهون، بل هو متعلق بالمشيئة إن شاء كان، وإن شاء لم يكن“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقي، ص: ۳۳۳/۸، رشیدیہ) (وکذا فی شرح النووی علی صحیح مسلم، باب لا عدوی ولا طيرة الخ: ۲/۲۳۰، قدیمی)

ہونا ترشی کے لوازم ذاتیہ میں ہوتا تو جو شخص بھی کھاتا اس کو یہ تکلیف ضرور ہوتی، دنیا بھر کھاتی ہے اور یہ تکلیف نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترشی مؤثر بالذات نہیں بلکہ جس کے حق میں خدائے پاک کی طرف سے جب اذن ہوتا ہے ویسی تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔ شلغم، دال مسور، ارہر، مولیٰ وغیرہ سب کو اس پر قیاس کر لیں کہ کوئی بھی مؤثر بالذات نہیں، ورنہ اطباء سب کو ہی منع کر دیتے، تجربہ یا طبیب حاذق کی تجویز سے ایک چیز کا مضر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے پرہیز کرنا ہرگز شرک نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ۔

”نور الانوار“ کی عبارت پر غلجیان

سوال [۱۰۰۹]: نور الانوار کے دو مقام پر غلجیان ہے:

۱- ”قال: والقضاء يجب به الأداء عند المحققين خلافاً للبعض“ قال الشارح: لأن بقاء الصلوة والصوم في نفسه للقدرة على مثل من عنده وسقوط فضل الوقت لا إلى مثل و ضمان للعجز عنه أمر معقول في نفسه“ ص: ۳۴ (۲) شارح کی دلیل سمجھ میں نہیں آئی۔

۲- ”قال: والأداء أنواع: كامل وقاصر وما هو شبه بالقضاء، وفي هذا التفسير مسامحة؛ لأن الأقسام لا يتقابل فيما بينهما“ ص: ۳۶ (۳)۔

شارح یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اقسام میں آپس میں تقابل ہے، کامل قاصر اداء اور اداء شبیہ بالقضاء جمع نہیں ہو سکتے، جیسے کہ کلمہ کے اقسام ثلاثہ: اسم، فعل، حرف، ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ میرے نزدیک شارح کے اس قول میں مسامحت ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

۱- صوم صلوٰۃ کی فرضیت نص قطعی کے ساتھ ثابت ہے، جب وقت پر ادانہ کر سکے تو قطعاً لازم ہے، وقت پر ادانہ کر سکتے کی وجہ سے فریضہ ساقط نہیں ہوتا، یہ امر معقول ہے، اس کی تسلیم من عند نفس اس طرح ہوگی کہ نفس

(۱) لہذا تقویۃ الایمان کی عبارت پر بے جا اعتراضات کرنا سوہ فہم کا نتیجہ ہے۔

(۲) (نور الانوار، مبحث الأمر: ص: ۳۴، سعید)

(۳) (نور الانوار، مبحث الأمر: ص: ۳۶، سعید)

صوم و صلوٰۃ کی قضاء پیش کر دے جو کہ اصل کے مش ہے، البتہ اب وقت کی فضیلت حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، اس سے بجز ظاہر ہے جس کا آدمی مکلف نہیں، اس لئے بغیر فضیلت وقت کے جس قدر مثل اپنے اختیار میں ہے اسی پر کفایت کی گئی ہے اور اس کو تسلیم مثل الواجب کہا گیا ہے، پس جو نص موجب ادا نہیں وہی موجب قضاء ہے، کیونکہ فوت وقت کی وجہ سے وہ نص منسوخ نہیں ہوگی، نہ اس پر عمل ہوا بلکہ اس کا مطالبہ اب بھی باقی ہے، لہذا وجوب قضاء کیلئے کسی جدید نص کی حاجت نہیں۔ شارح کے کلام کا یہی حاصل ہے۔

۲۔ ماتن کے کلام میں مسامحت ہے جس کی کڑی دور تک (فخر الاسلام وغیرہ تک) چلی گئی ہے، شارح کے کلام میں مسامحت تسلیم کرنا انہوں نے بشرطیکہ تشریح شارح کا آپ جواب دیدیں جس میں وجہ مسامحت کا بیان ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۶/۲/۹۳ھ۔

۸۶ کا عدد تسمیہ کا قائم مقام نہیں

سوال [۱۰۱۰]: بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بدلہ ”۸۶“ لکھنے پر بسم اللہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ثواب ۸۶ لکھنے سے نہیں ملے گا، یہ تو بسم اللہ کا عدد ہے جن سے اشارہ ہو سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند

حاشیہ پر ”۱۲“ کا مطلب

سوال [۱۰۱۱]: جو کتابوں میں حاشیہ پر ۱۲ لکھا ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”۱۲“ کا مطلب ایسے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر بات پوری ہوگئی، یہ دو حرفوں کے اعداد کا

(۱) دیکھئے: آپ کے مسئل اور ان کا حل، ۸/۳۳۸، جائز و ناجائز، مکتبہ لدھیانوی

مجموعہ: ایک ح، اس کے آٹھ عدد ہیں (۱) دوسرا حرف ”ذ“ اس کے چار عدد ہیں (۲)، ان کا مجموعہ ۱۲ ہے۔ نقطہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

اللہ تعالیٰ کیلئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ

سوال [۱۰۱۲]: ایک صاحب قرآن شریف مترجم حضرت تھانوی رحمہ اللہ منقول الای مگر جب کلام پاک منقول کرنے والے نے دیکھا کہ ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے اور رسم اللہ کا ترجمہ یہ ہے: ”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں“ بس فوراً کہہ دیا کہ یہ ترجمہ غلط ہے، اب آپ فرمادیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے یا صحیح؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ترجمہ صحیح ہے، مقام ادب میں اس طرح بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، اس سے جمعیت یا اتحاد مقصود نہیں ہوتی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۲۸/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

اختتامِ مجلس کی دعا میں واحد کے صیغہ کو جمع سے پڑھنا

سوال [۱۰۱۳]: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اختتامِ مجلس کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: ”سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک وبحمدک، وأشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك“۔

(۱) فیروز اللغات (اردو جامع) ص: ۵۶۰

(۲) فیروز اللغات (اردو جامع) ص: ۶۰۵، فیروز سنز

نوٹ: پہلے زمانے میں یہی ۱۲ کا عدد انتہائے کلام پر لکھا جاتا تھا اور آج کل عربی کتابت میں اس کی جگہ تکتہ لگایا جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے: (۰)۔

(۳) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اپنے لئے جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں کما قال: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُزِّلْنَا الذِّكْرَ، وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجرات: ۱۴، آیت: ۹)

خط کشیدہ صیغہ واحد متکلم کا ہے، اسے جمع متکلم کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اختتام مجلس کے بعد دعا پڑھتے تھے اور جو دعاء پڑھتے وہی ہم پڑھ رہے ہیں، پھر بھی واحد کی جگہ جمع کا صیغہ پڑھنا یا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے کہ اس میں اہل مجلس کی شرکت بھی ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۱ھ۔

لفظ ”حضور“ کا استعمال

سوال [۱۰۱۴]: لفظ ”حضور“ صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی کے لئے مخصوص ہے، اس لئے آپ یہ بتائیں کہ اگر لفظ حضور کسی دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جائے تو کیا گناہ ہے۔
یا حسین، ہر دوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، گناہ نہیں (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمد وگلشنی۔

(۱) ”قال العلماء الشافعية والحنابلة يستحب للإمام أن يقول في دعاء القنوت المودى عن الحسن بن علي رضي الله عنه: ”اللهم اهدنا فيمن هديت“ بجمع الضمير مع أن الرواية: ”اللهم اهدني فيمن هديت“ بإفراد الضمير. قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلي في كشف القناع في شرح الإقناع: والرواية إفراد الضمير، وجمع المؤلف؛ لأن الإمام يستحب له أن يشارك المأموم في الدعاء. انتهى“. (تحفة الأحوذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء في كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعاء: ۳۴۳/۲، مطبع المدني القاهرة)

(۲) اس لئے کہ اس کا معنی علامہ ابوالفضلؒ یوں کرتے ہیں: ”الحضور نقيض الغيب والغيب“ (لسان العرب، حرف الواو: ۱۹۶/۴، دار صادر، بيروت)

اور فارسی میں اس کا معنی علامہ غیاث الدینؒ یوں بیان کرتے ہیں: ”حضور بضمین مصدر است بمعنی حاضر شدن نقيض غيب، ودر عرف کلمه تعظيم است بلکه بر ذات مخدومان اطلاق کنند.“ (غیاث اللغات، ص: ۱۷۴، سعید)

لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ

سوال [۱۰۱۵]: ”آدمنامہ“ میں جو طریقہ متعدی ہے، اس کا کیا مطلب ہے (۱)؟

الجواب حامد اومصلیاً:

فعل لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ مراد ہے، یعنی جو فعل صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے اس کو متعدی بنانا چاہتے ہیں تاکہ اس کا تعلق مفعول بہ سے بھی ہو۔ تو اس کی صورت یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی فعل ایک مفعول پر پورا ہو جاتا ہے اس کا تعلق دو مفعول سے ہو جائے، مثلاً: ”خوردن“ کھانا، یہ ایک مفعول پر پورا ہوتا ہے اس کو دو مفعول سے متعدی بنایا جائے تو ”خورانیدن“ بنایا جائے، ایسے ہی ”پرسیدن“ سے ”پرسانیدن“ ہوگا، ایسے ہی ”پروردن“ سے ”پروانیدن“ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عتہ دارالعلوم دیوبند۔

”غزیر العلم“ کے معنی

سوال [۱۰۱۶]: ”غزیر العلم“ ہے، وسیع العلم، فتویٰ صرف لفظ غزیر کا لینا ہے کہ لفظ صحیح کیا ہے؟

غزیر ہے یا غزیر، نیز غزیر کے کیا معنی ہوں گے؟ جواب سے نوازیں۔

= اور اردو میں اس کا معنی مولوی نور الحسن قیریوں کرتے ہیں: ”حضور: حاضر ہونا، سامنے آنا، کلمہ تعظیم ... عزت کا لقب۔“

(نور اللغات: حضور: ۳/۲۲۲، سنگ پبلی کیشنز لاہور)

الحاصل عربی، فارسی، اردو میں سے کسی زبان میں یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خصوصیت کیساتھ مستعمل نہیں، اسلئے یہ لفظ دوسرے انسانوں کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے:

قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالى: (لقد كان لكم فی رسول الله أسوة حسنة) الآية:

”والآیة وإن سبقت للاقتداء به علیه الصلاة والسلام فی أمر الحرب من الثبات ونحوه، فہی

عامۃ فی کل أفعاله صلی الله علیہ وسلم إذا لم یعلم أنها من خصوصیاتہ کنکاح ما فوق أربع نسوة“.

(روح المعانی: ۲۱/۱۶۷، دار احیاء التراث العربی)

(۱) ملاحظہ کیجئے: (رسالہ آدمنامہ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ میں غزیرا العلم ہے یعنی غین ہے نقطہ والا، عین نہیں بلا نقطہ والا، پھر ”ز“ نقطہ دار ہے، پھر ”ی“ ہے پھر ”ر“ ہے بلا نقطہ، اس کے معنی ہیں زیادہ اور گہرا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

”روشن ضمیر“ کا مطلب

سوال [۱۰۱]: اللہ کے بندے روشن ضمیر ہوتے ہیں تو کیا ان کو چودہ طبق کے معاملات نظر آتے ہیں اور وہ سب کچھ جانتے ہیں؟
ظہور احمد جامع مسجد کوثر ضلع مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

روشن ضمیر کا مطلب یہ نہیں کہ چودہ طبق نظر آئیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایسا نور پیدا فرمادیا ہے کہ وہ سنت و بدعت، صدق و کذب، حق و باطل، طاعت و معصیت میں ایسا فرق کر لیتے ہیں کہ ہرگز بدعت و معصیت کے لئے آمادہ نہیں ہوتے کہ ان کا یہ نور سلب ہو جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

(۱) ”الغزارة: الكثرة، وقد غزر الشيء، بالضم، بغزر، فهو غزير، ابن سيدل: الغزير الكثير من كل شيء، وأرض مغزورة: أصابها مطر غزير الدر“۔ (لسان العرب: حرف الراء، ۲۳/۵، دار صادر)
تفصیل کے لئے دیکھئے: (القاموس المحيط للفيروز آبادی، باب الراء: ۱۸۴/۲، دار الفکر)
(۲) قال الآلوسی رحمہ اللہ تحت قوله تعالى: ”أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه“:
”وهو اللطف الإلهي المشرق عليه من بروج الرحمة عند مشاهدة الآيات التكوينية والتزلية للاهتداء بها إلى الحق“۔ (روح المعاني سورة الزمر: ۲۳/۲۵۷، دار إحياء التراث بيروت)

قال عليه الصلاة والسلام: ”اتقوا فراسة المؤمن، فإنه ينظر بنور الله عز وجل“۔ قال المناوي في شرح هذا الحديث: ”قوله: (فإنه ينظر بنور الله عز وجل): أي يبصر بعين قلبه المشرق بنور الله تعالى، وبأستار القلب تصح الفراسة؛ لأنه يصير بمنزلة المرأة التي تظهر فيها المعلومات كما هي، والنظر بمنزلة النقش فيها. قال بعضهم: من غضى بصره عن المحارم، وكف نفسه عن الشهوات، وعمر باطنه المرافيه، ونعوى أكل الحلال، لم تخطئ فراسته“۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۱۵۱، ۱، ۱، ۲۶۹، ۲۷۰، مكتبة نزار مصطفى رياض)

اعلیٰ حضرت لقب کا حکم

سوال [۱۰۱۸]: احمد رضا خان صاحب مجدد بھی ہیں اور ان کا لقب ”اعلیٰ حضرت“ بھی ہے، میں نے تو کسی کتاب میں کسی پیغمبر کے لئے سوائے حضرت، اعلیٰ حضرت خطاب نہیں دیکھا، جو لقب حضرت سے بڑھ جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی انسان کی تعریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہیں، آپ کے مرتبہ کو نہ فرشتہ پہنچا، نہ پیغمبر، نہ کوئی پہنچ سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

”سید، مولیٰ، عبد“ کے معانی

سوال [۱۰۱۹]: کتاب التوحید میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا ”أنت سيدنا وأفضلنا وخيرنا“ الخ أو كما قال۔ آپ نے فرمایا: ”السيد هو الله“ (۲) ، تو اس سے سید کہنے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ مالک رقیہ غلام کو ”عبدی“ نہ کہے اور غلام مالک کو ”رب“ نہ کہے بلکہ سید کہے (۳) اور سید خادم ہے، یہاں سید کہنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ دونوں

(۱) ”والمعتقد المعتمد أن أفضل الخلق نبينا حبيب الحق، وقد ادعى بعضهم الإجماع على ذلك، فقد قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن الله فضل محمداً على أهل السماء وعلى الأنبياء. وفي حديث مسلم والترمذی عن أنس رضي الله تعالى عنه: ”أنا سيد ولد آدم يوم القيمة ولا فخر الخ“ (شرح الفقه الأكبر، بعد قول الماتن: ”والله يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم“، ص: ۱۱۳، قدیمی)

(۲) ”عن عبد الله بن الشخير رضي الله عنه، قال: انطلقت في وفد بني عامر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلنا: أنت سيدنا، فقال: ”السيد الله تبارك وتعالى“ الخ الحديث. (فتح المجيد، شرح كتاب التوحيد، باب ما جاء في حماية النبي صلى الله عليه وسلم حماية التوحيد، وسده طرق الشرك، ص: ۳۵۶، ۳۵۷، جمعية إحياء التراث الإسلامي، الكويت)

(۳) ”في الصحيح، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”لا يقل أحدكم: أطعم ربك، وصي ربك، وليقل: سيدي ومولاي، ولا يقل أحدكم: عبدی وأمتی، وليقل: فتای وفتاتی وغلami“۔

ایک دوسرے کے متضاد ہیں، کیا یہ حدیثیں صحیح ہیں، اگر صحیح ہیں تو پھر ایک دوسرے کے خلاف کیوں ہیں؟

مزے کی بات یہ ہے کہ فاضل مصنف کتاب التوحید میں جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں وہ خطبہ کے اندر

خود بھی سیدنا مولانا کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿أَنْتَ مُوَلَانَا﴾ (۱) اور ﴿اللَّهُ وَلِي

السَّيِّدِ امْنَوَا﴾ (۲) تو کیا دوسرے کو ”مولانا“ کہنا درست ہے؟ کیا یہ حدیث درست ہے کہ: ”مَنْ لَا مُوَلَاةَ،

فَعَنَى مُوَلَاةً“۔ جب کہ مومنین کا مولیٰ اور ولی اللہ ہی ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیسے فرمایا گیا؟

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں، وضاحت فرمائیں ”علی“ اور ”عَلَى“ میں کیا فرق ہے؟ یہ نام کیسے جائز

رکھا گیا ویسے تو منع کرتے ہیں کہ رازق و خالق نہ کہو، عبد اللہ و عبد الخالق نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”سید“ کے ایک معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے سید صرف اللہ ہے اسی اعتبار سے فرمایا ہے

”السيد هو الله“۔ ایک معنی کے اعتبار سے دوسروں پر بھی اس کا اطلاق درست ہے (۳)، تضاد رفع ہو گیا۔ اسی

طرح عبد کے ایک معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے اس کی اضافت غیر اللہ کی طرف نہ کی جائے، ایک معنی

کے اعتبار سے غیر اللہ کی طرف بھی اضافت جائز ہے (۴)، جیسے عبد المطلب (۵)۔ عبد کی جمع ”عباد“ آتی ہے،

= (فتح المحيد، باب لا يقول: عبدی وأمتی، ص: ۳۰۶)

(۱) (البقرة: ۲۸۶)

(۲) (البقرة: ۲۵۷)

(۳) وفي مجمع بحار الأنوار: ”(سود) فيه: قيل: أنت سيد قریش، فقال: ”السيد هو الله“: أي هو

الذي يحق له السيادة.....: ”أنا سيد ولد آدم“..... وهو سيدهم في الدارين لظهوره يؤمنه،

يبعث المقام المحمود..... إن ابني هذا سيد، قيل: أي حلیم..... انظر وا إلى سيدنا ما يقول: أي

إلى من سؤدناه على قومه الخ“، (۳/۱۳۰، حيدر آباد دکن)

(۴) ”العبد: الإنسان حرّاً كان أو رقيقاً، يذهب بذلك إلى أنه مريبوب لباريه..... والعبد:

المملوك خلافاً للحر“، (لسان العرب: ۳/۲۷۰، دار صادر)

(۵) عبد المطلب آپ کے دادا کا اصل نام نہیں ہے بلکہ ان کا نام شیبہ تھا، عبد المطلب کے والد ہاشم کا شام کے سفر کے دوران

انتقال ہو گیا تھا، ان کے بعد حجاج کی سیرابی اور مہمان نوازی کی ذمہ داری ان کے بھائی مطلب بن عبد مناف پر آئی۔ =

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَأَنْكَحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ﴾ الآية (۱)۔

لفظ ”مولیٰ“ کے معنی بھی متعدد ہیں: ایک معنی کے اعتبار سے ”مولیٰ“ صرف اللہ ہے جیسے ”اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم“ (۲) الحدیث۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے غیر اللہ کو بھی مولیٰ کہنا درست ہے، صاحب ہدایہ نے ایک روایت بالمعنی نقل کی ہے جس میں ایک صحابی کو ارشاد فرمایا ہے: ”أنت مولانا“۔

”من لا مولیٰ لہ فمولاه علی“ کے الفاظ تو کسی حدیث میں دیکھنا یا نہیں، البتہ ایک دوسری روایت ہے: ”من کنت مولاه، فعلى مولاه“ (۳)۔

”العلى“ اللہ کا نام ہے مگر ”على“ لفظ مشترک ہے، غیر اللہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اگر یہ نام ناجائز ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ضرور بدل دیا جاتا، جس طرح کہ دوسرے ایسے نام تبدیل کر دیئے گئے (۴) اور محدثین نے ”تغییر الاسماء الفیحہ“ کا مستقل باب منعقد کیا ہے، جو لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص

= مطلب اپنے بھتیجے کو لینے مدینہ آئے تو شیبہ کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو نے بٹنے کو لے جانے سے منع کر دیا، انہوں نے سمجھایا کہ میرا بھتیجا ایک غیر قوم میں پرورش پا کر بالغ ہونے والا ہے، ہم عزت و شرافت اور سیادت والے لوگ ہیں، لوگوں کی ذمہ داریاں ہمارے اوپر ہیں، شیبہ کی پرورش کے لئے اس کی قوم، خاندان اور شہر سب کچھ یہاں بہتر ہے تو والدہ نے شیبہ کو لے جانے کی اجازت دے دی۔

مطلب جب اپنے بھتیجے کو لے کر آئے تو قریش کے لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ مطلب نے غلام خریدا، چنانچہ وہ عبدالمطلب کہنے لگے، مطلب کہتے رہ گئے کہ ”وَبِعَٰنِکُمْ! إِنَّمَا هُوَ ابْنُ أَخِي“ ہاشم ”ارے! یہ تو میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے، غلام نہیں، لیکن پہلے والا لقب ان کے علم پر غالب آ گیا اور عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (السيرة النبوية، لابن ہشام، میلاد عبدالمطلب ونسبه تسميته كذلك: ۱۳۵/۱، مصطفیٰ البابی، مصر)

(۱) (النور: ۳۲)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد: ۵۷۹/۲، قدیمی)

(۳) (مسند الإمام أحمد، حدیث البراء بن عازب: ۳۵۵/۵، دار احیاء التراث العربی)

(۴) ”عن زینب بنت أبی سلمة قالت: سُمِيتُ برة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا تزکوا أنفسکم، الله أعلم بأهل البر منکم، سمّوها زینب“۔ رواہ مسلم“۔

”وعن ابن عمر أن بنتاً كانت لعمر يقال لها: عاصية، فسمّاها رسول الله صلى الله عليه وسلم جميلة“۔ رواہ مسلم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأسماء، الفصل الأول، ص: ۴۰۷، قدیمی) =

ہے، اس کا اطلاق غیر اللہ پر ممنوع ہے (۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

معذور اور مجبور میں فرق

سوال [۱۰۲۰]: مجبور اور معذور میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کس فن کے اصطلاحی لفظ ہیں؟

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

روزِ شرعی و لغوی

سوال [۱۰۲۱]: شریعت میں دن کب سے کب تک ہے، اُضحیٰ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک

کو دن شمار کیا جائے تو: ﴿اتِمُوا الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ القرآن (۲) اور ”صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ“ الحديث (۳)

= ”وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغَيِّرُ الْأَسْمَاءَ الْقَبِيحَ“. رواه الترمذی.

”وَعَنْ بَشِيرِ بْنِ مِيمُونٍ عَنْ عَمِّهِ أَسَامَةَ بْنِ أَخْدَرٍ أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ: أَحْرَمٌ، كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ

أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَا اسْمُكَ؟“ قَالَ: أَحْرَمٌ،

قَالَ: ”بَلْ أَنْتَ زُرْعَةٌ“ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَقَالَ: وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَ الْعَاصِ وَعَزِيزَ وَعَتَلَةَ

وَشَيْطَانَ وَالْحَكَمَ وَغَرَابَ وَحَبَابَ وَشَهَابَ، وَقَالَ: تَرَكْتُ أَسَانِيدَهَا لِالِاخْتِصَارِ“. (المشكوة، باب

الأسامي، الفصل الثاني، ص: ۴۰۸، قديمی)

(۱) ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ يُسَمَّى ”مَلِكُ الْأَمْلاَكِ“. رواه البخاری. وفي رواية مسلم: قَالَ: أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ

الْقِيَمَةِ وَأَخْبَشُهُ رَجُلٌ كَانَ يُسَمَّى مَلِكُ الْأَمْلاَكِ، لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ“. (المشكوة، المصدر السابق)

(۲) (البقرة: ۱۸۷)

(۳) ”وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ“. قلت: غريب ورواه عبد الرزاق في =

میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ جب آیت کے مطابق مغرب رات میں داخل ہے اور حدیث کے مطابق فجر دن میں داخل ہے تو فجر کی نماز بالجہر نہیں ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی نہار صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے: ”اليوم الشرعی من طلوع الفجر إلى الغروب اه“۔ منامی: ۸۰/۲ (۱)۔ عرفی نہار طلوع شمس سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر شریعت نے اس کا بھی اعتبار کیا ہے، مسئلہ قرآن بالجہر میں بھی ایسا ہی ہے۔

”صلوة النهار عجماء“ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ ہو سکے تو اس متن کو مع سند نقل فرمادیں (۲)۔

نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

عبادت و اطاعت میں فرق

سوال [۱۰۲۲]: آیت ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّالِّمِينَ﴾ والانس والیعبدون کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبادت انسان و جنات کی امتیازی خصوصیت ہے اور باقی مخلوقات اطاعت کرتے ہیں۔ تو کیا عبادت و اطاعت کی حقیقت الگ الگ ہے؟ دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے یا ایک ہے؟ کیا دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبادت غایت تذلّل کے ساتھ تعظیم حسب الامر صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ

= مصنفہ من قول مجاہد و أبی عبیدہ، فقال: أخبرنا معمر عن عبد الكريم الجزري قال: سمعت أبا عبیدة يقول: ”صلاة النهار عجماء“۔ انتہی۔

”أخبرنا ابن جریج قال: قال مجاهد: ”صلاة النهار عجماء“۔ انتہی۔ وقال النووي في الخلاصة: حديث ”صلاة النهار عجماء“ باطل لا أصل له۔ انتہی۔ (نصب الراية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الحديث الثالث والخمسون: ۳/۲، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصوم: ۳۷۱/۲، سعید)

(۲) عبدالرزاق وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث باطل ہے، كما مرّ فليراجع، ص: ۳۲۸، الحاشیة رقم: (۳)

وإياك نستعين ﴿الآية (۱)﴾۔ اطاعت (بات ماننا) دوسروں کی جھوٹ جاتی ہے: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم﴾ الآية (۲)۔ عبادت اخص مطلق ہے اور اطاعت اعم مطلق ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۲ھ۔



(۱) (الفاتحة: ۱۳)

”العبادة لا تقوم إلا بقطب رحاها الذي لا تدور إلا عليه، وذلك غاية الدل في غاية المحبة“.
(تيسير العزيز الحميد، شرح كتاب التوحيد، باب ما جاء في حماية النبي صلى الله عليه وسلم اهـ، ص: ۳۲، المكتب الاسلامي)

(۲) (النساء: ۵۹)

(۳) ”ذكر شيخ الإسلام زكريا أن الطاعة فعل ما يثاب عليه، توقف على نية أولاً، عرف من يفعله لأجله أولاً... والعبادة ما يثاب على فعله، ويتوقف على نية الخ“۔ (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب الفرق بين الطاعة والقربة والعبادة: ۱۰۶/۱، سعيد)

فتویٰ کا بیان

قاضی اور مفتی میں فرق

سوال [۱۰۲۳]: مفتی اور قاضی میں کیا فرق ہے؟

المرسل بندہ محمد قطب الدین مہتمم مدرسہ رنگپور بنگال۔ ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مفتی اور قاضی کے احکام میں متعدد طرق سے فرق ہے، نفس منصب کے اعتبار سے ایک اہم فرق ہے کہ مفتی مخبر ہے اور قاضی ملزم ہے: ”لا فرق بین المفتی والقاضی إلا أن المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم اھ“۔ در مختار۔ قال الشامی: ”(قوله: لا فرق الخ): أي من حیث أن کلاً منهما لا يجوز له العمل، بل علیه اتباع ما رجحوه فی کل واقعة وإن کان المفتی مخبراً والقاضی ملزماً، وليس المراد حصر عدم الفرق بينهما من کل جهة، فافهم اھ“۔ ردالمحتار (۱)۔

ترجمہ: مفتی اور قاضی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ مفتی حکم کی خبر دینے والا ہے اور قاضی (حکم کو) لازم کرنے والا (اس پر عمل درآمد کرنا والا ہے) در مختار، شامی نے کہا کہ (اس کا قول کوئی فرق نہیں) کہ دونوں (مفتی و قاضی) میں سے کسی کو عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک پر اس کا اتباع لازم ہے جس کو انہوں (اصحاب ترجیح) نے ترجیح دی ہے ہر واقعہ میں، اگرچہ مفتی خبر دینے والا اور قاضی عمل درآمد کرنے والا ہے، دونوں کے درمیان ہر جہت سے عدم فرق کا حصہ مراد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۵/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۷ھ۔

(۱) دیکھئے: (رد المحتار علی الدر المختار، المقدمة: ۱/ ۳۷۷، مطلب إذا تعارض التصحیح، سعید)

(و کذا فی مجموعة رسائل ابن عابدین: ۱/ ۱۱، سہیل اکیڈمی)

(و کذا فی إعلام الموقعین: ”فالحاکم مخبر منفذ و المفتی مخبر غیر منفذ“: ۳/ ۱۳۳، دار الکتب

ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ

سوال [۱۰۲۲]: فقہاء رحمہم اللہ کا قاعدہ صریح ہے کہ ظاہر الروایۃ ہوتے ہوئے دوسری روایت پر فتویٰ نہیں ہوگا، پھر اس کے خلاف اکثر مسائل میں کیوں فتویٰ دیا جاتا ہے؟ بینوا تو جروا۔ بندہ نور محمد غفرلہ الصمد بر سپال
الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کے خلاف کرنے کی بھی فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو قول ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے وجہ ترجیح کی ضرورت ہے اور وجوہ ترجیح مختلف ہیں، اسی طرح ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں، اگر کسی ایک قول کی فقہاء نے صراحۃً ترجیح بیان کر دی ہو تو وہ دوسرے قول پر مقدم ہوگا اگرچہ وہ دوسرا قول ظاہر روایت ہی کیوں نہ ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کو صراحۃً ترجیح نہیں اور ایک ان میں ظاہر الروایت ہے تو یہ ظاہر الروایۃ ہونا بھی اس کے لئے مرجح ہوگا۔ شرح عقود رسم المفتی میں ہے۔

وإن تجد تصحيح قولين ورد	فاختر لما شئت فكل معتمد
إلا إذا كان صحيحاً وأصح	أو قيل: ذا يفتى به فقد رجح
أو كان في الثمّن أو قول الإمام	أو ظاهر المروى أو جلّ العظام
فال به أو كان الاستحسانا	أو زاد للأوقاف نفعاً بآنا
أو كان ذا أوفق للزمان	أو كان ذا أوضح في البرهان
هذا إذا تعارض التصحيح	أو لم يكن أصلاً به تصريح
فتأخذ السني له مرجح	مما عنتمه فهذا الأوضح

شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتی مجموعۃ رسائل ابن عابدین (۱)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود ننگوی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ رجب/ ۱۴۵۷ھ۔

(۱) (شرح عقود رسم المفتی فی ضمن مجموعۃ رسائل ابن عابدین: ۱/ ۳۹، سہیل اکیڈمی لاہور)

وفی الدر: "وإذا كان في المسئلة قولان مصححان، جاز الإفتاء والقضاء بأحدهما،

بحر و مصنف۔

شامی دیکھ کر فتویٰ دینا

سوال [۱۰۲۵]: شامی کا کتب فقہ میں کیا درجہ ہے، آیا فقط شامی دیکھ کر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

افتخار حسین کاندھلہ، ۲/ رجب/ ۶۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی جامع ہے اور مجموعی حیثیت سے معتبر ہے، صاحب اتقان کے لئے صرف شامی دیکھ کر فتویٰ دینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود کنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، صحیح: عبداللطیف، ۶/ رجب/ ۶۶ھ۔

= وفي رد المحتار: " (قوله: قولان مصححان): أي وقد تساوى في لفظي التصحيح، والأول والأولى الأخذ بما هو أكمل في التصحيح كما لو كان أحدهما بلفظ: الصحيح والآخر بلفظ: عليه الفتوى، فإن الثاني أقوى، وكذا لو كان أحدهما في المتن أو ظاهر الرواية أو كان عليه الأكثر أو كان هو الأوفق، فإنه إذا صح هو ومقابلته كان الأخذ به أولى الخ". (رد المحتار: ۳/ ۳۶۳، مطلب فيما إذا كان في المسألة قولان مصححان، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/ ۵۳۹، كتاب الوقف، دار المعرفة، بيروت)

(۱) قال أحمد النقيب: "يعتبر هذا الكتاب "خاتمة التحقيقات والتوجيهات في المذهب الحنفي" لتأخر جامعته ومباعدة إطلاعه واضعه وتحريره ما اعتمدته المتأخرون الثقات، ولأنه أجمع كتاب في الفقه الحنفي من كتب الفتوى والتوجيه، ويعتبر لدى علماء الحنفية منحل المذهب فيما عليه الفتوى، ولا يكاد يفتنى في الفقه الحنفي دون الرجوع إليه، وكان وما يزال أهم كتب الفتوى التي انحصرت جهد الفقهاء المتأخرين على قراءتها، وقد جمع فيه ابن عابدين (رحمه الله) "حصى كتب المذهب، مع التحرير للنقول وموازنة بعضها ببعض والاستمداد من الكتب الأصلية بدقة وعناية الخ". (المذهب الحنفي ۲۰، ۵۸۳، مكتبة الرشد، رياض)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (مقدمة في الفقه، ص: ۱۱۹، للدكتور سليمان أياخيل، دار العاصمة، رياض)

(ورد المحتار: ۱/ ۸۴، ۱۳۲، دار الفكر بيروت)

جاہل مفتی

سوال [۱۰۲۶]: ایک صاحب میرے یہاں ہیں ان کا نام خدا بخش ہے اور وہ فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ وہ عربی جانتے بھی نہیں ہیں، ہر سال بچوں کے اسکول کا روپیہ کھا جاتے ہیں اور اپنی برادری میں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ بھائیو! میں نے اسکول کا روپیہ اپنے خرچ میں لے لیا ہے اور میں ادا نہیں کر پاؤں گا اس کو آپ لوگ معاف کر دیجئے۔ وہ بے چارے مجبور ہو کر معاف کر دیتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ یہ دے نہیں پائے گا۔ اور نماز میں تہجد ادا کرتا ہے اور نئی شارع عام پر پھرتا ہے، راستہ چلنے والی عورتیں اور آدمی اپنے منہ پھیر لیتے ہیں مگر ان کو شرم نہیں لگتی۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان میں ایک باغ ہے اس کے پیڑ کے نیچے بیٹھا پانچنا پھر ہاتھ۔ یہ فعل اس مفتی جاہل کے لئے کب روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

جاہل آدمی کا بلا تحقیق علم حاصل کئے فتویٰ دینا فتویٰ نہیں بلکہ ضلالت اور گمراہی ہے (۱) اور ایسے شخص کو مفتی کہنا بھی جہالت اور ضلالت ہے، سب کے سامنے مترکھولنے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱۵/۱/۹۰ھ۔

(۱) "و عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من أفتی بغير علم کان اثمہ علی من أفتاہ". (سنن ابی داود، باب التوفی فی الفیاء: ۱۵۹/۲، امدادیہ ملتان)

"من أفتی الناس و لیس بأهل للفتوی، فهو اثم و عاص". (إعلام الموقعین: ۲/۲۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(و مسند الإمام أحمد: ۲/۳۶۵، رقم الحدیث: ۸۵۵۸، دار إحياء التراث العربی)

(۲) "عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتقوا اللہ و استحيوا و تراءوا، و لا یغتسل أحد منکم إلا و علیہ سترہ، و یسترہ أخوہ و لرب ثوبہ". قال: و نا ابن وہب أخبرنی عبد الرحمن بن سلمان عن عمرو مولى المطلب عن الحسن قال: و بلغنی أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لعن اللہ الناظر والمنظور". (شعب الإيمان للبيهقي: ۱/۶۲، باب الحياء، دار الکتب العلمیہ) =

غیر مستند عالم کا فتویٰ دینا

سوال [۱۰۲۷]: کوئی غیر مستند عالم یا غیر مستند مفتی جس نے کسی ادارے سے سند حاصل نہ کی ہو ایسا شخص تحریری یا زبانی فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اکثر جماعت اسلامی کے افراد جو کہ اکثر عالم نہیں ہوتے اور نہ مفتی ہوتے ہیں وہ فتویٰ دیتے ہیں لہذا ایسے غیر مستند مفتیوں کے فتاویٰ کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

جس مسئلہ کی پوری تحقیق کر لی ہو خواہ استاذ سے پڑھ کر ہو یا اہل علم سے سن کر ہو اس کو پوری احتیاط کے ساتھ نقل کرنا درست ہے، از خود کتاب دیکھ کر بسا اوقات سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے، اس لئے محتاط حضرات ہمیشہ فتویٰ دینے سے بچتے ہیں، جب تک کہ اس فن کو باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو وہ ہرگز جسارت نہیں کرتے، اس کی اجازت بھی نہیں (۱)۔ عقود رسم المفتی میں ہے ۔

فلیس یجراً علی الأحکام سری شقی خاسر المرام (۲)

غیر تحقیق کے اگر فتویٰ دیا تو اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہوتا ہے (۳)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے فتویٰ دینے کی غلطی کبھی نہیں کی“ ایک دفعہ ان سے فتویٰ دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ ”فتویٰ کسی مفتی سے پوچھو دین کی بات میں بتاتا ہوں“ او

= (ومشکوۃ المصابیح: ۱۳/۲، باب النظر إلى المخطوطة، کتاب النکاح، المکتب الإسلامی)

(۱) قال العلامة ابن عابدین: ”رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر سئل في شخص يقرأ، ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، ويفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله: لا يجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه الخ“ (مجموعة رسائل ابن عابدین: ۱۵/۱، سہیل اکیڈمی)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی فی ضمن مجموعة رسائل ابن عابدین: ۳۳/۱، سہیل اکیڈمی)

(۳) ”و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أفتى بعير علم كان انمه على من أفتاه“ (سنن أبي داود، باب الترقى في الفتيا: ۱۵۹/۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

”من أفتى الناس وليس بأهل للفتوى فهو اثم وعاص“ (إعلام الموقعين: ۱۶۶/۳، دار

الكتب العلمية، بيروت)

کما قال، پھر جماعت اسلامی والے کیا فتویٰ دیکر غلطی میں مبتلا ہوتے یا کرتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مجتہد اور غیر مفتی کا فتویٰ دینا

سوال [۱۰۱۸]: عالم مجتہد کون ہے؟ اگر کوئی ناظرانہ قرآن شریف پڑھ کر چند کتب فقہ کی پڑھ لے، وہ عالم مجتہدین میں داخل ہے کہ نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ عالم مجتہد نہیں، اجتہاد تو بڑا درجہ ہے، ایسے شخص کے لئے تو یہ بھی حق نہیں کہ معمولی مسائل روزمرہ میں فتویٰ بتا سکے کہ کس قول پر فتویٰ ہے:

”سئل فی شخص یقرأ، و یطالع فی الكتب الفقهية بنفسه، ولم یکن له شیخ، ویفتی، و یعتمد علی مطالعته فی الكتب، فهل یجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله: لا یجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه؛ لأنه عامی جاهل لا یدری ما یقول، بل الذی يأخذ العلم عن المشایخ المعترین، فلا یجوز له أن یفتی من کتاب ولا من کتابین، بل قال النور ولا من عشرة، فإن العشرة والعشرین قد یعتمدون کلهم علی مقالة ضعيفة فی المذهب، فلا یجوز تقلیدهم فیها، بخلاف الماهر الذی أخذ العلم عن أهلہ وصارت له فیہ ملکہ نفسانیة، فإنه یمیز الصحیح من غیره، و یعلم المسائل وما یتعلق بها علی الوجه المعتمد به، فهذا هو الذی یفتی الناس، و یصح أن یکون واسطةً بینهم و بین الله تعالی، و أما غیره فیلزمه إذا تسور هذا المنصب الشریف التعزیر البلیغ والزجر الشدید الزاجر ذلك الأمثال عن هذا الأمر القبیح الذی یؤدی إلى مفسد لا تحصى“۔ (شرح عقود رسم المفتی عن الفتاوی الکبری (۱)۔)

(۱) (شرح عقود رسم المفتی : ۱/۱۵، فی ضمن مجموعة رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی)

”وروی الطبرانی عن معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مرفوعاً: ”یا ایہا الناس! تعلموا، إنما العلم بالتعلم، والفقہ بالفقہ، و من یرد الله به خیراً یفقہ فی الدین“۔ (فتح الباری : ۱/۱۶۱، کتاب العلم، دار الفکر، بیروت)
(کذا فی تعلیق التعلیق لابن حجر رحمہ اللہ تعالی : ۷/۲، المکتبہ الاسلامی)

مجتہدین کے طبقات متعدد و متفاوت ہیں، ہر طبقہ کی تعریف علیحدہ ہے، تفصیل مطلوب ہو تو رد المحتار (۱)، النافع الكبير (۲) عقود رسم المفتی (۳) وغیرہ مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/محرم/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/محرم/۶۷ھ۔

بغیر علم کے مسئلہ بتانا اور حدیث کی طرف منسوب کرنا

سوال [۱۰۲۹]: اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کے ایک مسجد کا امام بن گیا پھر وہ لوگوں کو مسئلہ

بتانے کے وقت کہتا ہے کہ یہ مسئلہ حدیث کا قول ہے حتیٰ کہ ہر ایک مسئلہ میں کہتا ہے۔ تو اگر حدیث کا قول نہ ہو تو

اس امام کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو شخص خود واقف نہ ہو اس کے لئے مسئلہ بتانے کی اجازت نہیں (۴) اور جو شخص اپنی طرف سے بات

بنا کر کہے کہ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو وہ جھوٹا اور کذاب

ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”من کذب علی متعمداً فلیتواء مقعده من النار“۔ رواہ البخاری (۵)، ”وعن سمرۃ بن

جندب، والمغيرة بن شعبة رضي الله تعالى عنهما، قالوا: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

(۱) (رد المحتار: ۷/۱، المقدمة، مطلب فی طبقات الفقہاء، سعید)

(۲) (النافع الكبير شرح الجامع الصغير، ص: ۷-۱۱، إدارة القرآن)

(۳) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۴، ۵، دار الاشاعت)

(۴) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”غیر عالم کا مسئلہ بتانا“ رقم الحاشیة: ۱)

(۵) (صحیح البخاری: ۲۱/۱، کتاب العلم، قدیمی)

”وقال ابن حجر رحمه الله تعالى، في شرحه: وقد فرق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بين

الكذب عليه وبين الكذب على غيره كما سيأتي في الجنائز في حديث المغيرة حيث يقول: ”إن كذباً

علي ليس ككذب على أحد“، (فتح الباری: ۳۰۲/۱، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه

وسلم، دار الفكر بیروت)

وسلم: "من حدث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين"۔ رواہ مسلم اہ۔
مشکوٰۃ (۱)۔

ایسا شخص فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو:

"وقد مواء فاسقاً يأثمون بناءً على أن كراهية تقديمه كراهية تحريم لعدم اعتناؤه بأمور دينه وتساهله في الإتيان ببلوازمه، فلا يبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلوة وفعل ما ينافيها، بل هو الغالب بالنظر إلى فسقه اہ۔" کبیری (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۷/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۶۱ھ۔

غیر عالم کا مسئلہ بتانا

سوال [۱۰۳۰]: قاضی صاحب جنہوں نے کسی دینی درسگاہ میں تعلیم نہیں پائی بلکہ رڈ کی انجینئرنگ اسکول میں تعلیم پا کر بوجہ جعلی سند پیش کرنے ملازمت سے محروم رہ کر عطاری کی دوکان کرتے ہیں، شرعی فتویٰ دے سکتے ہیں؟ اور وہ کہاں تک شرعاً درست ہے؟

۲..... ایسے شخص کی نسبت جو بلا سند شرعی فتویٰ دے کر فساد برپا کرے شرع شریف میں کوئی حکم ہے کہ نہیں؟

نیاز مند: عبدالہادی قریشی، ساکن شاہ آباد ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بلا علم کے مسئلہ بتانا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر مسئلہ معلوم ہو تو مسئلہ بتلانے کے لئے سند کا ہونا ضروری نہیں (۳)۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲، کتاب العلم، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (الحلی الکبیر، ص: ۵۱۳، فصل الأولى بالإمامة، سہیل کیڈمی)

(۳) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وقد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر: سئل في شخص يقرأ، =

۲..... اگر معتبر عالم اس کے بیان کردہ مسئلہ کو غلط قرار دیں تو اس کو اپنی غلطی سے رجوع کرنا چاہئے اور باوجود مسئلہ کے غلط ثابت ہونے کے اس پر جما رہنا اور اصرار کرنا گناہ ہے (۱)۔

ہاں اگر اس کے پاس دلیل ہے یا مسئلہ کسی خاص وجہ سے اختلافی ہے تو اس کے لئے رجوع ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا

سوال [۱۰۳۱]: صرف اردو داں حضرات کو فقہی مسائل (نماز وضو وغیرہ کے علاوہ) بتلانے سے اگر روکا جائے کہ آپ مسئلہ نہیں بتلائیں تو یہ اقدام غلط ہوگا یا صحیح، جب کہ عالم دین موجود ہیں؟ بعض تو اردو سمجھ لیتے ہیں اور بعض اردو بھی نہیں سمجھ پاتے، دونوں کو روکا جائے کہ حرام و حلال والے مسائل نہ بتائیں تو اس رکاوٹ کی اجازت ہے یا نہیں؟ رکاوٹ میں سختی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک فقہ کے مسائل باقاعدہ معتمد استاذ سے حاصل نہ کئے ہوں کچھ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح طور پر

= ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، يفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلك أم لا؟

فأجاب بقوله: "لا يجوز له الإفتاء". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱۵/۱۶، من

مجموعة رسائل ابن عابدين،، سهيل الكيلاني)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من قال على ما لم أقل، فليتبوأ مقعده من النار، ومن أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذلك على من أفتاه الخ".

(مسند الإمام أحمد: ۲/۳۶۵، رقم الحديث: ۸۵۵۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(و كذا في تغليق التعليق، لابن حجر: ۷۹/۲، المكتب الإسلامي)

(۱) "و لا ينبغي له أن يحتج للفتوى إذا لم يسأل عنه، وإذا أخطأ، رجع ولا يستحي ولا يأنف، كذا في

النهر الفائق"، الفتاوى العالمكبرى: ۳/۳۰۹، كتاب أدب القاضي، رشيدية)

سمجھ کر صحیح طور پر ان کو بیان کیا جائے گا، اس لئے اس کی عام اجازت نہیں دی جائے گی، اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ صحیح سمجھ کر صحیح بیان کر دے، اس لئے پہلے کسی واقف کار مستند عالم کو پہلے وہ مسائل سنا دیئے جائیں جب وہ تصویب کر دے تو پھر ان کو بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے مگر ان کی اپنی طرف سے مزید تشریح نہ کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غلط فتویٰ دینا اور فتویٰ کو نہ ماننا

سوال [۱۰۳۲]: اگر شرعاً بندہ کو زید کے مال و متاع سے کچھ حصہ اور مہر بھی ملتا ہے اور پھر کوئی شخص اس کا انکار یا رد کر دے یا اس کے خلاف اپنی خواہش نفسانی کے واسطے فتویٰ دے تو شرعاً ایسے آدمی پر کیا جرم عائد ہوتا ہے؟ اور کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے؟ ان تینوں سوالوں کا جواب بحوالہ لکھیں۔

المستفتی: احقر عبدالکریم۔ قوم بلوچ مقیم چک ریاست بہاولپور۔

الجواب حامداً و مصلياً :

شرعی فتویٰ کو بلا دلیل رد کرنا اور نہ ماننا سخت گناہ ہے، اگر کوئی اس فتویٰ شرعیہ کا استخفاف کر کے توہین و تحقیر کرے گا تو یہ کفر ہے کہ تحقیر شریعت کو بھی مستلزم ہے۔ اور جان بوجھ کر خواہش نفسانی کی وجہ سے خلاف شرع فتویٰ دینا اور مستحق کو محروم کرنا بڑا ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔ جو ناواقف اس خلاف شرع فتویٰ پر عمل کریں گے اس کا

(۱) قال الشامي رحمه الله: "وقد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر سئل في شخص يقرأ، و يطالع في الكتب الغفيرة بنفسه، ولم يكن له شيخ، و يفتي و يعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلك أم لا؟

فأجاب بقوله: لا يجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه؛ لأنه عامي جاهل، لا يدري ما يقول، بل الذي يأخذ العلم عن المشايخ المعتبرين، لا يجوز له أن يفتي من كتاب، ولا من كتابين، بل قال النووي رحمه الله: ولا من عشرة، فإن العشرة والعشرين قد يعتمدون كلهم على مقالة ضعيفة في المذهب، فلا يجوز تقليدكم فيها". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۵۶، ۵۷، مطلب: لا يجوز الإفتاء لمن طالع الكتب بنفسه، الرشيد (الوقف) كراچی)

گناہ بھی فتویٰ دینے والے پر ہوگا اور ایسے شخص کو امام بنانا بالکل ناجائز ہے، تاوقتیکہ وہ توبہ کر کے حق بات کو ظاہر نہ کر دے لیکن اس کا فیصلہ بھی معتبر علماء سے کرایا جائے کہ فتویٰ موافق شرع ہے یا خلاف شرع کسی غیر عالم کا از خود فیصلہ کرنا درست اور معتبر نہیں:

”رجل عرض علیہ خصمه فتویٰ الأئمة فردھا وقال ”چہ بارئامہ فتویٰ آوردہ“ قیل: یکفر؛ لأنه رد حکم الشرع. وكذا لو لم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوى على الأرض وقال: ”اين چه شرع است“ کفر. إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة فقال صاحبه: ليس كما أفتوا، أو قال: لا نعمل بهذا، كان عليه التعزير۔ کذا فی الذخیرہ اہ۔“ ہندیہ: ۲/۲۷۲ (۱)۔

”فليس يجسر على الأحكام سوى شقى خاسر المرام، وإن كان المفتى مقلداً غير مجتهد يأخذ بقول من هو أفقه الناس عنده و يضيف الجواب إليه، فإن كان أفقه الناس عنده في مصر آخر يرجع إليه بالكتاب، و يكتب بالجواب، و لا يجازف خوفاً من الافتراء على الله تعالى بتحريم الحلال و ضده اہ۔“ شرح عقود رسم المفتی (۲)۔

”ويحجر على المفتي الما جن هو الذي يعلم الناس الحيل الباطلة بأن علم المرأة الارتداد لتبين من زوجها، و بأن علم الرجل أن يرتد لتسقط عنه الزكوة ثم يسلم، و لا يبالي أن يحرم حلالاً و يحل حراماً۔ اہ۔“ (مجمع الأنهر) قلت: ”و يدخل فيه المفتي الفاسق كما في الملتقط: والذي يفتي عن جهل كما في الخانية اہ۔“ (سكب الأنهر) (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۹۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۱۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۲۷۲، الباب التاسع أحكام المرتدين، رشیدیہ)

(۲) (شرح عقود و رسم المفتی ۱/ ۳۳، من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی)

(۳) (مجمع الأنهر: ۲/ ۳۳۱، کتاب الحجر، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

غلط واقعہ بیان کر کے فتویٰ لینا

سوال [۱۰۳۳]: زید کی لڑکی کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے لڑکی کے والدین نے کرادیا تھا مگر جب کہ لڑکی بوج کو پہنچی تو اس وقت باہم فریقین میں رضامندی نہ رہی اور نہ لڑکی کو طلاق ہی ہوئی، لڑکے کے والدین نے ایک مولوی صاحب سے اصلیت کو چھپاتے ہوئے یہ بیان کیا کہ نکاح لڑکی کا مجھے بیہوشی کی دوا لگا کر کر دیا تھا، اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں نے بیہوشی کی حالت میں اجازت دی یا نہیں دی، نکاح جائز ہے یا نہیں؟ یہ لڑکی کے والدین نے مولوی صاحب سے زبانی بیان کیا، مولوی صاحب نے سن کر والدین کو یہ کہہ دیا کہ نکاح ناجائز ہے، دوسرا نکاح کرادیا جاوے۔

مولوی صاحب کے تحریری فتویٰ دیئے پر قاضی صاحب نے لڑکی کا نکاح دوسرا پڑھ دیا، اس کے بعد جب مولوی صاحب مذکور پر اعتراض ہوا تو انہوں نے اپنا تحریری فتویٰ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ مولوی صاحب نے رمضان المبارک نماز جمعہ میں یہ کہا کہ قاضی صاحب تکبیر نہ کہیں۔ اب اس میں کون قابل اعتراض ہے آیا مولوی صاحب یا قاضی صاحب؟ لہذا اس کا جواب بہت جلد تحریر فرمایا جائے عین تواضع ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

مولوی صاحب جب کہ خود اصل واقعہ سے ناواقف تھے اور لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کیا اور مولوی صاحب نے اس کو صحیح سمجھتے ہوئے فتویٰ دیا تو اس میں مولوی صاحب کا قصور نہیں، لیکن جس وقت ان کو صحیح واقعہ کا علم ہوا اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو ان کو اپنا فتویٰ چھپانا نہیں چاہئے تھا بلکہ ان کے ذمہ لازم تھا کہ لوگوں سے نیز قاضی صاحب سے ظاہر کرتے کہ لڑکی کے والد نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا یعنی اس بیان پر فتویٰ دیا۔ اور قاضی صاحب جب کہ مسائل سے خود ناواقف تھے انہوں نے مولوی صاحب کا تحریری فتویٰ دیکھ کر دوسرا نکاح پڑھایا ہے تو قاضی صاحب کا بھی قصور نہیں، لیکن قاضی صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ پہلے اور دوسرے نکاح والوں کو اس کی اطلاع کر دیں کہ لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کر کے فتویٰ حاصل کیا ہے (۱)، لہذا دوسرا

(۱) "إذا أفتى يفتي ثم رجع، فإن علم المستفتي يرجع إليه وكذا إن نكح بفتواه، واستمر على

نكاح بفتواه ثم رجع، لنزوم مفارقتهما أما إذا لم يعلم المستفتي برجوع المفتي يلزم

المفتي إعلام قبل العمل وكذا بعده اهـ". (باب منقول عن شرح المذهب في بداية شرح العقود، فصل

في أحكام المفتين، ص: ۹، الثانية، مير محمد کتب خانہ)

(کذا فی رد المحتار: ۷۳/۱، مطلب إذا تعارض النصحيح، سعيد)

نکاح صحیح نہیں بلکہ پہلا ہی نکاح بدستور صحیح اور قائم ہے، اپنی حالت میں مولوی صاحب کو تکبیر کہنے سے روکنا بے جا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟

سوال [۱۰۳۲]: اگر کوئی کسی کو مولوی عالم اور واقف اسرار شریعت سمجھ کر اس سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور وہ اس خیال سے کہ اس کے جواب سے کسی عزیز و دوست کا نقصان ہوگا عمداً اس کا جواب نہ دے اور اس کے سوال کو گڈا شستی اور اس کو جاہل جان کر ”جواب جاہلاں باشد خموشی“ پر عمل کرے تو کیا اس نے خدا کے اس حکم کے خلاف ورزی نہیں کی کہ جو تم کو معلوم ہو صاف صاف ظاہر کر دو اور کچھ نہ چھپاؤ اگرچہ اس میں تمہارا یا تمہارے عزیز و دوست کا نقصان ہی کیوں نہ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف کرنے والے کی قیامت میں خدا کی طرف سے باز پرس نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

مسئلہ شرعیہ بوقت ضرورت ظاہر کرنا واجب ہے اور محض اس خیال سے کہ میرے کسی عزیز کو نقصان پہونچے گا چھپانا جائز نہیں (۱)، لیکن ہر سوال کا جواب دینا بھی واجب نہیں اور ضرورت کا مدار جواب دینے والے کے احساس پر ہے یعنی بسا اوقات مسائل کے نزدیک اس سوال کا جواب ضروری ہوتا ہے اور مجیب کے نزدیک

(۱) ”من سئل عن علم فکتمہ، ألجمہ اللہ بلجام من النار يوم القيامة“ (جامع الترمذی، رقم الحدیث:

۶۶۳۹، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، دار إحياء التراث العربی)

(و أخرجه أبو داؤد فی سننه فی کتاب العلم، باب کراهية منع العلم، رقم الحدیث: ۳۶۵۸، دار إحياء

التراث العربی)

(وابن ماجه فی سننه، فی المقدمة، باب من سئل عن علم فکتمہ، رقم: ۲۶۱، من حدیث أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ضروری نہیں ہوتا بلکہ بیکار اور مضطرب ہوتا ہے (۱)، یا مجباً کو پورے طور پر اس کا جواب معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص ہر سوال کا جواب خواہ وہ قائل جواب ہو خواہ نہ ہو، لوگوں کو دیتا ہے وہ دیوانہ ہے“، کذا فی الدارمی (۲)۔ نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ”جس شخص کو بلا تحقیق فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے“۔ کذا فی سنن الدارمی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود لنگوی، عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ذی الحجہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی الحجہ/۶۰ھ۔

لامذہب کے سوال کا جواب

سوال [۱۰۳۵]: ایک لامذہب کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا﴾ میں فرشتوں کو خطاب کیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو اور شیطان اس آیت کی رو سے مستثنیٰ ہوا تو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون کیوں قرار پایا؟

احقر: شیر احمد کبھار، میٹر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لامذہب کا جواب دینا بیکار ہے کیونکہ وہ کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ شیطان کا وجود ہی نہ مانے گا، اگر آپ کو شبہ ہو تو فرمائیے جواب دے دیا جائے گا۔ بیضاوی شریف، ص: ۴۴۷ پر نہایت تفصیل سے اس کا جواب لکھا ہے (۴) اور لامذہب سے مناظرہ کرنا فروعی امور میں قطعی مفید نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۳/محرم/۵۴ھ۔

(۱) ”و لا یجب الإفتاء فیما لم یقع و یحرم التساہل فی الفتوی و اتباع الحیل ان فسدت الأغراض و سوال من عرف بذلك“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۰۹، کتاب أدب القاضی، رشیدیہ)

(۲) ”عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: ”إن الذی یفتی الناس فی کل ما یستفتی لمجنون“۔ (سنن الدارمی: ۱/۷۳، باب فی الذی یفتی الناس فی کل ما یستفتی، قدیمی)

(۳) (سنن الدارمی: ۱/۱۹۱، باب الفتاوی و ما فیہ من الشدة، قدیمی)

(۴) ”وإن إبلیس کان من الملائکة و إلا لم یناولہ أمرهم و لم یصح استثناءہ منهم، و لا یرد علی ذلک“

اگر امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھیں؟

سوال [۱۰۳۶]: زید سے الفاظ قرآن بھی اکثر صاف نہیں نکلتے، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟ اور ایسے شخص سے آئندہ مسئلہ دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام عالم نہیں تو مسئلہ کسی عالم سے پوچھا جائے (۱)۔ وہ الفاظ قرآن میں کیا غلطی کرتا ہے، تشریح کے ساتھ لکھیں تو حکم معلوم ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۲ھ۔

جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتویٰ پوچھنا

سوال [۱۰۳۷]: بعض مسائل ایسے ہیں کہ اس میں احناف کے علماء مثلاً: علماء دیوبند، سہارنپور،

= قوله تعالى: ﴿إِذَا ابْلِيسُ كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ لجواز أن يقال: إنه كان من الجن فعلاً ومن الملائكة نوعاً، ولأن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما روى: "إن من الملائكة ضرباً يتوالدون، يقال لهم: الجن، ومنهم إبليس" ولمن زعم أنه لم يكن من الملائكة أن يقول: أنه كان جنياً نشأ بين أظهر الملائكة، وكان مغموراً بالألوف منهم، فغلبوا عليه، أو الجن أيضاً كانوا مأمورين مع الملائكة لكنه استغنى بذكر الملائكة عن ذكرهم فإنه إذا علم أن الأكابر مأمورون بالتذلل لأحد والتوسل به، علم أن الأصغر أيضاً مأمورون به اهـ". (تفسير البيضاوي، ص: ۶۳، مير محمد کتب خانہ)

(۱) کسی کو مسئلہ بتانے کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم، صاحبِ بحیرت، کثیر المطالعہ و تنقح النظر اور احوال زمانہ سے واقف ہو جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ مسئلہ بتانے کا اہل نہیں:

"لا ينبغي لأحد أن يفتي إلا من كان هكذا، ويريد أن يكون المفتي عدلاً عالماً بالكتاب والسنة واجتهاد الرأي إلا أن يفتي بشيء قد سمعه". (الفتاوى العالمگیریہ: ۳/۳۰۸، الباب الأول فی تفسیر الأدب والقضا، رشیدیہ)

"أن المفتي في الوقائع لا بد له من ضرب اجتهد ومعرفة بأحوال الناس"، (رد المحتار، باب

ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب مهم: ۳۹۸/۲، سعید)

(و کذا فی إعلام الموقعین: ۳/۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

دہلی مختلف ہیں، کسی کے نزدیک حلت ہے کسی کے نزدیک حرمت ہے تو کیا ایسی صورت میں جس جگہ سہولت ملے استفتاء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ درآنحالیکہ قابل اعتماد و رویندار ہر ایک ہیں، یعنی اتباع ہوا میں تو داخل نہیں ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب سب اداروں پر یکساں اعتماد ہے تو محض سہولت کے لئے انتخاب کرنا کہ فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی اور فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی، اگر کامل اتباع ہوا نہیں تو اتباع ہوا کے قریب قریب ضرور ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۶ھ۔

مبطلہ

سوال [۱۰۳۸]: آج کل اہل بدعت کی طرف سے ہجرات بھر میں ایک بہت بڑا شور ہے اور جاہلوں کو بہکا پھسلا کر سر توڑ پھوڑ کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ سوال کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے مبطلہ کا اعلان کر کے ان کو زیر کیا، اس طرح اہل حق میں سے کوئی خدا کا بندہ تیار ہو کر مبطلہ کرنا چاہے تو آیا شریعت اس بارے میں اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت دیتی ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ چونکہ نومبر میں بڑودہ میں اجتماع ہونے والا ہے اس کو ناکام بنانے کے لئے اہل بدعت نے ایک قسم

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (الشوریٰ: ۶)

”الکَیْسُ مِنْ دَانَ نَفْسِهِ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مِنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ“. رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔ (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۵۱، باب استحباب المال و العمر للطاعة، الفصل الثانی، قدیمی)

قال ابن عابدین: ”إذا كان في المسئلة قولان مصححان، جاز الإفتاء والقضاء بأحدهما“۔ (الدر المختار) وقال ابن عابدین: ”(قوله: قولان مصححان): أي وقد تساوى في لفظي التصحيح كما لو كان أحدهما بلفظ: الصحيح، والآخر بلفظ: عليه الفتوى الخ“۔ (رد المحتار: ۳/۳۶۳، مطلب فيما إذا كان في المسئلة قولان مصححان، سعيد)

(کذا فی شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۸، من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی۔)

(وکذا حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۵۳۹، کتاب الرقف، دار المعرفة بیروت)

کا شور اور ہنگامہ برپا کیا ہے اور نت نئے جھگڑے کر رہے ہیں اور خاص کر بڑودہ میں جھگڑے بھی ہو گئے، جس میں جماعت والوں کو بدنام کیا اور دفعہ نمبر: ۱۴۴، بھی لگوانے کی کوشش جاری ہے، لہذا مناسب جواب تحریر فرمائیں۔

احقر حاجی عبدالرحیم۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مبالغہ کرنے کی اب نہ ضرورت ہے نہ اجازت ہے، دین مکمل ہو چکا ہے، ہر چیز کے دلائل تفصیل سے موجود ہیں، جو گفتگو کی جائے دلائل کی روشنی میں کیجائے (۱)، اور ان لوگوں سے تعرض کی ضرورت نہیں، ان کے اتہامات اور بہتانوں کی طرف کوئی توجہ نہ کریں، زیادہ سے زیادہ اتباع سنت میں مشغول رہیں، اسی کی اشاعت کریں (۲)۔

جس قدر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہر مجلس میں ہوگا اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا بیان ہوگا اور آپ کے حقوق کی ادائیگی کی سعی ہوگی، اس قدر فتنے ختم ہوں گے، باطل مضحل ہوگا، حق بلند ہوگا۔ بڑے اجتماع سے پہلے اہل اللہ کے وعظ ہوں، جگہ جگہ گشت کئے جائیں اور مخالفین کی مخالفتوں کا تذکرہ نہ اجتماعات میں ہونہ اپنی نجی مجلسوں میں ہو بلکہ زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہو، اسی سے دعاء کریں، ہر معاملہ میں اسی کی طرف التجا ہو، اسی کو فریاد رس یقین کریں، اس کے قبضہ و قدرت میں

(۱) قال الله تعالى: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾
(المائدہ، پ: ۶، آیت: ۳)

”(اليوم أكملت لكم دينكم) بالنصر والإظهار على الأديان كلها أو بالتنصيص على قواعد العقائد والتوقيف على أصول الشرع وقوانين القياس“۔ (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۵، مکتبہ حقانیہ پشاور)

تفصیل کے لئے دیکھیے: (حسن الفتاویٰ ۸/۲۴۶، کتاب الحظر والاباحۃ، باب المتفرقات، سعید)

(۲) ”صل من قطعك، وأحسن إلى من أساء إليك“ قال المناوی رحمہ اللہ: ”قولہ: ”صل من قطعك الخ“ بأن تفعل معه ما تعد به وأصلاً۔ فانك إن فعلت ذلك انقلب عدوك المشاق مثل الولي الحميم“۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۵۰۰۴: ۵، ۹، ۱۹، نزار مصطفى رياض)

سب کے دلوں کو سمجھیں، انشاء اللہ تعالیٰ پوری نصرت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۸۸ھ۔

اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو؟

سوال [۱۰۳۹]: فقہ حنفی کی جتنی درسی کتب ہیں ان میں تقریباً سب میں احناف کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے، آیا اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ ہر عمل جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کس بات پر عمل ہو، امام صاحب کے مسلک، یا امام ابو یوسف اور امام محمد کے مسلک پر ہم فیصلہ کس طرح کریں؟

۲..... احناف کی وہ کونسی کتاب ہے کہ جس کے تمام مسائل بطور فیصلہ اور فتوے کے ہوں تاکہ وہ خرید کر ہر وقت مسئلہ دیکھ لیں اور وہ کتاب اوروں سے جامع بھی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کیف ما اتفق کسی قول پر عمل کرنا درست نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ قواعد و ضوابط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، اگر کسی مسئلہ میں چند اقوال ہوں اور اصحاب ترجیح نے کسی قول کی ترجیح صراحۃً بیان کی ہے تو رائج پر عمل کیا جائے گا اور اگر صراحۃً ترجیح بیان نہیں کی تو ضمنی ترجیح کو تلاش کیا جائے (۱) مثلاً: ایک قول متون میں ہے، دوسرا شروح میں تو قول اول کو ترجیح ہوگی (۲)، یا ایک قول قیاس ہے، دوسرا استحسان تو ثانی کو ترجیح ہوگی (۳)

(۱) ”ومن هذا تراهم قد يرجحون قول بعض أصحابه على قوله، كما رجحوا قول زفر وحده في سبع عشرة مسألة، فلتبع ما رجحوه؛ لأنهم أهل النظر في الدليل.“ (رد المحتار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۱/۷۱، سعید)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۰، مطلب فی قواعد الترجیح، الرشید الوقف)
(۲) ”وكذا لو كان أحدهما في الشروح والآخر في الفتاوى، لما صرحوا به من أن ما في المتون مقدم على ما في الشروح.“ (رد المحتار، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۷۲، سعید)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۵، المتون مقدم علی الشروح، الرشید الوقف)
(۳) ”وكذا لو كان أحدهما استحساناً والآخر قياساً؛ لأن الأصل تقديم الاستحسان إلا فيما استثنى“ (رد المحتار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۷۲/۱، سعید)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۲، يرجح الاستحسان على القياس، الرشید الوقف)

الانی مسائل محدودة۔ اور اگر ترجیح ضمنی بھی حاصل نہ ہو تو پھر اس کے لئے ابواب کی تفصیل اس طرح کی ہے:

”قد جعل العلماء الفتوى على قول الإمام الأعظم في العبادات مطلقاً وقد صرحوا بأن الفتوى على قول محمد في جميع مسائل ذوى الأرحام۔ وفي قضاء الأشباه والنظائر: الفتوى على قول أبى يوسف في ما يتعلق بالقضاء كما في القنية والبرازية“۔ رد المحتار: ۱/۵۰ (۱)۔

اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو علامہ شامی کا رسالہ شرح عقود رسم المفتی دیکھئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مفتی بہ قول کو اختیار کرنا

سلام مسنون!

سوال [۱۰۴۰]: محترم القام!

روایت ہلال سے متعلق تیرہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء بھیجا تھا جس کا جواب آپ کے یہاں کیم زی قعدہ ۶۹ء کو مکمل ہوا اور آخر ذی قعدہ میں یہاں پہونچا ہے، اس کے جواب نمبر ۳ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جب ایک شہر میں دو قاضی ہوں تو مراسلت ان کے درمیان جائز ہے“۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ مفتی بہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے لہذا مسافت مقرر کردہ امام ابو یوسف سے کم کی صورت میں کیا صورت اختیار کجائے مثلاً: سیتا پور یہاں سے پانچ میل ہے وہاں اگر شہادت گذر جائے تو خیر آباد میں مراسلت کیسے کی جائے۔ امام محمد صاحب رحمہ اللہ کی روایت ”نوادر“ کی ہے اور فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ جس قول پر فتویٰ کی صراحت ہو اس سے عدول نہیں جائز ہے۔ تو خلاصہ سے جو امام محمد صاحب کا قول تحریر فرما کر عمل کی گنجائش تحریر فرمائی ہے وہ کس طرح ممکن ہوگی؟ ذیل میں وہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں جن میں غیر مفتی بہ قول پر عمل کرنا ناجائز بتایا گیا ہے جب کہ دوسرے قول کے لئے فتویٰ کی صراحت موجود ہو:

۱- عقود رسم المفتی، ص: ۱۶، میں ہے: ”معناه أن ما كان من المسائل في الكتب

التي رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتى به وإن لم يصرحوا بتصحيحه، نعم لو

(۱) (رد المحتار، مطلب إذار التصحيح: ۱/۷۱، سعید)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۰، الرشید الوقف)

صححواروایۃ من غیر کتب ظاہر الروایۃ یتبع ما صححوہ. قال العلامة الطرطوسی فی أنفع الوسائل فی مسئلة الکفالة إلی شهر: إن القاضی المقلد لا يجوز له أن یحکم إلا بما هو ظاہر الروایۃ لا بالروایۃ الشاذة، إلا أن ینصوا علی أن الفتوی علیہا“ (۱)۔

۲۔ ”فما فیہ لفظ الفتوی یتضمن شبہین: أحدهما الأذن بالفتوی به، والآخر صحته؛ لأن الإفتاء به تصحیح له“۔ عقود، ص: ۳۹ (۲)۔

۳۔ ”وإذا ذیلست بالصحیح، أو المأخوذ به، أو به یفتی، أو علیہ الفتوی، لم یفت بمخالفتها“۔ ص: ۳۸ عقود (۳)۔

عبارات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہے کہ جس امر پر فتویٰ کی صراحت ہو اس کے خلاف عمل نہیں جائز ہے۔

الجواب وهو الموفق للصواب:

یہاں کے جواب میں روایت امام محمد ”نوادر“ کو مفتیؒ نے نہیں کہا گیا، بلکہ مفتیؒ نے حسب تصریح فقہاء قبول ابویوسف رحمہ اللہ ہی ہے، لیکن جیسے کہ آج کل کے قاضی شرعی قاضی نہیں، ان پر فقہاء کی بیان کردہ تعریف صادق نہیں آتی (۴) ان کو قدرت الزام حاصل نہیں، بلکہ تسامحاً مفتی یا عالم پر قاضی کے احکام جاری کر دیئے جاتے ہیں، اسی طرح قبول کتاب قاضی کے شرائط میں بھی تسامح سے کام لیا جاتا ہے، خاص کر ایسے مسائل میں جن میں عوام کے فتنہ کا مظہر ہو۔

(۱) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۴۴، میر محمد کتب خانہ آرام باغ)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۸۸، میر محمد کتب خانہ آرام باغ)

(۳) (شرح العقود، المصدر السابق)

(۴) ”القاضی: هو الذی تعین و نصب من جهة من له الأمر لأجل القضاء: أى فصل الخصومات وحسم الدعاوی والمنازعات وغیر ذلک، وقال النسفی: القاضی الحاکم المحکم: أى المنفذ المتقن ...“ وفی رد المحتار: ثم القاضی تنقید ولایتہ بالزمان والمکان والحوادث“۔ (کتاب القضاء:

۳۵۳/۵، سعید)

(و کذا فی قواعد الفقہ، ص: ۴۲۰، حرف: القاف، الصدف پبلشرز)

مواقع ضرورت میں بعض غیر مفتی بہ اقوال کو اختیار کرنے کی فقہاء نے گنجائش تحریر فرمائی ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے نواقض وضو کی بحث میں "کسی الحمصہ" کا حکم ذکر فرماتے ہوئے خارج و مخرج کے ذیل میں بعنوان "تنبیہ" ایک قول کو صحیح کہا ہے اور پھر بحوالہ حلوانی اسی صحیح کے مقابل قول پر عمل کی گنجائش نقل کی ہے (۱)، بلکہ اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے (۲)۔

نیز احکام حیض میں بھی مواضع ضرورت میں کسی ایک قول کو اختیار کرنے بلکہ فتویٰ دینے کی اجازت نقل کی ہے (۳) اگرچہ وہ قول مفتی بہ نہ ہو۔ امسال عید کے موقعہ پر بعض دیار میں اس قدر خلفشار رہا کہ جس کی حد نہیں، ایک ہی شہر میں کچھ آدمی صائم رہے کچھ نے نماز عید ادا کی، بعض نے محض افواہ پر روزہ افطار کیا بعض نے شرعی شہادت کے باوجود روزہ پورا کیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر نااہل لوگوں نے مسائل فقہ پر زبان محض دراز کی، اس کے بعد فتویٰ کا سلسلہ چلا، جواب تک ختم نہیں ہوا یعنی افطار کر دینے والوں پر قضاء و کفارہ کا کیا حکم ہے اور جنہوں نے افطار نہیں کیا وہ صوم منہی عنہ سے عاصی ہوئے یا نہیں۔ پس اگر ایسے خلفشار اور فتنہ عوام سے بچنے اور عوام کو بچانے کے لئے قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پر عمل کی گنجائش تحریر کر دی جائے تو یہ اصول افتاء کے خلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علامہ اتم و احکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ محرم/ ۱۴۰۷ھ۔

شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہیے؟

سوال [۱۰۴۱]: اگر کوئی حنفی، سنی، مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہو تو وہ استفتاء جس میں مورث اعلیٰ شیعہ ہو اور باقی مورث و وارث سنی ہوں یا مورث اعلیٰ سنی ہو اور بقیہ مورث و وارث خواہ کل شیعہ (۱) "والصحيح الأول، كما ذكره قاضيخان، لكن في الثاني توسعة لمن به جدري أو جرب كما قاله الإمام الحلواني، ولا بأس بالعمل به ههنا عند الضرورة". (رد المحتار: ۱/ ۱۳۹، کتاب الطهارة، مطلب فی کئی الحمصہ، سعید)

(۲) الرسالة الثالثة: (الفوائد المخصصة بأحكام كئی الحمصہ، من رسائل ابن عابدين ۱/ ۵۴، فاسمیه کوئٹہ)

(۳) "لو أفتى بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير، كان حسناً اهـ". (رد المحتار: ۲۸۹/۱، باب الحيض، مطلب لو أفتى مفت الخ، سعید)

ہوں و بعض شیعہ و بعض سنی، پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتاء کا جواب اس طرح لکھے، آیا ہر اصل میں اپنے اصول کے موافق لکھے یا مورث شیعہ کے ترکہ و حصے کو اصول تشیع کے موافق اور مورث حنفی اور سنی کے ترکہ و حصہ کو اصول حنفیت کے موافق، یا کیا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اُس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہے انہی اسباب کے ماتحت ان کو ہی جواب دیا جائے گا:

"الكفار يتوارثون في ما بينهم بالأسباب التي يتوارث بها أهل الإسلام في ما بينهم من النسب والسبب"، عالمگیری، الباب السادس في ميراث أهل الكفر: ۴۵۴/۶ (۱)۔

اور جو فرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے اس کو بھی حنفی، سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موافق جواب دے گا۔ علامہ صکائی رحمہ اللہ نے "در مختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع" میں "کتاب إحياء الموات" سے کچھ پہلے لکھا ہے: "فروع: "کتب إمام قول الشافعی رحمه الله: یکتب جواب أبی حنیفة رحمه الله"۔

اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: "(قوله كتب الخ)، مثل الكتابة السؤال بالقول، ومثل الشافعی وغيره من أصحاب المذاهب اھ"، رد المحتار: ۹۹/۵ (۲)۔

پس مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریق اولیٰ مذہب اہل سنت کے مطابق جواب دینا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد المذنب غفر الله عنه۔

فتویٰ کی تائید میں کسی مولوی کا جھوٹ موٹ نام

سوال [۱۰۴۲]: مفتی صاحب نے اپنے دیئے ہوئے فتوے کی تائید میں جھوٹ موٹ ایک مولوی

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض: ۳۵۳/۶، ۳۵۵، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۲۱/۶، سعید)

صاحب کا نام شائع کر دیا، اب مولوی صاحب منکر ہیں کہ میرا نام جھوٹ شائع کیا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے مفتی کی شرعاً قدر و منزلت کیا ہوگی؟ اور ان کا فتویٰ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اصل فتویٰ مفتی صاحب سے پوچھا گیا ہے تو یہ بھی ان ہی سے پوچھا جائے، وہی اپنے فتوے کے ماخذ کی صحیح نشاندہی کریں گے۔ صحیح نقل مفتی کے ذمہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۹۴ھ۔

اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا

سوال [۱۰۴۳]: ایک وقف کی آمدنی جو کہ مخصوص ادارہ کے لئے خاص ہے لہذا اس کے علاوہ پھر وقف کی آمدنی کو دوسرے مصرف میں صرف کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی وقف کے منشاء کے خلاف مصرف کرے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملک:

مدرسہ عالیہ جامع مسجد کا صدر مدرس ہی مفتی ہے، اس لئے اس کے متعلق کسی دوسرے دارالافتاء سے فتویٰ حاصل فرمائیں۔ اختلافی مسائل کا جواب دینے کی وقف بورڈ کی جانب سے ممانعت ہے، اس لئے معذوری ہے۔ فقط عبدالقدوس رومی

نوٹ: عبدالقدوس رومی مفتی شہر نے جو جواب دیئے ہیں وہ کہاں تک درست ہیں؟ کیا کسی کے متعلق خود اس کی ذات سے متعلق بات دریافت کرنا شرعاً ممنوع ہے اور اس کے جواب دینے کا حق نہیں ہے؟ کیا کسی مفتی کو یہ کہنے کی مجال ہے کہ وہ سنی وقف بورڈ کی وجہ سے امر حق کو ظاہر نہ کرے اور معذوری پیش کر کے جواب دینے سے اعراض کرے، ایسے مفتی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ نیز سوال اول کا جواب نداد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مفتی کی ذات سے متعلق سوال ہو وہ اگر خود ہی جواب دے کر اپنی پوزیشن کو صاف کر لے تو مظنہ:

تہمت ہے جس سے بچنے کا حکم ہے (۱)، اس بناء پر اگر انہوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی تو یہ طریقہ مناسب ہے۔ اگر کسی مفتی کو پابند کر دیا جائے کہ فلاں فلاں مسئلہ کا جواب دیں اور فلاں فلاں مسئلہ کا جواب نہ دیں پھر وہ اس پابندی کی رعایت رکھے تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، مثلاً پہلے زمانہ میں قاضی کے نام منشور آتا تھا کہ قولی رائج اور قولی مختار پر فیصلہ کر سکتا ہے تو وہ اس کا پابند ہوتا ہے، یا مثلاً قولی امام ابو حنیفہ پر فیصلہ کرے تو وہ اس کا پابند ہوتا تھا اگرچہ دوسرے قول بھی شلط نہیں لیکن اس کو اختیار کرنے کا حق نہیں (۲)، یا جیسے ایک طبیب ہے کہ امراض چشم کا علاج کرتا ہے دوسرے امراض کا علاج نہیں کرتا تو اس پر کیا اعتراض ہے، دوسرے امراض کے علاج کے لئے دوسرے طبیب موجود ہیں۔ لہذا آپ کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے سوالات دوسری جگہ حل کر لیں، ان سے ہی دریافت کرنے پر اصرار نہ کریں، نہ ان کے یا کسی کے درپے ہوں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸۲۳/۹۶ھ۔



(۱) "ویتیقى مواضع التهم تحذراً سؤ ظنهم) أى بالریبة (ووقعهم فى العیبة) وعن أنس أنه علیه السلام کلم إحدى نسائه، فمر به رجل، فدعاه، فقال: "یا فلان! هذه زوجتی صقیة"، فقال: یا رسول الله! من كنت أظن فيه؟ فبأنی لم أظن فیک، فقال: "إن الشیطن یجرى من ابن آدم مجرى الدم". رواه مسلم..... "وعن عمر رضی الله عنه "من أقام نفسه مقام التهمة فلا یلومن بالدرة، فقال: یا أمیر المومنین! إنها امرأتی، قال: فهلا تکلمت بحیث لا یراک الناس". (عین العلم لملا علی القاری، الباب الثامن فی المصححة: ۳۷۷/۱، مکتبه القدس کوئٹہ)

(۲) "القضاء مظهر لا مثبت، ویتخصص بزمان ومكان وخصومة". (الدرا المختار، کتاب القضاء، فصل فی الحس، مطلب القضاء یقبل التقیید والتعلیق: ۴۱۹/۵، سعید)

تعلیم نسواں کا بیان

تعلیم نسواں

سوال [۱۰۴۴]: تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اسلام سے احکام کے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

سائل شفیع الدین معرفت حفیظ الدین صاحب، چامن والی مسجد، شوراب گیٹ، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو بھی ضرورت کے مطابق دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے (۱)، البتہ حدود شرع کی پابندی ضروری ہے، دنیاوی اعلیٰ تعلیم کا طریقہ مروجہ حدود شرع اور حدود اخلاق سے تجاوز ہے، بے شمار مناسبات اور فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے، کورس میں بھی فتنے ہیں کہ اسلامی عقائد، اخلاق، معاشرہ ہر چیز پر اثر انداز ہیں، جن کا مشاہدہ ہے۔ اس تعلیم کا مقصد بھی عام طور پر سرکاری ملازمتیں اور عہدے حاصل کرنا ہے جن کی مروجہ طریقہ شرعاً کوئی گنجائش نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۴ھ۔

(۱) ”عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”طلب العلم

فريضة على كل مسلم“۔ (سنن ابن ماجہ، ص: ۲۰، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، ص: ۳۳، کتاب العلم، قديمی)

و قال العلامة القاري ”أى ومسلمة، كما في رواية“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۸۳، کتاب العلم، امدادیہ)

(۲) ”وسئل رحمه الله تعالى: ما حکم تعلیم النساء الكتابة..... اھ؟ فأجاب..... فقد روى الحاكم

وصححه عن البيهقي ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”لا تنزلوا هن

في الغرف ولا تعلموهن الكتابة“۔ یعنی النساء..... وحينئذ فيكون فيه إشارة إلى علة النهي عن

الكتابة، وهي أن إذا تعلمتها، توصلت بها إلى أغراض فاسدة، وأمكن توصل الفسقة إليها على وجه

أسرع وأبلغ وأخذع من توصلهم إليها بدون ذلك اھ“۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۱۱۹، مطلب بکرہ

تعلیم النساء الكتابة، قديمی)

کیا تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے؟

سوال [۱۰۴۵]: لڑکا تعلیم یافتہ ہے، لڑکی کے والدین قرآنی تعلیمات سے بے خبر ہیں، لڑکا شریعت کا پابند ہے مگر اس کی شادی کی کوئی پروا نہیں کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

دینی تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ضروری ہے (۱) اور اس کی ضرورت پوری زندگی کے لئے ہے، صرف شادی کے لئے نہیں، لہذا ایک کی تعلیم کا خیال کرنا دوسرے کی تعلیم کا خیال نہ کرنا غلط ہے۔ جو لڑکا شریعت کا پابند ہے اس کی شادی نہ کرنا ظلم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بے پردگی کی حالت میں عورتوں کو تعلیم دینا

سوال [۱۰۴۶]: ایک مولوی صاحب ہائی اسکول میں عورتوں کو تعلیم دیتے ہیں اور پردہ کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے، اتنا ہے کہ عورت کے اعضاء ڈھکے رہتے ہیں مگر چہرہ کھلا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں مولوی صاحب کو تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (ابن ماجه، ص: ۲۰، باب فضائل العلم، مير محمد)
وقال الملا علي القاري في شرحه: "طلب العلم": أي: الشرعي "فريضة": أي مفروض فرض عين "على كل مسلم": أو كفاية والتاء للمبالغة أي ومسلمة، كما في رواية". (مرقاة المفاتيح: ۳۷۷، رقم الحديث: ۲۱۸، كتاب العلم، رشديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳۱/۱، مطلب الفرق بين المصدر والحاصل بالمصدر، سعيد)

(۲) "وعن أبي سعيد وابن عباس رضي الله عنهم قالا: قال رسول الله ﷺ: "من ولد له ولد، فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوج، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا، فإنما إثمه على أبيه". قال الطيبي رحمه الله تعالى: أي جزاء الإثم عليه حقيقة، ودل هذا الحصر على أن لا إثم على الولد مبالغة؛ لأنه لم يتسبب لما يتفادى ولده من إصابت الإثم". (مرقاة المفاتيح: ۳۰۰/۶، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح واستيدان المرأة، الفصل الثالث، رشديه)

الجواب حامداً و مصلياً:

اس طرح تعلیم دینے کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۲ھ۔

لڑکیوں کی تعلیم

سوال [۱۰۴۷]: کوئی شخص اپنے محلہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض و نفاس کا مسئلہ و

نماز، روزہ پاکی، ناپاکی کے بارے میں وعظ و نصیحت سنائے اور بتلائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲..... قریب البلوغ لڑکیوں کو مکتب و مدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیسا گناہ

ہے؟ بدلیل شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

..... جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت ثابت ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر

احتیاط چاہئے، خاص کر حیض و نفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو

سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات سمجھایا کرتی تھیں (۲)۔ یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں،

غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ہرگز نہ کرے کہ یہ ممنوع ہے۔

۲..... دینی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کے لئے ضروری ہے لڑکیوں کے لئے بھی ضروری ہے، جو

(۱) قال الله تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ بَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ الآية (النور: ۳۰)

و قال الله تعالى: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ الآية (النور: ۳۱)

و قال تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (الأحزاب: ۵۹)

(۲) "أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيشٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَسْتَحْيِضَتْ، فَأَمَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

أَنْ تَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَتْ: "تَدْعُ الصَّلَاةَ أَبَامَ أَقْرَانِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَسْتَدْفِرُ

بِنُوبٍ وَتُصَلِّيُ"، (والسنن الكبرى للبيهقي: ۳۳۶/۱، بيروت)

(و كذا في نصب الرأية، كتاب الطهارة: ۲۰۶/۱، المكتبة الإسلامية)

لڑکی مرہقہ ہو وہ بالغہ کے حکم میں ہے اس کے لئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں، لہذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانوں پر ہونا چاہئے، جیسا کہ نمبر: ۱ میں گزرا:

”قال عليه الصلوة والسلام: ”المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان“۔ رواہ

الترمذی (۱) مشکوٰۃ شریف (۲)۔ ”طلب العلم فريضة على كل مسلم: أي ومسلمة كما في رواية آه“۔ هامش المشکوٰۃ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/۶۱ھ۔

لڑکیوں کے لئے تعلیم

سوال [۱۰۴۸]: قریب البلوغ لڑکیوں کو مکتب یا مدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں

تو کیسا گناہ ہے بدلیل شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمادیں!

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی ضروری

ہے (۳)۔ جو لڑکی مرہقہ ہو وہ بالغہ کے حکم میں ہے، اس کے لئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں، لہذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانوں میں ہونا چاہئے: ”لأن المرأة عورة، فإذا خرجت من بيتها، استشرفها الشيطان“۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ (۵) ”طلب العلم فريضة على

(۱) (جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب (بلا ترجمہ): ۱/۲۲۲، سعید)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة و بيان العورات: ۲/۲۶۹، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۳۴، رقم الهامش: ۱۱، قدیمی)

(۴) ”واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين: وهو بقدر ما يحتاج لدينه“۔ قال العلامة ابن عابدين: ”قال العلامة في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى و معاشرته عباده، و فرض على كل مكلف و مكلفه بعد تعلمه علم الدين و الهداية تعلم علم الوضوء والغسل“۔ (مقدمة رد المحتار: ۱/۳۲، قبيل مطلب في فرض الكفاية و فرض العين، سعید)

(۵) (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۶۹، کتاب النکاح، قدیمی)

کل مسلم: ای و مسلمة كما في الرواية اھـ“ هامش مشکوة (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

مدرسہ میں لڑکیوں کی تعلیم

سوال [۱۰۴۹]: ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ ”باب العلوم“ کے نام سے چل رہا ہے اس میں اکثر طالبات ہیں اور لڑکے کم ہیں، ان طالبات اور طلباء کو مرد اساتذہ ہی تعلیم دیتے ہیں، اس مدرسہ کے صدر مدرس کے بڑے طلباء بعض بالغ بھی ہیں اور بعض طالبات بھی قریب البلوغ ہو گئی ہیں اور بعض طالبات ایسی ہیں جن کی عمر کم ہے، لیکن بہت سے قابل پردہ معلوم ہوتی ہیں۔ مدرس صاحب ان طالبات کو یکے بعد دیگرے تعلیم دیتے ہیں، اور اکثر وقت ایک ورائڈے میں ایک صف طالبات کو بٹھاتے ہیں اور دوسری صف میں طلباء بالغ کو بٹھاتے ہیں اور غیر بالغ بھی موجود ہوتے ہیں غرض کہ دونوں کا اختلاط ہوتا رہتا ہے۔ مدرسہ کے اوقات میں مدرس نگرانی کرتے رہتے ہیں اور بوقت آمد و رفت اختلاط ہوتا رہتا ہے اور بچیاں گھر سے آتے وقت بلا برقع کے آتی ہیں، حالانکہ ہر طالبہ جو قابل پردہ ہیں ان کا قرآن صحیح ہو گیا ہے، اگر منتظمین چاہیں تو ان کے سر پرستوں کو بلا کر اخراج کر سکتے ہیں یا پردہ کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں، لیکن ان تمام امور کی انجام دہی کو مصالح مدرسہ کے خلاف سمجھ کر عند الشرع ان کے لئے جو منتظم ہیں، کیا ضروری ہے؟ بیٹو! تو جروا

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی جب بالغ ہو جاوے یا بلوغ کے قریب ہو جاوے تو اس کو پردہ کی تاکید لازم ہے ورنہ وہ عمر بھر بے پردہ رہے گی۔ دینی مدرسہ میں صرف تعلیم ہی مقصود نہیں ہوتی ہے بلکہ اخلاقی تربیت اور عملی پابندی کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ سیانے لڑکوں اور لڑکیوں کا اس طرح بے پردہ اختلاط باعث فتنہ بھی ہو سکتا ہے جس کے شواہد اسکولوں اور کالجوں میں بے شمار ملیں گے، اگر ابھی سے احتیاط نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ کہیں دینی مدارس کا بھی وہی حال نہ ہو (۲)۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”عورت تو چھپانے کی چیز ہے، جب وہ اپنے مکان سے نکلتی ہے تو

(۱) (مرقاة المفاتیح: ۲۸۴/۱، کتاب العلم، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

(۲) قال الإمام شاد ولی اللہ: ”اعلم أنه لما كان الرجال يهيجهم النظر إلى النساء على عشقهن والتوجه بهن، ويفعل بالنساء مثل ذلك، وكان كثيراً ما يكون ذلك سبباً لأن يتغنى قضاء الشهوة منهن عليهن“

شیطان ان کو جھانکتا اور تاکتا ہے“ (۱)۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے“ (۲)۔ اور بھی احادیث ہیں، اس لئے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔ فقہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۰ھ۔

کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟

سوال [۱۰۵۰]: کتنی عمر تک کی بچیوں کو مکاتب یا عربی مدارس میں دینی تعلیم دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھ سات سال تک کی بچیوں کے لئے تو کچھ مضائقہ نہیں وہ بھی جب کہ بد اخلاقی نہ سیکھیں، ان کی پوری نگرانی کی جائے (۳)۔ آٹھ نو سال کی بچیوں کو لڑکوں کے مکتب مدرسہ میں آنے سے روک

= غیر السنۃ الراشدۃ، کتاباع من ہی فی عصمة غیرہ، أو بلا نکاح، أو غیر اعتبار کفایۃ، والذی شوہد من هذا الباب یغنی عما سطر فی الدفاتر، اقتضت الحکمة أن یسد هذا الباب“ (حیجۃ اللہ البالغۃ: ۲/۳۳۲، ذا العورات، قدیمی)

(۱) ”المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان“ و فی رواية ”المرأة عورة مستورة“۔ نصب الراية لأحادیث الهدایۃ: ۱/۲۹۸، المکتبۃ المکیۃ جدۃ

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیۃ، ص: ۱۱۹، مطلب: یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ، قدیمی)

(۲) قد وجدت هذا الحديث فی كشف الخفاء بهذا اللفظ: ”قال رسول الله ﷺ عن ربه عز وجل: ”النظرة سهم مسموم من سهام إبليس، من تركها من مخافتي أبدلته إيماناً يجد حلاوته في قلبه“ (كشف الخفاء: ۳/۳۲۸، حرف النون، بحوالہ طبرانی، رقم الحديث: ۲۸۶۲، دار إحياء التراث العربی)

(و کذا فی المستدرک للحاکم: ۴/۳۱۳، کتاب الرقاق، النظرة سهم من سهام إبليس مسمومة، دار الفکر بیروت)

(ومجمع الزوائد: ۸/۶۳، باب غص البصر، کتاب الأدب، دار الفکر بیروت)

(والدر المنثور للسيوطی: ۵/۴۱، تحت قوله تعالى: ﴿قل للمؤمنين﴾ مؤسسة الرسالة الناشر محمد امين دمج بیروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (سورة التحريم: ۲) =

دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۹۲ھ۔

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا

سوال [۱۰۵۱]: لڑکیوں کو اعلیٰ انگریزی تعلیم دلا کر سرکاری مدارس میں ملازم کرانے کے متعلق

شرع اسلامیہ کا کیا ارشاد ہے، کیا ایسا شخص مسلمانوں کا مذہبی امام یا پیشوا بن سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس زبان سیکھنا فی حد ذاتہ شرعاً ممنوع نہیں، لیکن آج کل انگریزی پڑھنے والوں پر ماحول کا اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ وہ اپنے اقوال، افعال، وضع قطع کو بالکل شریعت کے خلاف کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ان کے عقائد تک مسخ ہو جاتے ہیں۔ مسائل شرعیہ: نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں، بہت سے لاد مذہب مادہ پرست ہو کر قاور مطلق کی ذات و صفات کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ان مفاسد کے پیش نظر شرعی نقطہ نظر سے

= قال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ: "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ: ﴿قُواْ اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلَیْکُمْ نَاراً﴾ یقول: اذبوہم وعلموہم، و قال قتادہ: تأمرہم بطاعة اللہ و تنہاہم عن معصية اللہ، وان تقوم علیہم بأمر اللہ و تأمرہم بہ الخ" (تفسیر ابن کثیر: ۵۰۲/۴، سورۃ التحریم، مکتبہ دارالسلام ریاض)

و قال الإمام أحمد: "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعیتہ" والرجل راع علی اهل بیتہ، و هو مسئول عنهم الخ" (مسند الإمام أحمد: ۵۵/۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) اس میں بہت سے مفاسد ہیں جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن فیہا خشية مفسدة، و درء المفساد مقدم علی جلب المصالح" (الفتاویٰ الحدیثیہ،

ص: ۱۱۹، قدیمی)

(کذا فی حجة اللہ البالغة: ۳۳۳/۲، قدیمی)

(و فتاویٰ رحیمیہ: ۴۱/۱۰، کتاب العلم، دارالاشاعت کراچی)

انگریزی تعلیم کو مخرب عقائد اور مفاسد اعمال کہا جاتا ہے۔

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانے میں مفاسد مذکورہ کے علاوہ کچھ اور بھی شرمناک اور ناقابل بیان خرابیاں موجود ہیں (۱) جو کہ اہل زمانہ پر بخوبی روشن ہیں، اس لئے اس سے کلی اجتناب لازم ہے (۲) خصوصاً مذہبی مقتداء کو کہ ایسے شخص کے فعل سے عوام استدلال کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: حیدر احمد غفرلہ، ۵/ ذیقعدہ/ ۵۶ھ۔

لڑکے اور لڑکیوں کا ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا

سوال [۱۰۵۲]: شبلی کالج جس میں انگریزی اور ہندی کی ہی تعلیم ہوتی ہے اسی طرح نسواں ہائی

(۱) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: کتابۃ النساء، رقم الحاشیہ: ۱)

(۲) قال ابن حجر الہیثمی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ: "روى الحکیم الترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا تسکنوا نساء کم الغرف ولا تعلموهن الكتابة". وأخرج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود أيضاً -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "مرّ لقمان علی جاریة فی کتاب، فقال: لمن یصقل هذا السیف؟" أی حتی یدبح بہ، وحبسہ فیکون فیہ إشارة إلی علة النهی عن الكتابة، وھی أن المرأة إذا تعلمتها توصلت بہا إلی أغراض فاسدة، وأمكن توصل الفسقة إلیها علی وجه أسرع وأبلغ وأحدع من توصلهم إلیها بدون ذلك، لأن الإنسان یبلغ بکتابتہ فی أغراضہ إلی غیرہ ما لم یبلغہ برسولہ، ولأن الكتابة أخفی من الرسول، فكانت أبلغ فی الحيلة وأسرع فی الخداع والمکر، فلاجل ذلك صارت المرأة بعد الكتابة کالسيف الصقيل الذي لا مَرَّ علی شیء إلا قطعہ بسرعة، فکذلک ہی بعد الكتابة۔ اھ۔

واعلم أن النهی من تعلیم النساء للكتابة لا ینافی طلب تعلّمهن القرآن والعلوم والآداب؛ لأن فی هذه مصالح عامة من غیر خشیة مفاسد تنولد علیہا بخلاف الكتابة؛ فإنه وإن کان فیہا مصالح إلا أن فیہا خشیة مفسدة، ودرء المفاسد مقدم علی جلب المصالح۔ (الفتاویٰ الحدیثیة، ص: ۱۱۹، مطلب بکرہ تعلیم النساء الكتابة، قدیمی)

اسکول میں انگریزی اور ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے اس کا ممبر بننا فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جس کالج یا اسکول میں خلاف اسلام تعلیم ہوتی ہے، عقائد، اعمال، اخلاق سب غلط ذہن نشین کرانے جاتے ہیں اس کا ممبر بننا اور تقویت پہونچانا ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۸۸ھ۔

کتابت النساء

سوال [۱۰۵۳]: بہشتی زیور کے ایک حصہ پر بریلوی حضرات کو یہ اشکال تھا کہ خواتین کو لکھنا جائز نہیں ہے، ہاں علوم شرعیہ حاصل کرنے کی یقیناً اجازت ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ممانعت کی ایک حدیث انہوں نے بھی نقل کی ہے۔ علی گڑھ کے مفتی اعظم مولانا حافظ حفیظ اللہ صاحب قدس سرہ سے اس ناکارہ نے خود سنا کہ لڑکیوں کو لکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، حدیث پاک میں صریح اس کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس ناکارہ نے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب سہارنپوری سے رجوع کیا تو موصوف نے بھی بہشتی زیور کی تائید کی۔ بریلوی حضرات کی کتاب اس وقت سامنے نہیں ہے ورنہ حوالہ بھی نقل کرتا۔

میں گزشتہ چوبیس سال سے مخلوط تعلیمی ادارے سے منسلک ہوں اور گزشتہ تیرہ سال سے ایم۔ اے کی سطح پر لڑکیوں کو بھی پڑھا رہا ہوں، میرے تجربات اس سلسلہ میں نہایت تلخ ہیں، اس وجہ سے اپنی بچی کو مولوی محمد اسماعیل مرحوم کی کتاب تو پڑھاتا ہوں مگر لکھنا نہیں سکھاتا۔ کیا واقعی لڑکیوں کو لکھنے کی اجازت نہیں تاکہ اپنے بچوں کے بارے میں اجماع سنت کا اہتمام کروں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

حدیث پاک میں ایک مقام پر عورت کو لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے اور ایک مقام پر ترغیب آئی ہے (۱)، اس لئے شراح حدیث (نبوی علی صلیہ الف الف صلوة وسلام) نے لکھا ہے کہ جہاں فتنہ کا خطرہ ہو

(۱) ”عن شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: دخل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وأنا عند حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فقال لی: ”ألا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمنیها الکتابۃ“۔ (سنن أبی داؤد: ۲/۱۸۶، باب ما جاء فی الرقی، سعید)۔

وہاں سکھانے سے اجتناب چاہئے (۱)، جہاں نہ ہو وہاں بقدر ضرورت گنجائش ہے کہ امور خانہ داری میں بعض مرتبہ اس کی حاجت پیش آ جاتی ہے۔

جوڑکیاں اپنے مکان میں والد، بھائی، چچا، دادا، نانا سے لکھنا سیکھے اور ان کی دینی تربیت کی جائے، ماحول صالح ہو تو اجازت ہے۔ اس مقصد کے لئے بہشتی زیور کی تصنیف کی گئی ہے اور اس سے نفع بھی بے حد ہوا اور جوڑکیاں اسکول میں جائیں اور پردے کا اہتمام نہ ہو، نامحرموں سے احتیاط نہ ہو، ان کو اس سے روکنا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العید محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۲ھ۔

= قال الشيخ في بدل المجهود: "فيه دليل على جواز كتابة النساء، واما حديث: "لا تعلموهن الكتابة"، محمول على من يخشى عليها الفساد"، (۵/۸۰، معهد الخليل الإسلامي كراچی) (ومسند الإمام أحمد ابن حنبل: ۲/۳۷۲، رقم الحديث: ۲۶۵۵۵، حديث شفاء بنت عبد الله، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"لا تسكنوهن الغرف، و لا تعلموهن الكتابة، و علموهن الغزل و سورة النور"، من حديث عائشة، و من حديث ابن عباس بلفظ: "لا تعلموا نساءكم الكتابة، و لا تسكنوهن العلالی"، و عن مجاهد مرسلًا: "علموا رجالكم سورة المائدة، و علموا نساءكم سورة النور"، أخرجه سعيد بن منصور في سننه. و روى البيهقي في الشعب عن أبي عطية الهمداني كتب عمر بن الخطاب: تعلموا سورة براءة و علموا نساءكم سورة نوح". (تنزيه الشريعة المرفوعة: ۲، ۲۰۸، ۲۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "واعلم أن النهي عن تعليم النساء الكتابة لا ينافي طلب تعلمهن القرآن والعلوم والآداب، لأن في هذه مصالح عامة من غير خشية مفسد تتولد عليها بخلاف الكتابة، فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسد، و درء المفسد مقدم على جلب المصالح". (الفتاوى الحديثية، ص: ۱۱۹، مطلب: يكره تعليم النساء الكتابة، قديمي)

(و كذا في حجة الله البالغة: ۲/۳۳۲، قديمي)

(۲) "وعن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: "إن الدنيا حلوة خضرة، وإن الله مستخلفكم فيها، فينظر كيف تعملون، فاتقوا الدنيا واتقوا النساء، فإن أول فتنة بني إسرائيل كانت في النساء". رواه مسلم." =

نیم عریاں لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا

سوال [۱۰۵۴]: ہمارے اطراف میں عموماً بے پردگی ہے، جوان لڑکیاں بے محاباں عریاں لباس پہن کر اسکول کالج میں آتی جاتی رہتی ہیں، بعض خال خال گھرانوں ہی میں کچھ پردہ کا رواج ہے۔ ایسی حالت میں ایک عالم صاحب نے اسکول میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ موجودہ دور کے تقاضہ کے مطابق مسلمان لڑکیوں کو بھی ایس، سی، سی (یعنی اسکول کالج میں جو نیم فوجی تربیت دی جاتی ہے) سکھانا جائز ہے۔ ان کا یہ فرمانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جو برادرانِ وطن اسکول کالج میں سرسوتی پوجا وغیرہ کرتے ہیں، اس میں مسلمان طلباء کا چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا موصوف کی اس تقریر سے دیندار عوام میں شک و تردید پیدا ہو گیا ہے اور غیر دیندار مسلمانوں کے رجحان کی تائید ہوتی ہے جس سے عوام میں کچھ کشمکش پیدا ہو گئی۔

الجواب حامداً و مصلياً :

جوابات انہوں نے فرمائی ہے وہ موجودہ دور کی سیاسی بات ہے شرعی حکم نہیں ہے، شریعت نے تو عورتوں کو بے پردگی اور عریانی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے (۱) بلکہ پردہ کے ساتھ خوشبو لگا کر مکان سے نکلنے کو بھی منع کیا ہے، اس کو زنا کی دعوت دینے والی قرار دیا گیا ہے، یہ حدیث صحاح میں موجود ہے (۲)۔

اگر چندہ نہ دینے میں خطرہ ہو تو چندہ مانگنے والے کو دینے کی نیت سے دیدیا جائے، پھر وہ جس کام میں چاہیں گے خرچہ کریں گے، وہ ان کا فعل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

= قال العلامة على القاري: "وهو تخصيص بعد التعميم إشارة إلى أنها أضر ما في الدنيا بالبلايا، وقد جاء في رواية الديلمي عن معاذ: "اتقوا الدنيا واتقوا النساء، فإن إبليس طلاع رصاد، وما هو بشيء من فحوشه بأوثق نصيده في الانقياد من النساء." (مرقاۃ المفاتیح: ۶/۳۶۷، کتاب النکاح، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَبْرَحْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

(۲) قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيما امرأة استعطرت، فمرت على قوم ليجدوا من =

پردہ نشین لڑکی کے لئے طبیہ کالج میں داخلہ

سوال [۱۰۵۵]: میری ہمشیرہ مذہبی خاندان سے نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ صوم و صلوة کی پابند اور غیر شادی شدہ خوبصورت اور پردہ نشین ہے جو بمبئی میں مقیم ہے، پھر یہ اعلیٰ تعلیم کے لئے طبیہ کالج اسپتال میں حکمت کے کورس میں داخلہ لینا چاہتی ہے۔ طبیہ کالج میں اکثر اساتذہ مرد ہیں اور طلبہ میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم حاصل کرتے ہیں، لڑکیاں کلاس میں برقعہ اوڑھ کر بیٹھیں تو سختی نہیں ہے مگر نقاب نہیں ڈال سکتیں، چہرہ کھلا رہے گا۔ بعد میں دو سال تک مریضوں پر عمل تشخیص بھی کرائی جائے گی، جہاں مرد مریضوں کا معائنہ کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یہ کورس کا عمل ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ کافی بے پردگی ہے اور لڑکی یہ کورس حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے، مقصد صرف ڈاکٹری حاصل کر کے اچھی جگہ شادی کرنی ہے، یہ دنیاوی حسن حاصل کرنا ہے۔ لہذا اس لڑکی کا کالج میں داخلہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ رہا شادی کا معاملہ تو وہ قسمتی معاملہ ہے جو صرف خدا کے ہاتھ میں ہے، یہ ہمارا عقیدہ ہے بس ترک اسباب نہ ہو۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ گورنمنٹ کے میڈیکل کالج میں جہاں اکثر اساتذہ اور طلبہ غیر مسلم ہیں اور تعلیم مخلوط ہے وہاں پر بے پردگی کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے دیگر ڈگری کالجوں میں جہاں ایم اے وغیرہ کی ڈگری دی جاتی ہے، لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

طریقہ مذکورہ پر داخلہ لے کر تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے (۱) یہی حکم

= ریحھا فہی زانیۃ۔ (سنن النسائی، رقم الحدیث: ۲۸۲/۲، کتاب الزینۃ، باب ما یکرہ للنساء من الطیب، قدیمی)

(و جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۰۷۷/۲، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراہیۃ خروج المرأة متعطرة، سعید)

(و سنن الدارمی: ۳۶۲/۲، باب فی النهی عن الطیب إذا خرجت، قدیمی)

(۱) قال العلامة ابن حجر المکی رحمہ اللہ تعالیٰ: "اعلم أن النهی من تعلیم النساء للکتابۃ لا ینافی طلب تعلمهن القرآن والعلوم والآداب، لأن فی هذه مصالح عامة من غیر خشية مفسد تولد علیہا بخلاف الکتابۃ، فإنه وإن کان فیها مصالح إلا أن فیها خشية مفسدة، و درء المفسد مقدم علی جلب المصلح" =

دیگر میڈیکل کالجوں کا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم اور بے پردہ ملاقات، بود و باش، مرد اساتذہ کا ان کو تعلیم دینا، ان کا مریض مردوں پر عمل تشخیص کرنا یہ سب چیز غلط ہے، ان سے پورا پرہیز لازم ہے۔ شادی کا معاملہ جس طرح خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہر معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۰ھ۔

عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض و نفاس کے مسائل بتانا

سوال [۱۰۵۶]: اگر کوئی شخص اپنی محلہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض و نفاس کا مسئلہ اور نماز و روزہ اور پاکی و ناپاکی کے بارے میں وعظ و نصیحت سنانا اور بتلانا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ثابت ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط چاہیے، خاص کر حیض و نفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سمجھایا کرتی تھیں (۱)، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ہرگز نہ کرے، یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ممنوع ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۱۱۹ مطلب: یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ، قدیمی)

(کذا فی حجة الله البالغة: ۳۳۳/۲، قدیمی)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح: ۳۶۳/۸، باب الرقی، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: دخلت أسماء علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت: یا رسول الله! -صلی الله علیه وسلم- کیف تغتسل إحدانا إذا طهرت من المحيض؟ قال: تأخذ سدرها وماءها فتوضا ثم تغتسل رأسها وتدلک حتى تبلغ الماء أصول شعرها، ثم تفيض علی جدها، ثم تأخذ فرصتها فتطهر بها، قالت: یا رسول الله! کیف تطهر بها؟ قالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنہا: فعرفت الذی یکنی عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقلت: لها تبعن بها آثار الدم“۔ (أبرود، کتاب الطهارة، باب الإغتسال من الحيض: ۵۰/۱، إمدادیہ)

(۲) ”وفی الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی =

دنیوی تعلیم کے نتائج

سوال [۱۰۵]: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بی، اے۔ ایم، اے پڑھ کر اکشر لڑکے بگڑ جاتے ہیں، کیا ان کے کہنے سے شریعت اسلامی یہ بتلاتی ہے کہ اسے اعلیٰ تعلیم نہ دی جائے یا دنیوی تعلیم نہ دی جائے، اگر دی جائے تو کس طریقہ سے؟

۲..... اس تازک دور میں دنیوی تعلیم دلوانا جائز ہے یا ناجائز؟ ان تمام سوالوں کے جدا جدا جواب دے کر اس کا کوئی نیک حل نکالا جائے، خدا تعالیٰ آپ کے عظیم ارادوں کو دائمی قائم رکھے اور علماء دین کی اللہ تعالیٰ ہر طرح سے امداد فرمائے۔ آمین! ان سوالوں کے جواب آسان اردو میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

۱..... ایسی تعلیم دلانا جس کے اثر سے بچے بگڑ جائیں اور دین سے بے تعلق ہو کر بے دین بن جائیں (عقائد، اخلاق، اعمال خراب ہو جائیں) جائز نہیں، یہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ ان کو تباہ اور برباد کرنا ہے، اس بگاڑ سے حفاظت کا انتظام ہو جائے تو دنیوی تعلیم بھی درست ہے (۱)۔ اول عقائد و اخلاق و اعمال شرعیہ کی تعلیم دی جائے، بزرگوں کی صحبت میں رکھا جائے، دینی کتب کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہیں تو حفاظت ہو سکتی ہے۔

۲..... نمبر: ۱ سے نمبر: ۲ کا جواب واضح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۱ھ۔

= اللبس والنظر : ۳۶۸/۶، سعید

(۱) "زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : أمرني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، أن أتعليم السريانية ، و في رواية : أنه أمرني أن أتعليم كتاب يهود ، وقال : إني ما من يهود على كتاب ، قال زيد بن ثابت ، فما مر بي لصف شهر ، حتى تعلمت فكان إذا كتب إلى يهود كتبت ، وإذا كتبوا إليهم قرأت له كتابهم ." (صحيح البخاري : ۲/۶۸، باب ترجمة الحكماء ، قديمي)

(کذا فی امداد الفتاویٰ : ۶/۱۸۵، مکتبہ دارالعلوم)

معلمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے بچے بچیوں کی مخلوط تعلیم

سوال [۱۰۵۸]: ایک اسلامیہ اسکول جس کا سارا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، اس میں معلموں کے ساتھ معلمات کا تقرر درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح دس سال یا زائد عمر کے بچے بچیوں کی یکجا ہی تعلیم کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلامیہ اسکول میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو مغلطہ کی حیثیت سے مقرر کرنا شرعاً درست نہیں، اسی طرح سیانی لڑکیوں کو لڑکوں کے اسکول میں داخل کرنا جائز نہیں، دس سال کی لڑکی (حسب سوال سائل) کو ہرگز ایسے اسکول میں داخل نہ کیا جائے اس میں سخت فتنہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۹۴ھ۔

نرسری اسکول اور عیسائی معلمات

سوال [۱۰۵۹]: محترم جناب مفتی صاحب! سلام مسنون!

سائلہ کی استدعاء ہے کہ امور مندرجہ ذیل میں شریعت حقہ کی روشنی میں رائے عالی سے مطلع فرمائیں:
برائے بنات ایک قومی تعلیمی ادارے کی خدمت انتظامیہ ایک نسواں کمیٹی کے سپرد ہے جس کی خدمت صدارت میں اٹھارہ سال سے انجام دے رہی ہوں اور پورے زمانہ خدمت میں ادارہ کے تمام امور متعلقہ حدود

(۱) قال الشيخ ولي الله المحدث الدهلوي: "اعلم انه لما كان الرجال يهيجهم النظر الى النساء على عشقهن والتوجه بهن، ويفعل بالنساء مثل ذلك، وكان كثيراً ما يكون ذلك سبباً لأن يتغى قضاء الشهوة منهم على غير السنة الراشدة كاتباع من هي في عصمة غيره، أو بلاكاح، أو غير اعتبار كفاة، والذي شوهد من هذا الباب يغني عما سطر في الدفاتر، اقتضت الحكمة أن يسد هذا الباب". (حجة الله البالغة: ۲/۳۳۳، ذكر العورات، قديمي)

"(و تمنع) المرأة الشاب (من كشف الوجه بين رجال) لا لأنه عورة، بل (لخوف الفتنه)

كمنه وإن أمن الشهوة الخ". (الدر المختار: ۱/۳۰۶ باب شروط الصلاة، سعيد)

(و كذا في فتاوى ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۱۹، قديمي)

شریعت پاک کی روشنی میں ترک و اختیار کرنے کی کوشش کی گئی، ادارہ مذکور سے متعلق شعبہ تربیت گاہ اطفال بھی قائم ہے جس میں ۳/۶ سال کے بچوں کو ابتدائی معلومات دین و دنیا کی بابت کھیل ہی کھیل میں ضروری امور ذہن نشین کرا دیئے جاتے ہیں۔

نصاب تربیت پوری چھان بین کے بعد سائلہ مرتب کرتی ہے اور روز کا کار خدمت مشاہدہ میں رہتا ہے، شعبہ مذکور کی خدمت تربیت کے لئے معلمہ ادارہ مذکور کی تعلیم پائی ہوئی اور دوسری عیسائی لیڈی انجام دے رہی ہے، دوسری مسلم معلمہ باوجود تلاش و کوشش کے میسر نہ ہوئی، جو ملیں وہ انتہائی آزاد خیال، بے پردہ ہندو اداروں کی سند یافتہ، نتائج کار لڑکیاں تھیں، اس لئے عیسائی معلمہ کو ترجیح دی گئی کہ وہ نسبتاً بہتر اخلاق، پرورش اطفال سے واقف، ماہر نفسیات خانہ داری اور کن رسیدہ ہیں۔

مقصود تقرر یہ بھی ہے کہ ادارے کی معلمات دوسرے اداروں میں جا کر طریقہ تربیت سیکھنے کے بجائے اپنے ادارے میں رہ کر ضروری باتیں سیکھ لیں اور کام خود سنبھال سکیں، مختصر یہ کہ عیسائی قطعاً آزاد نہیں ہیں، بلکہ حدود متعین کے اندر کام کر رہی ہیں۔ ایسی صورت میں احکام شریعت کیا ہیں؟ مطلع فرمائیے یعنی ان سے خدمت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (سائلہ کا نام مصلحتاً درج نہیں کیا گیا)

الجواب حامداً ومصلیاً :

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ اس ادارہ کے تمام امور متعلقہ حدود شریعت پاک کی روشنی میں ترک و اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اور زیادہ پابندی کی توفیق دے۔ معلمہ موصوفہ عیسائی کے تقرر کے وقت بھی تو اولاً یہی کوشش کی گئی ہو، اب کیا وجہ پیش آئی کہ اس کے متعلق استفسار کیا جا رہا ہے، کیا وقت تقرر اس مسئلہ کی تحقیق نہیں کی گئی اور بلا تحقیق معصوم بچوں کی تربیت و تعلیم کو معلمہ موصوفہ کے سپرد کر دیا گیا، مسلم معلمہ جو ملیں تو وہ بے پردہ، انتہائی آزاد خیال ملیں، کیا معلمہ موصوفہ پردہ نشین اور پابند خیال ہیں؟

جناب نے معلمہ موصوفہ کے اخلاق کو بہتر فرمایا ہے تو کیا کفر کے ساتھ بہتر اخلاق جمع ہو سکتے ہیں؟ شاید اخلاق سے مراد شرعی اخلاق نہیں بلکہ عرفی اخلاق ہیں، سب سے ہنس بول کر ملنا، چکنی چپڑی باتیں، بالینا مرا ہے، ورنہ شریعت مقدسہ میں اخلاق نام ہے اتباع سنت کا یعنی اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔ تو یہ چیز کسی غیر مسلم سے نہیں ہو سکتی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کا ایمان ہی نہیں تو پیروی کا کیا نکل ہے؟

فطری بات ہے کہ استاد کے جذبات و خیالات شاگردوں کے دلوں پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ہندو اداروں کی سند یافتہ معلمات کے متعلق آپ کو خود شکایت ہے۔ انگریز استاد کے اثرات بھی جو کچھ طلباء پر پڑتے ہیں وہ آج کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی خالص مذہب اسلام کی تعلیم دے اور اس کو آزادانہ چھوڑ جائے، بلکہ اس کے حدود متعین رویجائیں جیسا کہ معلم موصوفہ کے متعلق ادارہ موصوفہ میں کیا گیا ہے تب بھی اس کے قلبی اور دماغی اثرات ضرور پڑیں گے۔ جن عیسائیوں نے قرآن پاک کی تفسیر یا حدیث شریف کی تشریح کی وہ ان کے اندرونی اثرات سے خالی نہیں، بلکہ جو دشمنی لکھی اس میں بھی وہ اثرات موجود ہیں۔ بڑے سمجھدار آدمی کو استاد کے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر بچنا دشوار ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کی حاجت ہو، بلکہ اس کا مشاہدہ سب کو ہے۔ اپنے دین کی حقیقت سے ناواقفیت یا تاثر سے بچے رہنے کے زعم باطل میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کوئی انکار کرے تو اس سے وہ اصل حقیقت باطل نہیں ہوگی۔

نصاب تربیت اگر محض اپنی رائے اور بصیرت سے چھان بین کر کے تجویز و متعین کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق اتنی گزارش ہے کہ اپنی رائے کو معیار حق نہ بنایا جائے، بلکہ جو حضرات کتاب و سنت کے ماہر ہیں کہ انہوں نے سب طرف سے کثرت کتاب و سنت ہی کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر دیا ہے اور ہر حکم کے درجہ کو پہچانتے ہیں اور حدیث پاک کے متن اور شروح پر نظر رکھتے ہیں، قرآن شریف اور اس کی تفسیر سے خوب واقف ہیں اور آثار صحابہ ان کے سامنے ہیں، ائمہ مجتہدین کے تخریج کردہ مسائل کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور ان کے طرق استنباط و استدلال کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کی تمام تر جدوجہد اعتقادی، عملی، اخلاقی، معاشرتی زندگی کی آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت اصلاح کرنا ہے اور اتباع سنت، مسائل فقہ پر عمل، تزکیہ، اصلاح باطن کی بدولت اللہ پاک نے ان کو وحی، تقویٰ، احسان کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے، ان کے مشورہ سے استفادہ کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ چند سطور تحریر سے ضمیمہ متعلق تھیں اب اصل سوال کا جواب عرض ہے:

قرآن پاک میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ (۱): ”اے! لا تعتمدوا علیہم، ولا تعاشروہم معاشرۃ الأحابیب (بعضہم أولیاء بعض) إیماء إلی علة النهی یعنی أنهم متفقون علی خلافکم وإصرارکم، وتوالی بعضہم بعضاً لاتحادہم فی الدین، (ومن يتولیہم منکم) یعنی عبد اللہ بن اُتبی، فإنه منہم یعنی کافر و فاسق۔ عن عیاض أن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أمر أبا موسیٰ الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن یرفع إلیہ ما أخذ وما أعطی فی أديم واحد، وكان لہ كاتب نصرانی، فرفع إلیہ ذلك، فعجب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: وقال: ”إن هذا الحفیظ هل أنت قاری، لنا کتاباً فی المسجد جاء من الشام“ فقال: هو لا یستطیع أن یدخل المسجد، قال عمر: ”أجنب؟“ قال: بل نصرانی، قال: قهرنی، وضرب فخدی، ثم قال: أخرجه، ثم قرأ: ﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ أخرجه ابن أبی حاتم والبیہقی فی شعب الإیمان، وجاز أن یسکون قوله تعالیٰ، ﴿ومن يتولیہم منکم فإنه منہم﴾ مبنیاً علی التجویز: أی من يتولیہم فهو فاسق، والفاسق یشابہ الکافر، والغرض منہ التشدید فی مجانبتہم اہ۔ تفسیر مظہری (۲)۔

”إن هذا العلم دین، فانظروا عمر، تأخذون دینکم اہ۔“: أی الدین لا یؤخذ إلا ممن أوتمن علی دینہ اہ۔ (شرح مسلم) (۳)۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ عیسائی کو ولی بنانا جائز نہیں یعنی اس پر اعتماد کرنا اور اس کے ساتھ احباب جیسا معاملہ کرنا درست نہیں۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائی سے خط پڑھوانا بھی گوارہ نہیں کیا اور جب تک کسی شخص پر دینی اعتماد نہ ہو یعنی شریعت مقدسہ کے نزدیک اس کا دین قابل اعتماد نہ ہو اس سے علم نہیں حاصل کرنا چاہئے، اس

(۱) (المائدہ: ۵۱)

(۲) (التفسیر المظہری: ۱۲۵/۳، سورة المائدہ، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و تفسیر ابن کثیر: ۹۶/۲، دار السلام ریاض)

(۳) (شرح الکامل للنووی علی الصحیح لمسلم: ۱/۱۱، باب أن الإسناد من الدین، قدیمی)

سے صاف ظاہر ہے کہ معصوم بچوں کو معلمہ موصوفہ کے سپرد کرنا اس بناء پر کہ وہ تربیت کا سلیقہ رکھتی ہیں اور بچوں کو صاف ستھرا رہنے اور مکان پر جا کر سب کو جداگانہ سلام کرنے کا طریقہ بتا دیتی ہیں درست نہیں اور یہ چیز بچوں کے حق میں زہر قاتل ہے، گو وہ زہر ابھی ہر ایک کو نظر نہیں آتا مگر اس کے جراثیم ابھی سے بچوں میں پیدا ہو کر پرورش پاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر ان کے قلب و دماغ اثر قبول کرتے ہیں۔ پھر جب کہ معلمہ موصوفہ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ ماہر نفسیات بھی ہیں تو اگر وہ اپنے مذہب کی پابند ہیں تو ان کی دوڑ دھوپ زیادہ سے زیادہ اس لئے ہوگی کہ آہستہ آہستہ بچوں پر بلکہ تمام ادارے پر اپنا مذہب ہی رنگ جمائیں۔

اگر وہ اپنے مذہب کی پابند نہیں تو غور کریں کہ جو اپنے مذہب سے آزاد ہے وہ دوسروں کے مذہب کا خیال کیا کرے گی؟ بلکہ وہ تو چاہے گی کہ میری طرح سب ہی آزاد ہو جائیں۔ میڈیکل کالج کی نرسیں بھی بہت سلیقہ شعار اور ماہر نفسیات ہوتی ہیں، مریضوں کو ان کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، وہ بہت ہوشیاری اور اخلاص کے ساتھ مریضوں کی خدمت کرتی ہیں، لیکن ۷۷ء سے پہلے کی بات ہے کہ لدھیانہ میڈیکل کالج سے ایک ہزار سے زائد لڑکیاں عیسائی بنا کر فرار کرادی گئیں کہ ان کے ورثاء باپ شوہر وغیرہ ملنے کے لئے گئے تو کہہ دیا کہ وہ تو یہاں سے صحت یاب ہو کر چلی گئیں (اخبارات میں تفصیل آئی تھی)۔ اس لئے لندن معصوم بچوں پر رحم کیجئے۔

فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

باسمہ و بحمدہ :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم المقام جناب مفتی صاحب!

جواب استفتاء موصول ہوا اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی سعادت عطا فرمائے اور ہم سب کو راجح حق پر چلنے کی توفیق و استقامت کے ساتھ آسانیاں بھی عطا فرمائے (آمین) جناب کی حتمی تحریری کے ذیل میں کچھ باتیں جواب طلب محسوس ہوئیں اس لئے دوبارہ عریضہ ارسال خدمت کر رہی ہوں، متوقع ہوں کہ آپ اسے گستاخی پر محمول نہ فرمائیں گے۔

..... شعبۂ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت کا احساس اس وجہ سے ہوا کہ قریبی عزیز و اقارب

نیز بیشتر مسلم گھرانوں کے بچے عیسائی تربیت گاہوں یا ہندو نرسری اسکولوں میں بھیجے جا رہے تھے، جہاں کا پورا نظام تعلیم و تربیت انہیں کے عقائد اور ذوق کے مطابق ہے، لہذا معاہدین کا رکو مذکورہ نقصان کی نشاندہی کرتے ہوئے شعبہ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت پر متوجہ کیا اور آمادگی بھی حاصل ہو گئی۔

تقرر معلمہ کے ذیل میں انتہائی کوشش کی گئی کہ وہ مسلم اور کار منصب کی اہل بھی ہو مگر جو مسلم لڑکیاں ملیں ان میں اتنی پلک بھی نہ پائی گئی کہ وہ ڈانس، ساز، گانے وغیرہ کا طریقہ بھی چھوڑ دیں اور دوسرے لادینی طریقوں میں ترمیم کر سکیں۔ عیسائی معلمہ ہماری زیر ہدایت کا خدمت انجام دینے پر آمادہ ہو گئیں، مگر ان کے پیش نظر حصول زر ہے اور شعبہ تربیت گاہ اطفال کی مسلم معلمہ کے لئے ایک تجربہ کار مددگار کی ضرورت ہے، لہذا اپنے اس ادارے میں رہتے ہوئے چھوٹے بچوں پر قابو حاصل کرنے کا طریقہ سیکھ کر آئندہ خود کام سنبھال سکیں، اگر محض ناواقف کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے تو داخلہ نہ ہوتے۔ بہر صورت مقصود مسلم بچوں کو لادینی اثرات سے بچانا ہے، اللہ تعالیٰ کو میری نیت کا بخوبی علم ہے۔

میرت النبی جلد اول زیر عنوان ”مذہبی انتظامات“ کے ذیل میں دیکھا کہ اسیران بدر میں جو لوگ فدیہ ادا نہ کر سکے ان کو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط پر رہا فرما دیا کہ وہ مدینہ میں رہ کر لوگوں کو لکھنا سکھادیں، نیز علمائے کرام کا حکومت سے یہ مطالبہ بھی پیش نظر تھا کہ غیر دینی تعلیم اور لادینی نصاب والی درس گاہوں (جبر یہ تعلیم) میں کچھ وقت دینی تعلیم کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

اب میرے علم میں یہ چیز لائی گئی کہ کسی صاحب کو عیسائی معلمہ کے تقرر پر دینی اعتراض ہے تو میں نے استفتاء روانہ خدمت کر دیا، تاکہ احکام حق کی روشنی میں یا تو اپنے غلط انتخاب کی اصلاح کر سکوں یا معترض صاحب کو مطمئن کر سکوں۔

۲..... نصاب تعلیم مرتب کرنے کی چھان بین سے میری مراد مشہور و معروف امور کے علاوہ اجتہادی مسائل میں اخلاص اور دینی بصیرت رکھنے والے علمائے کرام کی تحقیق و تفتیش سے فائدہ اٹھانا ہے، اپنی رائے کو معیار حق ماننے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

دینی تحقیق کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی مرضی کا دریافت کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر ایک کے ذمہ ضروری ہے، اس کو گستاخی پر کیوں محمول کیا جائے۔ تربیت اطفال کی ضرورت بدیہی ہے اور لا دینی اداروں کی مغفرت بھی بالکل واضح ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلم معلم دینی تربیت کے لئے دستیاب نہیں ہوتی جس کی جناب کو بھی شکایت ہے۔ اس پر بھی تعجب ہے کہ ۱۸ سال سے خدمت صدارت جناب کے سپرد ہے مگر اس مدت میں پوری جدوجہد کے باوجود ایسی دو معلمہ بھی اس ادارہ میں کامیاب نہیں ہو سکیں، جن سے اس ادارہ میں کام لیا جاسکے۔ عدم جواز کی دلیل احقر گذشتہ تحریر میں قرآن پاک و حدیث شریف، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے پیش کر چکا، لہذا اس کے متعلق تو اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جواز کے لئے گنجائش جناب نے جس دلیل سے نکالی ہے اس کا حاصل دو چیزیں ہیں: ایک اسیران بدر کا واقعہ، دوم موجودہ علماء کی سعی اور حکومت سے مطالبہ۔

امراول کے متعلق غور کریں کہ اسیران بدر سے جو فدیہ لیا گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا اس کو پسند فرمایا، یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس پر کوئی دوسری چیز ارشاد فرمائی (۱) اور خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا کہ ”عذاب بالکل قریب آگیا تھا، اگر عذاب ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی اور نہ بچتا“ (۲)، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے فدیہ لینے کی نہ تھی بلکہ قتل کر دینے کی تھی (۳)۔ ایسے واقعہ سے استدلال کرنا کہاں تک بر محل تھا؟ نیز وہاں رسم الخط سیکھنا تجویز کیا گیا تھا (۴) جیسے اور دوسری صنعتیں: نجاری، حدادی وغیرہ نہ کہ

(۱) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يَتَّخِذَ فِي الْأَرْضِ تَرْبِدُونَ عَرْضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يَرْيَدُ الْآخِرَةَ، وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورة الأنفال: ۶۷، ۶۸)

(۲) (ذرقائی: ۴۴۲/۱، بحوالہ سيرة مصطفى: ۱۱۳/۲، ذرقائی: ۴۴۲/۱، بحوالہ سيرة مصطفى:

۱۱۳/۲، مولانا ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ لاہور)

(۳) (البداية والنهاية: ۳/۲۹۷، أبو الفداء ابن كثير، مکتبہ المعارف بیروت)

(۴) (دیکھئے: طبقات ابن سعد: ۲/۲۲)

دینی تربیت معصوم بچوں کی، جن کو رسم الخط پکھنا تھا وہ اپنا دین براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھ کر اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان پر کسی کے اثر کا خطرہ نہیں تھا بلکہ کچھ مدت دینی ماحول میں رہ کر امیران بدر خود بھی مسلمان ہی ہو گئے تھے۔

یہاں معصوم بچوں کی دینی تربیت ایک دشمن دین کے سپرد ہے وہ بچے خود دین سے ناواقف ہیں ان کے دین کا سنگ بنیاد دشمن دین کے قبضہ میں ہے، بچوں کے دلوں میں اس کی دینی عزت ہے، سب ادارہ اس کی دینی تربیت و واقفیت سے متاثر و مرعوب ہے، تحصیل زر کے ساتھ اس کے اعزاز و اکرام ترقی پر ہے، بچے سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین اس نے سلھایا ہے یہ دین کی بڑی ماہر ہے، اخلاق اس نے ہم کو سکھائے ہیں یہ اخلاق کی بڑی ماہر ہے حالانکہ وہ دین کی بھی دشمن ہے اور اخلاق کی بھی دشمن ہے، اس کے نتائج جو کچھ ہوں گے وہ نہایت خطرناک اور بچوں کے لئے بلکہ تمام ادارہ کے لئے بڑے مہلک ہوں گے۔

امردوم: علماء کی جدوجہد یہ نہیں ہے کہ مسلمان بچوں کو ہندو دینی تعلیم دیں، بلکہ جبریہ تعلیم کے پیش نظر جب بچے اسکولوں میں داخل ہونے پر مجبور ہیں اور اپنا ادارہ کوئی قابل اطمینان نہیں اور وہاں کا سارا ماحول غیر ہے تو کوشش کی گئی کہ اس مجموعی لادینی ماحول میں مسلمان بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے کہ جس قدر بھی مسلم معلم ان کے دین کی حفاظت کر سکیں غنیمت ہے، آپ کے ادارے میں سب کچھ دین ہی دین ہے تو وہاں عیسائی معلم کو لا کر دین کی تربیت اس کے سپرد کرنا اور معصوم بچوں کا اس کو دینی استاد بنادینا ان بچوں کے دلوں میں بددینی کی بنیاد قائم کرنا ہے۔ فقہ والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ، ۲۳/ ربیع الاول/ ۱۴۱۵ھ۔

اسکول میں ترانہ

سوال [۱۰۶۰]: اسکولوں میں آج کل شرعی لباس نہیں ہے اور صبح کو پرا تھنا میں ’رگھوپتی راگھوراج رام‘ ترانہ مسلمان، ہندو، سکھ سب مل کر گاتے ہیں، اگر مسلمان بچے اور استاد شریک نہ ہوں تو ان پر ناجن ظلم کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مسلمان بچوں اور استادوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرک اور محصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں: ”لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق“۔
الحديث (۱)۔ ایسی چیزوں سے بچنے کے لئے آئینی تدابیر اختیار کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۸ھ۔
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

دوسرے سے سرٹیفکٹ حاصل کرنا

سوال [۱۰۶۱]: اگر ایک لڑکے نے ٹیکنیکل کورس کیا مگر اس کے پاس سرٹیفکٹ نہیں ہے، تو کہیں
سے سرٹیفکٹ لیکر نوکری حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں جبکہ وہ لڑکا تجربہ کار بھی ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قانوناً سرٹیفکٹ حاصل کرنا ضروری ہے بغیر اس کے ملازمت حاصل کرنا جرم ہے تو قانون کی
پابندی لازمی ہے کہ اس میں جان و مال کی حفاظت بھی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۸۷ھ۔
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۸۷ھ۔



(۱) (فیض القدیر ۱۲/۱۳۸۶ ط: مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء الفصل الثانی، ص ۳۲۱، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَحُونُوا أَمَانَاتِكُمْ﴾ (سورة الأنفال

پ: ۹، آية: ۲۷)

”طاعة الإمام فی غیر معصية واجبة“ (رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام

واجبة: ۵/۴۲۲، سعید)

ما يتعلق بالقرآن الكريم (تفسير کا بیان)

شرائط تفسیر

سوال [۱۰۶۲]: قرآن پاک کی تفسیر کے لئے کیا شرائط ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

لفظ کو معنی حقیقی یا مجاز متعارف پر حمل کرنا، سیاق و سباق کے خلاف نہ ہونا، شاہدین وحی کی شہادت سے مؤید ہونا۔ تفسیر فتح العزیز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیر و تاویل میں فرق

سوال [۱۰۶۳]: تفسیر و تاویل میں کیا فرق ہے؟

(۱) قال الإمام جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى: "و منهم من قال: يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علماً: أحدها: اللغة، الثاني: النحو، الثالث: التصريف، الرابع: الاشتقاق، الخامس والسادس والسابع: المعاني والبيان والبدیع، العاشر: أصول الفقه، الحادي عشر: أسباب النزول والقصص، الثاني عشر: النسخ والمنسوخ، الثالث عشر: الفقه، الرابع عشر: الأحاديث المبيّنة للتفسير المجمل والمبهم، الخامس عشر: علم الموهبة".

قال: فهذه العلوم التي هي كالآلة للمفسر، لا يكون مفسراً إلا بتحصيلها، فمن فسر بدونها كان مفسراً بالرأى المنهى عنه". ملخصاً (الاتقان: ۳/۳۵۹، النوع الثامن والسبعون في معرفة شروط المفسر و آدابه، دار ذوی القربی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (الاتقان: ۳/۳۵۱ - ۳۷۰، فی معرفة شروط المفسر، دار ذوی القربی)

(و روح المعانی: ۶/۱، دار احیاء التراث)

(و فتح الباری: ۸/۱۵۵، دار الفکر)

الجواب حامداً ومُسلياً :

اگر جملہ امور مذکورہ بالا (سوال گذشتہ کے تحت) ملحوظ ہوں تو تفسیر ہے، اگر بعض مفقود ہوں تو تاویل ہے۔ تفسیر فتح العزیز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ ہیں؟

سوال [۱۰۶۴]۔ زید و بکر کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زید کا قول ہے کہ متقدمین علماء بھی اس امر کے قائل رہے ہیں کہ قرآن شریف میں بعض منسوخ احکام آیات شریفہ موجود ہیں اور ان کی ناسخ آیات شریفہ بھی اور علماء متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے اور اکثر کتب اہل سنت والجماعت مثلاً: بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں بھی یہی امر موجود ہے اور کتب تفاسیر اہل سنت میں بھی یہی ہے کہ منسوخ احکام آیات شریفہ قرآن مجید میں موجود ہیں، ایسی آیات کی تعداد کے متعلق تو علماء

(۱) قال العلامة السيوطي رحمه الله تعالى: واختلف في التفسير والتأويل: فقال أبو عبيد و طائفة: هما بمعنى، وقد أنكر ذلك قوم، حتى بالغ ابن حبيب النيسابوري، فقال: قد نبغ في زماننا مفسرون، لو سنلوا عن الفرق بين التفسير والتأويل، ما اهتموا إليه.

وقال الراغب: التفسير أعم من التأويل، وأكثر استعماله في الألفاظ ومفرداتها، وأكثر استعمال التأويل في المعاني والجمل، وأكثر ما يستعمل في الكتب الإلهية، والتفسير يستعمل فيها وفي غيرها.

وقال غيره: التفسير بيان لفظ لا يحتمل إلا وجهاً واحداً، والتأويل: توجيه لفظ متوجه إلى معانٍ مختلفة إلى واحد منها، بما ظهر من الأدلة.

وقال غيره: التفسير يتعلق بالرواية والتأويل يتعلق بالدراية (الإتقان في علوم القرآن، ۳/۲، في معرفة تفسيره و تاويله، دار ذوى القربى)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (البرهان في علوم القرآن: ۱/۱۳، دار المعرفة، بيروت)

(روح المعاني: ۱۳/۱ دار الفکر)

(و فتح الباری: ۵۵/۸، دار الفکر)

کرام اہل سنت میں ضرور اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے ان کی تعداد کم بتلائی ہے کسی نے زیادہ، لیکن ان آیتوں کے موجود فی القرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، علمائے متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق ہے، موجودۃ الوقت علمائے اہل سنت بھی یہی فرماتے ہیں کہ منسوخ الحکم آیات شریفہ قرآن شریف میں موجود ہیں۔ کتاب مستطاب الثقان میں ایسی آیتوں کی تعداد بیس لکھی ہے اور امام الہند رحمۃ اللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہیں اور یہ دونوں باتیں تفسیر فوز الکبیر کے، ص ۱۸۱، ص ۲۰۰ میں موجود ہیں۔ غرض کچھ منسوخ الحکم آیات کے قرآن شریف میں موجود ہونے کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر عالم اہل سنت بھی قائل ہیں اور معتبر و مسلم علماء میں سے ایک ایسا نہیں جو اس امر کا قائل نہ ہو کہ قرآن شریف میں کوئی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ کتب حدیث بخاری شریف وغیرہ اور کتب تفسیر مسلم اہل سنت والجماعت میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ برخلاف اس کے بکر کہتا ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم نہیں اور بکر کے ہم خیالوں میں سے ایک شخص یہ بھی کہتا ہے کہ ہم شاہ ولی اللہ کے پیرو ہیں، ہمارے سامنے ان کے اقوال کا ذکر فضول ہے، ہم تو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیرو ہیں، ہم کو آنجناب اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف و امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھنا چاہئے کہ ان میں سے کس نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں منسوخ الحکم آیت موجود ہیں۔

اب ارشاد فرمائیں کہ زید کا قول مطابق مذہب علمائے کرام اہل سنت کے ہے یا بکر کا قول؟ اور بکر کے ہم خیال نے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں جو خیال کیا ہے وہ مناسب اہل سنت علماء کرام کے مطابق ہے یا نامناسب اور علماء اہل سنت کے خلاف؟ والسلام مع الاکرام۔

المستفتی: خاکسار عبد اللہ عفا اللہ عنہ از محلہ بہاری پور شہر بریلی

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ نے سوال میں طرفین کے حوالجات کو بہت ہی مجمل و مبہم طور پر ذکر کیا ہے اور خصوصیت سے بکر کا حوالہ تو اکثر اہیاناً ہے، اگر کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے یعنی ہر کتاب کی عبارت نقل فرمادیتے کہ زید اس عبارت سے استدلال کرتا ہے اور بکر اس عبارت سے تو پھر بھی آسان ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک صرف کتاب کا نام تحریر کرنا اور بہت سے بہت صفحہ کا حوالہ دینا کافی ہوتا ہے، احقر بھی

جواب میں اسی طریق کو اختیار کرے گا۔

تفسیر مفتاح الغیب، ۱/۴۴۳ میں اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں نسخ واقع ہوا ہے، صرف ابو مسلم بن بحر کی رائے یہ ہے کہ نسخ واقع نہیں ہوا ہے (۱)، جمہور کی طرف سے استدلال میں چند آیات نقل کی ہیں:

قال الله تعالى: ﴿مَا نُنسخ من آية﴾ (الاية) (۲)

ترجمہ: ”ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں، کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتے ہیں۔“ (بیان القرآن)

﴿وَإِذَا بَدَلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ﴾ (الاية) (۳)۔

(۱) (المسألة السادسة) اتفقوا على وقوعه (أى النسخ) فى القرآن و قال أبو مسلم بن بحر: إنه لم يقع، واحتج الجمهور على وقوعه فى القرآن بوجوه: أحدها هذه الآية، وهى قوله تعالى: ﴿مَا نُنسخ من آية أو ننبهها نأت بخير منها﴾ الحجة الثانية للقاتلين بوقوع النسخ فى القرآن: أن الله تعالى أمر المتوفى عنها زوجها بالاعتداد حوالاً كاملاً ثم نسخ ذلك بأربعة أشهر و عشر أمر الله بتقديم الصدقة بين يدى نجوى الرسول بقوله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إذا ناجيتم الرسول فقدموا بين يدي نجواكم صدقة﴾ ثم نسخ ذلك اهـ. (التفسير الكبير (مفتاح الغيب) ۳۰/۲۲۹، ۳۱، سورة البقرة: ۲۲، دار الكتب العلمية طهران)

”واتفقت أهل الشرائع على جواز النسخ ووقوعه، و خالفت اليهود غير العيسوية فى جوازه، وقالوا: يمتنع عقلاً وأبو مسلم الأصفهاني فى وقوعه فقال: إنه وإن جاز عقلاً لكنه لم يقع.“ (روح

المعاني: ۱/۳۵۲، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

(وكذا فى تفسير ابن كثير: ۱/۱۳۳، دار القلم)

(والإتقان فى علوم القرآن: ۲/۳۱، ذوى القربى)

(۲) (سورة البقرة: ۱۰۶)

(۳) (سورة النحل: ۱۰۱)

ترجمہ: ”اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افتراء کرنے والے ہیں بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔“ (بیان القرآن)

﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ﴾ (الاية) (۱)۔

ترجمہ: ”خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے۔“ (بیان القرآن) وغیرہ۔

پھر، ص: ۳۴۴ پر وہ آیات درج کی ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اور قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً: متوفی عنہا زوجہا کی عدت اولاً ایک سال تھی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَتوفون منكم ويذرون أزواجاً وصية لأزواجهن متاعاً إلى الحول﴾ (۲) (الاية)۔

ترجمہ: ”اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی بیبیوں کے واسطے ایک سال متنع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں، ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں (تجویز) کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔“ (بیان القرآن) (۳)۔

پھر منسوخ ہو کر چار ماہ و دو روز عدت باقی رہ گئی، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَتوفون منكم ويذرون أزواجاً يترصدن بأنفسهن أربعة أشهر

وعشرة﴾ (الاية)۔ (۴)

ترجمہ: ”اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینہ اور دس دن۔ پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہیں ہوگا ایسی بات میں کہ وہ

(۱) (سورة الرعد: ۳۹)

(۲) (سورة البقرة: ۲۴۰)

(۳) (بیان القرآن: ۱/۱۲۲، میر محمد کراچی)

(۴) (سورة البقرة: ۲۳۴)

عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کاروائی کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن) (۱)۔

دیکھئے قرآن شریف میں نسخ اور منسوخ دونوں آیتیں موجود ہیں اور ہر دو کی تلاوت ہوتی ہے۔ اسی طرح:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ، فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ﴾ (الایۃ ۲)۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔ (بیان القرآن) (۳)۔

یہ آیت بھی مابعد کی آیت سے منسوخ ہے (۳) اسی طرح:

﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ﴾ (۵)۔ الایۃ بھی ﴿الْآنَ حَفِظَ اللَّهُ عَنْكُمْ﴾ (۶) الایۃ سے منسوخ ہے (۷)۔

(۱) (بیان القرآن: ۱/۳۹، میر محمد کراچی)

(۲) (المجادلة: ۱۲)

(۳) (بیان القرآن: ۱/۶۲، میر محمد کراچی)

(۴) ”نسخ وجوب ذلك عنهم . وقد قيل : إنه لم يعمل بهذه الآية قبل نسخها سوى علي رضي الله عنه . . . وقال ليث بن أبي سليم عن مجاهد : قال علي رضي الله عنه : آية في كتاب الله عز وجل لم يعمل بها أحد قبلي ولا يعمل بها أحد بعدي، كان عندي دينار فصرفته بعشرة دراهم، فكنت إذا ناجيت رسول الله ﷺ تصدقت بدرهم، فنسخت ولم يعمل بها أحد قبلي ولا يعمل بها أحد بعدي، ثم تلا هذه الآية : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ، فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ﴾ . (تفسير ابن كثير: ۴/۳۱۸، سورة المجادلة: ۱۲، دار الفیحاء دمشق)

(و كذا في روح المعاني: ۳۱/۲۸، سورة المجادلة: ۱۲، دار إحياء التراث العربي)

(۵) (الأنفال: ۲۵)

(۶) (الأنفال: ۲۶)

(۷) ”الآن خفف الله . . . أخرجه البخاري وغيره عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لما نزلت: ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ﴾ شق ذلك على المسلمين إذ فرض عليهم أن لا يفر واحد من عشرة، فجاء =

ترجمہ: ۱- ”اگر تم میں کے میں آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آ جاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔“ (بیان القرآن)۔

۲- ”اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے، سو اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاویں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں۔“ (بیان القرآن) (۱)۔

”اقادة الشيوخ“ میں اول قرآن سے لے کر اخیر تک ہر سورت کے متعلق بحث کی ہے اور نسخ و منسوخ کو شمار کیا ہے (۲)۔ تفسیر احکام القرآن میں حافظ ابوبکر حنفی رازی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن شریف میں آیات منسوخ موجود ہیں (۳)۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ابو مسلم کے قول کی تردید کر کے آیات منسوخ کو گنایا ہے (۴)۔

= التخفيف ... و هل يعد ذلك نسخاً أم لا؟ قرآن و ذهب الجمهور إلى الأول، وقالوا: إن

الآية ناسخة“۔ (روح المعاني: ۴۲/۱۰، سورة الأنفال: ۶۶، دار إحياء التراث العربی)

(۱) (بیان القرآن: ۸۶/۱، میر محمد کراچی)

(۲) (لم أظفر على هذا الكتاب)

(۳) قال أبو بكر: ”زعم بعض المتأخرين من غير أهل الفقه أنه لا نسخ في شريعة نبينا محمد ﷺ، وأن جميع ما ذكر فيها من النسخ، وإنما المراد به نسخ شرائع الأنبياء المتقدمين ... فارتكب هذا الرجل في الآي المنسوخة والناسخة وفي أحكامها أموراً خرج بها عن أقاويل الأمة مع تعسف المعاني واستكراهها، وأكثر ظني فيه أنه إنما أتى به من قلة علمه بنقل الناقلين لذلك واستعمال رأيه فيه من غير معرفة منه“۔

(أحكام القرآن للجصاص، باب في نسخ القرآن بالسنّة وذكر وجوه النسخ: ۵۹/۱، ۸۰، دار الكتاب العربي)

(۴) قال ابن كثير رحمه الله تعالى: ”والمسلمون كلهم متفقون على جواز النسخ في أحكام الله تعالى لِمَا لَهُ فِي ذَلِكَ مِنَ الْحِكْمَةِ الْبَالِغَةِ، وَكُلُّهُمْ قَالُ بِوُقُوعِهِ. وَقَالَ أَبُو مُسْلِمٍ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمَفْسَرُ: لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فِي الْقُرْآنِ، وَقَوْلُهُ ضَعِيفٌ مُرَدُّ مُرْذُولٌ، وَقَدْ تَعَسَّفَ فِي الْأَجْوِبَةِ عَمَّا وَقَعَ مِنَ النِّسْخِ، فَهِنَّ ذَلِكَ قَضِيَّةٌ لَعْدَةٌ بِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ بَعْدَ الْحَوْلِ لَمْ يَجِبْ عَلَى ذَلِكَ بِكَلَامٍ مَقْبُولٍ“ (تفسير ابن كثير: ۱۳۴/۱، دار القلم)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر القرطبی: ۵۵/۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر بکر کا ہم خیال کوئی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو تسلیم نہیں کرتا اس بنا پر کہ وہ اس کا اجتہاد اور ذاتی قول ہے اور اس کے پاس ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا صریح جزیہ اس قول کے معارض ہے تب تو اس کو حق ہے کہ یہ کہہ دے کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا معتقد و مقلد ہوں ان کے مقابلہ میں شاہ صاحب کا قول حجت نہیں، لیکن اگر شاہ صاحب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد نقل کرتے ہوں اور صراحتہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرتے ہوں مگر تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ صراحتہ امام صاحب سے یہی منقول ہے یا ان کے اصول پر متفرع ہے، خلاف نہیں پھر نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔

آج امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف و محمد و زفر رحمہم اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے موجود نہیں ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں، پس زید کے قول کی تردید بکر اس صورت میں کر سکتا ہے کہ ان اکابر کی تصانیف سے جزییات یا کلیات و نظائر مقابلہ میں پیش کرے، محض اتنا کہہ دینا کہ میں شاہ ولی اللہ کا پیروں نہیں، کافی نہیں، کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ان اکابر کے خلاف نہیں فرمایا، بلکہ ان حضرات کی تصانیف میں جزییات و کلیات و نظائر سے ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ دیگر کتب سے ہی اتفاقاً جمہور نقل کیا گیا ہے۔ دیکھئے اصول فقہ کی کتاب ”المنار“ اس کی شرح ”نور الانوار“، ص: ۲۱۱ (۱) و ”حسامی“، ص: ۸۹ (۲)۔

دوسرے علماء نے مستقل کتابیں اس مسئلہ پر تصنیف فرمائی ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

(۱) ”وہو جائز عندنا بخص الذي تلونا قبل ذلك: ﴿ما نسخ من آية أو نساها﴾ خلافاً لليهود لعنهم الله، فإنهم يقولون: تلزم منه سفاهة الله تعالى والجعل بعواقب الأمور وهو لا يصلح للألوهية، وغرضهم من ذلك أن لا تنسخ شريعة موسى عليه السلام أحد، ويكون دينه مؤبداً، ونحن نقول: إن الله تعالى حكيم يعلم مصالح العباد وحوالهم، فيحكم كل يوم على حسب علمه ومصلحته كالطبيب اهـ“ (نور الأنوار على المنار، مبحث أقسام البيان: ۲۰۸، ۲۱۲، رشیدیہ)

(۲) (الحسامی ۱۰/۷۶، ۱۸۵، کتب خانہ معجیدہ ملتان)

(۳) دیکھئے: (البرهان فی علوم القرآن للزركشي: ۳۳/۲، دار المعرفہ - بیروت)

(والإتقان فی علوم القرآن: ۳۰/۲، ذوی القربی)

نیز دیکھئے: (النامی شرح الحسامی: ۸۳، کتب خانہ معجیدہ ملتان)

الجواب صحیح : جمہور کا مسلک یہی ہے کہ قرآن شریف میں بعض آیات ایسی موجود ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اگرچہ بعض علماء ان کو منسوخ نہیں کہتے اور یہ بحث کتب تفسیر و اصول فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے اجمالی حوالہ لکھ دیا ہے۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارن پور۔ صحیح عبد اللطیف ۱۲/ شعبان ۱۳۶۰ھ۔

کیا حکم قرآنی حدیث سے منسوخ ہو سکتا ہے؟

سوال [۱۰۶۵]: ایک شخص جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن پاک کے واسطے ہرگز ناخ نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی حدیث ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث بھی قرآن مجید کے لئے ناخ بن سکتی ہے تو ہم ایسی حدیث کو کسی انسان کا کلام نہیں سمجھیں گے بلکہ ہم اسے شیطان کا کلام سمجھیں گے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اہل حق کا ایسے نسخ کے متعلق کیا عقیدہ ہے اور اگر اس میں اختلاف ہو تو رائج اور مفتی بہ مذہب کیا ہے۔

نیز وہی شخص یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ نہیں اٹھائے گئے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح ان کی وفات ہو چکی ہے اور ان کی روح اٹھائی گئی۔ ایسے شخص کا جس کا مذکورہ بالا عقیدہ ہو شرعاً کیا حکم ہے مؤمن رہایا کافر ہو گیا اور عامۃ المسلمین کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

نسخ الکتاب بالسنۃ میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ”إنما يجوز النسخ بالكتاب والسنة متفقاً ومختلفاً، فيجوز نسخ الكتاب بالكتاب والسنة، وكذا يجوز نسخ السنة بالسنة والكتاب، فهي أربع صور عندنا خلافاً للشافعي رحمه الله تعالى في المختلف، فلا يجوز عنده إلا نسخ الكتاب بالكتاب والسنة بالسنة اهـ“۔ (نور الأنوار (۱)

امام فخر الدین رازی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ”جواز نسخ الکتاب بالسنۃ“ جمہور کا قول ہے اور عدم جواز نسخ الکتاب بالسنۃ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ پھر طرفین کے دلائل بیان کر کے جمہور کی

طرف سے امام شافعی کے دلائل کا جواب دیا ہے (۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمہور کے قول کو رائج سمجھتے ہیں، جو شخص اس نسخ کے انکار میں اس قدر متشدد ہے وہ جاہل بلکہ معاند ہے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ احادیث شریفہ میں احکام بیان فرماتے ہیں وہ بھی بذریعہ وحی ہوتا ہے، اگر کوئی حکم اجتہاداً فرمایا تو اس کو بھی وحی کے ذریعہ تائید ہوگئی (۲) ورنہ تہدیل ہوگئی: ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ

(۱) ”(المسألة الثالثة) قال الشافعي رضي الله عنه: الكتاب لا ينسخ بالسنة المتواترة، واستدل عليه بهذه الآية من وجوه: أحدها: أنه تعالى أخبر أن ما ينسخه من الآيات يأت بخير منها، وذلك أنه يأتي بما هو من جنسه وإذا ثبت أنه لا بد وأن يكون من جنسه فجنس القرآن قرآن، وثانيها: أنه قوله تعالى: ﴿نأت بخير منها﴾ يفيد أنه هو المنفرد بالإتيان بذلك الخير، وذلك هو القرآن وثالثها: أن قوله: ﴿نأت بخير منها﴾ يفيد أن الماتئ به هو خير من الآية والسنة لا تكون خيراً من القرآن، ورابعها: أنه قال: ﴿ألم تعلم أن الله على كل شيء قدير﴾ دلّ على الاتي بذلك الخير هو المختص بالقدرة على جميع الخيرات وذلك هو الله تعالى.

والجواب عن الوجوه الأربعة بأسرها: أن قوله تعالى: ﴿نأت بخير منها﴾ ليس فيه أن ذلك الخير يجب أن يكون ناسخاً، بل لا يمتنع أن ذلك الخير شيئاً مغايراً للناسخ، والذي يدل على تحقيق هذا الاحتمال أن هذه الآية صريحة في أن الإتيان بذلك الخير مرتب على نسخ الآية الأولى، فلو كان نسخ الآية الأولى مرتباً على الإتيان بهذا الخير لزم الدور وهو باطل.

ثم احتج الجمهور على نسخ الكتاب بالسنة؛ لأن آية الوصية للأقربين منسوخة بقوله عليه السلام: ”ألا لا وصية لوارث“ وبأن آية الجليل منسوخة بخير الرجم اهـ. (التفسير الكبير للإمام الرازي: ۳/۲۳۲، ۲۳۳، سورة البقرة: ۱۰۶، دار الكتب العلمية طهران)

(۲) قال العلامة الألوسي: ”وإذا جاز ذلك فيجوز أن يكون الناسخ سنة، والماتئ به الذي هو خير أو مثل آية أخرى، وأيضاً السنة مما أتى به سبحانه لقوله تعالى: ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عن الهوى إن هو إلا وحى يوحى﴾ وليس المراد بالخيرية والمماثلة في اللفظ حتى لا تكون السنة كذلك، بل في النفع والثواب، فيجوز أن يكون ما اشتملت عليه السنة خيراً في ذلك“ (روح المعاني: ۱/۳۵۳، دار إحياء التراث العربی)

عن الهوى إن هو إلا وحى يوحى ﴿١﴾، اگر حدیث شریف کے ذریعہ کسی حکم قرآن کو منسوخ قرار دینا بالکل محال ہے تو ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ، وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ الایہ (۲) اور ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ الایہ (۳)۔ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ الایہ (۴) ﴿وَمَنْ يَطْعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (۵) وغیرہ آیات میں تخصیص کے بغیر چارہ نہ ہوگا یعنی یہ کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ قابل قبول اور واجب العمل ہے جس میں قرآن کریم کی کسی آیت کا منسوخ ہونا نہ بتایا گیا ہو، اگر بتایا گیا ہے تو وہ قابل قبول نہیں، حالانکہ آیات مذکورہ عام ہیں کسی جگہ سے تخصیص کا ثبوت نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں، جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح وفات پا گئے اور ان کا جسم زمین میں مدفون ہو گیا اور روح آسمان پر اٹھائی گئی وہ شخص خلاف اسلام عقیدہ رکھتا ہے، وہ اسلام سے خارج ہے (۶)۔

(۱) (سورة النجم : ۳)

(۲) (سورة الحشر : ۷)

(۳) (النساء : ۵۹)

(۴) (آل عمران : ۳۱)

(۵) (النساء : ۸۰)

(۶) نص قرآن سے ثابت ہے کہ کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید نہیں کر سکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھایا لیا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ، وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ، مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّمَاعُ الظَّنِّ، وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ، وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء : ۱۵۷، ۱۵۸)

وقال العلامة الألوسی البغدادی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا: "لما أراد ملك بنی اسرائیل قتل عیسی علیہ السلام، دخل خوخةً و فیها کورة، فرفعه جبرئیل علیہ السلام من الکوة إلى السماء، فقال الملك لرجل منهم خبیث: أدخل علیہ فاقتله، فدخل الخوخة، فألقى اللہ تعالیٰ علیہ شبه عیسی علیہ السلام، فخرج إلى أصحابه یخبرهم أنه لیس فی البیت، فقتلوه وصلبوه وظنوا أنه عیسی فلما صلب شبه عیسی وأتی علی ذلك سبعة أيام، قال اللہ تعالیٰ لعیسی: اهبط علی مریم، ثم لتجمع لك الحواریین و بشهم فی الأرض دعاة، فهبط علیها واشتعل الجبل نوراً فجمعت له =

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں (۱)، دلائل اور تفصیل کی ضرورت ہو تو ان کا مطالعہ کریں، ایسا عقیدہ رکھنے والے سے تعلق ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آیت منسوخہ کی تلاوت کا حکم

سوال ۱۰۶۱: کیا کلام مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس کا حکم منسوخ ہو چکا ہو مگر صرف تلاوت کی جاتی ہو؟

۲..... کیا بعض آیات ایسی بھی ہیں جو موجودہ قرآن مجید میں درج نہیں ہیں مگر ان کا حکم جائز اور باقی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے اقسام، نسخ کی

= الحواریین، فبثهم فی الأرض دعاة، ثم رفعه الله سبحانه. و تلك الليلة هي الليلة التي تدخن فيها النصارى، فلما أصبح الحواریون، قصد كل منهم بلدة من ارسله عيسى إليهم. (روح المعانی: ۳/۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰،

اقسام منسوخ کے احکام درج ہیں (۱) بطور مثال ایک آیت درج کرتا ہوں:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾۔ الاية (۲)

پہلے والدین کے حق میں مال کی وصیت کی جاتی تھی پھر وہ وصیت منسوخ ہو گئی اور والدین کا حصہ بطور میراث متعین کر دیا گیا، اس کے باوجود یہ آیت باعتبار تلاوت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ تلاوت باقی ہے۔

۲ (النبيخ والشيخه إذا زيا فارجموهما نكالا من الله)۔ الاية (۳) اس آیت کی

تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۸ھ۔

نسخ کی تفصیل اور حکمت

سوال [۱۰۶۷]: (الف) نسخ آیات قرآنی کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے اور اکابرین کا اس کے

بارے میں کیا خیال ہے؟

(ب) کتنی اور کون کونسی آیتیں منسوخ ہیں؟

(ج) کیا نسخ آیات سے حکمت باری تعالیٰ میں نقص یا اس کی حکمت میں کسی قسم کا الزام عائد ہوتا ہے؟

(د) نسخ آیات قرآنی کی تعداد کے بارے میں علماء اسلام بتدرج کمی کی طرف مائل نظر آتے ہیں،

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غالباً پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں۔ آخر یہ کس خیال کے

ماتحت ایسا ہو رہا ہے؟ اگر چندے یہی رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ نسخ کا مسئلہ ختم ہو جاوے۔

(۱) دیکھئے: (تفسیر قرطبی: ۵۵/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(والفوز الكبير، ص: ۴۰، ۴۶، قدیمی)

(الإتقان فی علوم القرآن: ۳۰/۲، ۵۳، ذری القربی بیروت)

(۲) (سورة البقرة: ۱۸۰)

(۳) دیکھئے: (نور الأنوار، مبحث أقسام البیان: ۲۱۲، مکتبہ حقانیہ ملتان)

(و کذا فی التفسیر الكبير: ۲۳۰/۳، سورة البقرة: ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، طهران)

(۵) نسخ کی کتنی صورتیں ہیں اور وہ کیا کیا؟

(۶) منکرین نسخ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) نسخ جائز ہے عقلاً، اور واقع ہے سمعاً بلا اختلاف، صرف ابو مسلم اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ منقول ہے کہ نسخ واقع نہیں: ”النسخ جائز عقلاً واقع سمعاً بلا خلاف فی ذلك بین المسلمین إلا ما یروی عن أبی مسلم الأصفهانی، فإنه قال: أنه جائز غیر واقع“، (إرشاد الفحول) (۱)۔

(ب) اس میں مختلف اقوال ہیں، اس مختصر تحریر میں تفصیل کی گنجائش نہیں، الفوز الکبیر (۲) وغیرہ (۳) کا مطالعہ کیجئے۔

(ج) نہیں (۴)۔

(د) بالکل مسئلہ نسخ کو ختم کرنا نص قرآنی، اجماع امت کے خلاف ہے اس لئے وہ ہرگز قابل قبول نہیں (۵)، تفصیل نسخ کی مصلحت ظاہر ہے، نفس نسخ کی مصلحت بتدریج و تدریج و عرف تعلیم احکام ہے۔ کما

(۱) (إرشاد الفحول، الباب التاسع فی النسخ، ص: ۳۱۳، المكتبة التجارية، مكة المكرمة)

(۲) دیکھئے: (الفوز الکبیر: ۴۰، ۴۶، قدیمی)

(۳) دیکھئے: (الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۴۰، ۵۲، ذوی القربی)

(۴) اندر اسلام کے نزدیک نسخ بالاجماع احکام سادہ میں جائز ہے، فخر الإسلام بزودی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ”والنسخ فی احکام الشرع جائز صحیح عند المسلمین أجمع“، (أصول فخر الإسلام علی هامش كشف الأسرار: ۱۵۷/۳، صدف پبلشرز، کراچی)

وقال ابن کثیر: ”والمسلمون کلهم منفقون علی جواز النسخ فی احکام الله، لما فیہ من الحکمة البالغة“، (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۰۷، دار الفیحاء دمشق)

(۵) ”أنکر طوائف من المنتمین للإسلام المتأخرین جوازہ (أی النسخ) وهم محجوجون باجماع السلف علی وقوعه فی الشریعة“ (تفسیر القرطبی: ۲/۴۴، سورة البقرة: ۱۰۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

صرح به علامه رازی رحمه الله تعالى في مطالب العاليه (۱)۔

(۵) علامہ نسفی نے منار میں یہ صورتیں ذکر کی ہیں:۔ ”التلاوة والحکم جميعاً، الحکم دون

التلاوة، التلاوة دون الحکم“ (۲)۔

(۱) سب سے پہلے اور سب کے خلاف اصفہانی ہے جس نے نسخ کا انکار کیا ہے۔ امام رازی، ابواسحاق

شیرازی، سلیم رازی، ابن دقیق العید وغیرہ نے اس کے انکار کی توجیہ کی ہے (۳) اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے:

”وإذا صح هذا عنه فهو دليل على أنه جاهل بهذه الشريعة جهلاً قطعاً“ (۴)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العید محمود وغفرلہ۔

(۱) لم أجده في المطالب العاليه وذكره الشوكاني بلفظ: ”فإن قلت: ما الحكمة في النسخ؟ قلت: قال الفخر الرازي في المطالب العاليه: إن الشرائع قسمان: منها ما يعرف نفعها بالعقل في المعاش والمعاد، ومنها سمعية لا يعرف الانتفاع بها إلا من السمع، فالأول يمتنع طروء النسخ عليه كمعرفة الله و طاعته أبداً والثاني: ما يمكن طريران النسخ والتبديل عليه، وهو أمور تحصل في كيفية الطاعات الفعلية والعبادات الجسمية، وفائدة نسخها: أن الأعمال البدنية إذا تواطوا عليها خلفاً عن سلف صارت كالعبادة عند الخلق و قيل: الحكمة حفظ مصالح العباد، فإذا كانت المصلحة لهم في تبديل حكم بحكم وشريعة بشريعة، كان التبديل لمراعاة هذه المصلحة اهـ“، (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۴، مصطفى أحمد الباز مكة المكرمة)

(۲) (المنار، ص: ۲۱۱، مكتبة حقانيه ملتان)

نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: (الإتقان: ۳۸/۴، ذوی القربی)

(۳) ”وقد أول جماعة خلاف أبي مسلم الأصفهاني المذكور سابقاً بما يوجب أن يكون الخلاف لفظياً، قال ابن دقيق العيد: نقل عن بعض المسلمين إنكار النسخ لا بمعنى أن الحكم الثابت لا يرتفع بل بمعنى أنه ينتهي بنص دل على انتهائي، فلا يكون نسخاً، و نقل عنه أبو اسحاق الشيرازي والفخر الرازي، وسليم الرازي إنما أنكر الجواز وأن خلافه في القرآن خاصة لا كما نقل الآمدي وابن الحاجب أنه أنكر الوقوع“، (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۴، المكتبة التجارية مكة المكرمة)

(۴) (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۴، المكتبة التجارية، مكة المكرمة)

آیت قطب

سوال [۱۰۶۸]: قرآن پاک میں آیت قطب کوئی آیت ہے، اس کو پڑھنے کا طریقہ اور اس کے

اثرات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پارہ ۳ میں ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ (۱) کو آیت قطب کہتے ہیں، ہر نماز

کے بعد سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ اول آخر پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۹ھ۔

سبع آیات

سوال [۱۰۶۹]: سورہ فاتحہ میں سبع آیات تحریر ہیں جن کے معنی سات آیات، مگر سورہ فاتحہ میں شمار

کرنے سے صرف چھ آیات ہیں جیسے سورہ اخلاص پر چار آیات لکھی ہیں اور ”لَمْ يَلِدْ“ کے بعد بھی بنا ہے، اگر اس

کو شمار کیا جائے تو پانچ آیات ہیں۔ اگر سورہ فاتحہ کو بسم اللہ کا جز قرار دیا جائے اور بسم اللہ کی آیت کو بھی شمار کیا

جائے، مگر نماز میں اگر بسم اللہ کوئی مصلیٰ نہ پڑھے تو نماز تو ہو جاتی ہے اور اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھے، محض کوئی سورت

پڑھے تو نماز ناقص رہتی ہے۔ قرآن کو دیکھ کر بالتفصیل جواب تحریر فرمائیے کہ سورہ فاتحہ پر ساتھ آیات لکھی ہوئی

ہیں مگر شمار میں صرف چھ آیات ہیں۔ ایسا کیوں اور کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ جزء فاتحہ نہیں بغیر اس کے بھی سات آیات ہیں (۲)۔ سورہ اخلاص میں خود

(۱) (سورۃ آل عمران : ۱۲۶)

(۲) قال الحافظ العینی: ”قوله: ”الحمد لله رب العالمين“ هذا صريح في الدلالة على أن البسملة ليست

من الفاتحة، قوله: ”وفي السبع المثاني“ أما السبع فلائها سبع آیات بلا خلاف إلا أن منهم من عد

”أنعمت عليهم“ دون التسمية، ومنهم من مذهبه على العكس، قاله الزمخشري. قلت: الأول قول الحنفية

والعكس قول الشافعية، فإنهم يعدون التسمية من الفاتحة ولا يعدون ”أنعمت عليهم“ آية، ولكل فريق

حجج وبراهين“. (عمدة القاری : ۸/۸۱، باب ما جاء فاتحة الكتاب، إدارة الطباعة المنيرية) ... =

اختلاف ہے، بعض چار آیات مانتے ہیں بعض پانچ۔ کذا فی الجلالین (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

آیۃ الکرسی کہاں تک ہے؟

سوال [۱۰۷۰]: آیۃ الکرسی کہاں تک ہے اور کتنی آیتیں ہیں اپنے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے تین آیت فرمائی یعنی ”خالدون“ تک۔ اب ایک صاحب فرماتے ہیں کہ صرف ایک آیت ہے، اس کے بارے میں فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیۃ الکرسی: ”العلیٰ العظیم“ تک ہے، شرح حصن حصین اور شرح بخاری شریف میں اس کی تصریح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

= وقال السيوطي: "سورة الفاتحة مكية، سبع آيات بالمسئلة إن كانت منها، والسابعة" صراط الدين" إلى آخرها، وإن لم يكن منها فالسابعة "غير المغضوب" إلى آخرها الخ". (تفسير الجلالين، ص: ۲، سورة الفاتحة، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(و كذا في أحكام القرآن للجصاص: ۳۳/۱، قديمي كراچی)

(۱) "سورة الإخلاص، مكية أو مدنية، وآياتها أربعة أو خمسة". (جلالين، ص: ۸۱۳، سورة الإخلاص، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "روح المعاني" بھی اس کی تصریح موجود ہے: قال العلامة الآلوسی: "لا إكراه في الدين" قيل: إن هذه إلى قوله سبحانه "خالدون" من بقية آية الكرسي، والحق أنها ليست منها، بل هي جملة مستأنفة جيء بها إثر بيان دلائل التوحيد الخ". (تفسير روح المعاني: ۲/۳، دار إحياء التراث العربي)
(وتفسير ابن كثير: ۳۰۹/۱-۳۱۶، دار الفیحاء، دمشق)

(صحيح البخاری، كتاب الوكالة، باب إذا وكل رجلاً فترك الوكيل شيئاً الخ فأقرأ آية الكرسي (الله لا إله إلا هو الحي القيوم) حتى تختتم الآية الخ: ۳۰۱/۱، قديمي)

دیکھئے: (صحيح البخاری: ۳۱۰/۱، كتاب الوكالة، باب وكالة المرأة الإمام في النكاح، قديمي)=

پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟

سوال [۱۰۷۱]: پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا حکم کسی پارے میں نہیں۔ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

قرآن کریم میں کوئی بات صاف صاف موجود ہے، کوئی ایسے طریقے پر ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا بلکہ بڑے علم والے سمجھ سکتے ہیں، اس لئے آپ کو خود تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ آپ بہار میں حضرت مولانا مفتی اللہ صاحب کا خدمت میں جا کر سمجھ لیں، وہ انشاء اللہ تعالیٰ توفیق کر دیں گے، وہ آپ سے قریب ہیں۔ پانچ وقت کی نماز قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف جگہ ہے مثلاً: پندرہویں پارہ میں ہے: ﴿اقِمِ الصَّلَاةَ لَدُلُوكَ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ (۱) اور ستائیسویں پارہ میں سورہ الطور کے ختم پر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۵ھ۔

= "قوله : آية الكرسي (الله لا إله إلا هو الحي القيوم) حتى تختتم الآية."

وفى رواية النسائي والإسماعيلي: "الله لا إله إلا هو الحي القيوم من أولها حتى تختتمها" (عمدة القارى : ۱۲/۱۳۶، باب وكالة المرأة الإمام فى النكاح، دار إحياء التراث العربى)

(وكذا فتح البارى : ۳/۳۸۸ كتاب الوكالة، باب وكالة المرأة الإمام فى النكاح، دار الفكر، بيروت)

(۱) (سورہ بنی اسرائیل : ۷۸)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِكَ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾. (الطور: ۳۸، ۳۹)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل آیتوں میں نماز کا ذکر آیا ہے:

قال الله تعالى: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَى النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُ الْسيَّاتِ،

ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّاكِرِينَ﴾ (هود : ۴۱۳)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانى : ۱۲/۱۵۶، دار إحياء التراث العربى بيروت)

قال الله تعالى: ﴿فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ الخ

(ق: ۳۹، ۴۰) =

حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض

سوال [۱۰۷۲]: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ، لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (۱)۔ لیکن ان دو آیتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے، وہو هذا: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ، فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزْمًا﴾ (۲)۔ ﴿قَالَ مَا لَهَا كَمَا رَبَّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَينَ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ، وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾ (۳)۔

آیت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو دونوں باتیں یاد تھیں، کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں فرمائی تھیں: ایک یہ کہ اس درخت کے قریب نہ جاؤ، دوسری یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اور شیطان نے دونوں باتیں بتا دیں کہ اس درخت کے کھانے سے یہ یہ فوائد ہیں اور دوسرے یہ کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تمہارا دوست ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ دونوں باتیں یاد تھیں، ان دونوں میں سے بھولے ایک بھی نہیں تھے، خدا کو چھوٹا سمجھا اور شیطان کو سچا اور دوست مان کر درخت ممنوعہ چکھ لیا۔ بیذا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

حضرت آدم علیہ السلام کو جس وقت شیطان نے اکل شجرہ کی ترغیب دی تو اس وقت یہ باتیں دونوں یاد تھیں: ممانعت بھی، عداوت شیطان بھی، لہذا اس کے کہنے کو قبول نہیں فرمایا، جس پر شیطان نے وجہ ممانعت

= تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۲۶/۱۹۳، دار احیاء التراث)

(وجلا لیں: ۲/۳۳۱، تفسیر کبیر: ۷/۶۳۵)

وقال الله تعالى: ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾ (روم: ۱۷، ۱۸)

دیکھئے: (جلالین: ۲/۳۳۲، قدیمی)

(روح المعانی: ۲۱/۲۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) (سورة النساء الآية: ۸۴)

(۲) (سورة طه الآية: ۱۱۵)

(۳) (سورة الاعراف الآية: ۲۰، ۲۱)

اپنی خیر خواہی کو بیان کیا اور قسم کھائی مگر اس کی قسم کی بھی تصدیق نہیں فرمائی حتیٰ کہ زمانہ وراز گذر گیا اور ممانعت کو بھول گئے، اتنی بات ذہن میں ضرور رہ گئی کہ ملائکہ کو بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں، مثلاً: ہر وقت عبادت میں مناجات کی لذت میں مشغول رہتے ہیں، ضعف و تکان نہیں ہوتا، نوم، مرض، ہرم وغیرہ سے محفوظ ہیں، اس لئے اکل شجرہ کا میلان طبیعت میں پیدا ہوا اور اس کو چکھ لیا، چھلکنے کے واقعہ کو آیت نمبر: (۱) میں بیان فرمایا کہ ایسا بھول کر کیا اور ابتداء ترغیب اور قسم کے واقعہ کو آیت نمبر: (۲) میں بیان فرمایا۔ ان دونوں کے درمیان ایک لمبا زمانہ ہے، اگر ایک ہی وقت کے متعلق دونوں باتیں ہوتیں تو تعارض ہوتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت صفی اللہ علیہ السلام نے اللہ جل شانہ کی بکند یب نہیں فرمائی کہ یہ معمولی درجہ کے مسلم عاقل سے بالکل بعید ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ (۳) اور اللہ پاک کے مقابلہ میں ابلیس لعین کی تصدیق نہیں کی اور اس کو اپنا خیر خواہ نہیں سمجھا: ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ الآية (۴) اور قرآن کریم کی دو آیتوں میں تعارض یا اختلاف بھی نہیں کہ اس کا ”مَنْ عِنْدَ اللَّهِ“ ہونا لازم آئے۔ جواب مذکور کی اگر تفصیل مطلوب ہو تو شیخ زاوہ علی البیضاوی دیکھئے: ۱/۲۷۸ (۵)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/۱۱/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار بنور، صحیح: عبداللطیف۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق

سوال [۱۰۷۳]: آج ایک واعظ صاحب نے یہ کہا کہ ابلیس اور آدم دونوں مرتکب حرام ہیں، دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ میری معلومات یہ ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں، میں اس کی تشریح چاہتا ہوں۔

(۱) (آیۃ سورۃ طہ: ۱۱۸)

(۲) (سورۃ الاعراف: ۲۰، ۲۱)

(۳) (سورۃ النساء: ۱۲۲)

(۴) (سورۃ یوسف: ۵)

(۵) (حاشیۃ محی الدین شیخ زاوہ، علی تفسیر البیضاوی: ۱/۵۳۸-۵۳۳، عباس أحمد الباز، مکۃ

الجواب حامداً ومصدلاً :

حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا گیا تھا: ﴿وَلَا تُقْرِبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ (۱) اس درخت کے پاس نہ جانا، مگر اس کی پابندی نہ ہو سکی، بھول ہوئی۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کیا، خدائے پاک کا مقابلہ کیا ﴿أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ﴾ (۲) و ﴿قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ، خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ (۳) اس لئے ابلیس اس تکبر اور مقابلہ کی وجہ سے کافر ہوا اور توبہ کی توفیق ہی سب ہو گئی، بخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ اپنی بھول پر ساری عمر روئے اور توبہ فرماتے رہے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا، لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (۴)۔

اور ابلیس کا عمل اس کے مقابلہ میں یہ ہوا:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ، ثُمَّ لَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ (۵)۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو مغفرت سے نوازا گیا اور ابلیس کی سرکشی پر لعنت اور جہنم کی وعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت

سوال [۱۰۷۴]: قصص الانبیاء (اردو) میں حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم الطہر میں کیڑے ہو جانے کا واقعہ درج ہے، حالانکہ تفسیر بیضاوی، جلالین، مدارک اور کشاف اور دیگر مستند تفسیر میں اس قسم کے واقعہ کا ذکر نہیں۔ اکابر علماء حضرت شیخ الحدید رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱) (البقرة: ۳۵)

(۲) (البقرة: ۳۴)

(۳) (سوره ص: ۷۶)

(۴) (الأعراف: ۲۳)

(۵) (الأعراف: ۱۷)

ترجمہ قرآن پاک حضرت شیخ الہند وفوائد از شیخ الہند اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۵۹۲ ﴿واذکر عبدنا ایوب یذاذادی ربہ﴾ الخ (۱)۔

فائدہ (تنبیہ) ”واضح رہے کہ قصہ گوئیوں نے حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے، ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استغفار کا موجب ہو، انبیاء علیہم السلام کے منصب کے منافی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تكونوا کالذین اذوا موسیٰ فہزأہ﴾ الخ (۲) (سورہ احزاب) (۳) لہذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو۔ آیت مبارکہ کے فوائد میں اسی ترجمہ کے ص: ۵۵۳-۵۵۴ میں یوں ارشاد فرمایا ہے: ”لہذا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر ان کی قوم نے برص وغیرہ جسمانی مرض کا عیب لگایا تھا، اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت ظاہر کر دیا کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جسمانی طور پر بے عیب ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کو جسمانی اور روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے تنفر و استغفار کے جذبات پیدا ہو کر قبول حق میں رکاوٹ نہ ہو“ (۴)۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے جسم اقدس میں کیڑے پڑنے کی تردید حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب قصص القرآن، وحال ایوب علیہ الصلاۃ والسلام (۵)۔ ایسی صورتوں میں قصص الانبیاء وغیرہ معمولی کتاب کے بیان کو من جملہ خرافات اسرائیلیٰ سمجھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصص الانبیاء اردو میں دیر سے ہندوستان میں پھیلی ہوئی موجود ہے اور عوام کے لئے کافی جاذب

(۱) (سورہ ص: ۴۱)

(۲) (تفسیر عثمانی، ص: ۷۶، حاشیہ: ۲، پ: ۲۳ حاشیہ: ۲)

(۳) (سورہ احزاب: ۶۹)

(۴) (تفسیر عثمانی، ص: ۵۶۹، حاشیہ: ۲، سورۃ الاحزاب)

(۵) (قصص القرآن لحفظ الرحمن سیوہاروی، حضرت ایوب علیہ السلام اور قرآن عزیز: ۲/۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰)

کتاب ہے، بعض جگہ مجلس منعقد کر کے اس کتاب کو پڑھا اور سنا جاتا ہے، مگر سند اور حجت کے اعتبار سے یہ اس پایہ کی نہیں کہ اس پر کلی اعتماد کر لیا جائے، اس میں بہت سی غیر معتبر، ضعیف، مرجوح روایتیں موجود درج ہیں بلکہ موضوع اور صریح غلط باتیں بھی درج ہیں، اسرائیلیات بھی درج ہیں۔ مگر عالم ہی اسکی صحیح اور غلط بات کا پتہ چلا سکتا ہے عوام کو پتہ نہیں چل سکتا، اس میں بہت سی باتیں صحیح اور کارآمد بھی ہیں۔

حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے بیمار ہونے کے متعلق بعض کتابوں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، البدایہ والنہایہ میں کیڑے پڑنے کا تذکرہ نہیں اور دوسری حالت اس سے زیادہ موحش لکھی ہے (۱)۔ چچک کا ٹکنا بھی بعض کتب میں مذکور ہے، بعض کتب میں لکھا ہے کہ سر اور تمام جسم میں زخم ہو گئے تھے۔ مستند چیز تو وہی ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہو اور جس چیز کی قرآن وسنت میں نفی کر دی گئی ہو وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ قابل رد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہ، متفر شایا سے یقیناً محفوظ رکھتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۷ھ۔

استخلاف فی الأرض کا وعدہ

سوال [۱۰۷۵]: سورہ نور میں ”استخلاف فی الأرض“ کا وعدہ ہے، یہ وعدہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہیں، ان کے ساتھ ہے یا کوئی بھی امت ہو جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہوں ان کے ساتھ رہا ہے، یعنی یہ آیت تعلیم کا حکم رکھتی ہے یا مقید کا اس شرط کے ساتھ جو قوم رائج الوقت احکام خداوندی کو پورا پورا بجالائیں گی اس کو تمکن فی الأرض حاصل ہوگا، یا صرف امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟

(۱) ”وكان له اولاد واهلون كثير، فسلب من ذلك جميعه، وابتلى في جسده بأنواع البلاء، ولم يبق منه عضو سليم سوى قلبه ولسانه... و طال مرضه حتى عافه الجليس، وأوحش منه الأنيس، وأخرج من بلده، وألقى على مزبلة خارجها، وانقطع عنه الناس الخ“ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۲۲۱، مکتبۃ ریاض الحدیثہ)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۵۳/۴، دارالسلام ریاض)

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس آیت میں جو مخصوص وعدہ ہے (۱) وہ اکثر مفسرین کے قول کے موافق شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں پورا ہو چکا (۲) جیسا کہ خطاب ”منکم“ اس پر شاہد ہے اور ﴿کما استخلف الذين من قبلهم﴾ سے اشارہ ہے اس طرف کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو بھی استخلاف فی الارض، جبارین کے مقابلہ میں حاصل ہوا تھا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۱۹/ شعبان/ ۱۴۲۲ھ۔

- (۱) قال الله تعالى: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ، وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ الخ (سورة النور: ۵۵)
- (۲) ”فما استخلف الله أبا بكر وعمر (رضي الله عنهما)، وأنجز وعده حين قاتل أبو بكر بنى حنیفة ومن ارتد من العرب، وفتح الشام في خلافة عمر حين غزاهم في السنة التاسعة من غلبة الروم الذي كان يوم الحديبية في سنة ست من الهجرة، وكون الوعد منجزاً في خلافة عمر مروى عن علي (رضي الله عنه) حين استشار عمر أصحاب النبي ﷺ في المسير إلى العراق للجهاد، فأشار عليٌّ بالجهاد متمسكاً بهذه الآية“۔ (التفسير المظهری: ۶/ ۵۵۱، سورة النور: ۵۵، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)
- (وبمعناه في تفسير ابن كثير: ۳/ ۳۰۲، ۳۰۳، سورة النور: ۵۵، دار الفحاء بيروت)
- (وكذا في روح المعاني: ۱۸/ ۲۰۱، ۲۰۲، سورة النور: ۵۵، دار الكتب العلمية، بيروت)
- (وكذا في معارف القرآن للمفتي محمد شقيع رحمه الله تعالى: ۶/ ۳۴، سورة النور: ۵۵، ادارة المعارف)
- (۳) ”كما استخلف الذين من قبلهم“ وهم بنو إسرائيل استخلفهم الله عز وجل في الشام بعد إهلاك الجبابرة، وكذا في مصر على ما قيل من أنها صارت تحت تصرفهم بعد هلاك فرعون وإن لم يعودوا إليها أو هم ومن قبلهم من الأمم المؤمنة الذين أسكنهم الله تعالى في الأرض بعد إهلاك أعدائهم من الكفرة الظالمين“۔ (روح المعاني: ۱۸/ ۲۰۳، سورة النور: ۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)
- (وكذا في تفسير ابن كثير: ۳/ ۳۰۲، ۳۰۳، سورة النور: ۵۵، دار الفحاء)

وعید کی آیتیں زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں؟

سوال [۱۰۷۱]: اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے قہر کا ذکر زیادہ فرمایا ہے یا رحمت کا؟ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے غصہ و غضب کا ذکر زیادہ فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نہیں ہے، بلکہ رحمت کے وعدے اور بشارتیں زیادہ ہیں، عذاب و غضب کے لئے تو نافرمان کی قید ہے اور ثواب و رحمت کے لئے اعمالِ صالحہ کی قید نہیں، مثلاً: معصوم بچے کچھ کئے بغیر ہی بخشے جائیں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۰ھ۔

”أطيعوا الله وأطيعوا الرسول“ کا مطلب

سوال [۱۰۷۷]: ”أطيعوا الله وأطيعوا الرسول“ کا کیا مطلب ہے؟ اور اگر کوئی شخص اس پر عمل نہ کرے تو وہ کیا کہلاتا ہے؟

(۱) ”عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی تفسیر قوله تعالیٰ: ﴿كل نفس بما كسبت رهينة﴾ إلا أصحاب اليمين﴾ (سورة المدثر: ۳۸) قال: هم أطفال المسلمين“. زاد الترمذی: ”لم یکتسبوا فیرتھنوا بکسبھم“۔۔۔۔۔ وروی بقیة بن الولید عن محمد بن یزید الألعانی قال: سمعت عبد الله بن قیس یقول: سمعت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سألت رسول الله ﷺ عن ذراری المسلمين فقال: ”هم مع آبائهم“ قلت: فلا عمل؟ قال: ”والله أعلم بما كانوا عاملين“۔ الحديث (التذكرة فی أحوال المونی وأموال الآخرة، ص: ۵۹۱، ۵۹۲، باب ما جاء فی أطفال المسلمين والمشرکین، مکنیہ أسامة الإسلامیة)

”ومنها الآية الآتية: حيث أفادت أن لا تعذيب قل التكليف، ولا يتوجه على المولد التكليف، ويلزمه قول الرسول عليه السلام حتى يبلغ“۔ (روح المعانی: ۳۶/۱۵، تحت قوله تعالیٰ: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ اهـ، دار إحياء التراث العربی)

الجواب حامداً ومصلياً :

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے (۱) اور ہر ایک کی اطاعت پر مقدم ہے۔ جس آیت کا مطلب دریافت کرنا ہو اس کو قرآن کریم میں دیکھ کر صحیح لکھیں اور سورت کا حوالہ دیں، سوال میں آیت صحیح نہیں لکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

”اسجدوا لادم“ کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے؟

سوال [۱۰۷۸]: جب اٹیس مطابق آیت ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ قوم جن سے ہوا تو ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِادَمَ﴾ کا مخاطب ہو کر کیسے خاطی بنا؟

الجواب حامداً ومصلياً :

اس آیت کی متعدد تفسیریں ہیں اور ابلیس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ ابلیس قوم جن سے ہے، پھر خاطی کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ مجاہد کا حکم جنات کو بھی تھا اور ملائکہ کی تخصیص خطاب میں شرافت کی وجہ سے تھی۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی تعظیم کے لئے حکم کیا جاتا ہے تو بڑوں کو خطاب کیا جاتا ہے اور چھوٹے تبعاً اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو تعظیم کے لئے بڑوں کا خود بخود مامور سمجھتے ہیں اگرچہ خصوصیت سے چھوٹوں کو خطاب نہ کیا جاوے جیسا کہ: ﴿اقِمْ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ﴾ (۱) وغیرہ مذکور کے صیغے ہیں حالانکہ حکم عورتوں کو بھی ہے۔ بیضاوی مطبوعہ نظامی دہلی (۲)۔ اگر وہ ملائکہ میں سے ہے تو

(۱) قال العلامة الأنوسی البغدادي: "قل أطيعوا الله والرسول": أي في جمع الأوامر والنواهي، ويدخل في ذلك الأمر السابق دخولاً أولاً، وإظهار الإظهار على الإضمار بطريق الالتفات لتعيين حيثية الإطاعة والإشعار بعلتها الخ". (روح المعاني: ۳/۱۳۰، دار احياء التراث العربی)

(وكذا في عمدة القاری: ۱۸/۱۷۶، المطبعة المنيرية بيروت)

(وتفسير كبير: ۱۰/۱۳۸، مكتبة الاعلام الإسلامية ایران)

(وأسكام القرآن لابن العربي: ۱/۳۵۱، دار المعرفة بيروت)

(۱) (البقرة: ۳۳)

(۲) قال العلامة البيضاوي: "وإن ابليس كان من الملائكة وإلا لم يتناوله أمرهم، ولم يصح استناؤه =

”واسجدوا“ کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
 صحیح: عبداللطیف، عبدالرحمان، ۱۸/۱/۵۲ھ۔

”يسبح لله ما فى السموات وما فى الأرض“ کی تفسیر

سوال [۱۰۷۹]: قرآن پاک کی آیت: ﴿يسبح لله ما فى السموات وما فى الأرض﴾ (۱)
 ہے اور اس (ارض) کے اندر بول و براز بھی ہے، تو کیا یہ بھی تسبیح کرتے ہیں؟ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ان کی تسبیح
 ان کی شان کے مناسب ہے، تو بہر حال تسبیح کی نسبت ان کی طرف کرنا ذرا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سور (خنزیر) بھی تسبیح کرتا ہے یا نہیں؟ اس کی طرف تسبیح کی نسبت کرنے کے متعلق کیا خیال
 ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

= منهم ولا يرد على ذلك قوله تعالى: ﴿إلا إبليس كان من الجن﴾ لجواز أن يقال: إنه من الجن فعلاً
 ومن الملائكة نوعاً، ولأن ابن عباس روى أن من الملائكة ضرباً يتولدون: يتولدون يقال لهم: الجن، و
 منهم إبليس. ومن زعم أنه لم يكن من الملائكة أن يقول: إنه كان جنياً نشأ بين أظهر الملائكة، وكان
 مغموراً بالألوف منهم فغلبوا عليه، أو الجن أيضاً كانوا مأمورين مع الملائكة، لكنه استغنى بذكر
 الملائكة عن ذكرهم، فإنه إذا علم أن الأكابر مأمورون بالتدليل لأحد التوسل به، علم أن الأصاغر أيضاً
 مأمورون به. (بيضاوى: ۶۴/۱، نور محمد کراچی)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳۳/۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وامداد الفتاوی: ۱۲/۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(و تفسیر معارف القرآن کاندھلوی: ۹۲/۱، عثمانیہ لاہور)

(۱) (سورة الجمعة: آية: ۱)

(۲) قال ابن کثیر فی تفسیر هذه الآية: ”يخير تعالى أنه يسبح له ما فى السموات وما فى الأرض: أى من
 جميع المخلوقات ناطقها وجامدها، كما قال تعالى: ﴿وإن من شئ إلا يسبح بحمده﴾ (تفسير ابن کثیر: =

”من لم يحكم بما أنزل الله“ کی تشریح

سوال [۱۰۸۰]: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ فرماتا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے کلام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔ قرآن پاک میں ”کافرون، ظالمون، فاسقون“ ہی عام طور سے کافر کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدا کا قرآن کی روشنی میں منکر ہوتا ہے، رسالت کا منکر ہوتا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کے احکام کے تابع نہیں رہیں گے۔ مگر جو ایمان لائے ہیں اگر وہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں تو وہ ظالم اور فاسق ضرور ہیں، جو ایمان ہی نہیں لایا وہ احکام خداوندی کے تابع کیونکر ہوگا، اس کے لئے قیامت کے دن عذاب ہے جس کا وعدہ ہے۔ بات یہاں اس لئے میرے نزدیک دشوار ہو گئی ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے کیا وہ بھی کافر ہے؟

امید ہے کہ آپ مجھے خط کے ذریعہ روشنی بخشیں گے۔ جہاں تک میں نے قرآن کے مطالعہ سے سیکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر وہ احکام خداوندی اور طریقہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی قدر و منزلت ہے نہیں تو پھر اس کا شمار کافروں، فاسقوں، ظالموں میں ہی ہونا چاہئے، پھر بھی اپنے علم کی کمی کی بنا پر مجھے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ایسے شخص کو کافر کہوں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

اللہ تعالیٰ نے کتنی جگہ پر فرمایا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، اس آیت کو اصل الفاظ میں لکھیں، اگر آپ کی مراد ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ہے (۱) تو اس کا مطلب مفسرین نے متعدد طریقہ پر بیان کیا ہے (۲)، ایک مطلب یہ ہے کہ جو

= ۳/۲۶۵، ۳۶۶، دار السلام، ریاض)

(کذا فی روح المعانی: ۱۵ / ۸۴، دار إحياء التراث العربی)

(۱) (المائدة: ۴۴)

(۲) قال ابن كثير عن الحسن البصري وغيرهم: ”نزلت في أهل الكتاب، زاد الحسن البصري، وهي

علينا واجبة..... وعن علقمة ومسروق أنهما سألا ابن مسعود عن الرشوة، فقال: من السحت. =

شخص کوئی حکم کرے اور کہے کہ اللہ کا حکم ہے اور وہ حقیقتاً اللہ کا حکم نہیں، اللہ کے حکم کی جگہ اس نے غلط حکم کو اللہ کا حکم بتایا اس نے کفر کیا۔ تفسیر احکام القرآن (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن بن ابراہیم نے یہی مطلب نقل کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۹۰ھ۔

غیر اللہ کو حاکم بنانے سے متعلق تفصیلات، چند آیات کی تفسیر

سوال [۱۰۸۱]: درج ذیل آیات کریمہ کے معنی متشابه و مجمل واضح فرمائیں۔

= قال: فقالوا: من الحكم؟ قال: ذاك الكفر، ثم تلا: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾. وقال السدي: " (وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ) " الآية، يقول: وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَمَنْ كَفَرَ عَمْدًا أَوْ جَارًا وَهُوَ يَعْلَمُ، فَهُوَ مِنَ الْكَافِرِينَ. وقال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس: قوله: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ﴾ الآية قال: مَنْ جَحَدَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ أَقْرَبَهُ فَهُوَ ظَالِمٌ فَاسِقٌ رَوَاهُ ابْنُ حَرِيرٍ، ثُمَّ اخْتَارَ أَنَّ آيَةَ الْمَرَادِ بِهَا أَهْلَ الْكِتَابِ، أَوْ مَنْ جَحَدَ حُكْمَ اللَّهِ الْمَنْزُولَ فِي الْكِتَابِ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ زَكْرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ. (تفسير ابن كثير: ۵۵/۲، دار القلم)
(وكذا: في تفسير الخازن: ۳۹۸/۱، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(وتفسير معارف القرآن، مفتي محمد شفيع: ۱۶۲/۳، ادارة المعارف كراچی)

(۱) قال أبو بكر: "قوله تعالى: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ يَخْلُو مِنْ أَنْ يَكُونَ مَرَادُهُ كُفْرَ الشَّرْكَ وَالْجُحُودِ أَوْ كُفْرَ النِّعْمَةِ مِنْ غَيْرِ جُحُودٍ، فَإِنْ كَانَ الْمَرَادُ جُحُودَ حُكْمِ اللَّهِ أَوْ الْحُكْمَ بِغَيْرِهِ مَعَ الْإِخْبَارِ بِأَنَّهُ حُكْمُ اللَّهِ، فَهَذَا كُفْرٌ يَخْرِجُ الْمَلَّةَ، وَفَاعِلُهُ مُرْتَدٌّ إِنْ كَانَ قَبْلَ ذَلِكَ مُسْلِمًا، وَعَلَى هَذَا تَأْوِيلُهُ مَنْ قَالَ: إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَرَتْ فِيْنَا، يَعْنُونَ أَنَّ مَنْ جَحَدَ مَنَاحِكُمْ أَوْ حُكْمَ بَغَيْرِ حُكْمِ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَا حُكْمُ اللَّهِ، فَهُوَ كَافِرٌ كَمَا كَفَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ فَعَلُوا ذَلِكَ". (أحكام القرآن: ۶۱۶/۲، باب الحكم بين أهل الكتاب، قديمي كراچی)

(۲) "ونقل في اللباب عن ابن مسعود والحسن والنخعي أن هذه الآيات الثلاث عامة في اليهود وفي هذه الأمة، فكل من ارتضى وبطل الحكم فحكم بغير حكم الله، فقد كفر وظلم وفسق".

(تفسير القاسمي المسمى بمحاسن التأويل: ۲۱۵۳، سورة المائدة: ۴۴، دار الفكر بيروت)

(وكذا في تفسير الخازن: ۳۹۹/۱، سورة المائدة: ۴۴، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(۱) ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۱)۔

(۲) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُزْمَنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمَوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (۲)۔

(۳) ﴿مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ، فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۳)۔

(۴) ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (۴)۔

(۵) ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا﴾ (۵)۔

سائل منیر احمد مدرسہ عربیہ عین العلم تانڈہ ضلع فیض آباد، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

..... اس آیت میں ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ہے ”ورسولہ“ نہیں، پوری آیت اس طرح ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ، فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِنَّ كُنْتُمْ تَوَافِقُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (۶)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور جو تم میں اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو، اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے۔

۲..... ترجمہ پوری آیت کا یہ ہے: ”پھر قسم ہے آپ کے رب کی! یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں۔ پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پادیں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔“

شبہ: ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر رجوع

(۱) (سورة النساء : ۵۹)

(۲) (سورة النساء : ۶۵)

(۳) (سورة المائدة: ۴۵)

(۴) (سورة يوسف: ۴۰)

(۵) (سورة المائدة: ۵۰)

(۶) (سورة النساء : ۵۹)

کرے وہ مسلمان نہیں، حالانکہ حرام کا مرتکب جب کہ اعتقادِ حلت نہ رکھنا ہو، مومن ہے گو فاسق ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے دل میں شرعی فیصلہ سے تنگی پیدا ہو مگر اس فیصلہ کو حق سمجھے وہ بھی مسلمان نہیں ہونا چاہیے، حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں ہے اور غیر اختیارات کی تکلیف نہیں۔ اسی طرح اگر اس فیصلہ پر کوئی عمل نہ کرے تو یہ عدم تسلیم ہے تو وہ بھی مسلمان نہیں رہے، حالانکہ ترکِ عمل سے ایمان نہیں جاتا۔ ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم اور عدمِ حرج اور تسلیم کے مراتب تین ہیں: اعتقاد سے اور زبان سے اور عمل سے۔

اعتقاد سے یہ کہ قانونِ شریعت کو حق اور موضوعِ التحکیم جانتا ہے اور اس میں مرتبہ عقل میں ضیق نہیں اور اس مرتبہ اس کو تسلیم کرتا ہے۔ اور زبان سے یہ کہ ان امور کا اقرار کرتا ہے کہ حق اس طرح ہے۔ عمل سے یہ کہ مقدمہ لے بھی جاتا ہے اور طبعی ضیق بھی نہیں اور اس فیصلہ کے موافق کارروائی بھی کر لی۔

سواول مرتبہ تصدیق و ایمان ہے، اس کا نہ ہونا عند اللہ کفر ہے اور منافقین میں خود اس کی کمی تھی، چنانچہ تنگی کے ساتھ لفظ انکار اس کی توضیح کے لئے ظاہر کر دیا ہے۔ اور دوسرا مرتبہ اقرار کا ہے، اس کا نہ ہونا عند الناس کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ تقویٰ و اصلاح کا ہے، اس کا نہ ہونا فسق ہے اور طبعی تنگی معاف ہے۔ پس آیت میں بقرینہ ذکر منافقین مرتبہ اولیٰ مراد ہے۔ اب کوئی اشکال نہیں رہا (۱)۔

۳..... جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے موافق حکم نہ کرے بلکہ غیر حکمِ شرعی کو قصداً حکمِ شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کرے، ایسے لوگ بالکل ستم ڈھارے ہیں۔

۴..... حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ”اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود عبادت کے واسطے اچھے ہیں یا ایک معبود برحق جو رب ہے، زبردست ہے وہ اچھا ہے؟ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو، جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے آپ ہی ٹھہرایا ہے، خدا تعالیٰ نے تو ان کے معبود ہونے کا کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں بھیجی اور حکم دینے کا اختیار صرف خدا ہی کا ہے اور اس نے یہ حکم دیا کہ بغیر اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو۔ پس اس حکم پر عمل کرنا چاہیے، یہی توحید اور عبادت میں حق تعالیٰ کی تخصیص سیدھا طریقہ ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“ (۲)۔

(۱) تحکیم، عدمِ حرج اور تسلیم کے تین درجات کے لئے ملاحظہ کیجئے: (بیان القرآن لیتھانوی، ص: ۱۳۰، ۱۳۱، میر محمد کتب خانہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا صَاحِبِي السَّبْحُونَ أَرْبَابَ مَتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمْ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا =

۵..... یہ آیت بھی آیت نمبر ۳ کے ساتھ مسلسل و مربوط ہے اور اس کے مضمون کو ادا کر رہی ہے، جیسا کہ: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ سے مستفاد ہے۔ مزید تفسیر و تشریح مطلوب ہو تو روح المعانی (۱)، مظہری (۲)، مفاتیح الغیب (۳) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۸/۹۳ھ۔

تفسیر ”استوی“

سوال [۱۰۸۲]: عرض می دارم کہ در معنی ”استواء“ اختلاف شدید واقع شدہ است: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ (۱) جمہور علماء می گویند کہ استوی بمعنی غلبہ و قدرت باشد، و ملا عبد الکرم می گویند کہ استوی بمعنی سکونت باشد، یعنی -نعوذ باللہ- معنی آیت مذکورہ بقرار ذیل می کند کہ خداوند تعالیٰ بر عرش مبارک نشسته باشد۔ فلہذا جمہور علماء بر ملا عبد الکرم فتویٰ کفر کردند، از جماعت خود اُورا خارج نمودند۔ فی الحال از علمائے دارالعلوم دیوبند درخواست است کہ اصل معنی استوی مدلل بحوالہ کتب بیان کنند۔ بینوا توجروا
الجواب حامداً و مصلياً:

تفسیر استوی باستیلاء نیز کردہ شدہ است، و لکن دریں مسئلہ مسلک اہل

= أسماء سمیتموھا أنتم و آبؤکم، ما أنزل اللہ بھا من سلطان، إن الحکم إلا للہ، أمر ألا تعبدوا إلا إیاءہ، ذلک الدین القيم، و لکن اکثر الناس لا یعلمون﴾ (سورۃ یوسف: ۲۰، ۲۱، ۲۲)

(۱) (أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ) إنکار و تعجیب من حالہم و توبیح لہم ای ایتولون عن قبول حکمک بما أنزل إلیک، فیغون حکم الجاہلیہ (ومن أحسن من اللہ حکماً) إنکار لأن یکون أحد حکمہ أحسن من حکم اللہ تعالیٰ أو مُساوِلہ! کما يدل علیہ الاستعمال اھ۔ (روح المعانی: ۲۲۸/۲، ۲۲۹، دار الکفر، بیروت)

(۲) (التفسیر المظہری: ۱۲۵/۳، حافظ کتب خانہ)

(۳) (تفسیر القرطبی (مفاتیح الغیب): ۱۳۹/۳، ۱۴۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۴) (سورۃ طہ: ۵)

حق این است کہ استوی حق است، و ایمان بر آن لازم است، و کیفیت آن غیر معلوم است، و سوال و تفتیش آن بدعت است، و انکار آن گمراہی است۔ کذا فی تفاسیر الایۃ (۱) و کتب العقائد و (۲) صرح بہ الإمام مالک و غیرہ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔
حرر و العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۹۱ھ۔

تشریح ”اقرأ“

سوال [۱۰۸۳: ۱]۔ ”اقرأ“ قرآن مجید کے ۳۰/ویں پارے سے لیا گیا ہے، اس کی تشریح کیجئے، کس علم سے تعلق رکھتا ہے؟
۲۔۔۔۔۔ ”اقرأ“ یہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے، جو بھی صورت ہو، اس کی آواز کس کو بلند کرنی چاہئے اور اس کا انتظام کس کو کرنا چاہئے، اقرأ کا امام اور مقتدی سے کیا تعلق ہے؟

(۱) ”حکى الاستاذ أبو بكر بن فورک عن بعضهم أن (استوى) بمعنى علا، ولا يراد بذلك العلو المسافة والتميز والكون في المكان متمكناً فيه، ولكن يراد معنى يصح نسبته إليه سبحانه، وهو على هذا من صفات الذات، وكلمة (ثم) تعلقت بالمستوى عليه لا بالاستواء، أو أنها للفتاوت في الرتبة وهو قول متين.
وأنت تعلم أن المشهور من مذهب السلف في مثل ذلك تفويض المراد منه إلى الله تعالى، فهم يقولون: استوى على العرش على الوجه الذي عناه سبحانه منزهاً عن الاستقوار والتمكن، وأن تفسير الاستواء بالاستيلاء تفسير مردول، إذ القائل به لا يسهه أن يقول: كاستيلاء نأ، بل لا بد أن يقول: هو استيلاء لائق به عز وجل، فليقل من أول الأمر: هو استواء لائق به جل وعلا“ (تفسير روح المعاني: ۸/۱۳۶، دار إحياء التراث العربی)

(وکذا فی معارف القرآن: ۵۰۲/۴، سورة یونس، إدارة المعارف)

(۲) ”الاستواء معلوم والكيف مجهول“ والسؤال عنه بدعة، والإيمان به واجب، وهذه طريقة السلف، وهي أسلم، والله أعلم“ (شرح الفقه الأكبر لملا علی القاری، ص: ۳۸، قدیمی)
(۳) ”وهذا كما روى عن مالك رحمه الله تعالى أن رجلاً سأله من قوله تعالى: ﴿الرحمن على العرش المستوى﴾ (طه: ۵) قال مالك: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وأراكم رجلاً سوء“ (تفسير القرطبي: ۱/۱۷۶، سورة البقرة الآية: ۲۹، دار الكتب العممية بيروت)

۳۔۔۔۔۔ ”اقرا“ کے جزوی انکار کرنے والے کو یا مکمل انکار کرنے والے کو کیا کہیں گے؟

۴۔۔۔۔۔ اگر امام ”اقرا“ یعنی ”پڑھو“ کو اپنی ذمہ داری نہیں لیتا یا اس کی مدد بال فعل نہیں کرتا اور مخالفت کم یا زیادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اس کی ذمہ داری نہ لینے کی وجہ سے پورے قصبے کی حمایت اس کو نہیں ملتی جس کی وجہ سے چندہ بخوبی وصول نہیں ہوتا اور لڑکوں کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی۔ اس امام پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱۔۔۔۔۔ سب سے پہلے جب جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام وحی خداوندی لیکر آئے اس وقت مخصوص طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا ”اقرا“ اس پر ارشاد فرمایا: ”ما انا بقاری“ پھر بحکم الہی تدبیر کی جس سے وحی الہی کے پڑھنے پر قدرت حاصل ہو گئی (۱)۔

۲۔۔۔۔۔ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ نمبر: ۱ میں گزرا، اس کا تعلق امام یا مقتدی سے نہیں، نہ اس سے نماز کی قرأت مراد ہے (۲)۔

۳۔۔۔۔۔ جو شخص یہ کہے کہ یہ ”سورۃ اقرأ“ قرآن پاک کی سورت نہیں، اللہ پاک نے نازل نہیں فرمائی تو وہ غلط کہتا ہے جیسا کہ نمبر: ۱ میں مذکور ہے (۳)۔

۴۔۔۔۔۔ اگر امام اپنے مقتدیوں کو یہ کہتا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے قرأت مت کرو بلکہ خاموش رہو تو یہ امام ”اقرا“ کا منکر و مخالف نہیں وہ صحیح راستہ پر ہے۔ خود مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها قالت: أول ما بُدئ به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم (إلى قوله) حتى جاءه الحق وهو في غار حراء، فجاءه المنك فقال: اقرأ! فقال: ”فقلت: ما أنا بقاری“ قال: ”فأخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد، ثم أرسلني، فقال: اقرأ، فقلت: ما أنا بقاری، قال: فأخذني فغطني الثالثة، ثم أرسلني فقال: ”اقرأ باسم ربك الذي خلق، خلق الإنسان من علق اقرأ وربك الأكرم“ الخ (صحيح البخاری، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخ: ۲/۱، قديمی)

(۲، ۳) (راجع صحيح البخاری المصدر السابق)

تفسیر و تاویل کے لحاظ سے مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کے لئے بغیر غلاف چھونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اسی تفسیر و تاویل کو اختیار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کو چھونا بغیر غلاف جائز نہیں صحیح ہے، یا نہیں؟ بحوالہ تفسیر معتبرہ بیان فرمادیں۔

حاجی قاضی محمد زماں قاضی ایڈ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: اول یہ کہ ضمیر منصوب ”لا یمسہ“ میں راجع ہے ”کتاب مکنون“ کی جانب اور ”مطہرون“ سے مراد ملائکہ ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے اور ”مطہرون“ سے وہ لوگ مراد ہیں جو باغسل اور باوضو ہوں (۱) تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ من جميع الأدناس أدناس الذنوب و غيرها إن جعلت الحملة صفةً ”لکتاب مکنون“ و هو اللوح، وإن جعلتها صفةً للقرآن فالمعنى: لا ينبغي أن يمسّه إلا من هو على الطهارة من الناس اهـ (۲)۔

تفسیر بیضاوی، میں: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ لا يطلع على اللوح إلا المطهرون من الكدورات الجسمانية و هم الملائكة، أو لا يمس القرآن إلا المطهرون من الأحداث، فيكون نفياً بمعنى النهي اهـ (۳)۔

(۱) ”وقال العوفي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: ”لا يمسّه إلا المطهرون“ يعني الملائكة، وعن قتادة ”لا يمسّه إلا المطهرون“ قال: لا يمسّه عند الله إلا المطهرون الخ، وقال ابن زيد: زعمت كفار قريش أن هذا القرآن نزلت به الشياطين، فأخبر الله تعالى أنه لا يمسّه إلا المطهرون. وقال الآخرون: (لا يمسّه إلا المطهرون): أي من الجنابة والحدث“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۹۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) دیکھئے: (مدارک التنزیل: ۲/۶۳۲، قدیمی)

(۳) دیکھئے: (تفسیر بیضاوی: ۳۳۵، نور محمد کتب خانہ کراچی)

(وکذا روح المعانی: ۵۴/۲۷۰، دار إحياء التراث العربی)

اکثر کا قول یہ ہے کہ ضمیر منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے:

”والضمير في ”لا يمسه“ إن عاد إلى ”الكتاب المكنون“ كان المعنى لا يمس الكتاب المكنون في اللوح المحفوظ إلا الملائكة المطهرون من الأدناس والكدورات. وإن عاد إلى القرآن كان نهياً معنئياً: أي لا يمس القرآن إلا المطهرون من الأحداث (إلى أن قال): والمقصود أن قوله: (لا يمسه إلا المطهرون) وإن كان يحتمل المعاني - ولذا تركه صاحب الهداية - ولكن الأكثر على أنه نفى بمعنى النهي، وأن الضمير المنصوب راجع إلى القرآن، وأن الطهارة هو الطهارة عن الأحداث: أي لا يمس هذا القرآن إلا المطهرون من الأحداث، فلا يمسه المحدث والجنب ولا الحائض ولا النفساء. وقد اشتهر في كتب أبي حنيفة أنه لا يجوز للمحدث والحائض والنفساء مس المصحف إلا بغلاف متجاف مفصل عنه، وأما قرأته فيجوز للمحدث فقط إن كان حافظاً لا لغيره، وإن كان ناظراً فلا يجوز القراءة للمحدث إلا إذا قلبت الأوراق بقلمه أو سكين مع الكراهة، هكذا في القنية. وذكر في الحسيني: أن الشافعي ومالك لا يجوزان مسه للمذكورين ولا حملته، والحنابلة يجوزونها جميعاً للمحدث والجنب دون الحائض والنفساء، وأبو حنيفة لا يجوز مسه للمذكورين إلا بغلاف متجاف. وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه قال: أحب إلي أن لا يقرأ القرآن إلا المطهرون. وقد قيل: لا يمسه: أي لا يقرأه.“ (تفسيرات أحمدية) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی، ۱۸/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم، ۱۹/ذی قعدہ/۵۳ھ۔

”ليس للانسان إلا ما سعى“ الآية

سوال [۱۰۸۵]: قولہ تعالیٰ ﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ الآية اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام میں خود انسان کی سعی نہ ہو، اس کا ثواب نہیں پہنچتا۔ کیا یہ آیت منسوخ ہے یا کسی حدیث سے تحقیق کی گئی ہے؟

(۱) (التفسيرات الاحمدية، ص ۶۸۳، سورة الواقعة، المطبع الكريمي الواقع في بمبئي)

الجواب حامداً ومصلحاً:

معتزلہ کا مذہب یہی ہے اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں (۱)۔ حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ہدایہ میں اس کے آٹھ جوابات لکھے ہیں (۲) اور ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الروح میں بہت تفصیل سے معتزلہ پر رد کیا ہے (۳)۔ اموات کو احیاء کے افعال: دعاء، صوم، صلوة، صدقہ وغیرہ سے نفع پہنچنا، خود قرآن

(۱) ”ويعلم من مجموع ما تقدم أن استدلال المعتزلة بالآية على أن العبد إذا جعل ثواب عمله أي عمل كان لغيره لا ينجعل ويلغو عمله غير تام“۔ (روح المعاني: ۶۷/۲۷ داو احیاء التراث العربی)
(۲) ”وأما الجواب عن الآية فيثمانية أوجه: الأول: أنها منسوخة بقوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَدْخِلِ آلَ إِبْرَاهِيمَ الْجَنَّةَ بِصَلاَحٍ﴾ آبانہم، قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ الثانی: خاصة بقوم إبراهيم وقوم موسى عليهما السلام، يعني في صحف إبراهيم وموسى عليهما السلام: ﴿أَنْ لَا تَزِرْ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾، وأن ليس للإنسان إلا ما سعى ﴿للعطف﴾، فهذان في صحيفتهما مختص بهما، فأما هذه الآية فلقد ما سعت وما سعى لها غيرها، قاله عكرمة، الثالث: أن المراد بالإنسان الكافر هنا، وأما المؤمن فله ما سعى وما سعى له، قاله الربيع بن أنس۔ الرابع: (أن ليس للإنسان إلا ما سعى) من طريق العدل، وأما من طريق الفضل فجاز أن يزيد الله تعالى من فضله ما يشاء، قاله الحسن بن الفضل۔ الخامس: أن معنى ما سعى ما نوى، قاله أبو بكر الرازي۔ السادس: أن ليس للإنسان الكافر من الخير إلا ما عملته في الدنيا حتى لا يبقى له في الآخرة خير ألبتة، ذكره الأستاذ أبو اسحق التلعكبري۔ السابع: السلام بمعنى ”على“: أي ليس على الإنسان إلا ما سعى كقوله تعالى: ﴿وَأِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾: أي فعلیہا،۔ كقوله تعالى: ﴿وَلَهُمُ الْعَذَابُ﴾: أي علیہم۔ الثامن: ليس له إلا سعيه، غير أن الأسباب مختلفة، فتارة يكون سعيه في تحصيل الشيء بنفسه، وتارة لتحصيل سببه كسعيه في تحصيل ولد أو صديق يستغفر الله، وتارة يسعى في خدمة الدين والعبادة، فيكسب منه أهل الدين والصلاح، فيكون ذلك سبباً حصل بسعيه اهـ“۔ (البنایة فی شرح الہدایة للحافظ العینی، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مسئلة: ایصال الثواب للأحیاء والأموات: ۳۹۶/۵، مکتبہ حقانیہ ملتان)

(۳) ”أما قوله تعالى: ﴿وَأَنْ لَا تَزِرْ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾، فقد اختلف طرق الناس في المراد بالآية، فقالت طائفة: المراد بالإنسان هنا الكافر، وأما المؤمن فله ما سعى وما سعى له بالأدلة ذكرناها، وقالت طائفة: في الآية إخبار بشرع من قبلنا، وقد دل شرعنا على أن له ما سعى وما سعى له =

کریم اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾۔ (الایہ (۱))

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾۔ (الایہ (۲))

صلوٰۃ جنازہ کی مشروعیت اسی غرض کے لئے ہے: ”مَنْ سَنَّ سَنَةً حَسَنَةً، فَهُوَ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“۔ (الحديث (۳))۔

قبرستان میں جا کر ”قل هو اللہ“ شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا، صدقہ جاریہ کا ثواب پہنچتے رہنا وغیرہ وغیرہ بہت سی احادیث سے یہ سند ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اور عمل بھی تھا کہ وہ ثواب پہنچایا کرتے تھے (۴)۔ آیت ﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ (الایہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

= وقالت طائفة: اللام بمعنى "على": أى وليس على الإنسان إلا ما سعى وقالت طائفة أخرى: الآية منسوخة بقوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ، أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ و هذا منقول عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اھ۔ (كتاب الروح، المسئلة السادسة عشرة) و هي: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا: ۲۰۱، ۲۱۰، دار الكتاب العربي (۱) (سورة الحشر: ۱۰)

(۲) (سورة الطور: ۲۱)

قال الإمام أحمد: "أنبأنا العلاء عن أبيه، عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا مات الإنسان، انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو". (مسند الإمام أحمد: ۳/۶۵، رقم الحديث: ۸۶۲۷، دار إحياء التراث العربي)

"وعنه: (عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً الخ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۱۰۹، رقم الحديث: ۸۹۱۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) (الصحيح لمسلم: ۲/۳۲۱، كتاب العلم، باب من سن سنة، قديمی کراچی)

(۴) "عن عائشة رضي الله عنها أن رجلاً أتى النبي ﷺ، فقال: يا رسول الله! إن أمي افترقت نفسها ولم توص وأظننها لو تكلمت تصدقت، أفلها أجر إن تصدقت عنها؟ قال: "نعم". قال النووي تحتہ: "وفي هذا الحديث: أن الصدقة عن الميت تنفع الميت ويصل ثوابها. وهو كذلك بإجماع العلماء. وكذا =

فرماتے ہیں کہ: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ سے منسوخ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

”ضربت عليهم الذلة والمسكنة“ کا مطلب

سوال [۱۰۸۶]: قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿ضربت عليهم الذلة والمسكنة﴾

= أجمعوا على وصول الدعاء وقضاء الدين بالنصوص الواردة. (الصحيح لمسلم مع شرحه للنفوس،

كتاب الزكاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه: ۳۲۳/۱، قديمي)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: ”فإن من صام أو تصدق أو صلى وجعل ثوابه لغيره من الأموات أو الأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، وقد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه ضحى بكبشين أملحين: أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته ممن آمن بواحدنية الله تعالى و برسائه صلى الله عليه وسلم، و روى أن سعيد بن أبي وقصاص رضى الله عنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمي كانت تحب الصدقة أفأتصدق عنها؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”تصدق“، و عليه عمل المسلمين من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من زيارة القبور و قراءة القرآن عليها و التكفين، و الصدقات، و الصوم، و الصلوة، وجعل ثوابها للأموات“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: الحج عن الغير: ۲/۳، ۲۷۰، ۲۷۱، دار الكتب العلمية بيروت)

قال الحصكفي رحمه الله: ”كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزروها“۔ ويقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، و يقرأ يس، وفي الحديث: ”من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة، ثم وهب أجرها للأموات، أعطى من الأجر بعدد الأموات“۔ قال الشامي رحمه الله: ”صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها..... الأفضل لمن يتصدق تفلان بنو لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء، هو مذهب أهل السنة والجماعة اهـ“۔ (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۳، ۲۳۳، سعيد)

(۱) قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: ”و عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن الآية منسوخة

بقوله تعالى: (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ)“۔ (روح المعاني: ۲۶/۳، دار إحياء التراث العربي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۳/۳۳۰، دار الفحاء دمشق)

السخ، یہود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے ان کو کبھی اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔ میرا ایمان یہی ہے اور یقین بھی ہے، لیکن آج جب کہ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ جناب والا ان کی آج حکومت ہے، فلسطین پر قابض ہیں، عرب مسلمان پریشان ہیں۔ یہ اعتراض سن کر میں تو بغلیں جھانکنے لگا اور پسینہ آ گیا۔ میں تم علم کیا، کچھ پڑھا لکھا ہی نہیں، صرف مولوی نما ہوں، کیا جواب دیتا، وہی سبق کا سنا ہوا ایک جواب کہ ان کی حکومت مستقل نہیں بلکہ امریکہ کے رحم و کرم پر ہے اور یہاں بالذات حکومت کی انہی ہے۔ لیکن عیسائی معترض نے کہا کہ یہ بتائیے کہ حکومت کوئی مستقل ہے، سب ایک دوسرے کے تعاون سے چلتی ہیں، کوئی بھی بالذات نہیں، آج پاکستان کا ساتھ امریکہ چھوڑ دے تو ہندوستان اسے ہڑپ کر جائے اور ہندوستان کا ساتھ روس چھوڑ دے تو چین اسے جینے نہ دے، سعودی عرب، مصر، اردن وغیرہ جتنی حکومتیں ہیں سب پر ایک دوسرے کا سایہ ہے، اسی طرح کا تعاون امریکہ بھی اسرائیلیوں کا کر رہا ہے۔ اسرائیلی نمائندہ ہر عالمی میٹنگ میں موجود ہوتا ہے ان کو سب تسلیم کر رہے ہیں، آخر یہ بھی انسان ہیں، ان کا بھی حق ہے، یہ بھی اپنے لئے کوئی مستقل جانے قیام چاہتے ہیں، اس کے لئے انہوں نے اپنی پرانی جگہ تجویز کی اور عربوں کو بھگا کر فلسطین پر قابض ہو گئے، آج ان کی حکومت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا قرآن کی پیشین گوئی درست ثابت نہیں ہوئی۔ برائے مہربانی جلد جواب سے نوازیں تاکہ ان معترض صاحب کو بتایا جاسکے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاسکے؟

نجم الرحمن قاسمی چلکانہ سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً :

﴿ضربت عليهم الذلة والمسكنة الخ﴾ (۱) میں سلطنت کی نفی کہاں ہے کہ موجودہ حالات سے معارضہ کیا جائے، جب تک کسی آیت یا قوی روایت سے سلطنت یہودی ہمیشہ کے لئے نفی ثابت نہ ہو قرآن و حدیث کی تکذیب نہیں کی جاسکتی (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں جو یہودی تھے اول

(۱) (سورة البقرة: ۶۱)

(۲) تفسیر جلالین میں ہے، "الذلة المذل، والهوان والمسكنة: أى أثر الفقر، من السكون، والخزى، فہی

لازمة لهم وإن كانوا أغنياء لزوم الدرهم المضروب لسكنه" (جلالین: ۱/۱۱۱، قدیمی کراچی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے "لا يزالون مستذلین، من وجدہم استذلہم و ضرب علیہم الصغار" =

ان کو معاہدہ میں شریک کیا گیا، مگر ان کی کمینہ حرکات ختم نہ ہوئیں۔ دو قبیلے: بنو نضیر، بنو قریظہ تھے، ان میں آپس میں بھی سخت اختلاف تھا، ایک قبیلہ خزرج کا سہارا لیتا تھا اور دوسرا اوس کا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنے کے باوجود چپکے چپکے قریش مکہ سے ساز باز کی اور ان کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور اپنے مسلک کے بالکل خلاف بعض یہود نے مکہ معظمہ پہنچ کر مشرکین کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بت کو سجدہ بھی کیا (۱)۔ ادھر کعب بن اشرف نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی (۲)۔ نیز ابورافع

= (تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۲۶، المكتبة دار الفیحاء دمشق)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اخیر میں جو بات تحریر فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ کچھ یہودیوں کا کہیں تھوڑا بہت اقتدار حاصل ہو جانا پوری قوم یہود پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھوپی ہوئی دائمی ذلت کے منافی نہیں جیسا کہ حضرت تحریر فرماتے ہیں: ”یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب سے پہلے یہود ہیں، ان کی شریعت ان کی تہذیب سب سے پہلی ہے، اگر پوری دنیا میں فلسطین کے ایک چھوٹے سے قصبے پر ان کا تسلط کسی طرح ہو بھی گیا تو پوری دنیا میں یہ حصہ ایک نقطہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے، اس کے بالقابل نصاریٰ کی سلطنتیں اور مسلمانوں کے دورِ حُزُن کے باوجود ان کی سلطنتیں بت پرستوں کی سلطنتیں، لاد مذہبوں کی حکومتیں جو جگہ جگہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں ان کے مقابلے میں فلسطین اور وہ بھی آدھا اور اس پر بھی امریکہ و برطانیہ کے زیر سایہ کوئی تسلط یہودیوں کا ہو جائے تو کیا اس سے پوری قوم یہود پر اللہ کی طرف سے لگائی ہوئی دائمی ذلت کا کوئی جواب بن سکتا ہے۔“ (تفسیر معارف القرآن: ۱/۸۳، ادارة المعارف کراچی)

(و کذا فی التقرير الحاویری فی حل تفسیر البیضاوی: ۳/۱۳۴، اداره تالیفات اشرفیہ)

(۱) ان تمام حالات کے لئے دیکھئے: ”وہم قبیلۃ من یهود المدینۃ، وکان بینہم وبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقد موا دعة الخ“۔ (عمدة القاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر: ۱/۱۶۸-۱۷۰، رقم الحدیث: ۳۰۲۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”فخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی بنی النضیر مستعیناً بہم فی دية القتیلین فقالوا: انکم لن تجدوا الرجل (یعنون بالرجل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) علی مثل حالہ ہذا، و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی جب جدار من بیوتہم قاعد، فمن رجل یعلو علی ہذا البیت فیلقی علیہ مخرة فی ریحنا منه..... و ہذا معنی قولہ: ”و ما أرادوا“ اُی و فی بیان ما أراد بنو النضیر من الغدر برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھ۔ (عمدة القاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر: ۱/۱۶۸، ۱۶۹، دارالکتب العلمیۃ)

نے بہت ہی کمینہ حرکات کیں، نتیجہ یہ ہوا کہ کعب بن اشرف قتل ہوا، ابورافع قتل ہوا (۱)۔

اوس و خزر ج کی لگا ہوں سے بھی گر گئے، عہد شکنی کی بنا پر بنو قریظہ قتل کئے گئے، بنو نصیر کو جلاوطن کیا گیا۔ سورہ حشر میں ان کے حالات پڑھیے کس طرح اپنے گھروں کو اجاڑ کر نکلے ہیں، یہ ان کی ذلت و مسکنت سب کی نظروں میں تھی (۲)، ہو سکتا ہے آیت مذکورہ میں اسی کو بیان کیا گیا ہو (۳) نہ کہ آئندہ کے حالات کو جیسا کہ مکہ مکرمہ کو (وادِ غیر ذی زرع) قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کو لیکر وہاں تشریف لائے اس وقت اس مقام پر یہی حال تھا، آج وہاں باغات، درخت، سب چیز موجود ہے جو کہ آیت کے منافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ اعظم۔

(۱) ”فلما استمكن منه، قال: دونكم، فقتلوه، ثم اتوا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فأخبروه“.

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن اشرف: ۵۷۷/۲، قدیمی)

”عن البراء بن عازب: قال: ”بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رهطاً إلى أبي رافع،

فدخل عليه عبد الله بن عتيك بيته ليلاً وهو نائم، فقتله“ (صحیح البخاری، باب قتل ابی رافع: ۵۷۷/۲)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: روح المعانی: ۳۹/۲۸، ۴۰، ۴۱، ۴۲، دار احیاء التراث العربی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۴/۳۲۳، دار الفیحاء بیروت)

(۳) یہودی موجودہ حالت اور اسرائیلی حکومت کا قیام، یہ بھی نہ صرف قرآن کریم کے قطعی ارشادات کے منافی نہیں بلکہ قرآن

کریم کے قطعی ارشادات کے عین مطابق ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿ضربت عليهم الذلة أين ما

ثقفوا إلا بحمل من الله وحبل من الناس﴾ الخ (سورۃ آل عمران: ۱۱۲)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مفتی شفیق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”بہت سے حضرات مفسرین نے

اس کو استثنائے منقطع قرار دیا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ذات اور اپنی قومی حیثیت سے تو ذلیل و خوار ہیں گے، گو قانون

الہی کی وسعت میں آکر ان کے بعض افراد اس سے محفوظ ہو جائیں گے، یا دوسرے لوگوں کے سہارا لے کر ذلت و خواری پر پردہ

ڈال دیں“۔ (معارف القرآن: ۱/۱۸۳، ادارۃ المعارف)

تفصیل کے لئے دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۲۶، دار الفیحاء دمشق)

(و کذا فی تفسیر روح المعانی: ۴/۱۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تفسیر جلالین: ص: ۵۸، قدیمی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے دائرہ معارف اسلامیہ: ۵/۳۶۸، مادہ ”ف، فلسطین“ دانش گاہ لاہور)

”ان الذین امنوا والذین هادوا والنصارى“ پر اشکال اور اس کا جواب

سوال [۱۰۸۷]: مومن ہونے کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول دونوں ضروری ہیں، اللہ و رسول میں سے اگر کسی ایک پر بھی ایمان نہ لائے تو مومن نہیں ہو سکتا لیکن آیت: ﴿ان الذین امنوا والذین هادوا والنصارى والصابئين من امن بالله والیوم الآخر وعمل صالحاً، فلهم اجرهم عند ربهم، ولا خوف علیهم، ولا هم یحزنون﴾ میں ایمان بالرسول کا کہیں ذکر تک نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ضروری نہیں، اگر ضروری ہے تو عدم ذکر کی وجہ تحریر فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایمان بالرسول کے ساتھ ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتاب بھی ضروری ہے، نیز ایمان بالقدر بھی ضروری ہے (۱) لیکن ہر آیت میں تمام چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا، موقع اور مقام کے لحاظ سے کہیں تمام چیزوں کا ذکر کر دیا گیا، کہیں بعض کا، اسی طرح یہاں بھی بعض کے بیان پر اکتفا کیا گیا جس کی حکمت بیان کی جاسکتی ہے، مثلاً: یہ کہ جتنے فرقے اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب ایمان بالرسول رکھتے تھے، یہود و انصاری کا حال تو ظاہر ہے، صابین کے متعلق بھی ایک قول یہی ہے (۲)۔ جس طرح عدم ذکر سے ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالقدر کی ضرورت کی نفی کرنا صحیح نہیں اسی طرح ایمان بالرسول کی ضرورت کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔ ایک کلیہ یاد رکھئے کہ عدم ذکر، ذکر عدم کو مستلزم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) وہی حدیث جبریل ”قال: فأخبرنی عن الإیمان قال: أن تؤمن بالله و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیرہ و شرہ“ (المشکوۃ: ۱/۱۱، کتاب الإیمان، قدیمی کراچی)

(و کذا فی الصحیح لمسلم ۲/۲۷، کتاب الإیمان، قدیمی)

(و کذا فی سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر: ۲/۲۹، امدادیہ ملتان)

(۲) قال العلامة الآلوسی: ”الإمام أبو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: إنهم (الصابین) لیسوا بعبدة أوثان، وإنما یعظمون النجوم كما تعظم الکعبة، و قیل: هم قوم موحدون یعتقدون تأثیر النجوم و یقرّون ببعض الأنبیاء کیسب علیہ السلام، و قیل: إنهم یقرّون بالله تعالیٰ، و یقرّون الزبور، و یعبدون الملائکة، و یصلون إلى الکعبة“ (فی جواز مناکحتهم و اکل ذبائحهم کلام للفقهاء، (روح المعانی ۱/۲۹، دار احیاء التراث العربی)

(والفقہ الإسماعیلی وأدلته: ۸/۶۳۲، رشیدیہ)

﴿جاعل الذین اتبعوک﴾ کی تفسیر

سوال [۱۰۸۸]: ﴿وَجَاعِلُ الذِّينِ اتَّبَعُوا فَوْقَ الذِّينِ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ میں ”الذین اتبعوا“ سے مراد تقریباً سارے مفسرین نے عیسائی اور مسلمان لئے ہیں، لیکن آج کل قرآن کی یہ حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے اور سیاق و سباق میں ”الذین کفروا“ سے اسرائیل ہی کی تخصیص کر دیا ہے۔ اگر کافرین سے مطلق مراد لیا جائے تو عالمگیر پیمانہ پر مسلمانوں کی پستی مسلم ہے نہیں تو بعداً تخصیص اسرائیل سے مسلمانوں کی پستی واضح ہے۔ مفسرین ”الذین کفروا“ سے عیسائی بھی مراد لیتے ہیں۔ یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ آج کل عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیسے متبع مانے جاسکتے ہیں جب کہ وہ تثلیث پرستی اور مختلف گمراہ کن نظریات و عقائد کی دنیا میں گم نظر آتے ہیں تو پھر مفسرین کا یہ خیال کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے؟

فوق سے کیا مراد ہے؟ اور حکومت کے معاملہ میں یا کسی اور چیز میں آیت مذکورہ ”الذین اتبعوک“ سے مسلمان مراد لئے جائیں تو ”حبیل من اللہ و حبیل من الناس“ کی آیت اس کے لئے ناخ مانا جاسکتی ہے یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر مفسرین کی لکھی ہوئی کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے یا آپ کی معلومات پر منطبق نہ ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ”آج کل قرآن کی حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے“ کہاں تک درست ہے اور آپ غور کریں کہ اس سے ایک مؤمن کا ایمان کس حد تک مجروح ہو جاتا ہے، قرآنی صداقت جس قلب سے کھو جائے کیا وہ قلب بھی مسکن ایمان رہے گا؟ ایسے کلمات کے کہنے اور لکھنے سے کلی اجتناب لازم ہے، یہود و نصاریٰ کے واقعات کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع نہ کیا جائے، تحقیق کے لئے دوسرا عنوان بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اتباع ایک حقیقی ہوتا ہے، ایک ادعائی ہوتا ہے یعنی دعویٰ یہ ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبع ہیں اگرچہ اعتقاداً و عملاً بے شمار امور میں مخالفت کرتے ہیں، مگر ادعاء سب ہی نصرانی ہیں جیسے کہ اسلام کے مدعی بھی دونوں قسم کے ہیں۔ اگر یہاں یہ مراد ہو کہ جو لوگ نصرانی ہونے کے مدعی ہیں، ان کو غلبہ ہوگا اس جماعت پر جو ان پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ ان کا منکر ہے یعنی یہود پر تو آپ کا اشکال ختم ہو جائے گا، یہ قول بھی تفسیر

مظہری، ص: ۵۷ میں موجود ہے (۱) وقیل: "أراد بهم النصارى فهم فوق اليهود إلى يوم القيامة". (۲)۔ اور فوق کی تفسیر کی ہے۔ بالحجة والسيوف في غالب الأحوال۔ اب "حبس من الله حبس من الناس" (۳) سے تعرض کی بھی حاجت نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بعد نزول شادی کریں گے: "فیتزوج بعد النزول ويولد له، ويمكث أربعين سنة، ثم يتوفى" إلى آخره (۴)۔ عقیدۃ الاسلام (۵)۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل رسالہ ہے جس میں انہوں نے اتباع کی مذکورہ دونوں صورتیں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فتح البیان میں بھی ہے (۶)،

(۱) "و جماعل الذين اتبعوك) النخ يعنى يعملونهم بالحجة والسيوف في غالب الأحوال ومتبعوه الحواريون، و من كان من بنى إسرائيل على دينه الحق قبل بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والمسلمون من أمة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم الذين صدقوه واتبعوا دينه في التوحيد، ووصيته باتباع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حيث قال: (ومبشراً برسول يأتي من بعدى اسمه أحمد) وقيل: أراد بهم النصارى، فهم فوق اليهود إلى يوم القيامة إلى الآن، لم يسمع غلبة اليهود عليهم". (التفسير المظهرى: ۵۷/۲، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

(۲) (التفسير المظهرى: ۵۷/۲)

(۳) (سورة آل عمران: ۱۰۳)

(۴) "عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ينزل عيسى بن مريم إلى الأرض فيتزوج، ويولد له، ويمكث خمسا وأربعين سنة، ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى بن مريم في قبر واحد بين أبى بكر وعمر". رواه ابن الجوزى في "كتاب الوفاء". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۸۰، كتاب الفتن، باب نزول عيسى، قديمى كراچى)

(۵) (عقيدة الإسلام لشيخ أنور شاه الكاشميرى، ص: ۴۵، ۴۶، إدارة القرآن)

(۶) "وعلى كل حال فغلبة النصارى لطائف الكفار أو لكل طوائف الكفار لا ينفي كونهم مقهورين مغلوبين لطوائف المسلمين، كما يفيد الآيات الكثيرة بأن هذه الملة الإسلامية ظاهرة على كل الملل، قاهرة لها، مستعلية عليها. . . . ثم بعد البعثة المحمدية لا شك أن المسلمين هم المتبعون لعيسى لإقراره لنبوته محمد ﷺ و تبشيره بها كما فى القرآن الكريم والإنجيل، بل فى الإنجيل: الأمر لاتباع عيسى باتباع محمد ﷺ".

حافظ ابن حجر (۱) ابن کثیر (۲) ابن تیمیہ (۳) علامہ آلوسی (۴) وغیرہ کی کتابوں میں سیر حاصل بحث موجود ہے۔
حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا بھی ایک مضمون مفصل رسالہ دارالعلوم میں اسی سال شائع ہوا ہے، فقط واللہ سبحانہ
تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۱۴۰۹ھ۔

= فالمتبعون لعيسى بعد البعثة المحمدية هم المسلمون في أمر الدين ، ومن بقى على
النصرانية بعد البعثة المحمدية، فهو وإن لم يكن متبعاً لعيسى في أمر الدين و معظمه، لكنه متبع له
في الصورة، وفي الاسم، وفي الجزئيات من أجزاء الشريعة العيسوية ، فقد صدق عليهم أنهم متبعون
له في الصورة وفي الاسم وفي شيء مما جاء به، وإن كانوا على ضلال و وبال و كفر، فذلك لا
يوجب خروجهم عن العموم المذكور في القرآن الكريم والأولون هم الأتباع حقيقة،
وغيرهم الأتباع في الصورة، (تفسير فتح البيان ۲/۶۸، سورة آل عمران : ۵۵، مطبعة العاصمة،
شارع الفلكي بالقاهرة)

(۱) ويكتب: (التلخيص الحبير للحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى، ص: ۳۱۹، دار نشر الكتب الإسلامية
لاهور)

(۲) ويكتب: (تفسير ابن كثير : ۱/۳۸۷، ۳۹۳ دار الفحاء دمشق)

(والتطبيقات الكبرى للشعراني : ۱/۲۶ دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”و أما قوله تعالى ﴿يا عيسى إني متوفيك وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى
يوم القيامة﴾ فهو حق كما أخبر الله تعالى به ، فمن اتبع المسيح عليه، جعله الله فوق الذين كفروا إلى يوم
القيامة، و كان الذين اتبعوه على دينه الذي لم يبدل قد جعلهم الله فوق اليهود ، و أيضاً فالنصارى فوق
اليهود الذين كفروا به إلى يوم القيمة، و أما المسلمون فهم مؤمنون به ليسوا كافرين به، بل لما بدل
النصارى دينه و بعث الله محمداً ﷺ بدين الله الذي نزل به المسيح وغيره من الأنبياء جعل الله محمداً
(ﷺ) و أمته فوق النصارى إلى يوم القيمة اهـ“ . (التفسير الكبير لابن تيمية، فصل : موقف الأمم من
الرسول : ۱۸۸/۳، ۱۹۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) (روح المعاني : ۱/۵۹۵ و ۱۸۳/۳ دار إحياء التراث العربی)

(وكنز العمال : ۱۳/۶۱۸ مكتبة التراث الإسلامي حلب)

(و تفسير الحازن لعلي بن محمد خازن : ۱/۲۳۳ دار المعرفة بيروت)

﴿إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۸۹]: ﴿إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز منع کرتی ہے تب تو کوئی اشکال نہیں، اگر یہ ہے کہ روک دیتی ہے تو کیا اس سے مقبول نماز مراد ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پورے خشوع سے اس کے اوپر ثواب کا تصور کرتے ہوئے اور تاثیرات کا استحضار کر کے پڑھی جائے تو روک بھی دیتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۹۰]: "وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ" کا کیا مطلب ہے (۲)؟ اور پھر یہ بھی ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ﴾ الخ (۳) پھر جزاء و سزا کیوں مرتب ہوتی ہے؟ جب کہ سب کچھ مشیتِ ایزدی ہی سے ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ تقدیر ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، بحث و تفتیش کی اجازت نہیں (۱) کہہ دامن ترممکن

(۱) وقال ابن كثير أبي العالية: في قوله تعالى: (إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ) قال: إن الصلاة فيها ثلاث خصال، فكل صلاة لا يكون فيها شيء من هذه الخصال فليست بصلاة: الإخلاص والخشية وذكر الله، فالإخلاص يأمره بالمعروف، والخشية تنهاه عن المنكر، وذكر الله القرآن يأمره وينهاه. (تفسير ابن كثير: ۵۵۰/۳، المكتبة الفيحاء دمشق)

(وكذا في روح المعاني: ۱۶۳/۲، دار إحياء التراث العربي)

"حدثنا وكيع أخبرنا الأعمش قال: أخبرنا أبو صالح عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: "جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: إن فلاناً يصلّي بالليل، فإذا أصبح سرق، فقال: إنه سينهاه ما تقول". (مسند الإمام أحمد: ۱۹۸/۳، رقم الحديث: ۹۲۸۶، المكتب الإسلامي بيروت)

(۲) (الدهر: ۳۰) (۳) (الكهف: ۲۹)

(۳) "قال في شرح السنة: الإيمان بالقدر فرض لازم الخ". (مرقاة، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر:

۱/۲۵۶ رشديه)

ہشیار باش۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۷ھ۔

﴿لئن شکرتم لأزیدنکم﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۹۱]: قرآن پاک کی آیت ﴿لئن شکرتم لأزیدنکم﴾ ہے اور آدمی کو جب تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی ایک نعمت خداوندی ہے، اس پر اگر شکر کرے گا تو اس کے اندر زیادتی ہوگی حالانکہ انسان یہ نہیں چاہتا کہ میں ہر وقت تکلیف میں مبتلا رہوں، اس صورت میں اس آیت شریفہ کا کیا مطلب ہوگا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل نعمت اجر و ثواب ہے تکلیف، رنج، مرض، مشقت پر صبر بھی اس کا ذریعہ ہے، راحت، صحت، شادمانی، عافیت پر شکر بھی اس کا ذریعہ ہے۔ ایک ذریعہ سے بچ کر دوسرا ذریعہ اختیار کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک مقصد تک پہنچنے کے دو راستے ہوں ایک آسان دوسرا دشوار، دشوار کو چھوڑ کر آسان اختیار کرنا مذموم نہیں (۱)۔

== "عن ابی ہریرۃ - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - قال : خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نتنازع في القدر، فغضب حتى احمر وجهه حتى كأنما فقي في وجنتيه حب الرمان، فقال : "أبهذا أمرتم، أم بهذا أرسلت إليكم؟ إنما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا فيه". رواه الترمذی، وروی ابن ماجہ نحوه عن عمر بن شعيب عن أبيه عن جده". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثانی، ص: ۲۲، قدیمی)

"وأصل القدر سر الله تعالى في خلقه، لم يطلع على ذلك ملك مقرب ولا نبي مرسل، والتعمق والنظر في ذلك ذريعة الخزلان، وسنم الحرمان، ودرجة الظغيان، فالحذر كل الحذر من ذلك نظراً وفكراً ووسوسة الخ" (شرح العقيدة الطحاوية، أصل القدر سر الله، ص: ۱۸۰ - ۱۹۴، مكتبة الغرباء، الجامعة الستارية، كراتشي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعًا﴾ (البقرة: ۲۸۶)

قال العلامة الآلوسی فی شرحہ " (الوسع) ما تسعه قدرة الإنسان أو ما يسهل عليه من المقدور، =

لہذا تکلیف کا علاج بھی مشروع بلکہ مستنون ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

حضرت مسیح کی فضیلت ”کلمتہ“ اور ”روح منہ“ سے

سوال [۱۰۹۲]: قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَرَسُولُ

اللَّهِ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ، وَرُوحٌ مِنْهُ﴾ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک ”کلمہ“ کہا گیا ہے یہ تو اس معنی کر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”کن“ کہہ کر پیدا فرمایا ہے اور ”کن“ اللہ تعالیٰ کا کلمہ تخلیقی ہے، دوسری بات یہ کہ آپ کے بارے میں یہ ”روح منہ“ فرمایا گیا ہے۔ اس جملہ سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ روح بدن کا ایک حصہ ہوا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے شایان شان بدن فرض کر کے اس سے روح کو اگر مانا جائے تو شاید یہ۔ نعوذ باللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی اہنیت کی طرف مشیر ہوگا اور یہ بولا بھی جاتا ہے اردو میں بیٹے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ میری روح رواں ہے یا پھر حد درجہ قریب والے کے لئے کہتے ہیں جیسے بیوی کو کہتے ہیں میری روح، میری روح کی تسکین وغیرہ۔

= وهو مادون مدى طاقته: أي سته تعالى أنه "لا يكلف نفساً" عن النفوس إلا ما تطيق وإلا ما هو دون ذلك كما في سائر ما كلفنا به من الصلاة والصيام مثلاً، فإنه كلفنا خمس صلوات والطاقة تسع ستاو زيادة، و كلفنا صوم رمضان والطاقة تسع شعبان معه، وفعل ذلك فضلاً منه ورحمة بالعباد أو كرامة ومنة على هذه الأمة خاصة". (روح المعاني: ۳/۶۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۵۷، دار الفیحاء دمشق)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاء"، قال العلامة العيني "تحته: "وفيه إباحة التداوى وجواز الطب". (عمدة القاري، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاء: ۲۱/۳۳۲، رقم الحديث: ۵۶۷۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"وعن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله". قال القاري رحمه الله تعالى تحته: "فيه إشارة إلى استحباب الدواء، وهو مذهب السلف وعامة الخلف..... وحاصله أن رعاية الأسباب بالتداوى لا ينافي التوكل". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول: ۸/۲۸۹، رقم الحديث: ۳۵۱۵، رشديه)

دوسری بات یہ ہے کہ روایت ہے: ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو تمام ارواح کی آپ کو صلب میں ڈال دیا اور پھر آپ کی صلب سے تمام ارواح پیدا کی گئیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی روح اللہ تعالیٰ نے الگ رکھ لی تھی، جو کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی صلب سے نہیں نکالی گئی۔“ اس معنی کو لے کر یہ کہا جائے گا کہ آپ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے پیدا شدہ ہیں، اللہ کی روح سے ہیں یا روح ہیں۔

بہر صورت اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے خاص گہرا جزا کا سا لگاؤ اور ساتھ ہے، تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے، غیر انسان پر تو انسان کو فضیلت ہے ہی، غیر انسان چاہے فرشتہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر جب کہ انسان نبی اور جلیل القدر نبی ہو تو اس کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن یہاں سے یہ آگ سلگتی ہوئی آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی پہنچتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فضیلت ہے، کیونکہ آپ نے اپنی فضیلت ابن آدم پر بتائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ابن آدم نہیں، اس لئے اس طرح تو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اب رہ جاتی ہے یہ حدیث قدسی کہ آپ باعث تحقیق کون و مکان ہیں تو اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ایسا ہوا کرتا ہے کہ جیسے ہم نے کوئی کارخانہ لگایا اور وہ اپنے دوست کی وجہ سے لگایا یعنی اسے اس کا منیجر یا نگران بنانے کے لئے تاکہ اس کی عزت اس طرح دو بالا ہو اور دوست کا خرچ پانی بھی نکلتا رہے، لیکن اس کی تمام آمدنی کس کے لئے، بیٹے کے لئے ہے، تو قرب زیادہ بیٹے کو ہوگا اور محبت بھی اس سے زیادہ ہوگی اور فضیلت بھی زیادہ بیٹے ہی کو ہوگی، تو اس معنی کو لے کر خاص لگاؤ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے روح ہونے کے ناطے مانا جائے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا نگران، یا منیجر ہونے کے ناطے سے اوروں پر فضیلت کہی جاسکتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کا بھی حق حاصل ہوگا، اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے تو اس کو یوں سمجھئے کہ جب دوست کارخانہ کا منیجر ہے تو کسی کو ملازم رکھے یا اگر مالک کسی سے ناراض ہے تو اس کی سفارش بیٹا یا بیوی یا اور کوئی خاص رشتہ دار تو کرنے سے رہا، یہ کام منیجر ہی کرے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی چونکہ کارخانہ میں فضیلت کے اعتبار سے آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بڑے ہوئے ہیں، اس لئے آپ گناہ گاروں کی سفارش کریں گے کارخانہ کے منیجر کی حیثیت سے، لیکن جو منشاء یعنی فضیلت، بڑائی، اشرفیت کا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ غرض کہ آیت مذکورہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انفضیلت پر طرح طرح سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ برائے کرم جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

اگر یہ تقریر عیسائی معترض کی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم وحدیث شریف کو بھی مانتا ہے، پھر اس نے مجتہدانہ استنباط سے اشکال کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ قرآن کریم کی جو تفصیل ونشریح حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور حضرت نبی اکرم کے افضل الرسل ہونے کی جو روایات حدیث میں موجود ہے (۱) ان سب کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز استنباط واجتہاد سے کام نہ لے، کیونکہ نص صریح کے مقابلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں (۲)۔ یہ بات کوئی روایت میں ہے کہ صلب آدم میں ارواح ڈالتے و نکالتے وقت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح علیحدہ محافظ خانہ میں رکھی تھی۔

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع، وأول مشفع". (الصحيح لمسلم : ۲/۲۳۵، كتاب الفضائل، قديمی کراچی)

"قوله: "أنا سيد ولد آدم يوم القيامة" قال النووي رحمه الله تعالى: "قال الهروي: السيد هو الذي يفوق قومه في الخير وأما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "يوم القيامة" مع أنه سيدهم في الدنيا والآخرة الخ". (تكملة فتح الملهم : ۳/۳۷۳، دار العلوم کراچی)

(و کذا فی شرح مسلم للنووی علی هامش مسلم : ۲/۲۳۵، کتاب الفضائل، قديمی کراچی)

(وفیض الباری : ۱۹۸/۳، خضر راہ یکذبو دیوبند)

(۲) "أما ما لا يجوز الاجتهاد فيه: فهو الأحكام المعلومة من الدين بالضرورة والبداهة، أو التي تثبت بدليل قطعي الثبوت. قطعي الدلالة، مثل وجوب الصلوة الخمس والصيام والزكاة والحج فإنه لا مجال للاجتهاد فيها". (أصول الفقه الإسلامي، المبحث الثالث: مجال الاجتهاد:

معراج میں جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز کس نے پڑھائی (۱)، کیا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھائی اور حدیث میں ہے: "آدم من دونہ تحت نوائی" (۲)۔

نیز بغیر باپ کے پیدا ہونے پر اشکال کیا گیا تھا تو اس کا قرآن کریم میں جواب دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا گیا، مگر آدم علیہ الصلاۃ والسلام بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے (۳)۔ نیز عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جو بشارت دی: ﴿مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ أحمد﴾ (۴) اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت نبی اکرم کے مناقب و فضائل معلوم ہونے پر درخواست کی کہ یا اللہ مجھے ان کی امت میں بنادے مگر چونکہ وہ نبی تھے امتی کا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے، اس لئے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور زمانہ اخیر میں بطور مہمان آسمان سے نازل ہوں گے کہ ان کی

(۱) قال الحافظ ابن کثیر: "عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: "لما کان لیلۃ أسری برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی بیت المقدس، أتاه جبریل بدابة فوق الحمار دون البغل، حملاً جبریل علیہا ینتہی خفہا حیث ینتہی طرفہا، فلما بلغ بیت المقدس و بلغ المكان الذی یقال لہ: باب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، أتى إلی الحجر الذی ثمة..... ثم انصرفت فلم البث إلا یسیراً حتی اجتمع ناس کثیر، ثم أذن مؤذن وأقیمت الصلاة، قال: فقمنا صفوفاً ننظر من یؤمنا، فأخذ بیدي جبریل علیہ الصلاة والسلام، فقدمتی فصلیت بهم، فلما انصرفت، قال: جبریل: یا محمد! أتدری من صلی خلفک؟ قال: "قلت: لا، قال: صلی خلفک کل نبی بعثہ اللہ عزوجل". (تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۰، ۱۱، سورة الإسراء، مکتبہ دار الفیحاء دمشق)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۱/۴۶۳، ۴۶۴، رقم الحدیث: ۲۵۳۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(۳) قال الشیخ محمد أنور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ "وإن قالوا: خلق عیسی علیہ الصلاة والسلام من غیر ذکر، فقد خلق آدم من تراب بتلك القدرة من غیر أنشئ ولا ذکر، فکان کما کان عیسی لحماً و دماً و شعراً و بشراً، فلیس خلق عیسی من غیر ذکر بأعجب من هذا". (عقیدۃ الإسلام: ۱۳۶، إدارة القرآن کراچی)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿إن مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب، ثم قال لہ کن فیکون﴾ (آل عمران: ۵۹)
(۴) (سورة الصف: ۶)

خواہش بھی ایک معنی کو لے کر پوری ہو جائے گی کہ وہ امت میں آ کر شامل ہو جائیں گے اور ان کی نبوت بھی برقرار رہے گی، اس کو ان سے سلب نہیں کیا جائے گا اور جس حدیث میں ان کے نزول من السماء کی بشارت ہے، اس میں یہ بھی ہے "إمامکم منکم" کہ ان کے آنے کے باوجود امامت کی فضیلت اسی امت کو حاصل ہوگی (۱)۔

اس سب کے علاوہ غور طلب یہ بات ہے کہ جس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، عیسائی تو اس کے قائل ہی نہیں، ان کو جانتے ہی نہیں بلکہ وہ تو عیسیٰ کو "الہ" مانتے ہیں، "ابن اللہ" مانتے ہیں، ایسے عیسیٰ کا تذکرہ تو قرآن وحدیث میں کہیں نہیں بلکہ اس کی پوری پوری تردید موجود ہے جس عیسیٰ کو "الہ" اور "ابن اللہ" کہا جاتا ہے ان کا جب وجود ہی نہیں تو اس کی فضیلت کا کیا سوال، ان عیسائیوں کا تو ایمان ہی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور جس عیسیٰ پر ایمان ہے اس کا وجود نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

"قال ہی عصای" کی عجیب تشریح وتفسیر

سوال [۱۰۹۳]: واعظ زید نے وعظ کرتے ہوئے حسب ذیل آیت: ﴿وَمَا تَلَّكَ بِإِمْنِكَ بِأَمْرِ مُوسَىٰ﴾ قال ہی عصای، اُنوکا علیہا، وأهش بها علی غنمی، ولی فیہا ما رب آخری۔ تا۔ سیرتہا الأولى ﴿طہ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک جلیل القدر نبی کے ساتھ ناشائستہ لفظوں کو منسوب کر دیا

(۱) "ذكر الملا علی القاری: فی المرقاة: "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "واللہ! لنزلن ابن مریم حکماً عادلاً، فلیکسرن الصلیب، ولیقطن الخنزیر، ولیضعن الجزیۃ، ولیترکن القلاص، فلا یسعی علیہا احد" رواہ مسلم، وفی رواۃ لہما: قال: "کیف أنتم إذا نزل ابن مریم فیکم وإمامکم منکم"۔"

قال القاری فی شرحہ "وإمامکم منکم": أی من أهل دینکم، وقیل: من قریش و هو المہدی۔ والحاصل أن إمامکم واحد منکم دون عیسی، فإنه بمنزلۃ الخلیفۃ۔ و یحتمل أن یکون معنی "إمامکم منکم" کیف حالکم وأنتم مکرمون عند اللہ تعالیٰ، والحال أن عیسی یزل فیکم وإمامکم منکم و عیسی یفتدی بإمامکم تکرمة لدينکم، و یشہد لہ الحدیث الآتی الخ"۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ

المصابیح: ۳۴۰/۹، کتاب الفتن، حقایقہ پشاور)

(وایضاً فی عقیدۃ الإسلام للشیخ انور شاہ کشمیری: ۸۲، ۸۳، ادارۃ القرآن کراچی)

کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ”موسیٰ تیرے واسطے ہاتھ میں کیا ہے؟“ موسیٰ نے کہا عسا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ”ادا ہو، ادا“ گیری کرتے پھرتے ہو۔ ایسا بہتان عظیم ذات باری تعالیٰ پر باندھنے اور اس طرح تفسیر بالرائے کرنے والے کے متعلق از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور اس واعظ کو اس کے رد عمل کے طور پر کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جوابات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑی غلطی و جرأت ہے (۱) بہتان ہے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا جائے، بغیر علم کے وعظ ہرگز نہ کیا جائے، ہاں کوئی معتبر کسی عالم حقانی کی کتاب ہو جس کے مضامین بیان کرنے اور سنانے کی واعظ میں صلاحیت ہو اور مجمع میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو اس کتاب کے سنانے میں مضائقہ نہیں، مگر اس کی کوئی تشریح بغیر علم کے اپنی طرف سے نہ کی جائے، ورنہ غلطی کا اندیشہ ہے جس سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

”ارض“ کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟

سوال [۱۰۹۴]: قرآن مجید کے اندر جمع کا لفظ ”ارض“ یعنی زمین کے متعلق وارد نہیں ہوا بلکہ واحد آیا ہے اور آسمان کے لئے جمع کا لفظ آیا ہے جیسے آیہ الکرسی میں ہے ”لہ ما فی السموات وما فی الارض“ کیا زمین کے طبقات نہیں ہیں جیسے سات طبق آسمان کے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین صرف ایک اور جز سات ہیں یا علیحدہ علیحدہ سات طبق ہیں مثل آسمان کے؟ شعراء و عوام عام طور سے چودہ طبق کہتے ہیں مثلاً:-

کئے چودہ طبق پیدا خدا نے دکھائے مجھے خیر الوری نے

اور احادیث میں ہے کہ سات دو زمین میں ہیں اور سات جنت آسمان میں۔

(۱) احادیث میں اس کی سخت وعید آئی ہے، چنانچہ مسند احمد میں ہے: ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من قال فی القرآن بغیر علم، فلیتبعوا مقعدہ من النار“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۸۵/۱، رقم الحدیث: ۲۰۷۰، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح: ۳۸۹/۱ کتاب العلم، رشیدیہ)

(و جامع الترمذی: ۹۵۲، کتاب العلم، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً :

سات زمین ہونا حدیث سے صراحتاً ثابت ہے (۱) اور قرآن کریم میں بھی سورۃ طلاق کے آخر میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ (۲)، اس کی تفسیر جلالین شریف میں ہے: ”سبع أرضين“ سات اجزاء نہیں بلکہ سات طبق آسمانوں کی طرح ہیں (۳)۔

بعض روایات میں ہر زمین کے کچھ حالات بھی یلحدہ منقول ہیں، کذا فی الطرائس (۴)،

(۱) قال الإمام أحمد: ”حدثنا عبد الله، حدثني أبي، ثنا يحيى عن هشام وابن نمير، ثنا هشام، حدثني أبي عن سعياء بن زيد بن عمرو رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: قال ابن نمير: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، طوّقه يوم القيامة إلى سبع أرضين“ (مسند الإمام أحمد: ۱/ ۱۸۸ دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۲) (سورة الطلاق: ۱۲)

(۳) (جلالین، ص: ۴۶۴)

”وعلى الهامش قوله: يعنى سبع أرضين اعلم أن العلماء أجمعوا على أن السموات سبع طباق بعضها فوق بعض، و أما الأرضون فالجمهور على أنها سبع كالسموات بعضها فوق بعض، وفي كل أرض سكان من خلق الله، وعليه فدعوة الإسلام بأهل الأرض العليا؛ لأنه الثابت والمتقول، ولم يثبت أنه صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أحد ممن بعده نزل إلى الأرض الثانية ولا غيرها من باقى الأرضين وبلغهم الدعوة“، (هامش الجلالین، ص: ۴۶۴، قدیمی)

(۴) یہ کتاب نہیں لی البتہ روح المعانی وغیرہ میں ایسی روایات موجود ہیں:

”أى وخلق من الأرض مثلهن والمثلية تصدق بالإشتراك فى بعض الأوصاف، فقال الجمهور: هى ههنا فى كونها سبعاً وكونها طباقاً بعضها فوق بعض بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماوات والأرض، وفى كل أرض سكان من خلق الله عز وجل، لا يعلم حقيقتهم إلا الله تعالى، و عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: أنهم إما ملائكة أو جن، وأخرجه ابن جرير وابن أبي حاتم أنه قال فى الآية: سبع أرضين، فى كل أرض نبي كنسكم، وآدم كآدم، ونوح كنوح، وإبراهيم كإبراهيم، وعيسى كعيسى وأخرج ابن أبي حاتم والحاكم وصححه عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما مرفوعاً: ”أن بين كل أرض وأرض نلها خمس مائة عام، والعليا منها على ظهر حوت قد التقى طرفاه فى =

وبدائع الظهور (١) ومجموعة الفتاوى (٢) -

= السماء، والحوث على صخرة، والصخرة بيد ملك، والثانية سجن الريح، والثالثة: فيه حجارة، والرابعة فيها كبريتها، والخامسة فيها حياتها، والسادسة فيها عثاريها، والسابعة فيها صقر وفيها إبليس مصغر بالحديد، يده أمامه ويده خلقه، يطلقه الله تعالى لمن يشاء اهـ (روح المعاني: ١٣٢/٢٨)، ١٣٣، سورة الطلاق: ١٢، دار إحياء التراث

(وكذا في تفسير ابن كثير: ٣/٢٩٣، ٣٩٥، سورة الطلاق: ١٢، دار الفحاء)

(١) "قال وهب بن منبه: لما فتق الله الأرض وجعلها سبعاً كان اسم الطبقة الأولى آدمياً، والثانية بسيطاً، والثالثة ثقيلاً، والرابعة بطيحاً، والخامسة حيناً، والسادسة مسكة، والسابعة الثرى، وفي بعض الروايات تختلف أسمائها. قال الثعلبي: إن الأرض الثانية تخرج منها الريح، وسكانها أمم يقال لهم: الطمس، وطعامهم من لحومهم، وشرابهم من دماهم، والطبقة الثالثة: سكانها أمم وجوههم كوجوه بني آدم، وأفواههم كأفواه الكلاب، وأيديهم كأيدي بني آدم، وأرجلهم كأرجل البقر، وأذانهم كأذان البقر، وعلى أبدانهم شعر كصفوف الغنم وهو منهم ثياب. ويقال: إن لبنا نهارهم ونهارهم لبنا، والطبقة الرابعة: سكانها أمم يقال لهم: الحلهام، وليس لهم أعين ولا أقدام، بل لهم أجنحة مثل أجنحة القطاء، والطبقة الخامسة: بها أمم يقال لهم: الخشن وهم كأمثال البغال، ولهم أذنان كل ذنب بحر ثلثمائة ذراع، وفي هذه الأرض حيات كأمثال النخل الطوال، ولهم أنياب مثل الجمال، والطبقة السادسة: بها أمم يقال لهم المحشوم وهو سود الأبدان، ولهم مخالب كمخالب السباع، ويقال: إن الله تعالى يسلطهم على يأجوج ومأجوج حين يخرجون على الناس اهـ"، (بدائع الزهور في وقائع الدهور، ذكر مبداء خلق الأرض، ص ٨٤، مكتبة السامية ميزان ماركيت كوتله)

(٢) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه في قوله تعالى: ﴿وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ قال: سبع أرضين في كل أرض نبي كيكم، و آدم كآدمكم، ونوح كنوح، وإبراهيم كإبراهيم، وعيسى كعيسى". هذا حديث صحيح الإسناد.

وفي الدر المنثور: "أخرجه ابن أبي حاتم . . . سبع أرضين . . . وفي أجوبة الأسئلة للزرقاني: السؤال الخامس والسادس والأربعون: هل الأرض سبع طبقات كالسماء، وهل فيهن خلق الله؟ الجواب: قال الله: (وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ) وقال في آية أخرى: (أَلَمْ نَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا) فأقصد أن طباقاً في الآية الأولى مرادو إن لم يذكر، فيكون المثلية في الأرض كذلك . . . وكذا الحديث الآخر: "ما السموات السبع وما فيهن وما بينهن في الكرسي إلا كحلقة ملقاة =

جمع کا لفظ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح نہیں اور قرآن کریم میں اعلیٰ درجہ کے فصیح الفاظ آئے ہیں، غیر فصیح نہیں آئے (۱)۔ نیز لفظ ارض اسم جنس ہے، قلیل کثیر سب کے لئے مستعمل ہوتا ہے (۲) اور بعض کا قول ہے کہ لفظ ارض خود جمع ہے جس کا واحد نہیں آتا ہے، کذا فی منتهی الأرب (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

= بأرض لالة..... و فی تفسیر محمد بن علی الشوکانی المسمى "فتح القدير" (الله الذى خلق سبع سموات ومن الأرض مثلهن): أى و خلق من الأرض مثلهن يعنى سبعاً، و قد اختلف فى كيفية طبقات الأرض، قال القرطبي فى تفسيره: اختلف فيهن على قولين: أحدهما وهو الجمهور على سبع أرضين طباقاً، بعضهم فوق بعض، بين كل أرض مسافة كما بين السماء والأرض، وفى كل أرض سكان خلق الله اهـ. (مجموعة رسائل اللكنوى، زجر الناس على إنكار أثر ابن عباس، الباب الأول فيمن تكلم على الأثر: ۱/۳۹۷، ۲۰۰)

(أحكام القرآن للقرطبي: ۱۸/۱۱۵، سورة الطلاق: ۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وقال الإمام فخر الدين: وجه الإعجاز الفصاحة و عزابة الأسلوب والسلامة من جميع العيوب و مثال ابن عطية: الصحيح والذي عليه الجمهور والحدائق فى وجه إعجازه أنه بنظمه و صحة معانيه و توالى فصاحة ألفاظه، وذلك أن الله أحاط بكل شىء علماً و قال حازم فى منهاج البلغاء: وجه الإعجاز فى القرآن من حيث استمرت الفصاحة والبلاغة فيه من جميع أحنائها فى جميعه استمراراً لا يوجد له فترة اهـ". (الإتقان فى علوم القرآن، النوع الرابع والستون فى إعجاز القرآن: ۲/۲۳۲، دار ذوى القربى)

(و كذا فى مناهل العرفان فى علوم القرآن، الخامس: إعجاز القرآن و بلاغة النبى ﷺ: ۱/۲۸۹، ۲۹۰، دار إحياء التراث العربى)

(۲) "أرض" اسم جنس، قاله الجوهرى، (تاج العروس، مادة: "أرض": ۱۸/۲۲۳، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(ولسان العرب: ۷/۱۱۰، نشر أدب الحوزة)

(۳) "أرض" بالفتح زمين و مزلت است، و اسم جنس یا جمع بدون واحد. (منتهى الأرب: ۱/۲۲، مادة: "أرض" مطبع اسلامى لاهور)

﴿یوم ندعو کل أناس بإمامهم﴾ کی تفسیر

سوال [۱۰۹۵]: ﴿یوم ندعو کل أناس بإمامهم﴾ امام ”ام“ کی جمع بتلا کر ایک عالم صاحب ترجمہ یوں فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں۔ کیا ”ام“ کی جمع بھی کہنا درست ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً :

”ام“ کی جمع امہات آتی ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم﴾ (الایۃ (۱)) بعض لوگ اس کی جمع ”امات“ بغیر باء کے بھی بولتے ہیں۔ ”نأما الجمع، فأكثر العرب علی أمہات، و منهم من یقول: أمات“۔ لسان العرب (۲)۔ امام راغب اصفہانی نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ جانوروں کے حق میں ”امات“ اور انسانوں کے حق میں ”امہات“:

”والأم قیل: أصله أمیة لقولهم: أمہات وأمیة، وقیل: أصله من المضاعف لقولهم: أمات وأمیة۔ قال بعضهم: أكثر ما یقال: أمات فی النہائم ونحوها، وأمہات فی الإنسان“۔ (المفردات فی غریب القرآن) (۳)۔

تفسیر و شروح حدیث، لغت و محاورات ادب میں ام کی جمع امام آئی ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے: ﴿یوم ندعو کل أناس بإمامهم﴾ (۴) میں لفظ امام سے مراد نبی ہیں، یا وہ کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی، یا امامۃ اعمال کی کتاب ہے، یا ہر جماعت کا مقتدی ہے۔

یہ سب اقوال محدث کبیر حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں (۵)۔

(۱) (النساء: ۲۳)

(۲) (لسان العرب: ۳۰/۱۲، مادة ”امم“، نشر أدب الحوزة)

(۳) (مفردات القرآن: ۴۲، أهل حدیث اکیڈمی لاہور)

(۴) (سورة بنی اسرائیل: ۷۱)

(۵) (یوم ندعو کل أناس بإمامهم) الخ. ینخبّر تبارک و تعالیٰ عن یوم القیامة أنه یحاسب کل أمة بإمامهم، و قد اختلفوا الی ذلک: فقال مجاهد و فتادة: بینهم و هذا کقولہ تعالیٰ: (و لكل أمة رسول فإذا جاء رسولهم قط * بینهم بالقسط). الایۃ، و قال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحدیث: لأن إمامهم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. و قال ابن زید: لکتابہم الذی أنزل علی نبیہم من التشويع =

امام سے والدہ مراد لینا اور ماں کی طرف منسوب کر کے بلایا جاتا کس تفسیر میں ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ وہ دریافت کر کے آپ ہمیں بھی مطلع کریں، بلا دلیل ایسی بات کہنا قرآن کریم کا ترجمہ یا تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے جس پر سخت وعید ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۲ھ۔

اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے؟

سوال [۱۰۹۶]: ﴿رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ یہ بتائیے کہ اس کو وکیل کیسے بنایا جائے؟ اس کی کچھ تشریح فرمائیں، غالباً صرف زبان سے تو کہنا کافی نہیں ہوگا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنادے (۲)، ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= واختاره ابن جرير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله: (يوم ندعو كل اناس باسمهم): أي بكتاب أعمالهم ويحتمل أن المراد بإمامهم: أي كل قوم بمن ياتمون به الخ. (تفسير ابن كثير: ۳/۷۳، دار الفحاء دمشق)

وقال العلامة الألوسي: "وأخرج ابن مردويه عن علي كرم الله وجهه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الآية: "يدعى كل قوم بإمام زمانهم، وكتاب ربهم، وسنة نبينهم". وأخرج ابن أبي شيبة وابن المنذر وغيرهما عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه قال: إمام هدى وإمام ضلالة. (روح المعاني: ۱۵/۱۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار". (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۸۵، رقم الحديث: ۲۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال العلامة الألوسي: "فاتخذهُ وكيلاً" لترتيب الأمر وموجه على اختصاص الألوهية والربوبية =

کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟

سوال [۱۰۹۷]: سورہ فتحنا میں ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ کو ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ﴾ الآية (۱) کے ساتھ کیا ربط ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مغفرت اس فتح کی وجہ سے ہوئی؟ اور سورہ مزمل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا﴾ (۲) میں کس امر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ربط کو امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفتاح الغیب: ۳۸۲/۷ میں چار طرح بیان کیا ہے: ”ان الفتح لم يجعله سبباً لمغفرة وحدها، بل هو سبب لاجتماع الأمور المذكورة، وهي المغفرة وإتمام النعمة والهداية والنصرة كأنه تعالى قال: ليغفر لك الله ويتم نعمته ويهديك وينصرك، ولا شك أن الاجتماع لم يثبت إلا بالفتح، فإن النعمة به تمت، والنصرة بعده قد عمت الخ“ (۳)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون کی تکذیب پھر اس کے ہلاک کا قصہ اہل علم کے نزدیک مشہور و مسلم تھا، اسی بنا پر فرمایا کہ اسی طرح رسول برحق کو تمہاری طرف بھیجا جا رہا ہے، اگر تم تکذیب کرو گے تو عذاب کے منتظر رہو۔ ہکذا فی حاشیۃ الجلالین (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ۔

= عزوجل، وکیل فعلیل بمعنی مفعول: ای موکول إلیہ، والمراد من إتخاذہ سبحانه وکیلاً أن يعتمد علیہ سبحانه، ویفوض کل أمر إلیہ عزوجل۔“ (روح المعانی: ۱۰۶/۲۹، ۱۰۷، ۱۰۷، دار احیاء التراث العربی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ: ۵۲۳/۳، دار السلام ریاض)

(۱) (بارہ: ۲۶، آیت: ۲۰۱)

(۲) (بارہ: ۲۹، آیت: ۱۵)

(۳) (مفتاح الغیب: الموسوم بالتفسیر الکبیر، (سورۃ الفتح: ۲): ۷۸/۲۸)

(۴) ”قولہ: (کما أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ) خص موسیٰ و فرعون بالذكر؛ لأن قصتهما مشہورۃ عند أهل مکة“ (حاشیۃ الجلالین، ص: ۳۷۸، مطبوعہ قدیمی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۵۲۳/۳، دار السلام، ریاض)

حیاتِ طیبہ کون سی زندگی ہے؟

سوال [۱۰۹۸]: دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملے گی، پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کے لئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی۔ اب رہی یہ بات کہ جو زندگی عالم برزخی میں مل رہی ہے، یہ تیسری زندگی کہلائے گی، یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے تو کیا قرآن کے خلاف ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کی ایک آیت: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْتَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ، فَلَنُحْيِيَنَّه حَيَاةً طَيِّبَةً﴾ الایہ میں حیاتِ طیبہ کا مصداق حیاتِ برزخی بھی ہے، جیسا کہ تفسیر مفتاح الغیب میں مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

وقتِ شام سے کیا مراد ہے؟

سوال [۱۰۹۹]: قرآن شریف میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے صبح، شام اپنی تسبیح و تحمید کا حکم دیا ہے تو شام سے کونسا وقت مراد ہے؟ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت یا غروب کے بعد کا وقت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عصر کے بعد غروب سے پہلے کا وقت مراد ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۹۳ھ۔

(۱) ”(والقول الثانی) وهو قول السدی: إن هذه الحياة الطيبة إنما تحصل في القبر“۔ (التفسير الكبير،

الجزء: ۲۰، ص: ۱۱۳، دارالكتب العلمية، طهرات)

(۲) ”المساء وهو إقبال الليل بظلامه، وعند الصباح وهو إسفار النهار عن ضيائه“۔ (ابن كثير: ۵۶۸/۳،

الجزء الحادي والعشرون، مكتبة دار السلام)

(وكذا في روح المعاني: ۱۵۲/۳، دار احياء التراث)

قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم

سوال [۱۱۰۰]: کیا ان آیات مقدسہ میں اللہ عزوجل نے جو الفاظ فرمائے ہیں وہ واقعی عظمت رسالت کی سکساری، عصمت نبوت کی درماتدگی، یا انبیاء علیہم السلام کی کفار و مشرکین کے ساتھ اہانت، پامالی اور بے وزنی ظاہر کرنے کے لئے فرمائے گئے ہیں، یا پھر ان ہی لفظوں کو بطور اظہار کے عظمت رسالت و نبوت فرما کر مرسلین کے صادق المصدق و مقام محمود میں ہونے کی شہادت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱)۔ ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلَ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ الخ (۲)۔ (اسی طرح دیگر آیات مقدسہ)

دعا کے الفاظ والی صفات کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھیں؟ (نعوذ باللہ)

سوال [۱۱۰۱]: ۲۔ کیا ان دعاؤں میں ذات اقدس ﷺ نے جو الفاظ ادا فرمائے ہیں اور جن جن باتوں سے بچانے اور جس جس نیکی کی زیادتی کے لئے فرمایا ہے، کیا نعوذ باللہ ذات رسالت ﷺ میں حقیقیاً ان باتوں کی کئی بیشی تھی؟ پھر جیسے ”انی ذلیل“ وغیرہ فرمایا ہے تو کیا حقیقی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہی ذات مقدسہ کو کما حقہ ان الفاظ سے متصف تصور فرما کر بطور شہادت ان کا اظہار فرمایا ہے؟ یا ہم گنہگاروں کو دعا کرنے کے طور پر طریقے اور سلیقے سکھلائے؟ ”اللہم انی أعوذ بك من عذاب الكفر والفقر، ومن عذاب القبر“ (۳)۔ ”اللہم انی ضعیف فقونی، وانی ذلیل فأعزنی، وانی فقیر فأرزقنی“ (۴)۔ ”إلیک ربی فحجبنی، وفی نفسی لك فذللتنی، وفی أعین الناس فعظمتنی، ومن سئى الأخلاق فحجبنی“ (۵)۔

(۱) (الأنعام: ۸۸)

(۲) (الحاقة: ۴۴ - ۴۶)

(۳) (عمل اليوم والليلة، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح، رقم: ۱۱۱، ص: ۱۰۰، مكتبة الشيخ)

(۴) ”رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه أورد أود الأعشى وهو ضعيف جداً“۔ (مجمع الزوائد، باب

الاجتهاد فی الدعاء: ۱۰/۱۷۹، ۱۸۲، دار الفکر)

(۵) ”عن ابن لال فی مکارم الأخلاق، وسنده ضعيف“۔ (کنز العمال: ۲/۶۸۸، رقم: ۵۰۸۷، مكتبة

الثراث الاسلامی)

”اللهم اجعلني صبوراً واجعلني شكوراً واجعلني في عيني صغيراً وفي أعين الناس كبيراً“ (۱)۔ اسی قبیل کی دیگر دعائیں۔

ہم نے بامعنی قرآن مجید سے اس آیت مقدسہ کا مطلب و مفہوم یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اعتراض اور شکوک و شبہات کو دفع کرنے کے لئے اور اپنے مرسلین کی عظمت و رفعت کی شہادت کے طور پر فرماتے ہیں کہ ہمارے یہ نبی من و عن تمہارے رب کی باتیں تمہیں سناتے ہیں، اس میں ذرہ برابر ہیر پھیر نہیں کرتے، نہ وہ غبی ہیں نہ خائن کہ کبھی بیشی کرتے، اس لئے تم ان کی ہر بات کو وحی سمجھو، یقین رکھو کہ یہ تمہارے رب ہی کی طرف سے ہے وہ اس لئے کہ ہمارا خیال ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس میں لفظ ”اگر“ شرط ہے اگر ایسا کرتے تو ہم ایسا کرتے، مگر نہ نبی نے ایسا کیا، نہ کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارے قریب ان کا وہ مقام ہے جس کو ہم ہی جانتے ہیں اور اس لفظ شرط ”اگر“ نے ہمارے نفس خیال کے تحت اس آیت کی بڑی وضاحت کے ہمراہ تشریح و تفصیل ظاہر کر دی ہے کیونکہ شرط کے ٹوٹنے پر مشروط کا مقام بھی بدل جاتا ہے، جیسے جرم ثابت ہو تو سزا واجب ہے ورنہ باعزت بری ہے یا پھر جیسے ﴿إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ میں ظلوم و جہول ہی تحسین و تعریف کے مظہر و ضامن بن کر رہ گئے ہیں یعنی بارِ امانت اٹھانے پر بطور سرزنش، تادیب و اظہار ناراضگی کے ظلوم و جہول نہیں فرمایا گیا بلکہ بڑائی اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اس کی نادرانی و ناگہمی نے بھی اتنا بڑا کام کیا کہ جس بارِ امانت کو زمین و آسمان نہ اٹھا سکے اس نادران و کمزور نے اٹھا لیا۔

مزید دعائیں ان دعاؤں کے سلسلہ میں ہم آج بھی اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ شرک، کفر، فسق، فجور، گناہ، کبر، نخوت، غرور، خود رائی، بے صبری، ناشکری وغیرہم قسم کی مقہورانہ خصلتیں، معتوبانہ عادتیں ایسی ہیں جن کے ملعونانہ و مردودانہ جراثیم ہم ہی میں پیدا ہو سکتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ ان معذوبانہ و مغضوبانہ خباثت سے ہمیشہ منزہ و مبرا رہی ہے اور ایسی کہ سہواً بھی اس کا سایہ اسوہ مرسلین پر نہ پڑ سکا، نہ پڑ سکتا تھا، اس لئے ہی ہمیں اس بات پر یقین ہے، نہ صرف یہ کہ نبی معصوم ہوتا ہے بلکہ معصوم صرف نبی ہی ہوتا ہے، پھر یہ کہ حالات

(۱) (مجمع الزوائد بلفظ: ”اللهم اجعلني شكوراً واجعلني صبوراً“۔ الحديث . رواه البزار، وفيه عقبه

بن عبد الله الأصبم وهو ضعيف، وحسن البزار حديثه“۔ باب الاجتهاد في الدعاء: ۱/۱۸۱)

ہمارے ہی مویہ نظر آرہے ہیں یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ اس قدر اور بے اندازہ عطا فرمایا تھا کہ پوری دنیا بھی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی بعض امتیوں کو جنت کی بشارت دیدی گئی، فتوحات کے دروازے کھول دیئے گئے، تخت و تاج قدموں پر آکر گرے۔

پھر اس صورت حال کے پیش نظر عذاب قبر، کفر، فقر، ذلت وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا ان دعاؤں کے الفاظ کا صحیح رخ پر براہ راست رسالت و نبوت کے منصب و مقام کی طرف کس طرح ہو سکتا ہے، اس لئے بالیقین رب ارحم الراحمین نے ہمیں اپنے نبی کے ذریعہ دعائے مانگے کے طریقے سکھائے تاکہ ہماری تمام تر ذلتوں اور روسیا ہیوں کے بعد بھی ہم پر فضل و کرم، عطاء و بخشش، غنہ و درگزر کے باب کھل سکیں، لیکن ہمارے بعض بزرگ ہمارے خیال کی قطع نفی کر رہے ہیں اور اس امر پر مصر و بضد ہیں کہ ان آیات کا رخ براہ راست مقام رسالت کی طرف اس انداز و احوال سے ہے جس سے اہانت سبکی کا اظہار واضح اور ظاہر ہے۔ بیہوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

خدائے جل و علا نے جس مادے سے انسان کے اعضاء کو پیدا کیا اس کے قلب کو اس سے لطیف مادے سے پیدا کیا، اس وجہ سے قلب میں لطافت زیادہ ہوتی ہے اور جس مادے سے عامہ مومنین کے قلوب بنائے جاتے ہیں خواص و اولیاء کے اجسام اس مادے سے بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف مادے سے بنتے ہیں جن میں الہامات و معارف کے برداشت کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور جس مادے سے خواص و اولیاء کے قلوب بنتے ہیں اس مادے سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں جن میں وحی الہی اور نزول ملائکہ کی برداشت ہوتی ہے اور جس مادے سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب بنے اس مادے سے سید الانبیاء مرکز نبوت امام المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر تیار ہوا تو آپ کا جسد اطہر اور زیادہ لطیف مادے سے بنا جس میں معراج، اوادنی، وقاب قوسین اور رویت کے برداشت کی طاقت تھی، وہاں حیات طیبہ نور ہی نور ہے، شک و وہم محصیت کی ظلمت کی مجال نہیں کہ وہاں تک پہنچ سکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا پڑھی: یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (۱) وغیرہ

(۱) "ام سلمة تحدث: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكثر في عداائه أن يقول: "اللهم مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک". قالت: قلت: یا رسول الله! أو أن القلوب لتقلب؟ قال: "نعم، ما من

تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کو ہم پر کچھ ڈر ہے بدل جانے کا؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی ان دعاؤں کا محمل یہی قرار دیا کہ تعلیمات امت کے لئے ہیں۔ جہاں جہاں ”لشن اش رکٹ“ وغیرہ ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دوسرے آدمیوں کو خطاب ہے، نیز نہ ماننے والوں کو تہدید ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ آیات قرآنیہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از خود بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے ہیں، یہ بات نہیں کیوں کہ جو شخص ایسا کرے گا ﴿لَا خَظَايَا لَهُ مِنَ اللَّهِ﴾ نیر منطقی قاعدہ سے مقدم اور تالی کے درمیان تالی کا تحقق لازم نہیں صرف علامت بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اگر فلاں چیز ہو تو اس پر فلاں چیز مرتب ہوگی جیسے: ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ (۱) تاکہ اگر تعدد الہ ہوگا تو اس پر فساد مرتب ہوگا حالانکہ نفس الامر میں تعدد الہیہ محال ہے، نیز تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال صالحہ پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ جل جلالہ کے سامنے حقیر اور ذلیل سمجھے، حدیث قدسی میں ہے: ”الکبرياء ردائی“ (۲)۔ نیز دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ ”جس کے دل میں ذرا بربارتکبر ہوگا اس کو جہنم کی آگ میں جلا کر جب تک سارا تکبر ختم نہیں کرویا جائے گا وہ جنت میں جانے کا اہل نہیں ہوگا“ (۳)۔ امید ہے کہ آپ کے اشکالات کی تشفی کے لئے یہ مضمون کافی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۹ھ۔

= خلق الله من نبي آدم من بشر إلا أن قلبه بين أصبعين من أصابع الله“۔ الحديث۔ (مسند الإمام أحمد: رقم الحديث: ۳۲۸، دار احیاء التراث العربی)

”وعن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول: ”يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك“، فقلت: يا نبي الله! فهل تخاف علينا؟ قال: ”نعم، إن القلوب بين إصبعين من أصابع الله يقلبها كيف شاء“۔ رواه الترمذی وابن ماجه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثاني، ص: ۲۲، قدیمی)

(۱) (الأنبياء: ۲۲)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الفضب والكبر، الفصل الاول، ص: ۳۳۳، قدیمی)

(۳) ”ولا يدخل الجنة أحد في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر“۔ رواه مسلم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح،

المصدر السابق)

کیا ﴿تبت يدا أبي لهب﴾ کو سنا ہے؟

سوال [۱۱۰۲]: سورہ لہب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ابو لہب کو کوسا ہے اور کوستا وہ ہے جس کو سزا دینے پر قدرت نہ ہو جیسے کہ ”تیرا بیڑا غرق ہو، تیرا ناس ہو“ وغیرہ۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قادر ہے تو اس کو کوسنے کی کیوں ضرورت پیش آئی، سزا دیدیتا۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آیت ﴿وأنذر عشیرتک﴾ (۱) نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر سب کو بلایا، اہل خاندان جمع ہو گئے، اول اپنے صدق کا اقرار ان سے لیا پھر عذاب خداوندی سے ان کو ڈرایا، اس پر ابو لہب نے کہا تھا: ”نبأ لك سائر اليوم، أليذا جمعنا“، اس کے اس مقولہ کا جواب اللہ پاک نے دیا ﴿تبت يدا أبي لهب﴾ یہ کو سنا نہیں بلکہ اس کی سخت بات کا جواب ہے (۲) اور اس کو اپنی قدرت کا ملکہ کے ذریعہ سے کر دکھایا کہ اس کو اور اس کی بیوی کو کس طرح ہلاک کیا اور ﴿بارأ ذات لهب﴾ آخرت کے لئے ہے، اس کا وہاں عین التہمین اور حق التہمین حاصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۱ھ۔

(۱) (الشعراء: ۲۱۵)

(۲) قال الإمام أحمد: ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: ”لما أنزل الله عز وجل: ﴿وأنذر عشیرتک الأقربین﴾ قال: أتى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصفا فصعد علیہ، ثم نادى ”يا صباحاه“! فاجتمع الناس إليه بين رجل یحییٰ إلیہ، و بین رجل یبعث رسولہ، فقال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”يا بنی عبدالمطلب! یا بنی فہر! یا بنی لوی! أرايتم لو أخبرتکم ان خیلاً یسفع هذا الجبل ترید ان تغیر علیکم، صدقتمونی؟“ قالوا: نعم. قال: ”فإني نذیر لکم بین یدی عذاب شدید.“ فقال أبو لهب: ﴿تبا لك سائر اليوم، أما دعوتنا إلا لهذا؟﴾ فأنزل الله عز وجل: (تبت يدا أبي لهب و تب).

(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۳۰۷، دار إحياء التراث العربی)

(و کذا فی تفسیر روح المعانی: ۳۰/۲۶۰، دار إحياء التراث العربی)

(و تفسیر ابن کثیر: ۳/۷۳۱، دار الفیحاء دمشق)

قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل

سوال [۱۱۰۳]: عام طور سے مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف واقع نہیں ہے، مگر ہم ذیل میں وہ اسباب درج کرتے ہیں جس سے شروع زمانہ میں قرآن میں تحریف واقع ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے:

۱..... بسم اللہ الرحمن الرحیم جو سورہ نمل کی تیسویں آیت کا جز اور وحی ہے، قرآن کی ترتیب دینے میں ہر سورہ (سوائے سورہ توبہ کے) شروع میں اضافہ تحریر کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید خدا کا نام لے کر شروع کیا جائے، ورنہ وہ نہ وحی ہے، نہ کسی سورت کی آیت ہے اور نہ قراءۃ نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔

۲..... ”یصط“ (۲۴۵-۲)، ”بصطۃ“ (۶۹-۷)، ”ہم المصیطرون“ (۳۷-۵۲)، ”المصیطر“ (۲۴-۸۸) ان الفاظ کا صحیح املا ”س“ سے ہونا چاہئے۔ اور قرأت نماز میں ”س“ ہی کا تلفظ صحیح ہے، مگر کاتبان وحی نے ان کو ”ص“ سے لکھا۔

۳..... قرآن کے وہ ۲۵ مقامات جن میں الف کا نہ پڑھنا ضروری ہے، اگلے صفحہ میں نقشہ میں ملاحظہ

فرمادیں:

بسم اللہ	ملاحہ	لشائ	ثمودا	بنس الاسم
۳-۱۹۲	۷-۱۰۳	۱۸-۲۳	۲۹-۳۸	۴۹-۱۱
افائن مات	لا او ضعوا	لکنا هو اللہ	لیر یوافی	ثمودا
۳-۱۴۳	۹-۴۷	۱۸-۳۸	۳-۳۹	۵۳-۵۱
لا الی اللہ	ان ثمودا	افائن مات	لا الی الحیم	لا انتم
۳-۱۵۸	۱۱-۶۸	۲۱-۳۴	۳۷-۶۸	۵۹-۱۳
ان نبوا	امم لتتلوا	ثمودا	لیبلوا	سلسلا
۵-۲۹	۱۳-۳	۲۵-۳۸	۴۷-۴	۷۶-۴
من نبائ	لن ندعوا	لا اذبحہ	نبلوا	قواریرا
۶-۳۴	۱۸-۱۴	۲۲-۲۱	۴۷-۳۱	۷۶-۱۵

ان مقامات میں کاتبان وحی نے الف کو بے ضرورت زیادہ لکھ کر وحی میں تحریف واقع ہونے کا

موقع دیا۔

۴۔ ”نَسَجِي الْمُؤْمِنِينَ“ کو قرآن میں اس طرح لکھا ہوا ہے: ”نَسَجِ الْمُؤْمِنِينَ“ (۸۸-۱۴) یہاں اخیر کی یاء حذف کر دی گئی ہے۔

۵۔۔۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ﴿لَا يَسْنُوِي السَّاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدِينَ﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے درمیان میں ﴿غَيْرِ أُولَى الضَّرَرِ﴾ کا اضافہ فرمایا۔

۶۔۔۔ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے ”وَاللَّاتُ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةِ الْأُخْرَىٰ، هَؤُلَاءِ الْغُرَبَاءُ الْمَعْنَى، وَإِنْ شَفَاعَتُهُمْ لَعَرَّتْ حَىٰ“ (۱) بعد میں اس عبارت کے اندر تحریف واقع ہوئی، آخر کے حصہ کو مطلق نکال دیا گیا اور بقیہ عبارت کے الفاظ کو بدل کر موجودہ قرآن کی آیات (۱۹-۵۳) اور (۲۰-۵۳) کی شکل میں بدل دیا گیا۔

۷۔۔۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کو ”غیر المغضوب علیہم وغیر الضالین“ پڑھا ہے۔

۸۔۔۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱۰۴-۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”یعبدون“ کو ”یعرفون“ پڑھا ہے، کیا قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے؟

۹۔۔۔ جو حضرات قرآنی آیتوں کی منسوخیت کے قائل ہیں وہ منسوخیت پر ذیل کی آیات سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ صریحاً غلط ہے، یہاں صرف اس طرف اشارہ ہے کہ اگلی کتابوں کے احکام منسوخ ہوئے نہ کہ قرآن کی آیات یا ان کے احکام، نسخ کے معنی زائل، یا رفع کرنے کے ہیں یعنی ایک آیت کی غلط فہمی کو دوسری آیت نسخ (زائل) یا رفع کر دیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنی پوشیدہ ہوں اور وضاحت کے ساتھ نہ ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو ظاہر اور واضح کر دیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنی عام ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو خاص کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسخ کے یہی معنی ہیں۔ صراحۃً فرمائیں کیا نسخ کے یہ معنی صحیح ہیں؟

۱۰۔ لفظ اللہ لغت کے اعتبار سے نہ کسی دوسرے لفظ کا مخرج و مشتق ہے، نہ دو کلموں کا مرکب ہے، نہ اس کی تذکیر و تانیث ہے، نہ اس کی جمع ہے۔ جیسی ذات ہے ویسا ہی اس کا نام ہے۔ یہ اسم ذات ہے صحیح فرمائیے۔

۱۱..... قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال کر چکے، ان کی وفات کے بارے میں جو آیات صاف صاف دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۳-۵۵) (۵-۱۳) (۵-۱۱۷) اور (۱۹-۳۳) اور جو آیات ان کی وفات کے بارے میں کٹائیہ دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں (۳-۱۹۹) اور (۵-۷۵) اور (۱۵-۲۱)۔ ہاں صلیب پر ان کی وفات کی نفی قرآن میں موجود ہے (۹-۱۵۹)، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان پر سرے سے طبعی موت واقع نہیں ہوئی، اوپر کی آیات کے تحت ان پر طبعی موت لاحق ہوتی ہے، اسی طرح حضرت ادریس علیہ الصلاۃ والسلام انتقال کر چکے۔

آیت: (۱۶-۵۷) میں حضرت ادریس علیہ الصلاۃ والسلام کو صرف مرجعہ نبوت پر فائز کرنا مراد ہے نہ کہ زندہ مع جسم آسمان پر اٹھالینا یا اٹھالینے سے مراد ان کی معراج ہو جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھائے گئے معراج میں، ہاں قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ عام طور پر کل انبیاء کرام اور شہداء کرام طبعی موت کے بعد بھی اس عالم میں زندہ اور حیات ہیں مگر اس حیات کا علم صرف خدا کو ہے (۲-۱۵۹)۔

ہر ذی حیات اپنی طبعی موت کے بعد اس عالم میں توفانی ہو جاتا ہے مگر دوسرے عالم میں زندہ رہتا ہے، مگر انبیاء کرام اور شہداء کرام اس عالم اور اس عالم دونوں میں زندہ رہتے ہیں تو ان دونوں عالم میں انبیاء کی اس حیات کا منکر ہوں کہ ان کی پیدائش سے لے کر اب تک بدن طبعی موت کے زندہ ہیں، میں اس حیات کا قائل ہوں کہ وہ پیدا ہوئے زندہ رہے، طبعی موت واقع ہوئی، اس کے بعد بھی دنیا و آخرت دونوں میں زندہ ہیں جیسے کل انبیاء کرام، شہداء کرام زندہ ہیں، صحیح عقیدہ سے مطلع فرماویں۔

۱۲..... فرعون غرق ہوتا ہوا ایمان لاتا ہے اور با ایمان غرق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاش کو دریا میں ختم ہونے کے بجائے دریا سے نکال دیتا (۹۱-۹۲) (۱۰-۹۰)۔ چونکہ وہ آخری وقت پر ایمان لا کر شہید ہوا ہے، اس لئے اس کی لاش جوں کے توں ایک نشانی کے لئے اب تک محفوظ ہے اور وہی ایک (mummy) (مسالہ لگا کر محفوظ رکھی ہوئی لاش) ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۱۳..... ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ (۱۸-۹۰) اور (۱۸-۱۹)۔ کیا ان آیات کے تحت قرآن کریم بھی رسول کا کلام ہے؟

۱۴..... ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِمُكِيلٍ﴾ (۱۰-۱۰۸)۔ کیا بحکم قرآن رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شافعی روز جزا شفع المذنبین ہیں؟

۱۵۔ ”إن الموجودات هو الله“ یہ حدیث کس نے روایت فرمائی ہے؟ مطلع فرمادیں۔

(یادداشت) تمام سوالات میں جو ہند سے مندرج ہیں ان میں پہلا ہندسہ (دائیں سے) قرآن

پاک کی سورہ اور اس کے بعد کے ہندسے سے اس سورہ کی آیات مراد ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔۔۔ سورہ نمل میں ”بسم الله الرحمن الرحيم“ پوری آیت نہیں بلکہ آیت کا جز ہے اور ہر سورہ کے

شروع میں ”بسم الله الرحمن الرحيم“ پوری آیت ہے اور بعض ائمہ نے اس کو ہر سورہ کا جز قرار دیا ہے،

اس کی تفصیل ”احکام القرآن للجصاص“ (۱) اور ”أحكام القنطرة في أحكام البسملة“ (مولانا عبدالحی

لکھنوی) میں ہے (۲)، یہ تحریف نہیں ہے۔

۲۔۔۔۔۔ ان الفاظ کا رسم الخط دونوں طرح ہے اور تلفظ بھی دونوں طرح ہے، ایک کو رائج اور دوسرے کو

مروج تو کہا جاسکتا ہے، مگر غلط نہیں کہا جاسکتا (۳)، یہ تحریف نہیں۔

(۱) قال أبو بكر: "لا خلاف بين المسلمين أن (بسم الله الرحمن الرحيم) من القرآن في قوله تعالى:

(إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم) ثم اختلف في أنها من فاتحة الكتاب أم لا،

فعدها قراء الكوفيين آية منها، ولم يعدها قراء البصريين قال الشافعي: هي آية منها ثم

اختلف في أنها آية من أوائل السور أو ليست بآية منها من مذهب أصحابنا أنها ليست بآية من

أوائل السور وزعم الشافعي أنها آية من كل سورة". (احکام القرآن للجصاص،

۱/۱۲، قديمی)

(۲) (وتفصيله في أحكام القنطرة في أحكام البسملة للعلامة اللکھنوی، الباب الأول: هل البسملة من

القرآن: ۱/۱۹، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”والأصل في المكتوب أن يكون موافقاً تمام الموافقة للمنطوق من غير زيادة ولا نقص ولا تبديل

ولا تغيير، لكن المصاحف العثمانية قد أهمل فيها هذا الأصل، فوجدت بها حروف كثيرة جاء رسمها

مخالفاً لأداء النطق، وذلك لأغراض شريفة وقد عني العلماء وحصر الكلمات التي

جاء خطها علي غير مقياس لفظها وللمصاحف العثمانية قواعد في خطه و رسمه، حصرها علماء =

۳ "الخطان لا يقاسان: خط العروض وخط القرآن" - خط قرآن كودوسرے عام خط پر قیاس کرنا درست نہیں، یہ تو قیسی ہے (۱) اور اس کو تحریف کہنا غلط ہے۔

= الفن فی ست قواعد: وھی الحذف، والزيادة، والهمز، والبدل، والفصل والوصل، وما فیہ قراءتان فقریء علی إحداهما قاعدة الحذف: خلاصتها أن الألف تحذف من ياء النداء نحو: يا أيها الناس وتحذف الواو: إذا وقعت مع واو أخرى في نحو (لا يستوون) قاعدة الزيادة: قاعدة ما فیہ قراءتان: خلاصتها أن الكلمة إذا قرئت على وجهين، تكتب برسم أحدهما، كما رسمت الكلمات الآتية بلا ألف في المصحف وفي: (مالك يوم الدين) الخ الفائدة الأولى: الدلالة في القراءات المتوعدة في الكلمة والواحدة بقدر الإمكان، وذلك أن قاعدة الرسم لو حفظ فيها أن الكلمة إذا كان فيها قراءتان أو أكثر كتبت بصورة تحتل هاتين القراءتين أو الأكثر، فإن كان الحرف الواحد لا يحتمل ذلك بأن كانت صورة الحرف تختلف باختلاف القراءات جاء الرسم على الحرف الذي هو خلاف الأصل، وذلك ليعلم جواز القراءة به وبالحرف الذي هو الأصل، وإذا لم يكن في الكلمة إلا قراءة واحدة بحرف الأصل رسمت به الخ". (مناهل العرفان في علوم القرآن: ۳۶۲/۱، ۳۶۶، دار إحياء التراث العربي)

(وقال البيهقي في شعب الإيمان من يكتب مصحفاً فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبه هذا المصحف ولا يخالفهم فيه، ولا يغير مما كتبه شيئا فإنهم كانوا أكثر علماً وأدق قلباً ولساناً وأعظم أمانة منّا فلا ينبغي أن تظن بأنفسنا استدلالاً عليهم، الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الحظ: ۳۲۸/۲، ۳۲۸، منشورات ذرى القريبى)

(وكذا في مناهل العرفان: ۳۷۱/۱، دار إحياء التراث العربي)

(۱) "هل رسم المصحف توقيفى؟ الرأى الأول، أنه توقيفى لا تجوز مخالفته، وذلك مذهب الجمهور، واستدلوا بأن النبى ﷺ كان له كتاب يكتبون الوحي، وقد كتبوا القرآن فعلاً بهذا الرسم، وأقرهم الرسول على كتابتهم الخ"، (مناهل العرفان في علوم القرآن: ۳۷۰/۱، دار إحياء التراث العربي)

"إن الخط توقيفى لقوله تعالى: (علم بالقلم، علم الإنسان ما لم يعلم) (سورة العلق: ۵، ۴) (ن والقلم وما يسطرون) (سورة القلم: ۱)، وإن هذه الحروف داخلة في الأسماء التي علم الله آدم الخ".

(الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون: ۳۲۸/۲، ذرى القريبى)

وفي مناهل العرفان: "إنه توقيفى، لا تجوز مخالفته، وذلك مذهب الجمهور". (مبحث هل

رسم المصحف توقيفى؟: ۳۷۰/۱، دار إحياء التراث العربي)

تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے۔

۸، ۷..... یہ تفسیر ہے، تحریف نہیں (۱)۔

۹..... نسخ کے معنی مذکور بیان کرنے سے اگر یہ مقصد ہے کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ نہیں ہوئے تو یہ

غلط ہے، کتب حدیث اور تفسیر میں منسوخ شدہ الفاظ بھی سند کے ساتھ منقول ہیں (۲)۔

= الحديث لم يخرج أحد من أهل الصحة، ولا رواه ثقة بسند سليم متصل مع ضعف نقله واضطراب رواياته وانقطاع إسناده. قلت: الذي ذكره هو اللائق بجلالة قدر النبي ﷺ، فإنه قد قامت المحجة واجتمعت الأمة على عصمته ﷺ ونزاهته عن مثل هذه الديلة الخ. (عمدة القاري للعيني، كتاب تفسير القرآن، سورة الحج: ۹/۵۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في فتح الباري لابن حجر، كتاب التفسير: ۸/۵۶۱، ۵۶۲، قديمي)

(۱) قال الحافظ ابن كثير: "عن الأسود عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه كان يقرأ: (غير المغضوب عليهم وغير الضالين) وكذلك حكى عن أبي بن كعب أنه قرأ كذلك، وهو محمول على أنه صدر منهما على وجه التفسير." (تفسير ابن كثير: ۱/۵۳، ۵۴، دار السلام)

﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ وقال مجاهد: "إن معنى (ليعبدون) ليعرفون، وهو مجاز مرسل هي المعرفة الحاصلة بعبادته تعالى لا ما يحصل بغيرها كمعرفة الفلاسفة." (روح المعاني: ۲۰/۲، ۲۱، دار احياء التراث العربی)

(۲) "والنسخ في أحكام الشرع جائز صحيح عند المسلمين أجمع." (أصول فخر الإسلام على هامش كشف الأسرار: ۳/۱۵۷، صدف پبلشرز)

"وفي هذا النوع مسائل: الأولى: يرد النسخ بمعنى الإزالة، ومنه قوله: ﴿فينسخ الله ما بلى﴾ الشيطان ثم يحكم الله آياته ﴿... وبمعنى التبديل، ومنه: ﴿واذا بدلنا آية مكان آية﴾ وبمعنى التحويل وبمعنى النقل من موضع إلى موضع وقد أجمع المسلمون على جواز ذلك."

السابعة: النسخ في القرآن على ثلاثة أضرب: أحدها: ما نسخ تلاوة وحكمه معاً الضرب الثاني: ما نسخ حكمه دون تلاوته الضرب الثالث: ما نسخ تلاوته دون حكمه اه. (الإتقان في علوم القرآن، الجزء السابع والأربعون في ناسخه ومنسوخه: ۲/۳۰-۳۷، ذوی القربی)

(و كذا في فوز الكبير، ص: ۳۰-۳۶، قديمي)

۱۰۔۔۔ قول رائج یہی ہے، دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہیں (۱)۔

۱۱۔۔۔ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے، وہ پھر اس دنیا میں تشریف لاویں گے اور کافی مدت قیام کریں گے، اس کے بعد ان پر موت طاری ہوگی ”عقیدۃ الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام“ (۲) میں اس پر نہایت قوی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

۱۲۔۔۔ موت کو دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں، قرآن پاک اور حدیث شریف اور فقہ سے ایسا ہی ثابت ہے، فرعون کا ایمان بھی معتبر نہیں ہے۔ اس کی لاش کو باہر نکال کر پھینک دینا اس واسطے تھا کہ دنیا دیکھے کہ یہی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، اس کا جسم کیسا بے بس اور بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے، اور آج بھی وہ عبرت کا ذریعہ ہے، تاکہ کوئی ذی عقل اس قسم کا دعویٰ نہ کرے (۲)۔

(۱) (تفسیر البيضاوی، ص: ۴، ۵، میر محمد کتب خانہ)

”(الله) عَلَّمَ عَلَى الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، يَقَالُ: إِنَّهُ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ؛ لِأَنَّهُ يُوصَفُ بِجَمِيعِ الصِّفَاتِ ... وَقَدْ اخْتَارَ الرَّازِيُّ أَنَّهُ إِسْمٌ غَيْرُ مُشْتَقٍّ أَلْتَّةُ، قَالَ: وَهُوَ قَوْلُ الْخَلِيلِ وَسَيُوبِهِ وَأَكْثَرُ الْأَصُولِيِّينَ وَالْفُقَهَاءِ“ (تفسیر ابن کثیر: ۱۰، ۱۹، ۲۰، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(۲) (عقیدۃ الإسلام للشيخ أنور الكشميري، ص: ۴۵، ۴۶، من مجموعة رسائل الكشميري، المجلد الأول، إدارة القرآن)

(و كذا في التفسير المظهری: ۵۷/۲، حافظ کتب خانہ)

(و التلخيص الجبر لل حافظ ابن حجر، ص: ۳۱۹، دار نشر الكتب الاسلاميه، لاہور)

”(إني متوفيك ورافك إلی) فقال قتاده رعيه: هذا من المقدم والمؤخر، تغدير: ”إني رافعك إلی ومتوفيك بعد ذلك“ ... وقال الأكثرون المراد بالوفاة ههنا النوم“ (تفسير ابن کثیر: ۳۶۶/۱، سہیل اکیڈمی)

(۳) ”وتواكمت الأمواج فوق فرعون، وغشيته سكرات الموت، فقال وهو كذلك: ﴿آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ، وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ قَامَنَ حَيْثُ لَا يَنْفَعُهُ الْإِيمَانُ ... ﴿لَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً﴾: أَيْ لَتَكُونَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ دَلِيلًا عَلَى مَوْتِكَ وَهَلَاكَكَ، وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْقَادِرُ الَّذِي نَاصِيَةُ كُلِّ دَابَّةٍ بِيَدِهِ، وَأَنَّهُ لَا يَقُومُ بِغَضَبِهِ شَيْءٌ“ (تفسير ابن کثیر: ۵۶۶/۲، ۵۶۷، دار السلام رياض)

۱۳..... قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی کتاب ہے، اس نے نازل فرمائی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو لوگوں کو سنایا، سمجھایا اور اس پر عمل کیا۔ قرآن پاک میں اس کی جگہ جگہ تصریح ہے، اپنی طرف سے بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا (۱)۔ ایسا کرتے تو سخت گرفت میں آجاتے، یہ بھی صراحت مذکور ہے (۲)۔

۱۴..... روزِ جزاء میں شفاعت قرآن پاک (۳) اور حدیثوں سے ثابت ہے (۴)۔

۱۵..... آپ نے اس کا حدیث ہونا کہاں سے معلوم کیا ہے؟ یہ حدیث نہیں ہے۔

تغییبہ: قرآن پاک کا بغیر استاذ عالم، ماہر کے از خود مطالعہ کرنے اور ترجمہ دیکھنے سے نیز بغیر دین

(۱) ”(وما ينطق عن الهوى): أى ما يقول قولاً عن هوى وغرض (إن هو إلا وحي يوحى): أى إنما يقول ما أمر به يبلغه إلى الناس كاملاً موفراً من غير زيادة ولا نقصان“ (تفسير ابن كثير: ۵/۴، دار السلام رياض)
(كذافي مسند احمد: ۲/۱۶۲، دار احياء التراث العربى).

وقوله تعالى: ”انه لقول رسول كريم“ يعنى أن هذا القرآن لتبليغ رسول كريم: أى ملك شريف حسن الخلق بهى النظر، وهو جبريل عليه الصلاة والسلام، كذافي مسند الإمام احمد“. (تفسير ابن كثير: ۳/۶۱۷، دار السلام رياض)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلَ﴾: أى محمد صلى الله عليه وسلم لو كان كما يزعمون مفترياً علينا، فزاد فى الرسالة أو نقص فيها، أو قال شيئاً من عنده فنسبه إلينا وليس كذا لك لعاجلنا بالعقوبة، لهذا قال الله تعالى: ﴿لَا خِزْيَ لَهُ بِالْيَمِينِ﴾ قيل: معناه لا نتقمتنا منه باليمين: لأنها أشد فى البطش“. (تفسير ابن كثير: ۳/۵۳۷، دار السلام)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (سورة طه: ۱۰۷)

وقال الله تعالى: ﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (المدثر: ۴۸)

(۴) ”عن أنس أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”شفاعتی لأهل الكبائر من أمتی“: أى: شفاعتی التى تنجى الهالكين مختصة بأهل الكبائر..... وقد جاء الآثار الذى بلغت مجموعها التواتر لصحة الشفاعة فى الآخرة، وأجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من أهل السنة والجماعة“. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۹/۵۶۳، رشیدیہ)

اسلام میں مہارت حاصل کئے اہل باطل کی کتابیں مطالعہ کرنے سے اس قسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے اس سے پوری احتیاط کی ضرورت ہے کہ اس کے نتائج نہایت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ۔

تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ سے

سوال [۱۱۰۴]: کیا تعلیم یافتہ مسلمان مرد جس کو اردو انگریزی، ہندی تھوڑا بہت عربی سے تعلق ہو وہ آدمی تفسیر قرآن کو بیان کر سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے بیان القرآن یا ابن کثیر، مظہری وغیرہ کا، یعنی دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو یا مسجد میں چند آدمیوں کو پڑھ کر سنا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح درس قرآن وغیرہ اس کے پڑھنے کے لئے کیا عالم ہونا شرط ہے، یا تعلیم یافتہ مرد بھی کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کا ترجمہ یا تفسیر وہ شخص بیان کرے جس نے ترجمہ یا تفسیر استاذ سے حاصل کیا ہو، محض اپنے ذاتی مطالعہ سے قرآن کریم کی تفسیر کو حاصل کرنا اور پھر بیان کرنا مناسب نہیں (۱)۔ قرآن کریم کو دیگر کتب کی طرح نہ سمجھیں اس کی شان بہت بلند ہے، اس کے لئے بہت علوم کی ضرورت ہے (۲)۔ جو حضرات ذاتی مطالعہ سے اس کو سمجھتے ہیں اور سمجھاتے ہیں وہ بہت غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو مبتلا کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ۔

(۱) قال العلامة السيوطي رحمه الله تعالى: "اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه؟ فقال قوم: لا يجوز لأحد أن يتعاطى تفسير شيء من القرآن وإن كان عالماً أديباً متسعاً في معرفة الأدلة والفقه والنحو والأخبار والآثار، وليس له إلا أن ينتهي إلى ما روى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في ذلك". (الإتقان في علوم القرآن: ۳۵۹، ۲، ذوی القربی)

(۲) (تقديم تحريجه تحت عنوان: "شرائط التفسير")

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۱/۱۳، فتح الباری: ۸/۱۵۵)

شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا

سوال [۱۱۰۵]: کوئی طالب علم شرح جامی و سنن الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے، کیا ان کے لئے یہ جائز ہے کہ قرآن مجید تلاوت کرتے وقت قرآن کا ترجمہ کرنا خود سمجھتا ہے اور دوسروں کو سمجھاتا ہے، اگر یہ امر جائز ہو تو اس تقدیر پر حرام ہے یا مکروہ؟

مولوی ولی اللہ احمد اراکانی فرماتے ہیں یہ امر جائز ہے اور وہ فرماتے ہیں اگر قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہو تو میرے خیال میں عدم جواز نہ ہوگا، کیونکہ تفسیر پڑھنے کی غرض قرآن کے معنی سمجھنا ہے، جب اس شخص کو تفصیل خود سمجھنے کی توفیق ہے، فلا حاجة إلى التفسير۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کون سی تفسیر پڑھے ہوئے تھے، وہ حضرات کیا قرآن کا ترجمہ کر کے تبلیغ دین نہیں فرماتے تھے۔

عبدالحفیظ اس امر کو ناجائز سمجھتا ہے اور کہتا ہے ہزار بیخ فصح کیوں نہ ہو جب تک تفسیر نہیں پڑھی ہو، یہ امر کبھی جائز نہیں ہو سکتا، یہ طالب علم معنی سمجھتا ہے تسلیم کرتا ہوں، لیکن ظن غالب ہے کہ غلط سمجھا ہو، اس لئے قرآن شریف میں اکثر جگہ مجاز پر حمل کر لیا ہے، مجاز مراد ہے، ظاہری معنی مراد نہیں۔

بتائیے اس طالب علم کو کیا خبر، کہاں معنی مجازی پر محمول ہے، کہاں معنی حقیقی پر، اور قرآن شریف ایسی شئی ہے بلاغت، فصاحت سے پُر ہے، طاقت بشریہ سے خارج ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً :

لغوی معنی، صر فی صیغہ، نحوی ترکیب اپنی معلومات کے مطابق بیان کرنا جائز ہے، لیکن مراد خداوندی کو بیان کرنا حرام ہے، کیونکہ اس کا مدار بہت سے علوم پر ہے۔ شرح جامی اور کنز پڑھنے والے عامۃ ان علوم سے واقف نہیں ہوتے۔ تفسیر اتقان: ۱۸۰/۳ پر ان علوم کو شمار کیا ہے (۱)۔ اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر کرنے

(۱) (و منهم من قال: يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علماً: أحدهما: اللغة..... الثاني: النحو..... الثالث: التصريف..... الرابع: الاشتقاق..... الخامس والسادس: المعاني والبيان والبدیع..... الثامن: علم القراءات..... التاسع: أصول الدين..... العاشر أصول الفقه..... الحادي عشر: أسباب النزول والقصص..... الثاني عشر: الناسخ والمنسوخ..... الثالث عشر..... الفقه..... الرابع عشر: الأحاديث المبنية لتفسير =

والے کے متعلق صحاح میں بہت سخت وعید آئی ہے (۱)۔ اس لئے اس سے اجتناب واجب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب و اذہان کی مثالیں آج موجود نہیں وہ حضرات اہل لسان ہونے کی وجہ سے مستغنی تھے، نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت سے ان پر علوم کثیرہ فائز ہوتے تھے، بایں ہمہ وہ حضرات مراد خداوندی کو اپنی رائے سے نہیں بیان فرماتے تھے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر کے اور سن کر بیان فرماتے تھے۔ ان کو آیات کا شان نزول، قصہ کا محمل، مطلب سب کچھ معلوم تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر مطلب بیان فرمایا ہے (۲)۔ نیز احادیث سے ثابت ہے وہی مراد خداوندی ہے، آج کل شرح جامی، کنز پڑھنے والوں کو قرآن شریف پڑھنا بھی صحیح نہیں آتا، اگر اعراب موجود نہ ہو تو خدا جانے نفس عبارت میں کس قدر غلطیاں کریں، پھر اپنے آپ کو

= المجمل والمبہم ... الخامس عشر: علم الموهبة الخ. (الإتقان فی علوم القرآن: ۳۵۹/۲-۳۶۱، مطبع ذوی القربی)

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من قال فی القرآن بغير علم، فلیتوباً مقعدہ من النار". أخرجه الترمذی فی سننہ، وقال: هذا حدیث حسن صحیح." (جامع الترمذی: ۱۲۳/۲، أبواب تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه، سعید) (ومشکوۃ المصابیح: ۱/۳۵، کتاب العلم، الفصل الثانی، قدیمی)

(ومن ابی داؤد: ۱۵۸/۲، کتاب العلم، باب الکلام فی کتاب اللہ باعلم، امدادیہ)

(۲) فی الإتقان فی علوم القرآن: "وقال ابن تیمیۃ فی کتاب ألفہ فی هذا النوع: "يجب ان يعلم أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین لأصحابہ معانی القرآن، كما بین لهم ألفاظہ، فقوله تعالیٰ: ﴿لَتبیین للناس ما نزل إلیہم﴾ (النحل: ۶۴) يتناول هذا وهذا، وقد قال أبو عبد الرحمن السلمي: حدثنا الذين كانوا يقرؤون القرآن كعثمان بن عفان وعبد الله بن مسعود وغيرهما رضى الله تعالى عنهم أنهم كانوا إذا تعلموا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات، لم يتجاوزها حتى یعلموا ما فیہا من العلم والعمل، قالوا: فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جميعاً، ولهذا كانوا یبقون مدّة فی حفظ السورة. وقال أنس رضى الله تعالى عنه: كان الرجل إذا قرأ البقرة وآل عمران جذباً فی أعیننا". رواه أحمد فی مسنده." (۳۵۲/۲، فی معرفة شروط المفسر و آدابہ، ذوی القربی)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قیاس کرنا انتہائی جسارت ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس لئے محض عبارت کلام اللہ شریف پڑھ کر تفسیر کرنا ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۲۰/۸/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/شعبان/۵۸ھ۔

ہجر جمیل کیا ہے؟

سوال [۱۱۰۶]: ﴿واھجرھم ہجراً جمیلاً﴾ کا کیا مطلب ہے، کیا رہبانیت ہے؟ اگر یہ اختیار کرتے ہیں تو پھر تبلیغ دین و فرائض رسالت کیسے ادا ہو سکتے ہیں؟ کیا اس آیت کے دوسرے لوگ بھی مصداق ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اپنے حقوق کے مطالبہ نہ کرنے، درگزر کرنے، انتقام نہ لینے سے اس پر بخوبی عمل ہو جائے گا (۱)۔
ایسے موقع پر اپنے معاملات کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی (ذات وحدہ لا شریک لہ) ہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنادے، ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واکمل۔
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنین کے ساتھ قرب معیت ایک آیت کی تفسیر بالارائے
سوال [۱۱۰۷]: ایک واعظ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب معیت نیک بندوں کے ساتھ جو مدلل ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ رحمۃ اللہ ہیں اور کلام مجید میں: ﴿ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین﴾ ہے، لہذا حد اوسط گرا کر منطق کی شکل اول سے یہ ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسنین سے قریب ہیں۔ یہ استدلال کیسا ہے؟ فقط۔

(۱) قال العلامة الألوسی: ﴿واھجرھم ہجراً جمیلاً﴾ بأن تجانبہم وتداریہم، ولا تکافئہم، وتکل

أمورہم إلی ربہم۔ (روح المعانی: ۲۹/۱۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۶۳، دار السلام ریاض)

الجواب حامداً ومصلحاً:

بارش بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، کیا اس کو بھی قرب معیت نیک بندوں کے ساتھ ثابت ہوگا، کیا اس آیت میں رحمت اللہ کا مصداق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ جب تک اس کا ثبوت پیش نہ کیا جائے، یہ تفسیر بالرائی ہوگی جس پر بہت بہت سخت وعید ہے (۱)۔ آیت شریفہ کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوف (قبر) اور ظمع (رحم) کے ساتھ پکارتے رہو، اس کی رحمت نیک بندوں کے قریب ہے، وہ دعا کو قبول کرے گا۔ فقط۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رررہ العبد محمود غفرلہ۔

کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟

سوال [۱۱۰۸]: اللہ تعالیٰ نے نافرمان مسلمان سے کتنے غصے کا اظہار فرمایا ہے اور کفار سے کتنا؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

کفار پر اتنا غصہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے، ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی (۲)۔

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من قال فی القرآن برأیہ، فلیتوا مقعده من النار“۔ وفي رواية: ”من قال فی القرآن بغير علم، فلیتوا مقعده من النار“۔ (رواه الترمذی)

”وعن جندب رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من قال فی القرآن برأیہ فاصاب، فقد اخطأ“۔ رواه الترمذی وأبو داؤد۔ (مشکوٰۃ المصابیح مع المرقاة، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۳۴، ۲۳۵، ۱/۳۸۹، ۳۹۱، رشیدیہ، کوئٹہ)

”إن التفسیر علم نفیس خطیر، لا یلیق بكل أحد أن یتکلم فیہ، ولا أن یخوض فیہ الخ“۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ، باب الأحکام المتعلقة بالقرآن، مطلب: هل يجوز لأحد أن یفسر شیاً من القرآن؟، ص: ۳۰۱، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ، أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، خَالِدِينَ فِيهَا، لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ﴾۔ (سورة البقرة: ۱۶۱، ۱۶۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ، فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ، هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾۔ (البقرة: ۸۱)

مسلم گنہگاروں پر اتنا غصہ نہیں وہ شفاعت کے ذریعہ بھی بخشے جائیں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تفسیر مودودی و تفسیر حقانی اور قرآن فہمی کے لئے مفید تفسیر

[۱۱۰۹] استفتاء: مولانا مودودی صاحب کی تفسیر میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے قرآن کی

تفسیر سمجھائی گئی ہے، اسی طرح تفسیر حقانی میں بھی یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے حوالوں سے قرآن کی تفسیر سمجھائی گئی ہے۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ اور قرآن کو سمجھنے کے لئے کون سی تفسیر مفید ہے؟ یہود و نصاریٰ کے احوال و اقوال اور ان کی کتابوں کے بغیر قرآن کی ہر آیت کی اچھی طرح شریعت کے مطابق کون سے اشخاص تفسیر لکھتے ہیں؟ ان کی تفسیر کا نام پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں جو چیزیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، ان کو تفسیر قرآن کے لئے بطور تائید پیش کرنا درست نہیں، بلکہ گمراہی ہے اور جو چیزیں خلاف نہیں ہیں ان کو پیش کرنے میں مضائقہ نہیں (۲)۔ اس تفصیل کے بعد فرق کا سمجھ لینا آسان ہوگا۔ اگر کسی معتبر تفسیر میں بھی استدلال کے لئے کوئی غیر معتبر بات

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَوْمَئِذٍ لَتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (سورة طه: ۱۰۷)

”وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي“. وقال العلامة علي القاري في شرحه: ”وقد جاء الانذار الذي بلغت مجموعها التواتر لصحة الشفاعة في الآخرة، وأجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من أهل السنة والجماعة“. (مرقاة المفاتيح: ۹/۵۶۴، رشديه)

(۲) ”عن عبد الله بن عمرو أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”بلغوا عني ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج“. الحديث.

قال الحافظ: ”وقال مالك: المراد جواز التحدث عنهم بما كان من أمر حسن، أما ما علم كذب فلا، وقيل: المعنى حدثوا عنهم بمثل ماورد في القرآن والحديث الصحيح الخ“. (فتح الباری، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل: ۶/۶۱۷-۶۱۸، قديمی)

آجائے تو وہ بات بہر حال غیر معتبر ہے۔ اگر کسی تفسیر میں غیر معتبر چیزیں کثرت سے ہوں تو اس کی ہر چیز کو پرکھنے کی ضرورت ہوگی، الا یہ کہ مصنف ان کو رد کر دے، مجموعی حیثیت سے اس پر معتبر ہونے کا حکم نہیں ہوگا۔ تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے گندی چیز منگنا اسرائیلیات میں سے ہے

سوال [۱۱۱۰]: دریافت طلب یہ امر ہے کہ میں نے چند مسلمانوں کی زبانی یہ سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر حکم ہوا تھا کہ تم دنیا میں جاؤ جو سب سے گندی چیز ہے اس کو لاؤ، وہ دنیا میں آئے اور ایک کتاب لے کر آیا تھا جس میں سے زیادہ تیز تفتن آ رہا تھا، اس کو اٹھا کر لے گئے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ اس کے علاوہ مع حوالہ تحریر ہو کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ قرآن شریف یا اور کسی دینی معتبر کتاب میں موجود نہیں، حدیث شریف کی بھی کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں آیا اور عقل سے بھی یہ فیصلہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ گندی چیز سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ تو پاک صاف اچھے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر کسی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے تو شاید یہ اسرائیلیات یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہوگا اور ان کی کتابیں جھوٹ اور بہتان سے بھری ہوئی ہیں، جب تک ہماری شریعت ان کی تصدیق نہ کرے وہ قابل اعتماد نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۵۵۸/۴/۲۸



تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان

قرآءاتِ سبعہ بھی منقول ہیں محدث نہیں

سوال [۱۱۱]: ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں ہوا، جیسا اور جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا وہی آج بھی بین الدفتین موجود ہے۔ قرآءِ سبعہ کی روایات میں زیر، زبر، پیش کا حتیٰ کہ الفاظ کا بھی فرق پایا جاتا ہے۔ کیا اس سے عقیدہ پر زدنیں پڑتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآءِ سبعہ کی قرأتیں بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، ان کی خود کی ایجاد نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حسن قرأت کی محفلوں کا حکم

سوال [۱۱۲]: یہاں دہلی میں ایک اجتماع قراء کا قرار پایا ہے جس میں نامور اور مشہور قاری حضرات تشریف لائیں گے، وزراء اور اُمراء بھی شرکت کریں گے، مختلف قاری جو سنانے کے لئے تجویز کئے جائیں گے ان کی قرأت سن کر ان کو انعام بھی قرأت کے موافق دیا جائے گا۔ ایسے اجتماع میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی

(۱) قال السيوطي عن الزركشي: "فالقرآن: هو الوحي المنزل على محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لبيان والإعجاز، والقراءات اختلاف ألفاظ الوحي المذكور في الحروف أو كفيته، من تخفيف و تشديد وغيرهما، والقراءات السبع متواترة عند الجمهور، وقيل: بل مشهورة، قال الزركشي: والتحقيق أنها متواترة عن الأئمة السبعة". (الإتقان: ۱/ ۱۶۰، النوع الثاني إلى السابع والعشرين معرفة المتواتر والمشهور: دار ذوى القربى)

(وكذا في مناهل العرفان للزرقاني: ۱/ ۳۱۰، دار احياء التراث العربی)

بشارت ہے، اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو، خوف و خشیت طاری ہو، ہیبت الہی سے کانپتے ہوئے، اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے، اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں (۱)۔ صحابہ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی، بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے (۲)۔

پیسہ کمانا یا اپنی تعریف و شہرت ہرگز مقصود نہ ہو (۳)، اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدا نخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے خواہ وہ اہل قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو، یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو، یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو، یا اپنی تعریف و شہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاوے، یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب و فراز اور

(۱) "عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : " زینوا القرآن بأصواتکم "۔ (مسند الإمام أحمد : ۲۸۳/۳، دار إحياء التراث العربی)

"وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً : " أحسن الناس قراءة من قرأ القرآن يتحزن به "۔ وقال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالى في شرحه قوله : "عن ابن عباس " الخ ، قلت : فيه استحباب التحزن بالقرآن ، ومعناه أن يقرأ بحيث يظهر من تلاوته حزن قلبه دون أن يعتمد في تحزين الصوت فقط "۔ (إعلاء السنن ۱۵۵/۳، أبواب القراءة ، إدارة القرآن)
(وایضاً سیاقی تحت عنوان : "کیا الجسکے نامحرم ہے")

(و کذا فی کتاب الآثار ، للإمام محمد، ص: ۵۵، إدارة القرآن)

(۲) "وكان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول لأبي موسى الأشعري : يا أبا موسى ! ذكرنا ربنا ، فبقراً وهم يسمعون ويكفون ، و كان أصحاب محمد ﷺ إذا اجتمعوا ، أمروا واحداً منهم أن يقرأ القرآن والباقي يستمعون ، وقد ثبت في الصحيح : أن النبي صلى الله عليه وسلم مر بأبي موسى الأشعري وهو يقرأ ، فجعل يستمع لقراءته اهـ " (مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ ۵۱/۵، مکتبہ العیکان، بیروت)

(۳) "قال النبي ﷺ : "من سمع سمع الله به ، و من يراني يراني الله به "۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، رقم الحديث : ۵۳۱۶، ۲/۲۶۷، دار الكتب العلمية)

زیروہم کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی ہرگز اجازت نہیں، اس پر سخت وعید ہے (۱)۔ حدیث شریف میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جن کو سب سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور دوزخ کو ان سے دھونکا جائے گا، ان میں سے ایک قاری کو بھی شمار کیا گیا ہے جو اس لئے تلاوت کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں کہ بہت اچھا قاری ہے (۲)۔ اب آپ خود ہی منطبق کر لیں کہ آپ کے یہاں کے اجتماع کی شان کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟

س۔ زال [۱۱۱۳]: ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جو آج کل قاری لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، لہجہ سیکھنے اور اس کے مطابق پڑھنے کو حرام کہتے ہیں۔ سورہ کہف میں لفظ ”عوجا“ کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کیا لہجہ سیکھنا اور اس کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

(۱) ”إقرأوا القرآن ولا تأكلوا به، ولا تجفروا عنه، ولا تغلروا فيه، ولا تستكثروا به“ عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: علمت ناساً من أهل المصطفیٰ فأنزلهم إلى فقال: ”إن أردت أن يطفؤك الله طوقاً من نار فاقبلها“ وقال: ”من قرأ القرآن يأكل به الناس، جاء يوم القيمة ووجهه عظمة ليس عليه لحم“ ”اقرأوا القرآن وسلوا الله به، فإن من بعدكم قوم يقرأون القرآن يسألون الناس“ (رسالة شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية بالاختتمات اهـ، في ضمن رسائل ابن عابدین: ۱/۱۵۴، سهیل اکبڑمی لاہور)

”والتغنى بالقرآن لا يجوز على الإطلاق بل هو مقيد بقيد عدم إخراج القرآن من العربية إلى

غيرها“ (إعلاء السنن، أبواب القراءة: ۱۵۵/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن أول الناس يقضى عليه يوم القيامة رجل تعلم العلم وعلمه، وقرأ القرآن، فأتى به، فعرفه نعمه، فعرفها، قال: فما عملت فيها؟ قال: تعلمت العلم وعلمته، وقرأت فيك القرآن، قال: كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال: إنك عالم، وقرأت القرآن ليقال: هو قارئ، فقد قيل: ثم أمر به، فسحب على وجهه حتى ألقي في النار اهـ“ (الترغيب والترهيب، في إخلاص النية في الجهاد: ۲/۲۹۶، دار إحياء التراث العربي)

الجواب حامداً ومصلیاً :

قرآن شریف جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا اسی طرح آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سکھایا، پھر اسی طرح بعد کے لوگوں کو سکھایا گیا۔ اصل لہجہ حدیث پاک سے ثابت ہے (۱)۔ ایک صحابی بالکل اسی لہجہ میں دوسروں کو پڑھ کر بتاتے ہیں، جس طرح سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے، آپ کی اور صحابہ کرام کی تلاوت قواعد کے مطابق ہوتی تھی۔ اس وقت تک قواعد کتابی صورت میں نہیں تھے، بعد کے حضرات نے ان کو لکھا ہے اور یہ سب قواعد اس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سے ہی بنائے گئے ہیں۔

فن تجوید ایک مستقل فن ہے جو بغیر استاد کے سیکھے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کسی چیز کو حرام کہنا جب تک اس کے حرام ہونے کی دلیل نہ ہو جائز نہیں ہے، اور جو چیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا تو انتہائی جسارت ہے (۲)۔ بعض لوگ جو حقیقتاً قواعد تجوید سے واقف نہیں، قواعد

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾: أى اقرأه على تمهل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن و تدبره وقد قدمنا فى أول التفسير الأحاديث الدالة على استحباب الترتيل وتحسين الصوت بالقراءة ... الخ. (تفسير ابن كثير: ۵۵۹/۳، دار السلام)

”قالت عائشة رضى الله تعالى عنها: ”كان يقرأ السورة، فيرتلها حتى تكون أطول من أطول منها“ ”عن أنس رضى الله تعالى عنه أنه سئل عن قراءة رسول الله ﷺ فقال: كانت مداً، ثم قرأ: (بسم الرحمن الرحيم) يمد بسم الله، ويمد الرحمن، ويمد الرحيم“ جاء فى الحديث: ”زيتوا القرآن بأصواتكم“، و ”ليس منا من لم يتغن بالقرآن“.

”و عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه أنه قال: لا تنثروا نثر الرمل، ولا تهدوه هذا الشعر، قفوا عند عجائبه، وحركوا به القلوب الخ.“ (تفسير ابن كثير: ۵۵۹/۳، دار السلام)

(۲) وقال السيوطي: ”عن الجزري: القراءات السبع متواترة معلومة من الدين بالضرورة، وكل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدين بالضرورة أنه منقول على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لا يكابر فى شيء من ذلك إلا جاهل.“ (الإتقان: ۱۶۳، معرفة المتواتر والمشهور، دار ذوى القربى)

”عن البراء رضى الله تعالى عنه مرفوعاً: ”زينوا القرآن بأصواتكم، فإن الصوت الحسن يزيد =

موسیقی کے مطابق سُرا کر پڑھتے ہیں جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں، حالانکہ وہ مذہب نہیں، بعض کو جلدی سے پڑھ جاتے ہیں حالانکہ وہ مد ہے۔ اور بھی اسی طرح متعدد قسم کے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے، اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے، اس سے معنی میں کافی تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہو جاتے ہیں (۱)۔

سورہ کہف میں ”عرجاً“ دونوں طرح پڑھنا درست ہے: سکتے سے بھی اور بغیر سکتے کے بھی، جب سکتے سے پڑھیں گے تو اس پر تنوین نہ ہوگی اور بغیر سکتے کے اگر پڑھیں گے تو اس پر تنوین پڑھیں گے۔ نقطہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وقفِ غفران کا مطلب

سوال [۱۱۱۴]: قرآن مجید کے حاشیہ پر جا بجا وقفِ غفران لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطلب ہے کہ اس مقام پر وقف کرنا بھی درست ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے۔ دونوں میں کسی بات پر مواخذہ نہیں بلکہ دونوں فعل مغفور ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/۲/۱۳۶۱ھ۔

= القرآن حسناً۔ رواہ الحاکم فی مسند رکہ“، وقال الحافظ فی الفتح: ”فإن لم يكن حسن الصوت، فليس حسنه ما استطاع“، (فتح الباری لابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن: ۲/۹، دارالمعرفة)

(وکذا فی إعلاء السنن: ۱۵۳/۳، أبواب القراءة، إدارة القرآن)

(۱) قال العلامة ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالى: ”دلّ الحديث على أن التغنّي بالقرآن لا يجوز على الإطلاق“، بل هو مقيد بقيد عدم إخراج القرآن من العربية إلى غيرها بأن يفرط في المد، وفي إشباع الحركات حتى يتولد من الفتحة ألف..... ونحوها، والصحيح أن الإفراط على الوجه المذكور حرام، يفسق به القارئ، ويأثم المستمع“، (إعلاء السنن: ۱۵۵/۴، أبواب القراءة، إدارة القرآن)

کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے؟

سوال [۱۱۱۵]: قرآن شریف میں جو گول آیت (oo) جگہ جگہ بنی ہوتی ہیں، اس گول آیت پر کسی جگہ ”الف“ کسی جگہ ”میم“ کسی پر ”جیم“ کسی پر صل۔ تو اس صورت میں جس جگہ دل چاہے ٹھہر جائے اور جس جگہ دل نہ چاہے نہ ٹھہرے جیسے ”ج“۔ زید کا فرمانا ہے کہ ہر گول آیت پر ٹھہرنا ضروری ہے کیونکہ ان گول آیتوں میں ترمیم نہیں ہوتی، یہ بجنسہ وحی کے ساتھ نازل ہوئی ہیں اور جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجنسہ ترتیب دیا ہے اور بجنسہ ایسے ہی نازل ہوئیں۔ کیا ہر گول آیت پر ٹھہرے یا جہاں جیسی علامت حروف کی ہو ویسا عمل کرے جیسے: ”ط، ج، ص، ق، ل، و، م“ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء کے نزدیک ان میں سے کسی مقام پر ٹھہرنا واجب نہیں، یہ قراء کی اصطلاحات ہیں، ان کی رعایت محض مستحب ہے، واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سورہ قدر میں ”امر“ یا ”سلام“ پر وقف

سوال [۱۱۱۶]: سورہ قدر میں امر پر ٹھہرے یا سلام پر یا دونوں جگہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں جگہ میں اختیار ہے، جہاں چاہے وقف کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۵ھ

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾: أى اقرأه على تمهّل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن وتدبره..... وقد قدّمنا فى أول التفسير الأحاديث الدالة على استحباب الترتيل وتحسين الصوت بالقرأة الخ. (تفسير ابن كثير: ۵/۵۹، دار اسلام)

(۲) قال فى الهندية: ”إذا وقف فى غير موضع الوقف أو ابتداء فى غير موضع الإبتداء إن لم يتغير المعنى تغيراً فاحشاً نحو: أن يقرأ ”إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات“ ووقف ثم ابتداء بقوله: ”أولئك هم خير البرية“ لا تفسد بالإجماع بين علمائنا، هكذا فى المحيط.“ (الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارى: ۸۱/۱، رشيدية) =

تحقیق ضاد

سوال [۱۱۱]: اکثر لوگ حرفِ ضاد کو ”دال“ پڑیا ”طا“ پڑکی آواز پڑھتے ہیں اور بعض حفاظ و جہلاء کہتے ہیں کہ اسی طرح سے پڑھنا چاہئے، عربی میں ”دواد“ ہی پڑھا جاتا ہے اور اردو میں ”ضاد“ پڑھا جاتا ہے، مگر جب دواد کا ثبوت کسی معتبر کتاب کا ان سے مانگا جاتا ہے تو چپ ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دیتے حالانکہ تجوید کی کتاب میں لکھا ہے کہ ضاد کو اس کے مخرج سے یعنی حافہ لسان اور متصل کی دائڑھوں سے نکالنا چاہئے خواہ بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اور بندہ اسی طرح ادا کرتا ہے گو کہ بندہ عالم یا قاری نہیں ہے اور نہ حافظ ہے، مگر علمائے دین کے تصدیق میں تجوید سے کسی قدر واقف ہے۔ بندہ کے پاس رفع الضاد، فیض العزیز، ہدیۃ الوحید، جمال القرآن، تجوید القرآن، جزری، مقدمۃ الجزری، فتویٰ ضاد، تبیین الضاد، فوائد مکہ وغیرہ موجود ہیں، لہذا یہ کتابیں غلط ہیں یا غلط تھیں اور ضاد کو اس کے مخرج سے مع اس کی صفات کے پُر ادا کرنا چاہئے یا بصورتِ دال؟ مستند اور معتبر کتب مع نام کتب تحریر کیا جائے۔

اور مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تبیین الضاد (۱) میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال پُر یا طاء پُر عدا پُر ہنا غلط ہے، ایسا پڑھنے والا گمراہ بوہ گنہ گار ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے فتاویٰ میں مرقوم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ دو قاری ہو اور مخارج و صفات سے واقف ہو اگر وہ عدا دال یا طاء پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہے، قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اگر صفات و مخارج سے واقف نہ ہو، اگر وہ بلا قصد دال یا طاء پڑھے تو اس کی نماز ہو جائیگی اور قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے (۲)۔

= (و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الصلاة، الفرائض، الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء:

(۱/۳۸۹، إدارة القرآن)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، فصل فی ثلثة القرآن خطأ وفي الأحکام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۵۵،

رشیدیہ)

(۱) (تبیین الضاد، ص: ۳۸، میر محمد کتب خانہ)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ (از تالیفات رشیدیہ)، ص: ۱۸۸، ۲۸۹، کن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن سے نہیں؟

ادارہ اسلامیات لاہور)

مولانا عبدالوحید صاحب ہدیۃ الوحید (۱)، میں مولانا اشرف علی صاحب جمال القرآن (۲) میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال یا ظا پڑھنا غلط ہے اس سے معنی میں تغیر قحش پیدا ہوتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ قصبہ کھنور ضلع رہنک میں کوئی قاری صاحب مدینہ شریف کے آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں ضاد کا پڑھنا غلط ہے واد پڑھنا چاہئے، عربی زبان میں ضاد نہیں پڑھا جاتا ہے، لہذا کیا قاری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے اور فتویٰ ضاد (۳) میں جو حدیث مرقوم ہے کہ ”من زاد حرفاً فی القرآن أو نقص منه، أو بدل حرفاً بحرف متعمداً، فقد کفر“ (۴)، یہ دونوں حدیث صحیح ہیں یا غلط؟ اول تو حدیث اور فقہ اکبر کی عبارت تو ملا علی قاری کی لکھی ہے مگر صحیح ہے یا غلط؟ رفع التضاد میں مرقوم ہے (۵) کہ ”جو شخص غارج و صفات سے واقف نہیں ہے، اگر دال یا ظا پڑھتا ہے تو اس صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جب تک وہ کوشش کرتا رہے گا

(۱) (ہدیۃ الوحید، ص: ۱۸، آنھوان مخرج ضاد معجمہ، رقم الحاشیہ: ۳۶، و ص: ۲۸، صفت استطاعت، رقم: ۷، قرأت اکیڈمی لاہور)

(۲) (جمال القرآن، ص: ۸، دوسرا المعہ، مکتبہ حمادیہ گورامندی لاہور)

(۳) ”استفتاء من علماء الحرمین الشریفین الجواب من شیخ القراء بالمدينة المنورة أن نهاية القول في الضاد هو أنها أقرب إلى الظاء فقط كما في الرعاية وجه المقل وغيرهما، فقرة الفرقة الثالثة المستولة في الاستفتاء صحيح، و أما كون الضاد شبيهة بالدال أو الغين، فما سمعنا به قط، ولا وجد في كتاب، فمن صلى خلف الإمام يعتقد ذلك فصلاهما باطله. والله على ما نقول وكيل الجواب من علماء مكة المكرمة فنقول: إن الذي استقر عليه رأى جميع أهل الأداء من كتبهم أن الضاد والظاء اتفقتا في الاستعلاء والإطباق والتفخيم والجهر والرخاوة، واختلفتا في المخرج، وانفردت الضاد بالاستطالة، فإذا أعطيت للتضاد ههنا من مخرجها و صفاتها، فقد أتيت بالثواب الذي لا محيد عنه عند علماء القراءة المدقّلين، وحينئذ يكون بها أثر شبهه الظاء في التلفظ كما في نهاية القول المفيد، و أما كون الضاد قريبة من الدال أو الغين في التلفظ فيبعد عن الحق، والله أعلم.“ (رسالہ إعلام العباد بحقیقۃ النطق بالضاد مع استفتاء علماء الحرمین الشریفین ونظم الضاد، ص: ۲۷، ۲۸، مذہبی کتب خانہ پشاور)

(۴) (لم أجد كتابه)

(۵) (رفع التضاد فی احکام الضاد للمفتی محمد شفیع، ص: ۱۱، دار الاشاعت دیوبند)

تب تک اس کی نماز جائز قرار دی جائیگی اور جب کوشش کرنا چھوڑ دیگا تب اس کی نماز فاسد ضرور قرار دی جائیگی۔ یہ مضمون صحیح ہے یا غلط؟ جہاں تک ہو سکے معتبر اور مستند کتب کے موافق اس کا جواب تحریر کیا جائے اور ان کتب کا نام بھی تحریر کیا جائے کہ جن کے مطابق جواب لکھا جائے یا علماء دین خود یہاں تشریف لا کر یہاں کے جاہلوں کو سمجھائیں۔

بندہ تو دو سال سے سمجھا رہا ہے مگر میرا کہنا سب غلط سمجھتے ہیں، جو شخص باوجود لاعلم ہونے فقہ اور حدیث کے اور تجوید کے اگر توجیہات رکیکہ بیان کرے اور حدیث و فقہ کا منکر ہو اور کہے تمام زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے تو ہم کیوں نہ کریں اور حدیث و فقہ کا کسی طرح قائل نہ ہو حالانکہ وہ جانتا ہے کہ فلاں چیز شرعاً حرام ہے اور ناجائز ہے، مگر اتباع نفس سے اس کو حلال اور جائز قرار دے تو اس کو مولانا عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ جلد اول میں کافر لکھتے ہیں تو جب وہ کافر ہوا تو شرعاً اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگی (۱)۔ فقط والسلام مقبول احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضاد، ظاء، دال تینوں علیحدہ علیحدہ مستقل حروف ہیں، ضاد اور ظاء اکثر صفات میں شریک ہونے کی وجہ سے مشابہ ہیں، تاہم دونوں کا مخرج علیحدہ ہے اور ضاد میں صفت استطالت زائد ہے جو ظاء میں نہیں: ”ومنہم من یجعلہا ظاء الخ۔ هذا لیس بعجیب لثبوت التشابه وعسر التميز بینہما، فإنه یشارك ظاء فی صفاتہا کلہا، ویزید علیہا باستطالة، فلو لا اختلاف المخرجین والاستطالة فی الضاد لكانت ظاء اھ۔“ جہد المقل (۲)۔

ملا علی قاری شارح جزیریہ اس شعر کے تحت:

من والضاد باستطالة ومخرج منبر عن الظاء کلہا تجنی

(۱) (فتاویٰ عزیزیت، ص: ۳۸۵، باب العقائد، استحلال الحرام و استحرام الحلال، احادیث کی رکیک تاویلات)

(۲) (الإتقان فی علوم القرآن للمسیوطی، فصل من المهمات، تجوید القرآن: ۱۰۱/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

تحریر فرماتے ہیں: ”لما كان تميزه عن الظاء مشكلاً بالنسبة إلى غيره أمر الناظم بميزة نطقاً“۔ جب کہ باوجود اس کثیر تشابہ کے دونوں میں تمیز کرنا اور ظاء کی جگہ ضا دیا اس کے عکس قصد اُپر ہنا درست نہیں (۱) تو پھر ضا کی جگہ وال پڑھنا یا ضا کو مشابہ وال پڑھنا کیسے درست ہوگا (۲)، کیونکہ دونوں کی اکثر صفات علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہیں، لہذا ضا کو اس کے مخرج سے مع جمع صفات کے حسب الطاقۃ ادا کرنا ضروری ہے، البتہ اگر ادائیگی پر قدرت نہ ہو تو معذوری ہے (۳)، تاہم اگر اس سے بہتر امانت کا اہل ادائیگی پر قادر موجود ہو تو اس کو امان بنانا چاہئے۔ کتب مذکورہ فی السؤال مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے۔ شرح فقہ اکبر میں عبارت مندرجہ فی السؤال نظر سے نہیں گزری، البتہ یہ عبارت موجود ہے: ”سئل الإمام الفضلي عن يقر الظاء المعجمة مكان الضاد السعجمة، أو يقرأ: (أصحاب الجنة) مكان (أصحاب النار) أو على العكس، فقال: لا يحوز إمامته، ولو تعمد يكفر. قلت: أما كون تعمد كفراً فلا كلام فيه إذا لم يكن فيه لغتان، فنفى (ضنين الخلاف) (سامي). وأما تبديل الظاء مكان الضاد ففيه تفصيل، وكذا تبديل: (أصحاب جنة) في موضع (أصحاب النار) وعكسه، ففيه خلاف ويبحث طویل اه“ (۴)۔

حدیث: ”من زاد حرفاً الخ“ کا مضمون درست ہے۔

اور نماز کی صحت و فساد کے متعلق رفع الٹھا دینا صحیح لکھا ہے: ”إنه ما دام في التصحيح ولم يقدر

(۱) ”وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، قال أكثرهم: لا تفسد صلاته، ومن لا يعرف بعض الحروف ينبغي أن يجهد ولا يعذر في ذلك“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الخامس فی زلة القاری: ۹/۱، رشیدیہ)

(۲) فی ”الفتاویٰ الحدیثیہ“ للشیخ أحمد المکی: ”لو أبدل الضاد بغير ظاء لم يصح قرأته قطعاً، فعلم من هذا أنه لم يقع خلاف في إبدالها دالاً كما وقع في الظاء، فالنطق بها دالاً، لم يقل أحد بصحته“۔ (ص: ۲۰۹، مصر)

(۳) ”ما دام في التصحيح والتعلم ولم يقدر عليه فصلاحة جائزة، وإن تركه جهده فصلاحة فاسدة، كذا في المحيط“۔ (رد المحتار، مطلب فی الألف: ۵۸۲/۱، سعید)

(۴) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۱۶۷، قدیمی کتب خانہ)

عليه فصلاته جائزۃ، وإن ترك جهده فصلاته فاسدة“۔ رد المحتار (۱)۔

حدیث وفقہ کا انکار کرنا جہالت اور سخت خطرناک ہے، اندیشہ کفر ہے، توبہ کرنا ضروری ہے، حرام قطعی بعینہ کو حلال قطعی کہنا بھی کفر ہے، لہذا توبہ کرنا فرض ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح و تجدید ایمان بھی کرنا واجب ہے (۲)۔ ایسے لوگوں کے درپے ہونا اس طرح پر کہ وہ حدیث کا انکار کر بیٹھیں مناسب نہیں، بلکہ ان کو نرمی اور احتیاط سے سمجھا دینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شوال/ ۱۳۵۳ھ۔

”نون قطنی“ کے ساتھ نماز

سوال [۱۱۱۸]: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورہ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا، نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا ہے کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں۔ عرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہنچی، نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گمراہ ہوتی ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ سورہ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیونکہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس پر فتویٰ منگائیے، متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

(۱) (رد المحتار، مطلب فی الاشیء: ۱/ ۵۸۳، سعید)

(۲) ”ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يزمر بتجديد النكاح وبالعودة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“۔ (الفتاوى العالمكبرى: ۲/ ۲۸۳، الباب السابع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد، رشديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

امام صاحب نے یہ قواعد تجوید کے موافق پڑھا ہے، کتب تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

معروف و مجہول کا تلفظ

سوال [۱۱۱۹]: ایک مدرسہ میں بچوں کو ”بہ“ کے بجائے ”بے ہ“ پڑھاتے ہیں اور دوسرے مدرسہ میں ”بہ“ کے بجائے ”بسی ہ“ پڑھاتے ہیں۔ اب دونوں میں سے کون سے الفاظ صحیح ہیں کیوں کہ دونوں کے الفاظ الگ الگ ہیں، اصل میں کس طرح پڑھایا جائے، دونوں الفاظ میں کیا فرق ہے؟ اور معنی میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں طرح پڑھانے سے معنی میں کوئی فرق نہیں آتا (۲)، البتہ عربی تلفظ ”ب“ معروف ہے مثلاً: ”ب“ اور ”ی“ کو ملا کر پڑھیں گے تو ”بی“ پڑھیں گے۔ ”بے“ نہیں پڑھیں گے، یہ چیز تحریر سے سمجھانی مشکل ہے، تلفظ سے زبانی سمجھ میں جلد آئے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۳ھ۔

(۱) لیکن فقہاء نے اس کو خلافِ اولیٰ لکھا ہے تاکہ عوام اور جہلا میں اغتشار پیدا نہ ہو۔

قال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”لکن الأولیٰ أن لا یقرأ عند العوام صیانةً لدينهم“. وقال ابن عابدین: ”أی بالروایات الغریبة والإسالات؛ لأن بعض السفهاء یقولون ما لا یعلمون، فیکفون فی الإثم“. (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب السنة تكون سنة: ۱/۵۴۱، سعید)

(و کذا فی الحلبي الكبير، ص: ۴۹۵، سهيل اكيذمي)

(و کذا فی الفتاوى العالمکیرية، الفصل الرابع فی القراءة: ۷/۷، رشیدیہ)

(۲) ”و یجوز بالروایات السبع، بل یجوز بالعشرة أيضاً کما نص علیہ أهل الأصول“. (الدر المختار مع

رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب السنة: ۱/۵۴۱، سعید کراچی)

بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ

سوال [۱۱۲۰]: ۱۔ سورہ بقرہ رکوع نمبر ۱۴ میں ہے: ﴿ثُمَّ أَصْطَرَه﴾ (۱) بعض ہمزہ کو حذف کر کے میم کو ضاد سے ملا کر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور بعض ہمزہ کو ثابت کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کون سا صحیح ہے؟

۲۔ سورہ مائدہ رکوع نمبر ۱۴ میں ہے: ﴿ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا﴾ (۲) میں بعض ہمزہ کے حذف اور بعض اثبات کر کے پڑھتے ہیں، کونسا صحیح ہے؟

۳۔ سورہ مائدہ رکوع نمبر ۲ میں: ﴿أَنْ لَا تَعْدِلُوا، إَعْدِلُوا﴾ (۳) میں بعض حالت وصل میں ”إَعْدِلُوا“ اور بعض وقف کر کے ”إَعْدِلُوا“ پڑھتے ہیں۔ کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط ہے؟

۴۔ سورہ توبہ رکوع نمبر ۴ میں: ﴿يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْبَجْتَكُمْ﴾ (۴) میں بعض ہمزہ کو حذف کر کے نون کو ذال سے ملا کر پڑھتے ہیں اور بعض وقف کر کے ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں۔ کونسا صحیح ہے، کونسا غلط ہے؟

۵۔ سورہ طہ رکوع نمبر ۱۰ میں: ﴿مَنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ﴾ (۵) میں بعض ہمزہ کو حذف کر کے نون قطنی لگا کر پڑھتے ہیں اور بعض ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں، آیا کونسا صحیح ہے؟

۶۔ سورہ حج رکوع نمبر ۹ میں: ﴿ذَٰلِكُمْ، النَّارُ﴾ (۶) میں بعض وقف کر کے پڑھتے ہیں اور بعض ﴿ذَٰلِكُمُ النَّارُ﴾ پڑھتے ہیں، کونسا جائز ہے؟

مزید عرض ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے یا اپنی رائے کے مطابق محض اپنے کو قاری مشہور کرنے کی غرض سے بلا قانون کہیں حذف، کہیں اثبات، کہیں ادغام، کہیں وصل،

(۱) (آیت: ۱۲۶)

(۲) (آیت: ۱۰۲)

(۳) (آیت: ۸)

(۴) (آیت: ۲۵)

(۵) (آیت: ۲۳، ۲۴)

(۶) (آیت: ۷۲)

کہیں تغیر پڑھنا ہو تو جائز ہے؟ اور ایسے قاری کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی جوابات مع دلیل وحوالہ کتب مرحمت فرمائیں، بے حد ممنون ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱..... یہ ہمزہ وصل نہیں بلکہ واحد متکلم کا ہے، اس لئے یہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ ثابت رہے گا۔
 - ۲..... یہ ہمزہ باب افعال کا ہے جو کہ قطعی ہے وصلی نہیں، اس لئے یہ بھی ثابت رہے گا۔
 - ۳..... وقف کر کے ”اعدلوا“ پڑھنا چاہئے، وقف نہ کرنا ہو تو ”اعدلوا“ کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔
 - ۴..... یہ ہمزہ ساقط نہیں ہوگا، باقی رہے گا۔
 - ۵..... نون قطنی تو تینوں کی حالت میں آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے، اس لئے نون قطنی تو یہاں غلط ہے، اس کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر ”الکبری“ پر وقف کیا جائے تو ”اذھب“ کا ہمزہ پڑھا جائے گا، وصل کی حالت میں ساقط ہو جائے گا۔
 - ۶..... یہاں وصل بھی صحیح ہے اس صورت میں ”النار“ کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا اور ”ذلکم“ کے میم پر ضمہ آئے گا۔ وقف کرنا زیادہ اچھا ہے، اس صورت میں ”ذلکم“ میں میم پر سکون ہوگا اور ”النار“ کا ہمزہ پڑھا جائے گا۔
- قرآن کریم کو قواعد کے موافق پڑھنا چاہئے، اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کیا جائے، یہ خطرناک ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
- حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۹۵ھ۔

زیر، زیر، پیش

سوال [۱۱۲]: زیر کے کیا معنی ہیں اور زیر اور پیش کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زیر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے ”الف“ پیدا ہوتا ہے، زیر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من قال فی القرآن بغیر علم، فلیتبعوا مقعدہ من النار“ (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۸۵، رقم الحدیث: ۲۷۰، دار إحياء التراث العربی) (وکذا فی مرفاة المفاتیح، کتاب العلم: ۱/۴۸۹، رقم الحدیث: ۲۳۳، وشیدہ)

”یا“ پیدا ہوتی ہے، پیش ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے ”واو“ پیدا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

غیر قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنا

سوال [۱۱۲۲]: غیر قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قواعد عربیت کی رعایت سے پڑھے تو ٹھیک ہے، مگر قرآن کے ساتھ غیر قرآن ملتیس نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۸/۲/۹۰ھ۔

قرآن پاک میں اعراب اور کتب حدیث و فقہ کی تدوین

سوال [۱۱۲۳]: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ کلام اللہ اس طرح من اولہ یلیٰ

آخرہ اوراق میں لکھا ہوا تھا، نہ اس زمانے میں زیر، زبر، جزم اور تشدید ایجاد ہوئے تھے، نہ کتب احادیث یوں

تصنیف ہوئیں، نہ وہ کتب فقہ، اصول فقہ اور تفسیر کا دستور تھا۔ (یہ عبارت سوانح قاسمی: ۲/۲۵، کی ہے)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوانح قاسمی تو میرے پاس نہیں ہے لیکن واقعہ یہ صحیح ہے، اس پر آپ کو کیا دریافت کرنا مقصود ہے۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۵ھ۔

حرکات و نقاط قرآن میں کب سے ہیں؟

سوال [۱۱۲۴]: قرآن کریم میں زیر، زبر، پیش اور نقطے عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے

زمانہ میں تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو اب اس میں یہ نقطے اور اعراب لگانا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرون مشہودہا بالخیر میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کر دیا گیا، تاکہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے، یہ بدعت نہیں، بدعت کہتے ہیں احداث فی الدین کو اور یہ تمام دین کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تدبر اور بلا تدریس تلاوت میں فرق

سوال [۱۱۲۵]: دو آدمی ہیں ایک ناظرۃ قرآن شریف پڑھنے والا، اور ایک عالم آدمی ہے جس نے عربی تعلیم صرف ونحو کے ساتھ پڑھا ہے، وہ تلاوت کرتا تو ناظرہ پڑھنے والے کو دس نیکیاں ایک حرف پر، یہ اگر ترجمہ ایک ساتھ پڑھے تو ایک حرف پر کتنی نیکیاں ملیں گی؟ دوسرے وہ شخص جو عالم ہے اب تلاوت کرنے پر کتنی ثواب ہے ہر حرف پر؟ اگر ترجمہ کو خیال و تصور میں لائے اور اگر نہ لائے اور حافظوں کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ پڑھ رہا ہے اور خیال کہیں اور ہے تو کتنا ثواب ملے گا، کیا پہلی صرف ونحو والی کمائی اب کام دے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص جس قدر زیادہ تدبر کے ساتھ عظمت قرآن کریم کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کرے گا اسی قدر زیادہ ثواب پائے گا۔ تدبر کے لئے صرفی صیغوں اور نحوی ترکیبوں کا ذہن میں آنا ضروری نہیں، بلکہ کلام اور متکلم کی جلالت شان اور آیات رحمت و آیات عذاب پر رجاء و خود اور اوامر و نواہی پر عزم عمل و اجتناب وغیرہ اثرات کا پیدا ہونا تدبر کا ثمرہ ہے۔ بڑا زبردست عالم بھی اگر بے دھیانی سے تلاوت کرتا ہے تو وہ ان ثمرات

(۱) قال العلماء: "وystحب نقط المصحف وشكله، فإنه صيانة من اللحن فيه، وما كرهه الشعبي والنخعي النقط، فإنما كرهاه في ذلك الزمان خوفاً من التغيير فيه، وقد أمن ذلك اليوم فلا يمنع من ذلك لكونه محدثاً، فإنه من المحدثات الحسنة، فلا يمنع منه كمنظاره: مثل تصنيف العلم وبناء المدارس وغير ذلك".

(مناهل العرفان: ۱۰/۳۰۲، حکم نقط المصحف وشكله، دار احیاء التراث العربی)

(و كذا في التفسير القرطبي، مقدمة المؤلف: ۱/۳۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

(والإتقان: ۱/۳۶۵، ۳۷۸، السیر طی، دار ذوالقربی)

سے خالی رہتا ہے۔ صرف دُخو سے ناواقف آدمی اگر دھیان سے تلاوت کرتا ہے تو اس کے قلب میں بھی رقت پیدا ہوتی ہے اور ایمان قوی ہوتا ہے۔ عالم اگر دھیان سے کام لے تو اس کے لئے زیادہ موقع ہے اس کا درجہ ہی بلند ہے۔ پھر ایک اور دس کا حساب بھی عام حساب ہے، ورنہ خزانہ غیب سے بے شمار روپے حساب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۲ھ۔

جواب امر بھی مجزوم ہوتا ہے

سوال [۱۱۲۶]: سورہ ملک میں لفظ ”یقلب“ کی ”ب“ پر جزم کیوں آیا ہے جبکہ عامل جازم نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جواب امر ہے جو کہ امر کی طرح مجزوم ہوتا ہے (۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۷ھ۔

قرآن کریم کی سند

سوال [۱۱۲۷]: قرآن کریم کے لئے صرف تواتر طبقاتی ہے یا تواتر اسادی ہے؟ اگر تواتر اسادی

ہے تو سند کیا ہے؟ بطریق ”عن عن“ یا کسی اور طریقے سے ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

تواتر طبقاتی تو ظاہر ہے، اسی کی وجہ سے ہر شخص نے اپنی سند کو ”عن عن“ سے پہنچانے کی کوشش نہیں کی،

(۱) ”یجزم الفعل المضارع إذا كان جواباً للطلب (يشمل الطلب الأمر، والنهي، ودعاء) ... نحو: ”صه

عن القبيح تكرم“۔ (موسوعة النحو والصرف والإعراب، مبحث الفعل

المضارع، ص: ۵۰۲-۵۰۳، دارالعلم للملایین، بیروت)

(کنزافی أروضح المسالك إلى ألفية ابن مالك، فصل جازم الفعل نوعان: ۳/۸۵، داراحیاء التراث

العربی بیروت)

نہ ضرورت سمجھی۔ حضرت مرقا اس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقلاً مد ریس قرآن کریم فرمایا کرتے تھے، حضرت ابووداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں ایک وقت میں سولہ سوط لہے تھے۔ اور بعض حضرات نے اپنی عمر مد ریس قرآن کریم میں صرف کردی، کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: ”خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ“ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۹۵ھ۔

قرآن کریم کی ترتیب عثمانی

سوال [۱۱۲۸]: ایک عزیز نے ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب بحوالہ اتقان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں کس طرح سورتیں پڑھی جاتی تھیں؟ مجھے یہ معلوم تھا کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور کیا کرتے تھے۔ کیا یہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیشتر سورتوں کی کیا ترتیب تھی؟ کیا اتقان معتبر کتاب ہے اور واعظ صاحب کا بیان صحیح ہے؟

مکلف خدمت بابرکت شاہ حبیب اللہ، از خانقاہ نانکپور ضلع پرتاپ گڑھ، ۱۳/رجب/۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتقان، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے، معتبر ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ترتیب سے قرآن کریم کو جمع فرمایا ہے، ترتیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی یہ تھی لیکن یکجا لکھا ہوا عام طور پر نہ تھا، بلکہ طرق مختلف لغات میں کہ ابتداء سہولت کے لئے عرب کی کئی لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی، کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا تھا، کسی کے پاس کچھ، باقی ذہنوں میں ترتیب یہی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو یکجا لغت قریش میں لکھا دیا اور اس ترتیب سے لکھایا جس ترتیب سے اب موجود ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت نزول فرمایا کرتے

(۱) (مشکوۃ المصابیح: ۱/۸۳، کتاب فضائل القرآن، قدیمی)

(والمسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۹۴، رقم الحديث: ۳۱۴، دار احیاء التراث العربی)

تھے کہ ”اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو“۔ لکھنے کا رواج کم تھا، زیادہ تر حافظ پر مدار تھا اور عام رواج لکھائی کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۷/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۴/رجب/۵۷ھ۔

پارہ عم کی طباعت خلاف ترتیب

سوال [۱۱۲۹]: ہندوستان میں پارہ عم (تیسواں پارہ) جو قرآن سے الگ طبع کرایا جاتا ہے وہ قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف طبع ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ طریق عمل کب سے جاری ہوا اور کس نے جاری کیا؟ کیا قرآن پاک کی طباعت مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف کی جاسکتی ہے؟ اگر ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو پارہ عم کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف کیوں عملاً جائز قرار دی جاتی ہے؟ یہ فرما کر مطمئن نہ فرمائیں کہ بچوں کی آسانی کے لئے ایسا کیا گیا، یہ آسانی مصحف عثمانی کی ترتیب کو باقی رکھ کر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صریح جزئیہ کتب فقہ میں نہیں ملا، اولاً یہ عاجز چند عبارات نقل کرتا ہے، اس کے بعد جو کچھ اس سے مستفاد ہے صراحۃً یا اشارۃً یا دلالتاً یا لزوماً وہ عرض کرے گا، ان کان صواباً فمن الله فالحمد لله علی

(۱) وقال الحاكم في المستدرک: جمع القرآن ثلاث مرات: إحداها بحضرة النبي صلى الله عليه وسلم..... الثانية: بحضرة أبي بكر رضي الله تعالى عنه..... الجمع الثالث: هو ترتيب السور في زمن عثمان رضي الله عنه..... كان رسول الله صلى الله عليه وسلم تنزل عليه السور دوات العدد، فكان إذا نزل عليه الشئ دعا بعض من كان يكتب، فيقول: ”ضعوا هؤلاء الآيات في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا الخ“ (الإتقان في علوم القرآن للسيوطي: ۱/۱۱۶، النوع الثامن عشر في جمعه و ترتيبه، دار ذوى القربى)

(وكذا في مناهل العرفان في علوم القرآن للزرقاني: ۱/۲۳۸، جمع القرآن على عهد عثمان رضي الله

تعالى عنه، دار إحياء التراث العربی)

(و تفسیر القرطبی، مقدمة المؤلف: ۱/۳۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ذلك، وإن كان خطأ فمني ومن الشيطان، فاستغفر الله العلي العظيم، والفقهاء براء منه.
 "ويكره قراءة سورة فوق التي قرأها، قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "من قرأ القرآن منكوساً، فهو منكوس الرأس". وما شرع لتعليم الأطفال إلا لتيسير الحفظ بقصر السوراه" - (مراقى الفلاح) (١) -

"ويكره قراءة سورة، وكذا الآية فوق الآية مطلقاً، سواء كان في ركعتين، أو ركعة، واستثنى في الأشباه النافلة فلا يكره فيها ذلك، وأقر عليه الغزى والحموى، ونقله عن أبى اليسر، وجزم به فى البحر والدر وغيرهما. قال بعض الفضلاء: وفيه تأمل لأن النكس إذا كره خارج الصلوة كما يرشد إليه قوله: "ما شرع لتعليم الأطفال الخ، لكون الترتيب من واجبات التلاوة ففي النافلة أولى، وكون باب النفل واسعاً لا يستلزم العموم بل فى بعض الأحكام اه".
 (طحطاوى ص ١٩٣) (٢) -

"يجب الترتيب فى سور القرآن، فلو قرأ منكوساً، أمم اه". شامى: ٣٠٧/١ (٣) -
 "وجاز كتب المصحف وتعشير ونقطه: أى إظهار إعرابه، وبه يحصل الفرق جداً خصوصاً للعجم فيستحسن، وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامى سور وعدد الأى وعلامات الوقف ونحوها، فهي بدعة حسنة، در وقية اه". (٤) - قوله: وتعشير هو جعل العواشر فى المصحف، وهو كتابة العلامة عند منتهى عشر آيات. عناية: ١٣٠/٨ (٥) -

"قوله: أى إظهار إعرابه تفسير للنقط. قال فى القاموس: نقط الحروف أعجم، ومعلوم أن الإعجام لا يظهر به الإعراب، إنما يظهر بالشكل، فكأنهم أراد وما يعم إفاده. فوله: وبه

(١) (مراقى الفلاح حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل فى المكروهات، ص: ٣٥٢، قديمى)

(٢) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ٣٥٢، قديمى كتب خانة)

(٣) (رد المحتار، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية: ٥٣٦/١، سعيد)

(٤) لم أظفر بهذا الكتاب.

(٥) (العناية شرح الهداية للعلامة البابرى على هامش فتح القدير: ١٠/٦٢، كتاب الكراهية، مسائل

متفرقة، مصطفى البابى الحلبي مصر)

یحصل الفرق النخ إشار إلى أن ماروی عن ابن مسعود: "جرّدوا" والقرآن كان في زمنهم، وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان والمكان كما بسطه الزيلعي وغيره. قوله: وعلى هذا: أي على اعتبار حصول الفرق. قوله: ونحوها كالسجدة ورموز التجويد اه. ويكره تصغير مصحف وكتابه بقلم رقيق: أي تصغير حجم، وينبغي أن يكتبه بأحسن خط وأبينه على أحسن ورق، وأبيضه بأفخم قلم وأبرق مداد. ويفرج السطور، ويفخم الحروف، ويفخم المصحف اه. قنيه، ص: ١٥٦، در مختار وشامي: ٢٤٧/٥ (١)۔

"(وتعشير المصحف ونقطه)، لأن القراءة والآئ توقفية، ليس المرأى فيها مدخل، فبالتعشير حفظ الآئ، وبالنقط حفظ الإعراب، فكانا أحسنين، ولأن العجمي الذي لا يحفظ القرآن لا يقدر على القراءة إلا بالنقط فكان حسناً، وماروی عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه قال: "جرّدوا القرآن"، فذاك في زمنهم؛ لأنهم كانوا ينقلونه عن النبي صلى الله عليه وسلم كما أنزل، وكانت القراءة سهلة عليهم، وكانوا يرون النقط مخلاً بحفظ الإعراب، والتعشير بحفظ الآئ، ولا كذلك العجمي في زماننا، فيستحسن لعجز العجمي عن التعليم إلا به. وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآئ فهو وإن كان محدثاً فمستحسن، وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان والمكان اه". زيلعي شرح كنز: ٦٠/٦ (٢)۔

"قال في شرح الطحاوی لأبي بكر الرازی فی کتاب الکراهیة: وكان الشيخ أبو الحسن يقول: لا يكره ما يكتب في تراجم السور حسب ما جرت به العادة؛ لأن في ذلك إبانة عن معنى السورة، وهو بمنزلة كتابة التسمية في أجزاءها للفصل اه"۔ حاشية الشبلي على تبين للزيلعي اه: ٣٠/٦ (٣)۔

عبارات منقولہ سے چند امور مستفاد ہوئے: ۱۔ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب واجب ہے، اس کے

(۱) رد المحتار، فصل فی البیع: ۳۸۶/۶، سعید

(۲) تبیین الحقائق: ۶۶/۷، کتاب الکراهیة، دار الکتب العلمیة

(۳) حاشیة الشبلی عن التبیین: ۶۶/۷، کتاب الکراهیة، دار الکتب

خلاف پڑھنا گناہ ہے، سورتوں اور آیتوں کی موجودہ ترتیب کے خلاف نماز میں پڑھنا مکروہ ہے، فقہاء کی بڑی جماعت نے نوافل میں خلاف ترتیب قراءت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے۔

۲- نہج کتابت میں چند تغیرات ہوئے: اعراب، نقطے، سورتوں کے نام، سورتوں کے مکی و مدنی ہونے کی تعیین، تعداد آیات، ہر دس آیت پر علامت، نظامیت وقف، جہد و تلاوت، رموز تجوید۔

۳- بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ فقہاء نے ان کو مکروہ لکھا ہے، مثلاً: ہر ایک قلم سے قرآن پاک کو لکھنا، حجم کو چھوٹا کرنا، بلکہ فقہاء کی تاکید ہے کہ موئے قلم سے بڑے بڑے حروف میں کشادہ کشادہ سطور لکھ کر حجم بڑا کیا جائے، مگر یہ چیزیں بلا تکثیر شائع ہیں، ہند میں بھی اور بیرون ہند میں بھی، چنانچہ نہایت خوشنما ہر ایک حروف میں لکھے ہوئے جیسی جگہ اس سے بھی چھوٹے چھوٹے قرآن شریف مطالع سے چھپ کر آرہے ہیں، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چھوٹے حروف میں لکھنا خلاف احترام تھا، اس سے تحفظ کے لئے فقہاء نے تاکید کی تھی اور اب یہ چیز نہیں، پس علت کراہت باقی نہیں رہی۔

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد ہے کہ ”جزءو القرآن“ لیکن نہج کتابت کے جو تغیرات منقول ہوئے، ان سب کی فقہاء نے اجازت دی ہے بلکہ مستحسن لکھا ہے، اس لئے کہ پہلے ان کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ خلل حفظ تھے، پھر ان کی حاجت پیش آئی اور یہ معین حفظ قرار پائے (۱)۔

۵- ترتیب واجب ہونے کے باوجود بچوں کی سہولت کی خاطر خلاف ترتیب تعلیم دینا درست ہے، یہ امر ظاہر ہے کہ یہ نقوش منزل من اللہ نہیں البتہ منزل من اللہ پر دال ہیں۔ یہ بھی مسلم ہے کہ موجودہ ترتیب اور ہے اور نزولی ترتیب اور، نزول کے وقت جس طرز پر کتابت کرائی گئی تھی اب کلی طور پر وہ طرز باقی نہیں، لیکن

(۱) ”وتعشیر المصحف ونقطه یعنی يجوز؛ لأن القراءة والآية توفيقية، ليس للراي فيها مدخل۔ فالتعشیر حفظ الآيات، والنقط حفظ الإعراب، فكانا حسنين، ولأن المعجمي الذي لا يحفظ القرآن لا يقدر على القراءة إلا بالنقط فكان حسناً، وما روى عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه من قوله: ”جردوا القرآن“ فذلك في زمانهم؛ لأنهم كانوا ينقلونه عن النبي صلى الله عليه وسلم كما أنزل، وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآي، وإن كان محزياً فهو حسن، وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان والمكان“۔ (البحر الرائق: ۳/۸، كتاب الكراهية، مكتبة رشيدية)

الفاظ وہی ہیں، ان میں سرمہ فرق نہیں اور: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱) کا وعدہ بالکل صادق ہے۔

۶۔ جب الفاظ کو خلاف ترتیب سہولت کی خاطر تعلیم دینا حسب تصریح فقہاء درست ہے حالانکہ الفاظ منزل من اللہ ہیں اور موجودہ دور میں تعلیم اطفال گویا کہ موقوف ہے نقوش کی شناخت پر، تو جو نقوش خود منزل من اللہ نہیں بلکہ منزل من اللہ پر دال ہیں تو ان کا اس سہولت اور توقف کی خاطر پارہ عم کو مرحلہ طریقہ پر طبع کرنا بھی بظاہر درست ہوگا، البتہ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بچے یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اصلی ترتیب یہی ہے، بلکہ ذہن نشین کرادیا جائے کہ تم کو خلاف ترتیب پڑھایا جا رہا ہے، اصلی ترتیب وہ ہے جو قرآن پاک میں ہے، پارہ عم کے بعد حاجت باقی نہیں رہتی، بلکہ عامۃ اتنی شناخت ہو جاتی ہے کہ سہولت شروع سے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔
بائیں ہمہ ترتیب کے ساتھ پڑھانا اور طبع کرانا اصل کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے

سوال [۱۱۳۰]: قرآن حکیم کی ترتیب آیات اور سورتوں کی ترتیب قطعی ہے یا ظنی؟ اس ترتیب موجودہ کا منکر کافر ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
عاشق علی دہلوی

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ترتیب توقیفی ہے، بعض جگہ اختلاف بھی ہے، اس کا منکر کافر نہیں، گنہگار ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (سورة الحجر: ۹)

(۲) ”انعتقد إجماع الأمة على أن ترتيب آيات القرآن الكريم على هذا النسب الذي نراه اليوم بالمصحف، كان بتوقيف من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن الله تعالى إنه لا مجال للرأى والاجتهاد فيه“۔ (مناهل العرفان فی علوم القرآن: ۱/۳۳۹، ترتيب آيات القرآن . دار إحياء التراث العربی) =

کیا قرآن کے چالیس پارے ہیں؟

سوال [۱۱۳۱]: اگر زید کہے کہ قرآن پاک تو مولوی لوگوں کے لئے ۳۰/ پارے ہیں، حالانکہ اصل قرآن پاک ۴۰/ پارہ کا ہے، پوچھنے پر پیر نے جواب دیا کہ ۱۰/ پارے پیر کے قلب میں ہیں۔ تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عقیدہ رکھنا سخت گمراہی اور بد دینی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۹ھ۔

قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم

سوال [۱۱۳۲]: یہ قرآن کریم فرقان حید کے مکمل تیس پارے ہیں، مگر ایک فرقہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کل چالیس پاروں میں اترا ہے، ظاہر تیس پارے اور مشائخ کے سینہ میں پوشیدہ دس پارے سینہ بسینہ چلے آ رہے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے، یہ غلط ہے تو اس جماعت کو کیا کہنا چاہئے؟

= "وقال السيوطي ما نصه : الذي يشرح له الصدر ما ذهب إليه البيهقي ، و هو أن جميع السور ترتبها توقيفي الإبراءة والأنفال " (مناهل العرفان : ۱/ ۳۵۰، ترتيب السور ، دار إحياء التراث العربی)

(و كذا في الإنقان : ۱/ ۱۱۶ ، النوع الثامن عشر ، دار ذوی القربی)

(ومروقة المفاتيح : ۴/ ۶۲ ، ۶۳۰ ، كتاب فضائل القرآن ، رشیدیہ)

(۱) "اعلم أن من استخف بالقرآن أو المصحف أو بشيء منه أو سهما، أو جحدته أو حرفاً منه أو آية، أو كذب به أو بشيء منه، أو كذب بشيء مما صرح به من حكم أو خبر، أو أثبت ما نفاه أو نفى ما أثبتته على علم منه بذلك، أو شك في شيء من ذلك، فهو كافر عند أهل العلم بإجماع، قال الله تعالى: ﴿ لا تأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه، تنزیل من حکیم حمید ﴾ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، الفصل التاسع، الحكم بالنسبة للقرآن : ۲/ ۲۹۳، دار الأرقم)

الجواب حامداً ومصلیاً :

یہ فرقہ قرآن کریم کو مخزف مانتا ہے، اس کا ایمان قرآن پر نہیں (۱)، جب پورا قرآن بھی اس کے پاس نہیں تو یہ اہل کتاب بھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۳/۹/۹۰ھ۔

سورہ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟

سوال [۱۱۳۲]: سورہ فاتحہ قرآن مجید کی سورہ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کون سے پارہ کی سورہ ہے؟ نیز یہ کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھنے سے نماز میں تو کوئی قصور واقع نہیں ہوتا؟ نیز شان نزول وغیرہ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورہ فاتحہ (الحمد شریف) بالیقین کتاب اللہ قرآن شریف کی سورت ہے، مصحف عثمانی میں سب سے پہلے سورہ فاتحہ ہے، اس کے بعد سورہ بقرہ ہے، بچوں کی تعلیم میں سہولت کی خاطر پارہ عم میں خلاف ترتیب سورتیں لکھی گئی ہیں۔ سورہ فاتحہ نماز میں (امام، منفرد کے لئے) پڑھنا واجب ہے، اور اس کے ساتھ سورت یا تین آیات کی مقدار پڑھنا بھی واجب ہے (۲) اور نفس قرآن فرض ہے، اگر صرف فاتحہ پر کفایت کی تو نفس قرأت کا فریضہ اور سورہ فاتحہ کا وجوب تو ادا ہو گیا (۳) مگر ضم سورہ کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ اگر بھولے سے واجب ترک ہو جائے تو سجدہ سہولاً لازم ہوتا ہے، عداً، جب ترک کرنے سے اعادہ نماز واجب ہوتا ہے (۴)۔ شان نزول اور مزید معلومات

(۱) ”و جواب این مطعن راجح تعالیٰ خود متکفل شد، چائے کہ فرمودہ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ہرچہ در حمایت و کفایت الحی باشد بشر اچہ امکان کہ در ان نقص و کمی را راہ دیدہ اھ۔“ (تختہ اشاعریہ، باب دوم در مکاتذ شیعہ و طریق اضلال و تلمیس، کید سیزدہم، ص: ۴۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”تجب قراءة الفاتحة و ضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأوليين بعد الفاتحة، كذا في النهر النائق“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلاة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة: ۱/۷، رشیدیہ)

(۳) ”الفصل الأول فی فرائض الصلاة و منها القراءة، و فرضها عند أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ یتأدی بآیة واحدة الخ“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلاة: ۱/۶۹، رشیدیہ)

(۴) ”الأصل فی هذا المتروک ثلاثة أنواع: فرض وسنة و واجب وفي الثالث إن ترک =

”باب المستقوال“، ”الدرا المنثور“ (۱)، ”مفتاح الغیب“ (۲) وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۰ھ۔

کتب سماویہ کی زبان

سوال [۱۱۳]: تورات، زبور، انجیل، صحف ابراہیم و موسیٰ کس زبان میں تھیں، عربی یا سریانی؟
سوائے تاریخ کے قرآن وحدیث سے ان کتابوں کی زبان کی تحقیق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو تحریر فرمائیے اور اگر صرف تاریخ ہی سے پتہ چلتا ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمائیے، جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و حضرت داؤد علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نزول ہر کتاب کا عربی زبان میں ہوا پھر ہر رسول نے اس کتاب کا اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا اور اس کو سمجھایا، قیامت کو سب کی زبان سریانی ہوگی پھر لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ان کی زبان عربی ہو جائے گی، سفیان ثوری سے ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے، کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۷۷ (۳)۔ شیخ

= ساهياً يجبر بسجدة السهو، وإن ترك عامداً، لا لا يجب السهو في العمد، وإنما تجب الإعادة جبراً لنقصانه، كذا في البحر الرائق وإذا ترك الفاتحة في الأولين أو أحدهما يلزمه السهو“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۱/۲۶، رشيدية)

(۱) (الدرا المنثور في التفسير الماثور، سورة الفاتحة: ۱/۵۰۳، مؤسسة الرسالة، بيروت)
(و كذا راجع لتفصيل الإتيان للسيوطي، المسئلة الخامسة لنزول الآية أسباباً متعددة الخ الإتيان، النوع التاسع معرفة سبب النزول: ۱/۶۴، ذرى القريب)

(۲) (التفسير الكبير: ۱/۲۱۶-۲۱۸، اشراط الفاتحة في الصلاة، دار الكتب العلمية، طهران)
(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹۵، تنمات فيما يكره من القرآن، سهيل اكيّمي)
(و الفتاوى العالمكيريّة: الباب الخامس في آداب المسجد والمصحف: ۵/۳۲۳، رشيدية)

(۳) ”وقال سفیان الثوري: لم ينزل وحى إلا بالعربية، ثم ترجم كل نبى لقومه، واللسان يوم القيامة بالسريانية، فمن دخل الجنة تكلم بالعربية. رواه ابن أبى حاتم“۔ (تفسير ابن کثیر: ۳/۴۶۳، الشعراء، تحت قوله تعالى: ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾ رقم الآية: ۱۹۵، دار السلام، ریاض)

عبدالوہاب شمرانی نے البواقیت والجواهر: ۱/۹۴، میں لکھا ہے: کہ قرآن، تورات، انجیل، سب کلام اللہ ہیں، اول عربی میں، ثانی عبرانی میں، ثالث سریانی میں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ۔

غیر عربی میں قرآن لکھنا

استفتاء سوال [۱۱۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین اس بارے میں کہ مقامی ایک نیم عالم صاحب نے قرآن حکیم کو بگلہ خط میں اور ترجمہ میں لکھا ہے، جس کے شروع میں کہتے ہیں ”کہ یہ حروف بنگالیوں کے لئے ہیں“۔ لفظ بنگالی کی تشریح نہیں کی، آیا بنگالی مسلمانوں کے لئے ہے یا اور کسی کے لئے ہے۔ یہ تو سرفی ہوئی، دوسرے صفحہ پر انھوں نے **ملاحظہ** کو (لفظ) اس شکل میں لکھا ہے، لوگوں نے دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ ہماری چیز تھی جو ہندوؤں نے لے لی، نیز ”مذہب اسلام کیا ہے“ اور ”مسلمان کسے کہتے ہیں“ عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ ”مسلمان اسے کہتے ہیں جو موسیٰ، عیسیٰ، محمد، کرشن جی پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو نبی مانتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”ہا کر“ یعنی ذاکیر، ہر کارے بتلایا ہے، حضور اکرم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تکریم کے مناسب الفاظ بھی لانا اپنی دانست میں مناسب نہ سمجھا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ: بگلہ خط میں قرآن حکیم لکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”قال اشہب رحمہ اللہ تعالیٰ: سئل ما نك هل یكتب المصحف علی ما أحدثہ الناس من الہجاء؟ فقال: لا إلا علی الکتبۃ الأولى. رواہ الدارانی فی المقنع. ثم قال: ولا مخالف لہ من علما، الأمة. وقال الإمام أحمد: یحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی واو أو یاء أو ألف أو غیر ذلك۔ وقال البیہقی فی شعب الإیمان: من یكتب مصحفاً ینبغی أن یحافظ علی الہجاء التي كتبوا بہ تلك المصاحف، ولا یخالفہم، ولا یغیر ما كتبوا شیئاً فإنہم كانوا أكثر علماً وأصدق قلباً ولساناً وأعظم أمانة مناء فلا ینبغی أن نظن بأعیننا استدراكاً علیہم اھ۔“
(۱) ”فإن عبر عن کلام اللہ تعالیٰ بالعربیة كان قرآناً، وبالسریانیة كان إنجیلاً، وبالعبرانیة كان توراتاً۔“

(البواقیت، الجواهر للشمرانی، ص: ۹۴، مکتبہ عباس بن عبد السلام، مصر)

اتقان، النوع السادس والسبعون: ۱۹۶/۲ (۱)۔

”وصرح بتحريم كتابته بالعجمية في الفتاوى الكبرى: ۱/۳۸ (۲): قال بعض أئمة القراء: ونسبته إلى مالك؛ لأنه المستعمل عن المسئلة، وإن لا فهو مذهب الأئمة الأربعة، وقال أبو عمرو: ولا مخالف له في ذلك من علماء الأمة، وقال بعضهم: والذي ذهب إليه مالك هو الحق؛ إذ فيه بقاء الحالة الأولى إلى أن يتعلم الآخرون، وفي خلافها تجهيل آخر الأمة أولهم وإذا وقع الإجماع كما ترى على منع ما أحدث الناس اليوم من مثل كتابة الربو بالألف مع أنه موافق للفظ الهجاء، فمنع ما ليس من جنس الهجاء أولى، وزعم أنه كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهدة، فلا يلتفت لذلك على أنه لو سلم صدقه، لم يكن مبيحاً لإخراج ألفاظ القرآن عما كتبت عليه وأجمع عليه السلف والخلف اهـ“۔ والمسئلة مذكورة في آكام النفائس أيضاً، ص: ۲۴ (۳)۔

عبارات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصنف عثمانی کے رسم خط کی رعایت و متابعت لازم و ضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگرچہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ بالا جماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے: طاء، حاء، ض، ظ، وغیرہ، یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل و صورت ہے تو لا محالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عہد تحریر و تخییر ہے جو کہ حرام ہے۔ البتہ اگر متن قرآن کریم تو

(۱) (الإتقان في علوم القرآن: ۲/۳۲۸، النوع السادس والسبعون، في مرسوم الخط وآداب كتابته، دار ذوی القربی)

(۲) (الفتاوى الكبرى للفقهاء: ۱/۳۸، باب النجاسة، المكتبة الإسلامية، ترکی)

(۳) (آكام النفائس، ص: ۵۳، في ضمن رسائل الكنوي: ۳/۳۸۵، إدارة القرآن)،

(رکذا فی الإتقان فی علوم القرآن، للسیوطی: ۱/۱۶۱-۱۲۹، النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبہ، دار ذوی القربی)

عربی اصل رسم خط میں ہو، اور اس کا ترجمہ و تفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مظاہر علوم سہارنپور

سلف صالح کا اتباع اور پیروی ضروری ہے اور اسی میں ہماری فلاح اور سعادت ہے۔ فقط۔ ذکر یا قدوسی

الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق عفی عنہ مدرسہ ہذا۔ ہذا الجواب ہو الحق وبالاتباع الحق، امیر احمد کاندھلوی کان اللہ

الجواب صحیح: عبد الرحمن غفرلہ۔ احقر علیم اللہ مظاہری عفا اللہ عنہ۔

اردو میں قرآن پاک پڑھنا

سوال [۱۱۲۱]: آج کل لوگ اردو کا قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، ایسے قرآن شریف پڑھنا یا

خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی کے ساتھ

ترجمہ بھی ہو تو درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۱۱/ ۱۴۰۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۱۱/ ۱۴۰۵ھ۔

(۱) قال المحقق ابن ہمام: "و فی الکافی: إن اعتاد القرآن بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفاً بها

یسمنع، فإن فعل آية أو آيتين لا، فإن کتب القرآن و تفسیر کل حرف و ترجمته جاز الخ" (فتح القدیر،

باب صفة الصلاة: ۱/ ۲۸۶، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وکذا فی رد المحتار: ۱/ ۲۸۶، مطلب فی بیان المتواتر والشاذ، سعید)

(وکذا فی مناهل العرفان: ۲/ ۳۸، دار احیاء التراث العربی)

ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے

سوال [۱۱۳۷]: قرآن شریف کو بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا چھاپنا منع ہے، اتفاق میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے (۱)۔

قال العلامة الشامي: "في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع اهـ"، شامي: ۳۲۶/۱ (۲)۔

اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

قرآن کریم ہندی میں لکھنا

سوال [۱۱۳۸]: ہندی میں جو قرآن کریم جماعت اسلامی ہند نے شائع کیا ہے اس کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور عربی رسم الخط عربی قرآن جو ہے، اس کو تلاوت کرتے ہیں تو ان میں افضل کون ہے، عربی رسم الخط یا ہندی، کس کی تلاوت کا ثواب زیادہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الفتاویٰ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں (۳)۔ اتفاق

(۱) (الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط الخ: ۳۲۸/۲، ذوی القربی)

(۲) (رد المحتار: ۳۸۶/۱، مطلب في بيان المتواتر والشاذ، سعيد)

(کذا في فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۲۸۶/۱، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(ومناهل العرفان: ۳۸/۲، دار إحياء التراث العربی)

(۳) "و في الكافي: إن اعتاد القرآن بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع، فإن فعل آية أو آيتين لا، فإن

كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز الخ"، (فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۲۸۶/۱، مصر) =

میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے (۱)۔ ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مستخرج ہو جائیگی، ج، ذ، ز، ش، ظ میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج و صفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا۔ استعلاء، طباق، استطالت، سب کچھ ضائع کر دیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عند دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

اُڑیہ زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا

سوال [۱۱۳۹]: ہمارے علاقے میں اپنی صوبائی زبان اُڑیہ زبان کے علاوہ کسی اور زبان کو عام طور پر صحیح نہیں جانتے، اکثر لوگ دوسری زبان سے بالکل ہی ناواقف ہیں، خاص طور پر عربی اور اردو زبان سے بالکل نابلد ہیں، لہذا احکام اسلام سیکھنے کے مشتاق ہونے کے باوجود سیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے ان لوگوں کی خواہش ہے کہ احکام اور ارکان اسلام اور تمام ضروری مسائل اُڑیہ زبان میں شائع کرائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، لہذا کیا اس مجبوری کی صورت میں مندرجہ ذیل مسائل و احکامات اُڑیہ زبان میں سیکھ سکتے ہیں؟

۱..... کیا کلام اللہ کی چھوٹی چھوٹی سورتیں جو نماز کے لئے ضروری ہیں اس کو اُڑیہ زبان میں لکھ سکتے ہیں؟

۲..... کیا کلام اللہ کی اسلام اور ارکان اسلام کی فضیلت والی آیتیں اور دعائیں بھی لکھ سکتے ہیں؟

۳..... کیا احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فضائل و احکام سے متعلق ہیں، نیز دوسری دعائیں ان کو بھی لکھ سکتے ہیں؟

۴..... کیا اس مجبوری کے تحت کلام اللہ کی تفسیر و ترجمہ اس متعلقہ زبان میں کر سکتے ہیں؟ براہ کرم مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مع دلائل وحوالہ کتب ووضاحت کے ساتھ بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

= (و کذا فی رد المحتار: ۴۸۶/۱، مطلب فی بیان المتواتر والشاذ، سعید)

(۱) "وقال اشهب: سنبل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الہجاء؟ فقال: لا، إلا علی الکتابۃ الأولى..." وقال الإمام أحمد: یحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضی اللہ عنہ فی واو، اویاء أو ألف أو غیر ذلک". (الإتقان فی علوم القرآن النوع السادس والسبعون، فی مرسوم الخط واداب کتابتہ: ۳۲۸/۲، دار ذوی الصری)۔

(و کذا فی مناهل العرفان فی علوم القرآن: ۳۸/۲، دار احیاء التراث العربی)

نقطہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم اور احادیث کی دعائیں اصل عربی رسم الخط میں لکھ کر ان کا ترجمہ اور تفسیر اور تشریح اپنی اُردو زبان میں کر سکتے ہیں۔ فتح القدیر اور دیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے (۱)۔ محض اُردو یا کسی اور زبان میں (عربی کے علاوہ) قرآن پاک کو لکھنا بالاجماع ناجائز ہے، کذا فی الإنقار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۸۹ھ۔



(۱) قال المحقق ابن همام رحمه الله تعالى: "و في الكافي: إن اعتاد القرآن بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع، فإن فعل آية أو آيتين، لا، فإن كتب القرآن و تفسیر كل حرف و ترجمته جاز الخ". (فتح القدیر، باب صفة الصلاة: ۲۸۶/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(و كذا في رد المحتار: ۲۸۶/۱، مطلب في بيان المتواتر والشاذ، سعيد)

(۲) "وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبه الأولى..... وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضي الله عنه الخ". (الإنقار: ۳۲۸/۲ النوع السادس والسبعون، في مرسوم الخط و ادا ب كتابته، دار ذوی القربی).
(و كذا في مناهل العرفان في علوم القرآن: ۳۸/۲، دار إحياء التراث العربی)

حفظ قرآن کا بیان

حفظ قرآن اور ختم فرض ہے یا سنت؟

سوال [۱۱۲۰]: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدنيا والاخرة: ہر شخص پر عمر بھر میں ایک ختم قرآن شریف پڑھنا یا سنتا فرض عین ہے یا سنت موکدہ؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

حفظ قرآن کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے (۱)، تراویح میں ہر سال پڑھنا یا سنتا سنت موکدہ ہے اور ہر چالیس روز میں ایک مرتبہ ختم کرنا مستحب ہے، کذا فی الدر المختار: ۱/۷۲۹ (۲)، والہندیہ: ۱/۳۱۷ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۱/۶۰ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/ذیقعدہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/ذیقعدہ/۶۰ھ۔

کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں مضر ہے؟

سوال [۱۱۲۱]: بکر کہتا ہے کہ کل کلام پاک کا حفظ کرنا۔ نعوذ باللہ۔ ایسا ہے کہ جیسے گندی تالی میں

(۱) ”قوله: وحفظ جميع القرآن الخ. أقول: لا مانع من أن يقرأ: جميع القرآن من حيث هو يسمى فرض كفاية وإن كان بعضه فرض عين وبعضه واجباً.“ (رد المحتار: ۱/۵۳۸، مطلب فی الفرق بین فرض العین و فرض الكفاية، سعید)

(و کذا فی الحلبي الكبير: ص: ۴۹۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۲) ”ينبغي لحافظ القرآن في كل أربعين يوماً أن يختم مرة.“ (الدر المختار: ۶/۵۷، مسائل شتی عقیب کتاب الفرائض، سعید)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۷، رشیدیہ)

عطر کا چھڑکنا کہ بعد حفظ نہ کلام پاک کا احترام کیا جاتا ہے نہ یاد رکھا جاتا ہے جس کی ذمہ داری استاذ پر ہے، ممکن ہے کہ قیامت میں استاذ کی پکڑ ہو۔

عمر، بکر کو کہتا ہے کہ ایسے پر فتن زمانے میں مسلمانوں کو کلام پاک کا حفظ کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ بچے دین سے واقف رہیں، اور کلام پاک کو بھلا دینا یہ ان کا اپنا فضل ہے، استاذ پر کوئی ذمہ داری نہیں، استاذ کو حفظ کلام پر آمادگی ورثہ و ذمہ داروں کی ہے اور وہ اساتذہ دوہرے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ کس کا قول صحیح ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

عمرہ قول درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

جس کو کلام پاک کچا یاد ہو، کیا وہ بھی بخشش کرائے گا؟

سوال [۱۱۲۲]: ایک آدمی نے حفظ کرنا شروع کیا اور پورا کر لیا، ایسا کیا کہ جو پارہ استاذ کو سناتا ہوا اور سنایا مگر سناتے وقت دسیوں غلطیاں ہوئیں اور کبھی غلطیوں کی وجہ سے بھگا دیا کہ جاؤ یاد کرو، ابھی یاد نہیں ہے، ایسے ہی قرآن شریف فتم ہو گیا اور رمضان میں کبھی قرآن شریف (تراویح) پورا نہیں کیا، بس دو پارہ پارے سنایا اور حفظ وغیرہ کی پگڑی وغیرہ کچھ نہیں بندھی۔ ایسے شخص کو حافظ مانا جائے گا یا نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ حافظ دس آدمیوں کو بخشوانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ یہ حافظ بہت بیمار رہتا ہے یعنی زکام اور خواب ہو جانے کا بہت بڑا مرض ہے، لگاتار اس مرض میں مبتلا ہے، اس لئے دماغ کی کمزوری بہت رہتی ہے، صحیح یاد نہیں ہوتا، چھوٹی چھوٹی سورتیں تک بھول جاتا ہے۔ قیامت کو یہ حافظ اللہ تعالیٰ کے ہاں اندھا تو نہیں اٹھایا جائے گا؟ قرآن شریف دیکھ کر روزانہ پڑھتا ہے ایک دو پارہ، مانہ نہیں کرتا، پنج وقتہ نماز پڑھتا ہے، امام بھی ہے۔

(۱) حضرات فقہائے کرام نے قرآن مجید کے حفظ کرنے و فرض کفایہ لکھا ہے: قال العلامة التمر تاشی: "حفظ جميع

القرآن فرض کفایہ" (الدر المختار: ۵۳۸/۱، مطلب فی الفرق بین فرض العین و فرض الکفایہ، سعید)

(و کذا فی الحلبي الكبير: ۴۹۵، سهيل اكيذمي)

(و فتاویٰ قاضی غسان علیٰ ہامش العالمگیریہ: ۲۳۸/۱، فصل فی مقدار القراءة فی التراويح، مکتبہ

رشیدیہ، کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ روزانہ دیکھ کر تلاوت کرتا رہتا ہے اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے محنت کے باوجود یاد نہیں ہوا تو وہ اندھا نہیں اٹھایا جائے گا (۱) اور اس کو محنت کا پورا اجر ملے گا (۲) اور امید ہے کہ وہ بخشش بھی کرا دے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا حافظ کو غیر حافظ پر فوقیت ہے؟

سوال [۱۱۳]: زید کہتا ہے کہ حاجی مقتدی پر حافظ قرآن کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر حافظ پر حافظ کو فوقیت حاصل ہے، امام کو مقتدیوں پر فوقیت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۵ھ۔

(۱) اندھا اٹھائے جانے کی وعید ایسے شخص کے حق میں ہے کہ جو قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو، ورنہ توبہ و حید نہیں: "والنسیان عندنا ان لا يقدر ان يقرأ بالنظر، كذا في شرح شرعة الإسلام". (بذل المجہود فی حل ابی داؤد: ۲۶۶/۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها، قالت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: قال: "الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة، والذي يقرأ القرآن، ويتتعتع فيه، وهو عليه شاق، له اجران". (الصحيح للبخاری، کتاب فضائل القرآن، رقم الحديث: ۴۹۳۷، دار السلام، ریاض)

(۳) "الأولی بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة..... فإن تساوا فأقرؤهم: أي أعلمهم بعلم القراءة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الخامس فی الإمامة: ۸۳/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المختار، باب الإمامة: ۵۴۷/۱، سعید)

وقال عليه الصلاة والسلام: "يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، فإن كانوا في القراءة سواء النخ".

(الحلی الكبير، فصل فی الإمامة، ص: ۵۱۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

ہستی میں کوئی حافظ نہیں

سوال [۱۱۴۴]: ہماری ہستی میں کوئی حافظ نہیں ہے، زید کہتا ہے کہ حفظ کرنا فرض کفایہ ہے، اس ہستی کے سب لوگ گنہگار ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑی حرومی کی بات ہے کہ وہاں پر کوئی حافظ نہیں، کوشش کر کے حفظ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۵ھ۔

قرآن شریف بھول جانے پر وعید

سوال [۱۱۴۵]: ایک شخص نے قرآن شریف کو حفظ کیا تھا لیکن غفلت سے بھول گیا، اب ضعیفی میں اس کو خیال ہوا، لیکن یاد نہیں ہوتا، اگر اس کے بجائے نفل نمازوں کی کثرت کرے تو کیا اس وعید سے بچ سکتا ہے جو یاد کر کے بھلا دیئے پر ہے یا یاد کرنے میں لگا رہنا بہتر ہے، خواہ یاد ہو یا نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ وعید اس وقت ہے کہ دیکھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہ ہو، بذل المجہود: ۱/۲۶۶ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال العلامة الشمر تاشی: "و حفظ جميع القرآن فرض كفاية". وقال ابن عابدين: "فرض الكفاية" معناه فرض ذو كفاية: أى يكفى بعصولة من أى فاعل كان". (رد المحتار، مطلب فى الفرق بين فرض العين و فرض الكفاية: ۱/۵۳۸، سعيد)

(و كذا فى الحلبي الكبير: ۴۹۵، سهيل اكيڤمى)

(۲) "والنسيان عندنا أن لا يقدر أن يقرأ بالنظر، كذا فى شرعة الإسلام". (بذل المجہود فى حل أبى داؤد: ۱/۲۶۶، باب فضل كنس المسجد، مكتبة املاديه ملتان)

وفى الحلبي الكبير: "والنسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف". (ص: ۴۹۸، تنمات فيما يكره من القرآن، سهيل اكيڤمى)

قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا

سوال [۱۱۴۶]: جو شخص حافظ ہے قرآن مجید بھول گیا، کیا حافظ کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ بھول جانے والا گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن مجید کو یاد کر کے بھلا دینا بہت بڑی ناقدری ہے اور ایک نعمت عظمیٰ کی ناشکری ہے اور ناشکری پر وعید آئی ہے: ﴿وَلَنُكْفِّرَنَّكُمْ وَلَنُكَفِّرَنَّكُمْ﴾ (الآیہ) (۱)۔

ایسے شخص کو خود حافظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، اگر لوگ اس اعتبار سے حافظ کہیں کہ اس نے حفظ کیا تھا تو گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/۶۷ھ۔

درجہ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا

سوال [۱۱۴۷]: معبود مدرسہ عرصہ دراز سے بغرض ترویج امور دینیہ قائم ہے، حفظ قرآن کی تعلیم تھی، اس کے ساتھ ساتھ بغیر درجہ بندی اردو کی بھی تعلیم ہوتی تھی مگر حفظ قرآن کو غلبہ رہا۔ اسی درجہ میں طلبہ کی کثرت رہی اور بحمد اللہ حفظ کا اچھا خاصا کام ہو رہا تھا، سرکاری ہندی وغیرہ کے پرائمری اسکول تھے جو خالص دنیوی اور عقائد شکن تھے، ایسی صورت میں مسلم لڑکوں کا کتنا عقیدہ خراب ہوتا تھا نا گفتہ بہ ہے۔ حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے سرپرستانہ مدرسہ نے معبود مدرسہ کے اندر باقاعدہ درجہ بندی کرا کے پرائمری کا

(۱) (سورۃ ابراہیم: ۷)

قال الحافظ ابن کثیر: " (ولئن کفرتم) : ای کفرتم النعم و سترتموها و جحدتموها (ان عذابہ لشدید) و ذلک بسلبها عنهم و عقابہ ایامہ علی کفرها"۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۹۰، دار السلام ریاض)
لیکن قرآن کریم بھلا دینے کا معیار یہ ہے کہ قرآن کریم دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے: "إذا حفظ الإنسان القرآن، ثم نسيه، فإنه يائس، و تفسیر السیاق ان لا یمكنه القراءة من المصحف الخ"۔ (فتاویٰ العالمگیریہ: ۳۱۷، ۵، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح و قراءۃ القرآن، رشیدیہ)

نصاب قائم کرایا اور انجمن سے الحاق کرایا تاکہ لڑکے پرائمری تک اس میں تعلیم حاصل کریں عقائد کی درستگی کے ساتھ، پھر آگے انگریزی میں داخل ہونا چاہیں تو الحاق ہونے کے ناطے اسی سرٹیفکیٹ سے بلا رکاوٹ داخلہ لے لیں تاکہ کم از کم ابتدائی تعلیم تو ایسی رہے کہ ان کے اندر اسلامی داغ بیل پڑی رہے۔ ظاہر ہے اس نظریہ کے فوائد سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ سارے اخراجات کی تکمیل انہیں رقوم سے کی گئی جو خالص قرآن کی تعلیم و دینیات کے لئے آتی رہیں۔ اور پرائمری تعلیم کے لئے یہ تصنیف انہیں طلباء کے اندر کی گئی جو غالب طور پر حفظ قرآن کے لئے رہتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درجہ پرائمری کو عروج و فروغ ہوا اور عوام بھی کسی حد تک زمانے کے ساتھ ہو جانے کے باعث مطمئن ہو گئے اور پرائمری کے وجود سے طلبہ کی تعداد میں بھی غیر متوقع اضافہ ہوا، گو کہ یہاں سے نکل کر انگریزی مدرسہ میں داخل ہو جانے کے بعد نہ تو اس کی زبردلی فضا سے وہ بچ سکے اور نہ خود اپنی بنیادی ساکھ جس پر انہیں چند سال تک باقی رکھا گیا تھا محفوظ رہ سکے، اس طرح درجہ پرائمری کے وجود کا اولین مقصد تقریباً فوت ہو گیا۔

اس کے برعکس درجہ حفظ و دینیات پر یہ اثر پڑا کہ اس درجہ میں طلبہ انتہائی قلیل و محدود رہ گئے، جہاں سال میں کئی جدید طلباء داخل ہوتے رہے وہ درجہ بندی کی زد میں آ گئے اور جو پرائمری سے نکلے وہ انگریزی کے پیچھے دوڑ پڑے، اس کے لئے گویا کہ مدرسہ نے ہی راستہ ہموار کیا۔ مزید غضب یہ ہوا کہ طلباء قدیم ماحول نہ پا کر نیز درجہ کا شیرازہ بکھر جانے کے باعث خود درجہ حفظ والے بھی چھٹنے لگے اور مدرسہ کے غیر تجربہ کار اراکین کا موبہوم ارتقائی فلسفہ قیام مدرسہ کے اولین مقصد عظیم کے لئے ناسور بن گیا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ نہ تو انہیں اس کا احساس ہے نہ اس پہلو سے وہ سوچنے کے عادی ہیں۔ ایسی صورت میں مدرسہ کا موجودہ طریقہ تعلیم باقی رکھ کر حفظ قرآن کی زیاں کاری برداشت کی جائے، یا سابق طریقہ تعلیم کو مکرر معرض وجود میں لایا جائے؟ حضرات مفتیان کرام آراء عالیہ سے بہرہ ور فرمائیں۔ تفصیل پر مجموعی حیثیت سے روشنی ڈالیں اور مفہوم کا اجمال درج ذیل ہے:

۱۔ قرآن پاک اور عربی تعلیم کے طلبہ کے لئے آنے والی زکوٰۃ و صدقات کی رقوم سے پرائمری درجوں کو چلانا اگر مآل کے اعتبار سے وہ انگریزی کا زینہ نہیں تو کیا حکم ہے؟

۲۔ درجہ پرائمری کے قیام سے گو وہ مصلحت ہی ہو اور عامۃ المسلمین کے اصرار و خواہش کے مطابق ہی ہو مگر درجہ حفظ کی تعلیم پر غیر معمولی اثر نہ پڑے تو کیا حکم ہے؟

۳..... مدرسہ کا ایسا عملہ جس میں فساق و فجار غالب ہوں اور مدرسہ کے تعلیمی و تربیتی نشوونما کے طریقوں سے یکسر ناواقف ہوں، ان کی عہدہ داری کیا حیثیت رکھتی ہے؟

نسیم اللہ مظاہری، مدرسہ باب العلوم، قصبہ بالوگنج، پرتاب گڑھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

انداز سوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس کے متعلق سوال کر کے کوئی جواب حاصل کیا گیا ہے، اگر ایسا ہے تو بہتر ہوتا کہ وہ سوال، جواب بھی ہر شے ارسال کر دیا جاتا، نوعیت سوال کے پیش نظر جواب کا بدل جانا کچھ مستبعد نہیں۔ موجودہ سوال کا جواب نمبر وار تحریر ہے:

۱..... جائز نہیں (۱)۔

۲..... اجازت ہے (۲)۔

۳..... مضر و ممنوع ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال الحافظ ابن كثير في تفسير هذه الآية: "يا امرؤ تعالیٰ عباده المؤمنين بالمعاصرة على فعل الخيرات و ينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم الخ". (تفسير ابن كثير: ۱۰/۲، سورة المائدة، مكتبة دار السلام، رياض)

(و كذا في أحكام القرآن: ۲/۲۲۹، قديمي)

(۲) "أو إن غرس للمسجد لا يجوز صرفها إلا إلى مصالح المسجد الأهم فالأهم كسائر الوقوف". (البحر الرائق: ۵/۳۴۲، كتاب الوقف، رشيدية)

(۳) "إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة". (مرقاة المفاتيح: ۹/۳۳۴، كتاب الفتن، رشيدية)

"في الإسعاف: لا يؤكلى إلا أمين قادر بنفسه أو بنالیه أو يستوى فيه الذكر والأنثى الخ".

(الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۰۸، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۵/۳۷۸، كتاب الوقف، رشيدية)

آداب قرآن کا بیان

قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۴۸]: قرآن کو بے وضو چھونا کیسا ہے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ﴿لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ ہے با وضو چھونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ”المطہرون“ سے فرشتے مراد ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بحوالہ تفسیر وحدیث تحریر فرمائیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

﴿لَا يَمْسُهُ﴾ کو اگر خبر مانا جائے تو ﴿مطہرون﴾ سے مراد ملائکہ ہیں اور ضمیر مفعول راجع ہوگی ﴿کتاب مکون﴾ کی طرف جس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اگر اس کو نہیں مانا جائے تو اس سے مقصد یہ ہوگا کہ قرآن پاک کو بلا طہارت کے مس نہ کیا جائے (۱)۔ حافظ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے اس کو اولیٰ قرار دیا ہے اور حدیث عمرو بن حزم کو استدلال میں پیش کیا ہے:

”إنه كتب في كتابه لعمر بن حزم: ولا يمس القرآن إلا طاهر“. فوجب أن يكون نهيہ ذلك بالآية اهـ۔ (أحكام القرآن (۲)۔ فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔

معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ لگانا

سوال [۱۱۴۹]: اگر کوئی معلم قرآن شریف پیٹ کا مریض ہو، اس کا وضو زیادہ دیر تک نہ رہتا ہو،

(۱) ”وقال العوفي: عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: (لا يمسها إلا المطهرون) يعني الملائكة، وعن قتادة (لا يمسها إلا المطهرون) قال: لا يمسها عند الله إلا المطهرون الخ. وقال ابن زيد: زعمت كفار قریش أن هذا القرآن تنزلت به الشياطين، فأخبر الله تعالى أنه لا يمسها إلا المطهرون. وقال الآخرون: (لا يمسها إلا المطهرون): أي من الجنابة والحدث“. (تفسير ابن كثير: ۲/۲۹۸، سهيل اكيذمي لاهور)
(۲) (أحكام القرآن ۳/۲۴۱، قديمي)

(كذا في رد المحتار ۱/۸۹، مطلب في اعتبارات المركب التام، سعيد)

اس کے لئے بغیر وضو کے یا تیمم سے قرآن شریف چھونے میں کچھ گنجائش ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص رومال ہاتھ میں لے کر اس سے چھولیا کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

طلبہ کا بے وضو قرآن پڑھنا

سوال [۱۱۵۰]: طلباء کو قرآن شریف وضو سے پڑھنا چاہئے یا بلا وضو، اگر پانی کا طلباء کے لئے

انتظام نہ ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو طلبہ بالغ ہوں ان کو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر با وضو پڑھنا چاہئے (۲) اور جو نابالغ ہوں ان کو بلا

وضو بھی ہاتھ میں لیکر پڑھنا درست ہے (۳)، بالغ طلبہ کو اگر پانی کا انتظام و شواہد ہو تو بلا وضو قرآن شریف کو ہاتھ

نہیں لگانا چاہئے، بلکہ کپڑے یا قلم وغیرہ سے ورق الٹنا چاہئے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ عین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۷/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۶/رجب المرجب/۵۲ھ۔

(۱) فی مجمع الأنهر: "لا يجوز لمحدث من مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح".

(۲/۱، کتاب الطہارۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المختار: ۱/۱۷۳، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی النہر الفانی: ۱/۱۳۳، کتاب الطہارۃ، امدادیہ ملتان)

(۲) "و یحرم بہ تلاوة القرآن بقصده ... و مسہ بالأكبر وبالأصغر من المصحف، إلا بغلاف

متجاف غیر مشرر أو بصرة، بہ یفتی". (الدر المختار: ۱/۱۷۲، ۱/۱۷۳، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی الطحطاوی، ص: ۱۳۳، قدیمی)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریہ: ۱/۳۸، رشیدیہ)

(۳) "و لا یکرہ مس صبی لمصحف و لوح، و لا بأس بدفعہ إلیہ و طلبہ منہ للضرورة؛ إذ الحفظ فی

الصغر كالنقش فی الحجر". (الدر المختار: ۱/۱۷۲، کتاب الطہارۃ، سعید)

(۴) "و لا يجوز لمحدث من مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح، كالخريطة ونحوها".

بے وضو بچوں کو قرآن کریم دینا

سوال [۱۱۵۱]: ودنا بالغ بچے جو پیشاب کرنے کے بعد پانی استعمال نہیں کرتے انہیں قرآن شریف پڑھنے کے لئے دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گنجائش ہے (۱) مگر ان کو طہارت کی ہدایت کی جائے اور عادی بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

ریاحی مریض کے لئے قرآن کا چھونا

سوال [۱۱۵۲]: زید سنہ قرآن پاک حفظ کر لیا ہے، اب وہ پکا کرنا چاہتا ہے، چونکہ اسے تجارت کی غرض سے اکثر سفر کرنا پڑتا ہے اور وہ ریاچی مریض بھی ہے کہ اکثر ریاچ خارج ہوتی رہتی ہے تو اس صورت میں کیا وہ دو ایک مرتبہ وضو بنا کر بار بار قرآن چھو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں وہ شرعی معذور نہیں، اس کو چاہئے کہ رومال یا تولیہ ساتھ رکھے اس سے قرآن کریم کو پکڑے، بلا وضو ہاتھ نہ لگائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة: ۴۲/۲، مكتبة غفاريه كوثه)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۷۲، ۱۷۳، سعید)

(۱) في الدر: "(ولا) يكره (مس صبي لمصحف و لوح) ولا بأس بدفعه إليه و طلبه منه للضرورة، إذ

الحفظ في الصغير كالنقش في الحجر". (الدر المختار: ۱/۱۷۳، كتاب الطهارة، سعید)

(و كذا في الطحطاوى على مراقي الفلاح: ۱۴۴، قديمی)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۹، مطلب في أصح القولين، سهيل اكيذمي)

(و كذا في النناوى العالمكيريہ: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس، رشيدية)

(۲) "لا يجوز لمحدث مس مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح". (مجمع الأنهر،

كتاب الطهارة، ۴۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(كذا في رد المحتار: ۱/۱۷۳، كتاب الطهارة، سعید)

بلا وضوء قرآن کریم لکھنا

سوال [۱۱۵۳]: بلا وضوء قرآن مجید کو لکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اگر کاغذ ہاتھ میں لے کر لکھتا ہے تو ناجائز ہے، اگر کاغذ کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ کاغذ کسی چیز پر رکھا ہوا اور اس پر صرف قلم چلتا ہو تو مکروہ ہے۔ طحاوی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بلا وضوء کتب تفسیر کو ہاتھ لگانا

سوال [۱۱۵۴]: قرآن پاک کی تفسیر جس میں اکثر اردو ہے اور کہیں کہیں قرآن کریم کی آیتیں مکتوب ہیں، ایسی کتاب کو بغیر وضوء ہاتھ لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً :

ایسی کتاب کو بغیر وضوء ہاتھ لگانا درست ہے لیکن جہاں قرآن پاک لکھا ہوا ہو اس کو ہاتھ نہ لگائے، خالی جگہ اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی النہر الفائق: ۱/۱۳۴، کتاب الطہارۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) "وأما كتابة القرآن فلا بأس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض عند أبي يوسف؛ لأنه ليس بحامل للصحيفة، وكره ذلك محمد، وبه أخذ مشايخ بخارى الخ". (حاشية الطحطاوى، ص: ۱۴۴، قدیمی)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۹، الفصل الرابع فی أحكام الحيض، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۱۷۵، مطلب يطلق الدعاء كتاب الطہارۃ، سعید)

(۲) "وقد جوز بعض أصحابنا من كتب التفسير للمحدث لا يجوز من مواضع القرآن منها، وله أن يمس غيرها بخلاف المصحف الخ". (حاشية الطحطاوى، ص: ۱۴۴، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۱۷۷، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی الحلبي الكبير، ص: ۵۹، سهيل الكيدمي لاهور)

کتاب تفسیر کو بلا وضو مس کرنا

سوال [۱۱۵۵]: قاضی، مفتی، طلبہ خصوصاً کتب تفسیر وحدیث پڑھنے والے اگر صاحب اعذار ہوں تو ان کو ان کتابوں کا مس کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں، اگر مکروہ ہے تو کس درجہ کا، مکروہ، نہیں تو کیوں، جو بھی متعین ہو اس کے مرتکب پر شرعاً کیا حکم ہے؟ تصریح اعذار موصوفہ کے رات و دن اکثر اوقات میں ممارست و مزاولت کتب مذکورہ ہوتی رہتی ہیں مثلاً بوقت مطالعہ و تکرار سبق علاوہ اس کے مثلاً مطالعہ کر رہا ہے اتفاق سے نیند آگئی دوبارہ وضو کیا، پھر نیا و نیا اس قسم کا واقعہ پیش آتا رہا۔

فرض کیجئے اگر مقام وضو نیز دور ہو اور موسم سردی بھی ہو اور ان اوقات میں اگر وضو کے پابند ہوں گے تو مذکورہ امور میں سخت نقصان واقع ہوتا ہے اور ان پر سختی نہ رہے کہ اعذار مسطورہ ہوتے ہوئے تیمم کر لینا کافی ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورت مسئلہ میں مس کرنا مکروہ نہیں:

”ویکرہ أيضاً للمحدث ونحوه من تفسير القرآن و كتب الفقه و كذا كتب السنن؛ لأنها لا تخلو عن إيات، وهذا التعيين يمنع من شروح النحو أيضاً، وفي الخلاصة: وكذا كتب الأحاديث والفقه عندهما والأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى انتهى. ووجه قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يسمى ما ساء للقرآن؛ لأنه ما فيه منه بسنن التتابع، فكان كماله توسد خرجاً فيه مصحف أو ركب فوقه في السفر وإن أخذ: أي التفسير و كتب الفقه بكمه لا بأس به: لأن فيه ضرورة لتكرار الحاجة إلى أخذه زيادة على الحاجة إلى أخذ المصحف؛ لأن القرآن يقرأ حفظاً في الغالب بخلاف التفسير والفقه، وهذا الفرق إنما يحتاج إليه على قول من كره من القرآن بالكم اهـ“۔ غنية المستمعي للحلي (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

(۱) (الحلی الكبير، ص: ۵۹ مطلب فی اصح القولین، سہیل اکیڈمی لاہور)۔

بے وضو و غسل کتابیں پڑھنا

سوال [۱۱۵۶]: وہ کتاب جس میں قرآن وحدیث لکھی ہوئی ہو علاوہ فقہ واصول کے مثلاً: نحو کی کتاب ہو تو ایسی کتاب کو بے وضو پڑھنا کیسا ہے؟ اور وہ کتاب جس میں بجز بسملہ کے اور قرآن وحدیث لکھی ہوئی نہ ہو مثلاً: منطق کی کتاب ہے تو ایسی کتاب کو جتنی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز مفسرین کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی نحو کی کتاب کو بغیر وضو پڑھنا درست ہے، ایسی کتاب جب پڑھ سکتا ہے، بروقت ضرورت جائز ہے مگر بہتر نہیں (۱) اور جب چھوئے تو جس جگہ قرآن شریف لکھا ہے اس جگہ پر ہاتھ نہ لگائے (۲)۔ فقط والہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر العلوم، ۲/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۷ھ۔

بے وضو قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ سے معافی

سوال [۱۱۵۷]: ایک آدمی نے بے وضو قرآن پاک اکثر چھوا ہے اور بغیر غسل مسجد میں داخل ہوا ہے اور اکثر ایام حیض میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا ہے، لہذا اب وہ تادم ہے، ڈرتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔ تو اس کا گناہ توبہ سے معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر معاف ہونے کی کوئی اور صورت ہو تو جواب عنایت ہو، جو صورت اس کے لئے مفید ہو حکم فرمایا جاوے تاکہ عذاب سے چھوٹے۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۴۳، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/ ۱۷۷، کتاب الطہارۃ، سعید)

(۱) ”و مندوب فی نیف وثلاثین موضعاً“۔ وفي الرد: فمنها عند..... دراسة علم..... ومس كتب شرعية

تعظيماً لها“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۸۹/۱، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی مداد الفتاح، ص: ۸۹، کتاب الطہارۃ، فصل فی صفة الموضوء، احیاء التراث العربی)

(۲) ”وفي السراج عن الإيضاح: إن كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره

و کذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن“۔ (رد المحتار، کتاب الطہارت: ۱/ ۱۷۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کے سامنے رُوئے، عاجزی کرے اور سچی توبہ کرے، اللہ تعالیٰ تو اب رؤف رحیم ہیں، معاف فرمادیں گے (۱)۔ حسب وسعت کچھ صدقہ بھی دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۱۴۰۷ھ۔

حمائل شریف لئے ہوئے بیت الخلاء جانا

سوال [۱۱۵۸]: کسی شخص کے پاس حمائل شریف ہے اور بڑے استنجے کی حاجت درپیش ہے، اب وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمائل شریف کو اپنے سے الگ کر کے ادب و احترام کے ساتھ کہیں رکھ دے، پھر فراغت حاصل کر لے۔ کہیں جگہ نہ ہو اور حمائل شریف جیب میں ہو اور جنگل میں صاف جگہ بیٹھ کر ضرورت پوری کر لے تب بھی گناہ نہ ہوگا۔

”إذا كان عليه خاتم، وعليه شئ من القرآن مكتوب، أو كتب عليه اسم الله، فدخل المخرج معه يكره، وإن اتخذ لنفسه مبالاً طاهراً في مكان طاهر لا يكره، كذا في

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾ (التحریم: ۸)

وقال الله تعالى: ﴿وَأَسْتَغْفِرُوا لَكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ، إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾ (هود: ۹۰)

(۲) ”(ويستحب أن يتصدق بدينار إن كان) الجماع (في أول الحيض وينصفه إن كان في آخره) أو وسطه كذا قال بعضهم، وقيل: إن كان الدم أحمر فدينار، أو أصفر فنصفه سراج“ (مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/ ۱۱۳، الرسالة الرابعة، منهل الواردين من بحار الفيض على ذخير المتأصلين في مسائل الحيض، مكتبة فاسميه)

”ثم هو كبيرة لو عاصداً متعمداً عالماً بالحرمة، لا جاهلاً أو مكرهاً أو ناسياً، فلهزمه التوبة، ويندب تصدقه بدينار ونصفه“ (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۲۹۸/۱، سعید)

المحیط“۔ (عالمگیری: ۹۴/۱) (۱)۔ فقط والتداعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۲/۹۲ھ۔

قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال [۱۱۵۹]: کمرہ کے دروازے کے سامنے اندر الماری میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، نکلنے

وقت اس کی جانب پشت ہو جاتی ہے تو کیا یہ خلاف ادب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ادب واحترام کے ساتھ رکھا ہوا ہے تو اس طرح نکلنے وقت اس کی جانب پشت ہو جانا خلاف ادب نہیں (۲) فقط۔

قرآن شریف کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال [۱۱۶۰]: قرآن کریم اونچی الماری یا دیوار کے طاق پر رکھا ہے تو چارپائی پر اسی کمرہ میں

اس کی طرف پیر کر کے لیٹنا کیسا ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وما یتب فیہ شی من القرآن نحو الدراہم والقرطاس: ۱/۳۲۳، رشیدیہ)

”رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ، والاحتراز افضل“۔ (الدر المختار)

وفی رد المحتار: ”(قوله: رقیۃ) والظاهر أن المراد بها ما یسمونه الآن بالهیکل والحمائلی المشتمل علی الآیات القرآنیۃ ... الخ“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطہارۃ، قبیل باب المیاء: ۱/۱۷۸، سعید)

(۱) قال العلامة الحصکفی: ”کرہ مدّ رجله فی نوم أو غیره إليها أو إلى مصحف أو شیء من الكتب الشرعیۃ، إلا أن یكون علی موضع مرتفع عن المحاذاة، فلا یکرہ“۔ (الدر المختار: ۱/۵۶۶، مطلب فی أحكام المسجد، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۲۲/۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، رشیدیہ) وقال ابن حجر المکی: ”والأولی أن لا یستدبره ولا ینخطاه ولا یرمیه بالأرض“۔ (الفتاویٰ

الحدیثیہ: ۳۰۷، مطلب: حکم مد الرجل للمصحف، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر قرآن شریف پیروں کی سیدھ میں نہیں بلکہ بلند ہے تو اس میں گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس میں بیوی سے ہمبستری کرنا

سوال [۱۱۶۱]: جس کمرہ میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ اس کمرہ میں

بیوی سے ہم بستر نہ ہونا چاہئے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر قرآن شریف طاق یا الاری میں اونچی جگہ حفاظت سے رکھا ہوا ہے تو اس کمرے میں بیوی سے ہمبستری میں کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

ایک شخص چار پائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے

سوال [۱۱۶۲]: ایک شخص چار پائی پر بیٹھا ہے اور نیچے اسی کمرہ میں ایک شخص قرآن پاک کی

تلاوت کر رہا ہے تو کیا یہ درست ہے یا اس شخص کو چار پائی سے نیچے بیٹھنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

چار پائی پر ایک شخص بیٹھے اس طرح کہ قریب ہی نیچے ایک آدمی قرآن پاک لے کر تلاوت کر رہا ہے تو

(۱) ”مد الرجلین إلى جانب المصحف إن لم یکن بحذاءه لا یکره، وکذا لو کان المصحف معلقاً فی

الوتد و هو قد مد الرجل إلى ذلک الجانب، لا یکره، کذا فی الغرائب“۔ (الفتاویٰ العالمکبیرة:

۳۲۲/۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۶۵۵/۱، مطلب فی احکام المسجد، سعید)

(والفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۳۰۷، مطلب حکم مد الرجل للمصحف، قدیمی کراچی)

(۲) ”یحوز قریبان المرأة فی بیت فیہ مصحف مستور، کذا فی القیة“۔ (الفتاویٰ العالمکبیرة:

۳۲۲/۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۱۷۸/۱، کتاب الطهارة، سعید)

(والفقه الإسلامی و أدلته: ۳۵۱/۱، رشیدیہ)

ہمارے عرف میں یہ چیز خلاف ادب سمجھی جاتی ہے (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۴ھ۔

زینہ کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا

سوال [۱۱۶۳]: زید مسجد کے فرش پر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہے اس کے قریب چار پانچ

گز کے فاصلہ پر ایک بڑا اور زینہ ہے اور زینہ مسجد کی حدود میں ہے، آیا اس صورت میں جب کہ اس زینہ سے

اترتے چڑھتے رہتے ہیں اور زید نے قرآن شریف پر کپڑا ڈال دیا ہے قرآن شریف کی بے ادبی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں زینے پر اترنا چڑھنا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف دور بیٹھ کر

پڑھے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبداللطیف۔

کرسی پر بیٹھنا جب کہ قرآن نیچے رکھا ہو

سوال [۱۱۶۴]: اگر نیچے قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو اور کوئی شخص کرسی پر یا چار پائی پر بیٹھنا

چاہے تو کتنی دور ہو کر بیٹھنا ضروری ہے؟

(۱) ”ولا تقعدوا علی مکان أرفع مما علیہ القرآن“ (حیوة المسلمین لحکیم الأمة، ص: ۵۴، ادارہ

اسلامیات لاہور)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ”اگر ایک ہی مکان اور ایک ہی جگہ ایسی صورت ہو تو عرب

عام میں اس کو بے ادبی قرار دیا جاتا ہے.....“ ”کتب فقہ“ میں تلاش کرنے پر اس صورت کی تصریح تو نہیں ملی مگر عربی بے ادبی

کا مدار عرف عام پر ہے۔ (کفایت المفتی: ۱/۱۲۶، کتاب الحقائق، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (راجع رقم الحاشیہ: ۱)

وفی الفتاویٰ العالمگیریہ: ”لا یلقی فی موضع یخل بالعظیم“ (۵/۳۲۴، الباب الخامس فی

آداب المسجد والقرآن، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً :

جتنی دور سے دوسرا مکان شروع ہوا اور قرآن شریف کی ہے ادبی نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبدالمطیف، ۲۶/رجب/۵۶ھ۔

کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم

سوال [۱۱۶۵]: امام صاحب ایک دینی مدرسہ میں کرسی پر بیٹھ کر تعلیم دیتے ہیں جہاں پر قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس طرح کرسی پر بیٹھ کر تعلیم دینا کہ قرآن پاک نیچے رہے، احترام کے خلاف ہے (۲) اس طریق کو ترک کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۸۹ھ۔

استاذ کرسی پر بیٹھے اور نیچے ٹاٹ پر، اس کا کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۶۶]: ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ ہے اس میں مولوی صاحب تو کرسی پر بیٹھتے ہیں اور ان کے سامنے بچے قاعدہ بغدادی اور قرآن شریف وغیرہ لے کر نیچے ٹاٹ پر بیٹھتے ہیں، یہ طریقہ تعلیم خلاف شرع ہے یا نہیں؟ بچے آتے ہیں اور کھڑے ہو کر میز پر قرآن شریف رکھ کر سبق لے کر چلے جاتے ہیں۔ قرآن

(۱) (راجعہ رقم: ۴)

(۲) ”ولا تقعدوا علی مکان أرفع مما علیہ القرآن“ (حیوۃ المسلمین لحکیم الأئمۃ: ۵۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

وفی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ”لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم“ (۵/۳۲۴، الباب الخامس فی أدب المسجد والقرآن، رشیدیہ)

(و کذا فی کفایت المفتی: ۱/۱۲۶، کتاب العقائد، دار الاشاعت کراچی)

عظیم کی بے حرمتی کرنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم کا یہ طریقہ کہ قرآن کریم لے کر بچے ۸۰ پر یا فرش پر بیٹھیں اور استاذ وہیں کرسی پر تشریف رکھیں خلاف سنت ہے اور احترام قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے اس کی اجازت نہیں (۱) ایسی حالت میں استاذ محترم کو چاہئے کہ کرسی وہاں سے ہٹا دیں اور نیچے ہی بیٹھ کر تعلیم دیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۰ھ۔

ٹیچران کا کرسی پر بیٹھنا جب کہ کتب دینیہ نیچے ہوں

سوال [۱۱۶۷]: کچھ مدارس دینیہ جن میں دینیات کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور دنیاوی بھی اور ٹیچران کرسیوں پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور دینیات کی کتابیں نیچے رکھی ہوتی ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ادب و احترام کے خلاف ہے، اس کی اصلاح کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۵ھ۔

(۱) "ولا تقعدوا علی مکان ارفع مما علیہ القرآن"، (حیوۃ المسلمین لحکیم الأئمۃ: ۵۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

وفی الفتاوی العالمگیریۃ: "لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم"، (۵/۳۲۳، الباب الخامس فی ادب المسجد والقبلۃ والقرآن، رشیدیہ)

(وکذا فی کفایت المفتی: ۱/۲۶، کتاب العقائد، دار الاشاعت کراچی)

(۲) مذکورہ طریقہ ادب و احترام کے خلاف اس لئے ہے کہ اس میں دینی کتابوں کی تعظیم مفقود ہے، جب کہ دینی کتابوں کی تعظیم واجب ہے۔

"رجل اراد أن یقرأ القرآن، فینفی أن یکون علی أحسن أحواله: ینبیس صالح ثیابه، یتعمم ویستقبل القبلة؛ لأن تعظیم القرآن والفقہ واجب، کذا فی فتاوی قاضی خان"، (الفتاوی العالمگیریۃ:

۵/۳۱۶، رشیدیہ)

قرآن پاک کو چومنا

سوال [۱۱۶۸]: قرآن شریف پڑھتے وقت رطل پر جھک کر قرآن شریف کو چومنا یعنی بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف کو چومنا برکت اور تعظیم کی غرض سے درست ہے لیکن اٹھا کر چومنا چاہئے، رطل پر رکھے ہوئے جھک کر نہیں چومنا چاہئے۔

”روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه کان يأخذ المصحف کل غداة و یقبله، ویقول: عهد ربی، و منشور ربی عزوجل. و کان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل المصحف و یمسحه علی وجهه ام“. در مختار هامش رد المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود لکنوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۸/ شوال/ ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۶/ ۱۲/ ۱۳۵۶ھ۔

تقبیل قرآن کریم

سوال [۱۱۶۹]: قرآن مجید کو بوسہ دینا اور بوسہ لے کر ماتھے یا آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن مجید کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور ماتھے سے لگانا درست ہے، جیسا کہ در مختار میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۱۳۸۷ھ۔

(۱) (الدر المختار: ۲/ ۳۸۳، کتاب الحظر والاباحہ، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صفۃ الأذکار، ص: ۳۲۰، قدیمی)

(و کذا فی نفع المفتی والسائل للکنوی، ص: ۱۷۶، فی ضمن مجموعۃ رسائل الکنوی: ۳، ادارۃ القرآن)

(۲) ”تقبیل المصحف قبل بدعۃ، لکن روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه کان يأخذ المصحف کل

غداة و یقبله، ویقول: ”عهد ربی و منشور ربی عزوجل“۔ و کان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل =

تقبیل مصحف

سوال [۱۱۷۰]: اکثر تلاوت شروع کرنے سے قبل عوام قرآن کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

تبرکاً ایسا کرتے ہیں اور بعض صحابہ سے بھی منقول ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کریم کو بغیر تلاوت کے چومنا

سوال [۱۱۷۱]: ایک شخص پڑھنا لکھنا نہیں جانتا، بعد میں آکر قرآن شریف کو چوم کر اور سر پر رکھ کر اور آنکھوں سے لگا کر چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھنے والے پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں، میں ان پڑھ ہونے کی وجہ سے اس طرح ثواب حاصل کرتا ہوں۔ زید کہتا ہے کہ یہ فعل بدعت ہے، کیوں کہ یہ فعل رواج پکڑ جائے گا اور لوگ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ لہذا قابل تحقیق بات یہ ہے کہ اگر قرآن پڑھنے والا بھی اس فعل کو کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ یا دونوں قسم کے لوگوں کے لئے صحیح ہے؟ اگر ان پڑھ کے لئے بھی ناجائز ہے تو ان پڑھ لوگ کس طرح قرآن شریف سے ثواب حاصل کریں؟

= المصحف و یمسحه علی وجهہ“۔ (الدر المختار : ۳۸۳/۶، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۲۰، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

(و کذا فی ”نفع المفتی والسائل للکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ“، ص: ۱۷۶، فی ضمن مجموعة رسائل

الکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ج: ۴، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”تقبیل المصحف قبل: بدعة، لكن روى عن عمر رضى الله تعالى عنه أنه كان يأخذ المصحف كل

غداة ويقبله ويقول: عهد ربى ومنشور ربى - عز وجل - . وكان عثمان رضى الله تعالى عنه يقبل

المصحف و یمسحه علی وجهہ“۔ (الدر المختار : ۳۸۳/۶، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(و کذا فی ”نفع المفتی والسائل للکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ“، ص: ۱۷۶، فی ضمن مجموعة رسائل

الکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ج: ۴، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۲۰، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض حضرات صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اور اس کو چومتے تھے یہ احترام ہے (۱)، مگر محض چومنے پر کفایت کرنا اور تلاوت سے اعراض کرنا غلط ہے، بڑی ناقدری ہے، زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

قبرستان میں قرآن پاک لے جانا

سوال [۱۱۷۲]: قبرستان میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے لے جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں چاہئے، وہاں جا کے جو حفظ ہو وہ پڑھ دے، جو حفظ نہ ہو وہ مکان یا مسجد میں پڑھ دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔
الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

- (۱) "تقبیل المصحف قبل: بدعة، لکن روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداة ویقبلہ ویقول: عہد ربی و منشور ربی - عزوجل - و کان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل المصحف و یمسحہ علی وجہہ". (الدر المختار: ۶/۳۸۳، کتاب الحظر والإباحة، سعید)
(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مرقی الفلاح، ص: ۳۴۰، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)
(و کذا فی "نفع المفتی والسائل للکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۷۶، فی ضمن مجموعة رسائل الکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ج: ۴، إدارة القرآن کراچی)
(۲) "و کان الصدر أبو إسحاق الحافظ یحکی عن أستاذہ: لا بأس أن یقرأ علی المقابر سورة الملك سواء أخفی أو جهر". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۳۵۰، الباب السادس عشر فی زیارة القبور، رشیدیہ)
(و کذا فی رد المحتار: ۴/۳۳۳، مطلب فی زیارة القبور، سعید)
(و کذا فی الفقه الإسلامی وأدلته: ۲/۱۵۸۰، المكتبة الرشیدیہ)

ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے

سوال [۱۱۴۳]: ریشمی کپڑے کا جزدان بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومضلياً :

ریشم کے کپڑے کا جزدان قرآن پاک میں لگایا جاسکتا ہے اس میں کوئی منع نہیں (۱)، ریشم کا پہننا مردوں کے لئے حرام ہے (۲)، مطلقاً ریشم حرام نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

اخبارات میں قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ شائع کرنا

سوال [۱۱۴۴]: بعض اخبارات و رسائل میں قرآن پاک کی آیات شائع ہوتی رہتی ہیں جن کو لوگ عام طور سے ردی میں فروخت کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ردی میں فروخت کرنا اور اخبارات و رسائل میں آیات کا شائع کرنا کیسا ہے؟ نیز اگر صرف اردو یا ہندی ترجمہ شائع کریں تو صورت مذکورہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومضلياً :

دین کی اشاعت کے لئے آیات کا لکھنا اور ان کا ترجمہ کرنا اور ان کا چھاپ کرنا درست ہے (۳) لیکن

(۱) قال العلامة الحصفكي: "جاء تحلية المصحف لما فيه من تعظيمه كما في نقش المسجد". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۸۶/۶، سعيد)

(کذا في نفع المفتي والسائل، ص: ۱۷۲، في ضمن رسائل اللكنوي، المجلد الرابع، ادارة القرآن کراچی)
(وامداد الفتاوى: ۵۶/۳، دار العلوم کراچی)

(والإتقان في علوم القرآن: ۳۳۲/۲، ذوی القربی)

(۲) "عن أبي موسى الأشعري. رضى الله تعالى عنه. أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أحل الذهب والحريير للأناث من أمتي، وحرم على ذكورها". (مشکوۃ المصابيح، کتاب اللباس، الفصل الثاني: ۲۷۵/۲، قدیمی)

"حرم للرجل لا للمرأة لبس الحريير إلا قدر أربع أصابع". (البحر الرائق، فصل في اللبس،

كتاب الكراهية: ۳۵۱/۶، رشیدیہ)

(۳) "تجوز كتابة آية أو آيتين بالفارسية، لا أكثر". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۳۸۶/۱، سعيد) =

ان کا ردی میں استعمال کرنا درست نہیں، احترام کے خلاف ہے، محض ترجمہ کا بھی احترام لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

خط میں بسم اللہ لکھنا

سوال [۱۱۷۵]: خط کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برکت کے لئے جائز ہے، اگر کسی جگہ یہ احتمال ہو کہ پورا پورا ادب نہیں ہو سکے گا تو پھر احتیاط کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفر لہ دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی نفع المفتی والسائل للکنوی، ص: ۱۷۶، إدارة القرآن کواچی)

(۱) "و لا يجوز لفت شيء في كاغذ فيه مكتوب من الفقه، و في الكلام الأولى أن لا يفعل". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۲۳/۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والمصحف، رشیدیہ)

(۲) "عن أبي مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يكتب: "باسمك اللهم فلما نزلت ﴿إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم﴾ كتبها". (مراسيل أبي داود، ص: ۶، سعيد)
"قال العلامة الألوسي: "وكتابة البسملة في أوائل الكتب مما جرت به سنة نبينا صلى الله عليه وسلم بعد نزول هذه الآية بلا خلاف كان أهل الجاهلية يكتبون: باسمك اللهم، فكتب النبي صلى الله عليه وسلم أول ما كتب: باسمك اللهم حتى نزلت: (بسم الله مجراها ومرساها) فكتب: بسم الله، ثم نزلت: (ادعوا الله أو ادعوا الرحمن)، فكتب: بسم الله الرحمن الرحيم الخ". (روح المعاني: ۱۹/۱۹۵ ط: دار احیاء التراث بیروت)

"وعن عمر بن عبد العزيز أن النبي صلى الله عليه وسلم مرّ على كتاب في الأرض: فقال لفتي معه "ما هذا؟" قال بسم الله: قال: "لعنه الله من فعل هذا؟ لا تضعوا اسم الله إلا في موضعه". قال: فرأيت عمر بن عبد العزيز رأى ابنا له كتب ذكر الله في الحائط فضربه"

(مراسيل أبي داود، ص: ۲۰، سعيد)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں: "حضرت سلیمان علیہ السلام کے مذکورہ خط سے نیز =

قرآن کریم کلینڈر اور اخبار میں چھپوانا

سوال [۱۱۷۶]: قرآن کریم کلینڈر پر چھپوا کر دوکانوں اور مکانوں پر لگاتے ہیں بہ نیت زیارت جو کچھ دنوں میں دیواروں سے گر کر نالوں، کوڑھ خانوں کی نذر ہو جاتا ہے جس سے قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے، اخبارات میں بکثرت کلام اللہ چھپتا ہے جو دوکانوں پر پسناری استعمال کرتے ہیں ان کی پڑیہ بناتے ہیں، پھر ان کو نالیوں میں ڈال دیتے ہیں یا چولہوں میں جلا دیتے ہیں یا کوڑے کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں، اس سے کتاب اللہ کی بے حرمتی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا یہ حکم شرع ہے کہ اشاعتِ قرآن اخباروں و کلینڈروں کی بند کی جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ صورت حال یقیناً احترامِ قرآن کریم کے خلاف اور موجبِ وبال ہے، اس کی اصلاح اور روک تھام ضروری ہے۔ اگر آیاتِ قرآنیہ کو محض ذریعہٴ زیارت بنایا جائے اور ان سے کمرہ سجایا جائے تو اس کی بھی اجازت نہیں (۱) چہ جائیکہ انجامِ کار غلاظت بھر کر پھینکی جائے یا ان آیات کو غلاظت میں پھینکا جائے (۲)۔ العیاذ باللہ، عداً ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۲ھ۔

= رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مکاتیب سے ایک مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا سنت انبیاء ہے۔۔۔۔۔ لیکن آج کل جو عموماً ایک دوسرے کو خطوط لکھے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں، یہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ اداسے سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ کہے، تحریر میں نہ لکھے۔ (معارف القرآن: ۵۷۹/۶، ادارۃ المعارف کراچی)

(۱) "ولو كتب القرآن على الشيطان والجداران، بعضهم قالوا: يورجى أن يجوز، وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس، كذا في فتاوى قاضی خان"۔ (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاوی قاضی خان: ۳۲۳/۳ فصل فی التسبیح والتسليم، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الحصكفی: "و نهینا عن إخراج ما يجب تعظیمه و يحرم الاستخفاف به كمصحف و كتب فقه و حدیث"۔ (الدر المختار: ۱۳۰/۳، سعید)

(۳) "كما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قفورة، فإنه يكفر"۔ (رد المحتار: ۲۲۲/۴، كتاب الجهاد، باب المرتد، سعید)

خط میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اس کا ادب

سوال [۱۱۷۷]: آپ نے میرے ۹۱/۳/۲۳ کے چند سوالات کے جوابات اس طرح دیئے تھے کہ ایسے اخبارات و رسائل و خطوط جن پر اردو یا کسی زبان میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام لکھے ہوں، ان کے زمین پر گرنے یا رڈی والے کو دینے سے بے حرمتی ہوتی ہے اور قرآنی آیات کے اردو ترجمہ کی بھی حرمت مثل آیات کرنی چاہیے اور ایسی چیزوں کو پانی میں وزن دار چیز کے ساتھ چھوڑنا چاہیے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈھیر سے اخبارات بار بار جمع ہوتے ہیں اور کسی کو پھر تبلیغ کا خط بھی نہیں لکھ سکتے اور تاریخ گواہ ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو بھی خط جو بھیجے ہیں، ان میں اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھا تھا، غیر مسلم نے حرمت کیسے کی ہوگی؟ ہاں البتہ کلام الہی اور اس کی آیات کی بات علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں شک نہیں کہ پریس اور مشین کے رواج عام سے آج کل اسمائے الہیہ و آیات قرآنیہ وغیرہ کا احترام باقی نہیں رہا، اخبارات و رسائل میں آیات و احادیث ہوتی ہیں اور وہ ردی اور نالی میں، غرض بے ادبی کی جگہ پڑے ہوئے ملتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جو تبلیغی خطوط کفار و مشرکین کے پاس ارسال فرمائے ان میں اللہ پاک کا نام اور نبی ﷺ کا نام بھی اور بھی آیات قرآنی کا ہونا بھی ثابت ہے (۱) اور جن کے خط بھیجے ہیں بعض نے اتنا ادب کیا کہ سر پر رکھ کر اور بعض نے بے ادبی کر کے چاک کر دیا، اس کی حکومت بھی چاک ہو گئی (۲)۔ ترجمہ کا حال اصل عربی آیت کے برابر ہو تو اس کے قریب ہوگا۔ تبلیغی خطوط جو بذریعہ ذاک بھیجے جائیں ان میں بھی احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۱۷ھ

(۱) "ثم كتب إلى مسيلمة: بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى مسيلمة الكذاب: السلام على من اتبع الهدى، أما بعد! فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين". (السيرة النبوية لابن هشام، كتاب مسيلمة إلى رسول الله والجواب عنه: ۲/۷۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "ومنهم: "عبدالله بن حذافة السهمي" بعثه بكتابه إلى كسرى، فمزقه فدعا عليهم أن يمزقوا =

جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۱۷۸]: خطوط جن پر احادیث نبوی یا قرآنی آیت کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو دفن کر دیا جائے یا پانی میں بہاویں، جلانے کی بھی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا

سوال [۱۱۷۹]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ تحریری دینی خدمت جو کی جا رہی ہیں وہ غلط ہے، مثلاً

= کل ممزق۔ ومنہم: دحیة بن خلیفة الکلبی رضی اللہ عنہ۔ بعثہ بکتابہ الی قیصر، فوجد عنده ابا سفیان، فاستدعاه قیصر فسأله عن صفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وشوائع دینہ، فأخبرہ أبو سفیان بها فاعترف قیصر بنبوته الخ۔ (صدائق الأنوار ومطالع الأسرار، کتب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ إلی ملوک الأقالیم: ۵۷، ۵۸، صاحب السمو الشیخ خلیفة بن حمد آل ثانی، مطابع قطر الوطنية قطر)

”عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، أخبرہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث بکتابہ الی کسری مع عبد اللہ بن حذافة السهمی، فأمر أن یدفعہ الی عظیم البحرین، فدفعہ عظیم البحرین الی کسری فلما قرأه، فرقه فدعا علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یمزقوا کل ممزق۔“ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری و قیصر: ۲/۲۳۲، قدیمی)

”عن ابن مسعود أن عبد اللہ بن عباس أخبرہ أن ابا سفیان بن حرب أخبرہ أن هرقل أرسل الیہ ركب ثم دعا بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی بعث یہ مع رحیة الکلبی الی عظیم البصری، فدفعہ عظیم بصری الی هرقل، فقرأه، فإذا فیہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، من محمد بن عبد اللہ ورسوله الی هرقل عظیم بصری، سلام علی من اتبع الهدی الخ۔“ (صحیح البخاری، قبیل کتاب الإیمان: ۵/۳، ۱)

(۱) فی الدر المختار: ”الکتب التی لا ینتفع بها یمحی عنها اسم اللہ و ملائکته و رسله، و یحرق الباقی، ولا بأس بأن تلقی فی ماء جار کما هی، أو تدفن، و هو أحسن اھ۔“ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۲/۲۲۲، سعید)

کوئی مابتاہ یا اخبار اور ان میں قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث لکھی ہوئی ہوتی ہیں، بہت سے ڈاواقف اور ان پڑھ لوگ ان کو پھنڈ کر کوڑا کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں تو اس کا گناہ اس کے لکھنے والے پر پڑتا ہے، بے ادبی کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں۔ ایک اہل علم جن کو اپنے علم پر ناز ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں، صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم، سیپارے، حدیث شریف، فقہ سب ہی کی طباعت و اشاعت ہوتی ہے، اگر ناواقف یا بے دین ادب و احترام کا معاملہ نہیں کرتے تو وہ خود ذمہ دار ہیں (۱)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی دعوت نامہ شاہ فارس کے پاس بھیجا، اس ہد نصیب نے اس کو چاک کر دیا کوئی احترام نہیں کیا تو اس کا وبال خود اس پر پڑا، نہ کہ بھیجنے والی ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (۲)۔ معاذ اللہ۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۵ھ۔

خط لکھنے کے بعد اس کو مٹی سے خشک کرنا

سوال [۱۱۸۰]: مولانا مفتی قدرت اللہ صاحب کی ایک تصوف کی کتاب میں لکھا ہے کہ خط لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنے میں ایک راز ہے، لیکن راز کا انکشاف نہیں فرمایا۔ براہ کرم اس راز سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے خط میں لکھی ہوئی حاجت پوری ہوتی ہے، اتنی بات تو ظاہر ہے کہ

(۱) "ولا يجوز لف شيء في كاغذ فيه مكتوب من الفقه..... الخ". (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۲۳/۵،

الباب الخامس في آداب المسجد والمصحف، رشیدیہ)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أخبره: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث بكتابه إلى كسرى، مع عبد الله بن حذافة السهمي رضي الله تعالى عنه، فأمره أن يدفعه إلى عظيم البحرين، فدفعه عظيم البحرين إلى كسرى، فلما قرأه مزقه. فحسبت أن ابن المسيب قال: فدعا عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن يمزقوا كل ممزق." (صحيح البخاري: ۲/۶۳۷، كتاب المغازی، كتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھیے: (فتح الباری: ۸/۱۲۷، کتاب المغازی، دار الفکر)

(وعمدة القاری: ۱۸/۵۸، إدارة المطبع المتبرية، بیروت)

اگر روشنائی خشک نہ کی جائے تو ہاتھ وغیرہ لگ کر اس کے پھیل جانے اور تحریر کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر ایسی حالت میں مکتوب الیہ اس کو پڑھ نہیں سکے گا، کاتب کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، لہذا روشنائی خشک کر دی جائے تاکہ حروف اصلی صورت پر باقی رہیں اور مکتوب الیہ بسہولت صحیح پڑھ لے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ۔

دسترخوان یا مصلیٰ پر آیات یا اسمائے الہیہ لکھنا

سوال [۱۱۸۱]: حامد ایک دسترخوان پر کچھ آیات قرآنی تحریر کر کے اس پر خور و نوش کرنا چاہتا ہے، مثلاً: یہ آیات: ﴿کُلُوا حَلَالًا طَيِّبًا﴾، ﴿کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾، ﴿لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّىٰ تَسْتَكْمَلَ رِزْقَهَا﴾۔ حامد کی نیت میں یہ خلوص ہے کہ جو بندہ خدا بھی اس دسترخوان سے کھانا تناول کرے اس کی اصلاح ہو جائے، حلال و حرام کی تمیز کرے۔ آیا اس قسم کی حرکت از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسا کرنے والا آثم ہوگا یا نہیں؟ نیز جلالین شریف بغیر وضو چھونا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس میں آیات قرآنی سے زیادہ شرح ہے؟ نقطہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو کام شرعاً ناجائز ہے، ضروری نہیں کہ نیک نیت سے جائز بھی ہو جائے، قرآن کریم کی آیات و اسمائے الہیہ واجب الاحترام ہیں، دسترخوان پر لکھ کر ایسے دسترخوان کو استعمال کرنے سے ان کا احترام باقی نہیں رہے گا:

”کتابہ القرآن علی ما یفتش و یسط مکروهة، کذا فی الغرائب، بساط أو مصلی کتب علیہ الملک یکرہ بسطہ والقعود علیہ واستعمالہ الخ“ (فتاویٰ عالمگیری) (۲)۔ اس لئے اس کی

(۱) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”تربوا صحفکم أنجح لہا، إن التراب مبارک“۔ (ابن ماجہ، کتاب الآداب، باب تتریب الكتاب، ص: ۲۶۷، قدیمی)

”قال المحشی: قوله: تربوا صحفکم: أي اسقطوها علی التراب اعتماداً علی الحق تعالیٰ فی إیصالہ إلی المقصد، أو أراد ذر التراب علی المکتوب لیجف من الحروف کان رطباً“۔ (إنجاح الحاجة علی هامش ابن ماجہ، ص: ۲۶۷، قدیمی)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۲۳/۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، رشیدیہ)

اجازت نہیں، تذکیر کے دیگر طریق مآثورہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ تفسیر کی کتاب کے متعلق خواہ جلالین ہو یا کوئی اور ہونفہاء نے لکھا ہے کہ لکھی ہوئی آیات کو بغیر وضو مس کرنا جائز نہیں (۱)، ہاں ضمون تفسیر یا خالی جگہ کے مس کرنے میں وقول ہیں: اول اباحت، دوم کراہت، والاول أوسع والثاني أوسع (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۰ھ۔

اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو کیا کرے؟

سوال [۱۱۸۲]: اگر کسی شخص کے ہاتھوں سے غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

استغفار و توبہ کہ غلطی ہوگئی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۱۸۳]: اگر قرآن شریف بوسیدہ ہو جائے تو کیا کیا جائے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ

آگ میں جلا کر رکھ کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔ کیا ایسا کرنا بہتر اور جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو قرآن شریف بوسیدہ ہو کر تلاوت کے قابل نہ رہے تو اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبر کھود کر اس

میں دفن کر دینا چاہئے یہی بہتر ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) "ولا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي هم لا يسوها، ويكره لهم مس كتب التفسير والفقه

والسنن". (الفتاوى العالمكبرية: ۳۹/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض، رشيدية)

(۲) "وأما كتابة القرآن، فلا بأس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض عند أبي يوسف؛ لأنه ليس بحامل

للسحيفة، ويكره ذلك محمد، وبه أخذ مشايخ بخاري". (حاشية الطحطاوى، ص: ۱۲۴، قديمي)

(۳) (كذا في امداد الفتاوى: ۶۰/۳، مكتبة دار العلوم كراچی)

(۴) قال في الدر: "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يُدفن كالمسلم".

وفى رد المحتار: "(قوله: يدفن)؛ أي يجعل في خرقه طاهرة، و يدفن في محل غير ممتلئ لا =

بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا

سوال [۱۱۸۴]: ایک شخص نے قرآن شریف کو جلادیا، کیا وہ ایمان سے خارج ہو گیا؟ اگر ایمان سے خارج ہو گیا تو کیا اس شخص کا نکاح بھی فاسد ہو گیا؟ ایسی حالت میں کیا اس کی زوجہ کو عدت کے دن گزارنا لازم ہے؟ اگر ایسا شخص اپنی بیوی کو رجوع کرنا چاہتا ہے تو شرعاً اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کو جلانا اگر اس وجہ سے پیش آیا کہ وہ بوسیدہ ہو گیا تھا اور مخلات کے قابل نہیں رہا تھا، اس کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلادیا تب تو ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا (۱)، البتہ اس نے غلطی کی، ایسی حالت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر دفن کر دینا چاہئے تھا (۲)۔ اب استغفار کرے، اس کا نکاح قائم ہے ختم

= يروطاً، وفي الذخيرة: وينبغي أن يلحد له، ولا يشق له؛ لأنه يحتاج إلى إهالة التراب عليه الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الشاء: ۱/۷۷، سعيد)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۱/۴۲۲، سعيد)
(و كذا في الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف: ۵/۳۲۳، رشيدية)
(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اس عمل کے جواز کی دلیل ہے:

"وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق".

قال المحشي رحمه الله تعالى: "وإنما جاز حرقه؛ لأن المحروق هو القرآن المنسوخ، أو المختلط بغيره من التفسير، أو بلغة غير قریش اه". (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۷/۷۳۶، قديمي كراچی)

اس لئے کہ یہ جلانا استخفاف بالقرآن کی نیت سے نہیں ہے اگر استخفاف اور توہین کی نیت سے ہوتا تو کفر ہوتا: "من استخف بالقرآن أو بنحوه مما يعظم في الشرع يكفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلاة، ص: ۱۶۷، قديمي)

(۲) في الدر: "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد: "قوله: يدفن: أي =

نہیں ہوا۔ اگر کسی اور وجہ سے جلایا ہے تو تفصیل لکھ کر دریافت کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۲/۹۲ھ۔

قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا

سوال [۱۱۸۵]: قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو اگر کوئی آگ میں جلا دے تاکہ بے حرمتی سے بچ

جائے تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں کوئی گناہ نہیں (۱) لیکن پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا اس سے بھی بہتر

ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ربیع الثانی/۵۷ھ۔

= يجعل في خرقه طاهرة، ويدفن في محل غير ممتلئ لا يوطأ". (الدر المختار مع رد المختار، كتاب

الطهارة: ۱/۷۷، مطلب يطلق الدعاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكبرية: ۳۲۳/۵، الباب الخامس في آداب المساجد والقبلة والمصحف،

رشيدية)

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اس عمل کے جواز کی دلیل ہے:

"وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق". (صحيح البخاري:

۷۳۶/۲، قديمي)

(وكذا مرتخریجہ تحت عنوان: "بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا")

(۲) "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد: "قوله: يدفن: أي يجعل في

خرقه طاهرة، ويدفن في محل غير ممتلئ لا يوطأ". (الدر المختار مع رد المختار: ۱/۷۷، مطلب:

يطلق الدعاء على ما يشمل التناء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكبرية: ۳۲۳/۵، الباب الرابع، رشيدية)

دفن کے لئے بوسیدہ قرآن کریم کو لپیٹ کر رکھ دینا بے ادبی نہیں

سوال [۱۱۸۶]: زید نے پرانے قرآن پاک کو جو کہ بہت ہی خستہ ہو گیا تھا اکٹھا کر کے ایک کپڑے میں اس نیت سے باندھ کر رکھ دیا کہ اس کو کسی کنویں یا تالاب میں ٹھنڈا کر دیا جائے گا، اس پر زید کی بیوی نے بہت فریاد شور و غل کیا اور زید کو برادری میں بدنام کیا کہ زید نے قرآن پاک کی توہین کی ہے۔ زید کا اور اس کی بیوی کا کسی اور معاملہ میں اختلاف ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں زید نے کسی قسم کا گناہ کیا یا نہیں؟ یا اس کی بیوی نے گناہ کیا یا نہیں؟ بیوی کے اس الزام سے برادری والوں نے زید کو برادری سے نکال دیا اور یہ کہا کہ جب تک فتویٰ نہ آئے گا اس وقت تک ہم تمہیں گاؤں میں نہ رہنے دیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو قرآن پاک بہت بوسیدہ ہو جائے اور استعمال میں نہ آ سکے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو کپڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر اس میں محفوظ جگہ دفن کر دیا جائے، کسی کنویں یا تالاب وغیرہ میں بھی اس طرح ٹھنڈا کر دینا درست ہے کہ اس کے اوراق نیچے بیٹھ جائیں اور بے ادبی نہ ہو (۱)۔ اگر زید کا مقصود یہی تھا تو اس نے یہ کوئی جرم کا کام نہیں کیا۔ ذاتی اختلاف کی وجہ سے بیوی کو اس کا بدنام کرنا بڑا جرم ہے اور برادری کا اس کی وجہ سے بطور سزا کے برادری یا گاؤں سے نکالنا غلط اور بلا وجہ ہے، برادری کو لازم ہے کہ زید کو گاؤں میں آنے اور رہنے سے ہرگز نہ روکے اور اپنا فیصلہ واپس لے، بیوی کو بھی توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد: "(قوله: يدفن): أي يجعل في خرقه طاهرة، ويدفن في محل غير ممتنّ لا يوطأ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۷۷، مطلب: يطلق الدعاء على ما يشمل الشاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكبرى: ۵/۳۲۳، الباب الخامس، رشيدية)

وقال العلامة و هبة الزحيلي: "و يدفن المصحف كالمسلم إذا صار بحال لا يقرأ فيه

أو تلقى في ماء جارٍ، والأول أحسن". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۵۱، المطلب التاسع، رشيدية)

قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟

سوال [۱۸۷]: ایک شخص صاحب حشمت کے مکان میں فوٹو گراف رکھا ہوا ہے اس کے اندر غایت درجہ خوش الحانی کے ساتھ میں کلام پاک کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تقریر اور اظہار کافی طرز سے بیان کیا جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے احوال، جائز قصے، صوفیائے کرام کی تعریف، خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بابے کو پسند کیا ہے۔ لہذا اس کا سننا اور مکان کے اندر رکھنا جائز ہے کہ نہیں، اگر جائز نہ ہو تو پورا پتہ مع حوالہ حدیث نوشتہ فرمادیں تاکہ اس بابے سے لوگ باز رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

فوٹو گراف لہو و لعب کا ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ سے پیش پرست، دنیا دار، دین سے غافل، بیکار لوگ اپنا دل بہلاتے اور وقت گزارتے ہیں، اس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے، نقش اور مذاقیہ غزلیں بھی پڑھی جاتی ہیں، قرآن کریم خدائی کلام سب سے زیادہ محرز اور واجب الاحترام ہے اس کا گراموفون میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے (۱)، اس سے احتراز لازم ہے، اگر قرآن شریف کو آلہ لہو و لعب بنایا جائے تو یہ کلام اللہ کا استہزاء اور استخفاف ہوگا جو کفر ہے:

”وفي الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب، يكفر، قلت: و يقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم، وكذا التصفيق على الذكر“۔ اھ۔ شرح فقہ اکبر (۲)۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ جو اشیاء قابل احترام ہیں ان کا اس میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف مبارکہ ہوں یا دوسرے بزرگان دین کے احوال حسنہ۔ خواجہ معین الدین

(۱) ”وفي السراج: ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام الخ“۔ (الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة: ۳۳۸/۶، سعید)

(۲) (شرح الفقہ اکبر، ص: ۱۶۷، فصل في القراءة والصلاة، قديمي)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة: ۳۳۹/۶، سعید)

چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس باب کو پسند فرمانا کس کتاب میں لکھا ہے اور وہ کتاب کس درجہ کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/محرم/۵۹ھ۔

قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور اس کی تجارت کرنا

سوال [۱۱۸۸]: گراموفون کے ریکارڈوں میں آیات قرآنی و نعتیہ غزلیں کہ جن میں حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور آپ کے حامد و معجزات ہوں، بھرنایا بھروانا اور پھر ان کو حسن فروش طوائفوں کے کونھوں اور شراب خانوں میں اور بازاروں میں یا عیش و نشاط کے وقت کونھی بنگلوں میں بجائے جاتے ہیں کیسا ہے؟

۲..... جو لوگ قراء یا حفاظ سے آیات قرآنی کو اجرت دے کر بھرواتے ہیں، ان کا فعل کیسا ہے اور یہ اجرت لینا دینا جائز ہے یا حرام ہے؟

۳..... جو لوگ اجرت دے کر ایسے ریکارڈ بھرواتے ہیں اور پھر اس کی تجارت کرتے ہیں، یہ تجارت جائز ہے یا حرام ہے؟

۴..... جو لوگ ایسا ریکارڈ سنتے ہیں، وہ لوگ ان ریکارڈوں کا بھرنایا بھروانا، اس کی تجارت کرنا جائز سمجھ کر کرتے ہیں، وہ مرتکب کبیرہ ہیں یا صغیرہ؟ کل سوالوں کا جواب مہربانی فرما کر مدلل تحریر فرمادیں۔

قاضی محمد بشیر الدین صدیقی قاضی شہر میرٹھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... گراموفون، آلات لہو و لعب میں سے ہے اس لئے قابل احترام مضامین اس میں بھرنا اور محض تفریح طبع کے طور پر سننا اور بجانا، ناجائز ہے، خصوصاً مذکورہ مقامات پر بجانا نہایت بتک حرمت کا باعث ہے، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

۲..... یہ فعل اور اجرت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی ہتک اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

۳..... اسی طرح یہ تجارت بھی ناجائز ہے۔

۵۴..... جس فعل سے قرآن کریم کے احترام میں فرق آتا ہو، بلکہ قرآن شریف کو آلہ تفریح اور ہوا و لعب بنایا جاتا ہو وہ فعل کبیرہ گناہ ہے، اگر اس میں استہزاء و استخفاف بھی شامل ہو تو نہایت خطرناک امر ہے، ایمان کا باقی رہنا دشوار ہو جائے گا۔ جو شخص قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کرے، فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں:

”إذا أنكر آية من القرآن، أو تسخر بأية من القرآن، وفي الخزانة: أو عاب، كفر، كذا في التاتار خانية“ (۱)۔ ”إذا قرأ القرآن على ضرب الدف والقصب، فقد كفر“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۲/۸۸۷ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۱/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/محرم/۵۴ھ۔

قرآن کریم کو آلاتِ ہوا و ریڈیو میں تلاوت کرنا

سوال [۱۱۸۹]: قرآن کریم کا عربی الفاظ میں جن الفاظ میں قرآن کریم نازل ہوا ہے یعنی ”الحمد لله رب العالمين“ کو گانے کے آلات میں جن آلات میں راگ دیا جاتا ہو سننا و سنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نوازنا جائز ہے تو کس حد پر نوازنا جائز ہے، حرمت کیسی ہے اور سننے و سنانے والوں کو شرع شریف کیسا سمجھتی ہے؟ ریڈیو پر قرآن کریم کا عربی الفاظ میں سننا و سنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

قرآن کریم کے مبارک عربی الفاظ کو راگ اور گانے کے آلات میں پڑھنا اور سننا جیسے سارنگی، ہارمونیم وغیرہ میں انتہائی بے حرمتی اور توہین ہے، شرعاً ہرگز جائز نہیں، فقہاء نے بہت سخت حکم لگایا ہے (۳)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، مکتب موجبات الکفر انواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن اه: ۲/۲۶۶، ۲۶۷، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتار خانیہ، کتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۵/۴۹۰، إدارة القرآن)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، المصدر السابق: ۲/۲۶۷، رشیدیہ)

(۳) ”قرأة القرآن على ضرب الدف والقصب، يكفر لاستخفافه، و أدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع =

ریڈیو گانے اور راگ کا اصالتاً آلہ نہیں ہے بلکہ خبر کو بہت دور تک پہنچانے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے، اس میں گانا بجانا بھی ہونے لگا جیسے انسان کی زبان ہے کہ اس سے گانے کا کام بھی لینا ہے اور اس کی وجہ سے زبان سے قرآن کریم کی تلاوت بھی ممنوع نہیں ہوگی، اسی طرح ریڈیو کا حال ہے تاہم جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں تلاوت نہ کی جائے: ”وفی الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر“-(۱)
شرح فقہ اکبر (۲)۔ ”و يكفر بقراءة القرآن على ضرب الدف والقضيب“۔ البحر الرائق (۳)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

ریڈیو میں قرآن پاک کا پڑھنا

سوال [۱۱۹۰]: ریڈیو پر قرآن شریف پڑھنے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

ریڈیو دراصل مخصوص خبروں کی اشاعت کا ایک ذریعہ ہے لیکن یہاں اس کا استعمال بھی اگر بالکل فوٹو گراف کی طرح سے نہیں تو اس کے قریب قریب ضرور ہے جس میں بہت سی لغویات بھری رہتی ہیں، مختلف قسم کی تقریریں مختلف قسم کے اشعار اور طرح طرح کا گانا بجانا ہوتا ہے، مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں، ابھی ایک بازاری عورت گارہی ہے، ابھی ایک قاری صاحب نے قرآن شریف شروع کر دیا، یہ یقیناً احترام کلام اللہ کے خلاف ہے۔ فقہاء نے مواضع لغو اور بازار میں کلام اللہ شریف پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سے ایسے لوگوں

= والکنائس؛ لانه مجمع الشيطان“۔ (البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، رشیدیہ)

”وفی السراج: ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام الخ“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر

والاباحة: ۳۳۸/۶، سعید)

”قلت: و يظهر من هذا ما كان دلیل الإستخفاف، يكفر به“۔ (رد المحتار: ۲۲۲/۶)

”والاستهزاء بشيء من الشرائع كفر“۔ (رد المحتار: ۴/۵، سعید)

(۱) (خلاصة الفتاوی: ۳۸۸/۳، الجنس الثامن، امجد اکیمڈی لاہور)

(۲) (شرح الفقہ اکبر، ص: ۱۶۷، فصل فی القراءة والصلوة، قدیمی)

(۳) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۵، رشیدیہ)

کے سامنے جواپنے کاموں میں مشغول ہوں، زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے:

”لا یقرأ جہراً عند المشتغلین بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا یقرأ فی الأسواق و فی

مواضع اللغو، کذا فی القنیۃ اہ۔ فتاویٰ عالمگیریہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبدالمطیف، ۲۶/محرّم/۱۴۵۹ھ۔

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا

سوال [۱۱۹۱]: قرآن پاک صحیح پڑھنے کے لئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر

ساتھ ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے سجدہ آئے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب

ملے گا (۲) اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ : ۳۱۶/۵، الباب الرابع من آداب المسجد و التسیب و القراءة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار : ۵۳۶/۱، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

(و مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ : ۳۳۰/۳، امجد اکیڈمی)

(۲) قرآن کریم کی تلاوت کے لئے جو بھی کوشش ہوگی اس پر اجر ملے گا ”عن عائشۃ - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - : قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الماہر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة، والذي یقرأ القرآن و

یتنتع فیہ، وهو علیہ شاق، له اجران“ (صحیح البخاری، رقم الحدیث : ۴۳۷، ص: ۱۰۶۷، دار

السلام، بیروت)

(۳) ”ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ آیت سجدہ کنی جائے اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، کیونکہ سجدہ تلاوت کے وجوب کے

لئے تلاوت صحیح شرط ہے اور آلہ بے جان بے شعور سے تلاوت مقصود نہیں“۔ (آلات جدید)، مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

فض، ص: ۲۰۷، ادارۃ المعارف کراچی)

آداب تلاوت کا بیان

منبر کے پہلے درجہ پر قرآن رکھ کر پڑھنا

سوال [۱۱۹۲]: منبر کے پہلے درجہ پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جزو دان، غلاف، تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھنا تقاضائے ادب ہے۔ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہوں اس جگہ

بغیر غلاف و تکیہ کے نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مجبوراً لیٹے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا

سوال [۱۱۹۳]: ضعف شدید کی وجہ سے بیٹھ کر تلاوت نہیں کر پاتے، کیا جائز ہے کہ چٹ لیٹ کر یا

کروٹ لیٹ کر تلاوت کریں اور پیروں کو نہ سکوزیں کہ پیروں کو ذرا دیر سکوزنے میں گھٹنوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے

اور ٹانگوں میں درد ہو جاتا ہے، کیا پیر کو سکوزنا لازم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں بغیر پیر سکوزے بھی تلاوت جاری رکھیں، جب سہولت ہو سکوز لیں۔ (۱) فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶)

وقال الحافظ ابن كثير: "أى لا يكلف أحداً فوق طاقته، وهذا من لطفه تعالى يخلقه ورافقه

بهم وإحسانه إليهم". (تفسير ابن كثير: ۱/۳۵۷، دار السلام، رياض)

برہنہ سر تلاوت کرنا

سوال [۱۱۹۲]: برہنہ سر تلاوت قرآن کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

افضل یہ ہے کہ حسب حیثیت عمدہ لباس پہن کر عمامہ باندھ کر تلاوت کرے۔ عالمگیری (۱) لہذا برہنہ سر خلاف افضل ہے۔

تلاوت قرآن کریم بازار میں جہراً اور مسجد میں سراً

سوال [۱۱۹۵]: قرآن شریف کو بازار میں بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ بعض حافظ صاحبان

مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ تلاوت کرنا درست اور موجب ثواب ہے، بازار (مواضع لغو) میں بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور کوئی تلاوت نہ سنتا ہو درست نہیں، منع ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”رجل أراد أن يقرأ القرآن، فينبغي أن يكون على أحسن أحواله، يلبس صالح ثيابه، ويتعمم، ويستقبل القبلة؛ لأن تعظيم القرآن والفقہ واجب“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۳۱۶، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع، وشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۵/۳۱۶، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح و قرأۃ القرآن، وشیدیہ)

(وامداد الفتاویٰ: ۳/۳۹، دارالعلوم کراچی)

(۲) ”يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المصيب لحرمة، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال، دفعاً للحرص“۔ (رد المحتار: ۱/۵۴۶، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد)

متعدد لوگوں کا بیک وقت جہراً قرآن پاک پڑھنا

سوال [۱۱۹۶]: زید و عمرو و بکر و خالد جمع ہو کر یا آواز بلند تلاوت قرآن مجید فرماتے ہیں آیا یہ جائز ہوگا یا نہیں، قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ الخ۔

اس آیت سے سننا واجب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے فقہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت مستحب ہے، اس لئے شبہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

”وفی الدرة المنیفة عن القنیة: یکره للقوم أن یقرأوا القرآن جملةً، لنضمنها ترك الاستماع والانصات، وقيل: لا بأس به اهـ“۔ طحطاوی (۱)۔ ”ولا بأس باجتماعهم علی قراءة الإخلاص جهرًا عند ختم القرآن، ولو قرأ واحد واستمع الباقر فهو أولى اهـ“۔ ہندیہ (۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولیٰ و احوط بلا اختلاف یہ ہے کہ ایسی حالت میں سب آہستہ پڑھیں جہر نہ کریں تاکہ استماع واجب میں خلل نہ ہو، اگر جہر کریں تو ایک جہر سے پڑھے باقی سنیں سب کا جہر کرنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء اس حالت میں بھی عدم کراہت کے قائل ہیں۔

آیت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ الخ (۳) کو ایک جماعت نے نماز کے ساتھ مخصوص مانا ہے، اس لئے خارج صلوٰۃ یہ آیت اس کا حکم نہیں دیتی، اور ایک جماعت نے عام مانا ہے اگرچہ سب نزول خاص ہے۔ ”عن طلحة-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- قال: رأیت عبید بن عمرو وعطاء بن أبی

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۱۶/۵، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبیح والقرأة، رشیدیہ)

وفی المحيط: ”یکره رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلین بالأعمال“۔ (مجموعۃ

الفتاویٰ، علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۳۰/۳، أمجد اکیڈمی لاہور)

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مرافی الفلاح، فصل فی صفة الاذکار، ص: ۳۱۸، قدیمی)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۱۷/۵، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح والقرأة، رشیدیہ)

(۳) (الأعراف: ۲۰۳)

رباح رحمہ اللہ تعالیٰ يتحدثان والقاص يقص، فقلت: ألا تستمعان إلى الذكر و تستوجبان الموعود؟ قال: فنظرا إلى ثم أقبلا على حديثهما، قال: فأعدت فنظرا إلى وأقبلا على حديثهما، قال: فأعدت الثالثة قال: فنظرا إلى فقال: إنما ذلك في الصلوة: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا أَنْصِتُوا﴾. وكذا قال سفيان الثوري عن أبي هاشم إسماعيل بن كثير عن مجاهد في قوله: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا أَنْصِتُوا﴾ قال: في الصلوة، وكذا رواه غير واحد عن مجاهد. وقال عبد الرزاق: عن الثوري عن ليث عن مجاهد قال: لا بأس إذا قرأ الرجل في غير الصلوة أن يتكلم (إلى قوله) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه - أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من استمع إلى آية من كتاب الله، كتبت له حسنة مضاعفة، ومن تلاها كانت له نورا يوم القيامة" - ابن كثير (۱).

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا أَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ظاهره وجوب الاستماع والإنصات وقت قراءة القرآن في الصلوة وغيرها، وقيل: معناه: إذا تلا عليكم الرسول القرآن عند نزوله، فاستمعوا له. وجمهور الصحابة رضي الله تعالى عنهم أنه في استماع المؤتم، وقيل: في استماع الخطبة، وقيل: فيهما وهو الأصح اهـ. مدارك التنزيل (۲).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ استماع اور سکوت کو فرض عین قرار دینا اور وقت تلاوت قرآن تکلم کو حرام قرار دینا اور اس حکم کی تعمیل کرنا کہ حالت صلوٰۃ وغیر صلوٰۃ ہر دو کو شامل ہو دشوار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۲۸/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

چند آدمیوں کا قرآن کریم کو جہر اُڑھنا

سوال [۱۹۷]: چند لوگ ایک جگہ بیٹھ کر تلاوت قرآن جہر کے ساتھ کریں اور دوسرے نے ایسا کرنا

(۱) (تفسیر ابن كثير: ۳/۲۷۳، (سورة الأعراف: ۲۰۳)، دار الفحاء دمشق)

(۲) (مدارک التنزيل: ۱/۳۵۸ (سورة الأعراف)، قديمي)

(و كذا في رد المحتار: ۱/۵۳۶، الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد)

درست ہے یا نہیں؟ ایک مقامی عالم اس طریقہ کو درست فرماتے ہیں حالانکہ اس طریقے سے تلاوت قرآن کرنا درست نہیں ہے، جب کہ علماء حق نے منع کیا ہے، مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگلی بات یہ ہے کہ سب آہستہ آہستہ تلاوت کریں تاکہ ایک کی آواز دوسرے سے نہ ٹکرائے اور قرأت قرآن کو سننے کا فریضہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو، لیکن اگر جہر پڑھیں تب بھی ایک قول پر اجازت ہے۔ جب ایک شخص خود ہی تلاوت میں مشغول ہے اور دوسرے کی تلاوت کو نہیں سن رہا ہے تو وہ قرآن پاک کی طرف سے اعراض کرنے والا شمار نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے؟

سوال [۱۱۹۸]: ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا خاموش سے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر خاموش سے پڑھنے کو کہتے تھے۔ صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

(۱) ”وفی الدرة المنیفة عن القنیة: یکره للقوم ان یقرؤوا القرآن جملةً لتضمینها ترک الاستماع والإنصات، وقیل: لا بأس به“، (حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، قبیل باب ما یفسد الصلاة، ص: ۳۱۸، قدیمی)

”وحکی ابن المنذر الإجماع علی عدم وجوب الإستماع والإنصات فی غیر الصلاة والخطبة، وذالک ان یجابه علی کل من یسمع أحداً یقرأ فیہ حرج عظیم؛ لأنه یقتضی أن یتروک له المشتغل بالعلم علمه، والمشتغل بالحکم حکمه، والمتعان مسادمتهاؤ تعاقداً هما، وکل ذی شغل شغله“، (تفسیر المنار: ۵۵۲/۹، ۵۵۳)

”(وإذا قرى القرآن فاستمعوا له وأنصتوا)..... المؤمن فی سعة من الإستماع إلیه إلا فی صلاة مفروضة“، (أحكام القرآن للحصباص: ۳/۳۹، باب القراءة خلف الإمام، دارالکتب العربی، بیروت) (وکذا فی روح المعانی: ۱۵۰/۹، ۱۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً :

افضل تو یہی ہے کہ جب ایک جگہ مجمع قرآن شریف پڑھے تو سب آہستہ پڑھیں لیکن زور سے پڑھیں تب بھی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

لوگوں کی رعایت میں قرآن سُونا کر پڑھنا

سوال [۱۱۹۹]: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو تعریف فرمائی، جب ان کو پتہ چلا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں تو اور اچھا پڑھتا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی فرمائش پر قرآن پڑھا جائے اور خوب سنوار کر پڑھا جائے تو جائز ہے، لہذا اگر نماز تراویح میں کسی کی رعایت سے خوب سنوار کر اس کا دل خوش کرنے کے لئے پڑھا جائے تو کیا حکم ہے کہ مؤمن کا دل خوش کرنا بھی ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس میں شک نہیں کہ مؤمن کا دل خوش کرنے میں بھی ثواب ہے، لیکن جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے کی جاتی ہے اس میں نیت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی ہی ہونی چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا اپنی اصل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کو خوش کرنا ہے: ﴿وَمَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (۲) ورنہ اللہ تعالیٰ کی

(۱) "ولا بأس باجتماعهم على قراءة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن، ولو قرأوا واحداً واستمع الباقون فهو أولى". (الفتاویٰ العالمگیری: ۵/۳۱، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح والقراءة، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مرقاۃ الفلاح، ص: ۳۱۸ فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۸۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی مدارک التنزیل: ۱/۳۵۸، سورة الأعراف، قدیمی)

(۲) (سورة النساء: ۸۰)

وقال ابن کثیر: "يُخبر تعالى عن عبده ورسوله محمد صلى الله عليه وسلم بأن من أطاعه فقد أطاع الله، ومن عصاه فقد عصى الله، وما ذاك إلا لأنه ما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى".
(تفسير ابن کثیر: ۱/۷۰۳، دار السلام ریاض)

عبادت اگر مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کی جائے تو شرک کا خطرہ ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ، فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۳ھ۔

بوقت مطالعہ تلاوت کرنا

سوال [۱۲۰۰]: ایک ایسے کمرہ میں بالجبر تلاوت کرنا جس میں کئی آدمی اپنی کتب دینیہ زور سے پڑھ رہے ہیں یا سراسر مطالعہ کر رہے ہیں مگر تلاوت کی طرف توجہ بالکل نہیں ہے تو اس صورت میں تلاوت بالجبر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اگر دوسرا شخص پہلے سے دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہے تو آہستہ تلاوت کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۳ھ۔

کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے گا؟

سوال [۱۲۰۱]: اگر مسجد میں کوئی درو یا وظیفہ پڑھ رہا ہو تو آیا از بلند تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= "وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصي الله". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۲۷۰، دار إحياء التراث العربی)
(۱) (سورة الكهف: ۱۱۰)

(۲) "يكرر من الفقه وغيره يقرأ القرآن لا يلزمه الاستماع رجل يكتب الفقه و بجانبه رجل يقرأ القرآن ولا يمكنه استماع القرآن، كان الإثم على القارئ ولا شيء على الكاتب". (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۱۸/۵، الباب الرابع، رشیدیہ)

(کذا فی رد المحتار: ۵۴۶/۱، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

(ومجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۳۰/۴، امجد اکیڈمی لاہور)

الجواب حامداً ومصلحاً :

اگر تلاوت پہلے سے کوئی شخص باواز بلند کر رہا ہے اور پھر کسی نے آکر اپنا وظیفہ شروع کر دیا تو تلاوت کرنے والے کو روکا نہیں جائے گا اور اگر وظیفہ پہلے سے کوئی شخص پڑھ رہا ہے تو بعد میں آنے والا آہستہ تلاوت کرے مگر مجبور پھر بھی نہیں کیا جائے گا، محض استحسانی چیز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۸ھ۔

جلسہ کی ابتدا کلام پاک سے

سوال [۱۲۰۲]: مسلم یونیورسٹی مسلمانوں کا ادارہ ہے، جس کی مجلس (مسلم یونیورسٹی کورٹ) خالصہ مسلمانوں کی جماعت ہے اور کوئی غیر مسلم قانوناً اس کا ممبر نہیں بن سکتا۔ مجلس مذکورہ کے جلسہ خصوصی منعقدہ ۱/ دسمبر ۱۹۳۹ء میں ایک ممبر نے یہ تجویز پیش کی کہ کورٹ کے جلسوں کی ابتداء تلاوت کلام سے ہوا کرے، اس پر ایک دوسرے ممبر نے مخالفت کی اور کہا کہ آج اس جلسہ میں تلاوت کلام ہوگی کل دوسرے جلسوں میں ہوا کرے گی اور جلسہ میں ناظم دینیات کو کلام پاک پڑھنے کے لئے بلانا ہوگا، اس لئے اس تجویز کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ واضح رہے کہ اس مجلس میں کافی تعداد میں ممبران حافظ جی اور مذہبی پیشوا ہیں، مزید ممبران ہر ممبر مسلمان ہی ہے اور تلاوت کلام پاک کر سکتا ہے اور ناظم دینیات کا اس کام کے لئے مامور ہونا ضروری نہیں ہے۔

چونکہ یہ تجویز شامل ایجنڈا نہ تھی اور ہر ایسی تجویز کے پیش کرنے کے لئے جو خارج ایجنڈا ہو، دو تہائی

(۱) ”صی یقرأ فی البیت وأہلہ مشغولون بالعمل، یعذرون فی ترک الاستماع إن افتتحوا العدل قبل القراءة وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن، مدرس یدرس فی المسجد وفيه مقرئ یقرأ القرآن بحيث لو سکت عن درسه یسمع القرآن یعذر فی درسه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۳۱، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح و قراءة القرآن، رشیدیہ)

(روکذا فی رد المحتار: ۱/۵۳۶، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

(روکذا فی مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۳۳۰، امجد اکیڈمی لاہور)

ممبران موجودہ کی رضا مندی ضروری ہوتی ہے اس لئے اس مخالفت کی بنا پر اس تجویز کو دو تہائی ممبروں کی تائید حاصل نہ ہوئی اور تجویز نہ پیش کی جاسکی۔ محرک آئندہ اجلاس میں پھر اس تجویز کو باضابطہ نوٹس کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان حالت کے ماتحت اس تجویز کو پیش کرنا شریعت حقہ کی رو سے کیسا ہے اور کیا اس مخالفت کے بعد اس تجویز کو پیش کرنا اور جلسہ کو تلاوت کلام سے شروع کرنا لازمی ہو گیا؟ مفصل اور شرح جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

[۱۲۰۳] نیز کیا تلاوت کلام پاک کے لئے وضو کا ہونا ضروری ہے، بلا وضو کلام پاک ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

۱۔ اہل اسلام کے جلسہ کی ابتداء اگر تلاوت کلام اللہ شریف سے ہو تو نہایت مستحسن ہے اور باعث برکت ہے، لیکن یہ فرض واجب کے درجہ میں نہیں کہ اس کے ترک کرنے سے گناہ ہو بلکہ محض استحسان اور استحباب کا درجہ ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے برکت اور ثواب سے محرومی رہے گی (۱) اور بفضلہ تعالیٰ مسلمان قرآن شریف سے اس قدر تعلق اور لگاؤ رکھتے ہیں کہ ہر جگہ ہم ہمیش اس کی تلاوت پر قدرت رکھنے والے ضروری میسر آ جاتے ہیں اور کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

اگر کوئی مجلس مسلمانوں کی قانوناً ممنوعت کر دے کہ ہمارے جلسہ میں تلاوت کی اجازت نہیں تو یہ قانون یقیناً اسلام اور اسلامی احساسات کے مخالف ہوگا، ایسی صورت میں اس قانون ساز جماعت کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ خود ہی اس قانون کو منسوخ کر دے۔ اور کلام الہی کی تلاوت پر ایسی پابندی عائد نہ کرے، اگر وہ نہ مانے تو ایسے قانون کی پابندی شرعاً ناجائز ہے (۲)، اس کے خلاف کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح تلاوت کو ایسا لازم کرنا کہ بغیر اس کے کوئی اجلاس ہی نہ ہو سکے اس کو فرض کا درجہ دینا یہ بھی ناجائز ہے (۳)، اس لئے ایسا

(۱) "کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بذكر فهو أقطع"۔ "کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بذكر الله ثم بالصلاة

علیٰ فهو أقطع"۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، مقدمہ : ۳۷/۱، ۳۸، رشیدیہ)

(۲) "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الله"۔ (مسند الإمام أحمد : ۲۱۲/۱، رقم الحدیث : ۱۰۹۸، دار

إحياء التراث العربی)

(۳) "من أصر علی أمر مندوب و جعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال =

کرنا چاہئے کہ اکثر تو افتتاح تلاوت سے ہو اور کبھی بغیر اس کے بھی۔

۲۔ قرآن شریف کو ہاتھ لگانے کے لئے تو وضو کا ہونا ضروری ہے اور محض تلاوت کے لئے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اور بلا وضو بھی تلاوت جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہذا، ۶/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح

سوال (۱۲۰۴): ایک سیاسی مجلس میں ہندو مسلم شریک ہوں اور یہ مجلس ہندو لیڈروں کی آمد پر منائی گئی ہو اور چند ہندو مجلس کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ کرنے کے متمنی ہیں۔ دریں صورت تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نوٹ: تلاوت نہ کرے تو تعصب کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس مقصد سے تلاوت کی جائے کہ اللہ کے کلام سے ان کے قلوب متاثر ہو کر اسلام سے قریب ہو جائیں تو گنجائش ہے، اگر محض رسمی طور پر ہو یا اس کے اعزاز میں ہو تو اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= و جاء فی حدیث ابن مسعود: "إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه".

(السعاية، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/ ۲۶۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) "ولا تكثر قراءة القرآن للمحدث ظاهراً": آی علی ظہر لسانہ حفظاً بالإجماع" (الحلبی الکبیر،

مطلب فی اصح القولین، ص: ۶۰، سہیل اکیڈمی)

(کذا فی مجمع الأنهر: ۱/ ۴۳، کتاب الطہارۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(والنهر الفائق، کتاب الطہارۃ: ۱/ ۱۳۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "قال الإمام محمد فی السیر الکبیر: وإذا قال الحربی أو الذمی للمسلم: علمنی القرآن، فلا بأس

بأن یعلمه و یفقهه فی الدین لعل الله یقلب قلبه إنما یمنع منه إذا خیف منهم إهائته، أما إذا لم یکن =

تلاوت کے وقت سر ہلانا

سوال [۱۲۰۵]: تلاوت کلام پاک یا کتب حدیث پڑھتے وقت سر ہلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرعی حکم نہیں طبعی چیز ہے، بعض ہلاتے ہیں بعض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۵ھ۔

ایک ایک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر

سوال [۱۲۰۶]: نسائی اور ابن ماجہ کے باب فضائل قرآن شریف میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ ”ایک ایک کر پڑھنے والے کو ہر ثواب اور جو تیز پڑھتا ہے اس کو اکہر ثواب ملتا ہے“ (۱) یہ عقل کے خلاف اور انصاف کے خلاف ہے یا نہیں؟ محدثین نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟ مہربانی فرما کر جواب صاف اردو میں مفصل و مدلل دینا چاہیے۔ فقط بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ ایک ایک کر پڑھنے میں مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لئے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو دو اجر ملیں گے: ایک پڑھنے کا اجر، دوسرا مشقت کا اجر۔ جو شخص روانی سے پڑھتا ہے اس کو مشقت نہیں ہوتی تو اس کو صرف پڑھنے کا اجر ملے گا اور اس سے مقصود قرآن شریف کی طرف توجہ اور رغبت دلانی ہے۔ جو شخص ماہر ہے ایک کر نہیں پڑھتا

= مثل هذا الخوف فلا بأس بذلك“ (تکملہ فتح الملہم شرح صحیح المسلم، باب النہی ان سافر

بالمصحف الخ: ۳/۳۸۶، مکتبہ دارالعلوم)

(وکذا فی الحلبي الكبير، ص: ۶۰، مطلب فی اصح القولین، سہیل اکیڈمی)

(وفی رد المحتار: ۱/۱۷۷، مطلب یطلق الدعاء الخ، سعید)

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الماہر بالقرآن مع السفرة

الکرام السررة، والذي یقرؤه، یتعنع فیہ، وهو علیہ شاق، له اجران اثنان“۔ (سنن ابن ماجہ، باب ثواب

القرآن، ص: ۲۷۶، میر محمد کتب خانہ)

(وسنن أبی داؤد مع بذل المجہود، باب فی ثواب قراءة القرآن: ۳۳۷/۲، مکتبہ فاسمیة، ملتان)

وہ افضل ہے اگرچہ اس کو مشقت کا اجر نہیں ملتا، لیکن اس کا اجر بھی انک کر پڑھنے والے سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہوگا اگرچہ اکھراٹے: "فله اجران: ای أجر لقراءته وأجر لتحصيل مستقته، وهذا تحريض على تحصيل القراءة، وليس معناه أن الذي يتتبع فيه أجره أكثر من الماهر، بل الماهر أفضل وأكثر أجراً حيث اندرج في سلك الملائكة المقربين والأنبياء المرسلين والصحابة المقربين اه". بذل المجهود: ۳۳۸/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا؟

سوال [۱۲۰۷]: تقریباً دس بیس نمازی مسجد میں تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے، ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے تحیۃ المسجد پڑھنی ہے تلاوت بند کر دو۔ تو یہ فعل افضل ہے یا تلاوت کرنا افضل و بہتر ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں جبکہ لوگ تلاوت کر رہے ہیں تو اس کے بعد میں آنے والے کو مناسب یہ ہے کہ تلاوت سننے میں مشغول ہو جائے دوسروں کو تلاوت سے نہ روکے، اگر تحیۃ المسجد پڑھنی ہی چاہے تو الگ کسی جگہ پڑھ لے، تلاوت کرنا، سنت تحیۃ المسجد پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے: ﴿وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له﴾
الآیہ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

(۱) (بذل المجهود فی حل ابی داؤد، الجزء التاسع، باب ثواب قراءة القرآن: ۳۳۸/۲، مکتبہ قاسمیہ، ملتان)

(۲) (سورة الاعراف، آیت: ۲۰۳)

"صبي يقرأ في البيت وأهله مشغولون بالعمل، يعذرون في ترك الاستماع إن افتتحوا العمل قبل القراءة، وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن". (رد المحتار، فروع في القراءه خارج الصلوة: ۵۳۶/۱، سعید)

دس دفعہ ”قل هو اللہ“ پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہوں گے؟

سوال [۱۲۰۸]: بعض نو تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ جو شخص دس بار ”قل هو اللہ“ پڑھے گا ایک محل جنت میں تعمیر ہوتا ہے تو کیا وہ محل صرف اسی کے لئے ہے یا اس کے ساتھ حور و غلمان بھی رہیں گے؟
الجواب حامداً ومصلياً:

دس مرتبہ ”قل هو اللہ“ پڑھنے پر جنت میں ایک محل کا تیار ہونا کس روایت میں ہے؟ ان سے دریافت کر کے لکھئے تاکہ اس پر غور کیا جائے، اتنا ثابت ہے کہ جنت میں جو کچھ آدمی چاہے گا اس کو ملے گا۔ ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت کرنا

سوال [۱۲۰۹]: پان میں تمباکو کھا کر مسجد یا دوسری جگہ تلاوت قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس لئے پان کھایا گیا ہو کہ اس سے فیند نہ آئے۔

= (وكتا في الفتاوى العالمكبرية: ۵/۳۱، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء القرآن، رشيدية)

(مجموعۃ الفتاوى علی هامش خلاصۃ الفتاوى: ۳/۲۳۰، امجد اکیڈمی لاہور)

(۱) (الزخرف: آیت: ۷۱)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۷۱، دار السلام، ریاض)

وقال الإمام أحمد رحمه الله تعالى: ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن أدنى أهل الجنة منزلةً أن له سبع درجات، وهو على السادسة، وفوقه السابعة، وأن له ثلثمائة خادم، ويفدى عليه ويراح كل يوم بثلاث مائة صفحة إلخ“۔ (مسند الإمام أحمد:

۳/۵۰، دار إحياء التراث العربي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ منہ صاف کر کے تلاوت کی جائے (۱) اور یہ تصور کیا جائے کہ میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کو سناربا ہوں، پھر انشاء اللہ تعالیٰ نیند نہیں آئے گی۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۴ھ۔

دنیاوی غرض کے لئے بھی ذکر قرآن پراجرہ ہے

سوال [۱۲۱۰]: بعض اور اوجن کے فضائل احادیث سے ثابت ہیں مثلاً: قرآن شریف علی الاطلاق اور اس کی بعض سورت و آیات بالخصوص ”سبحان اللہ، والحمد للہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ الخ۔ لا الہ الا اللہ وحدہ“ وغیرہ وغیرہ جن کے فضائل منصوص ہیں، اس قسم کے اوراد اگر ایسی ترکیب سے پڑھے جائیں جو مشائخ نے بیان فرمائی ہیں یا عالموں نے بتلائی ہیں یا خاص اس کمیت اور کیفیت سے پڑھی جائیں جو کمیت اور کیفیت ان کی احادیث سے ثابت ہے، مگر ان کے پڑھنے سے کسی دنیوی غرض کا پورا کرنا ہے مثلاً: یہ کہ رزق میں فراخی ہو جائے یا بچہ پیدا ہو یا فلاں مرض دفع ہو جاوے، یا فلاں غائب واپس آجائے یا تجارت میں نفع ہو یا فلاں عورت سے نکاح ہو جائے یا فلاں فلاں میں محبت ہو جائے یا فلاں گمشدہ مال واپس مل جائے یا فلاں مصیبت اور تنگی دور ہو جاوے یا تسخیر عالم ہو جائے یا تسخیر جنات وغیرہ ہو جائے یا تسخیر کوکب مثلاً زہرہ، مشتری، عطارد، شمس وغیرہ ہو جائے یا فلاں فلاں مقدمہ ختم ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک حاجت کے لئے خاص خاص ترکیب سبب عملیات میں موجود ہیں اور مشائخ عظام سے منقول ہیں اور قرآن شریف کی مختلف آیات اور سورت سے بتلائی گئی ہیں اور بعض مفسرین نے بعض بعض آیات کی خاصیات تحریر فرمائی ہیں کہ ان میں یہ فوائد ہیں جو کہ دنیوی اغراض سے تعلق رکھتے ہیں اور حالانکہ قرآن شریف کے نصوص میں وارد ہے کہ ایک ایک حرف کے بدلہ میں ۱۰، ۱۰۰ نیکیاں ملتی ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن شریف کی بعض آیات یا اذکار مذکورہ میں سے کسی کو اگر کوئی شخص اس قسم کی دنیوی حاجات کے لئے پڑھے تو پڑھنے والے کو اس پر کوئی ثواب مرتب ہوگا یا نہیں؟

(۱) کتب فقہ میں صریح چیز یہ نہیں ملتا، البتہ عرف عام میں اس کو بادلہ خیال کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

اگر ہوگا تو کیا وہی منصوص یا اس سے کم اور اگر حاجت دنیوی کے لئے پڑھا جائے کہ آثار میں صراحۃً ذکر ہیں مثلاً: سورہ واقعہ کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر رات میں پڑھنا دافع فقر ہونا منقول ہے (۱)، اسی طرح پر "لا حول ولا قوة الا باللہ" الخ ولا منجاء من اللہ الا الیہ" (۲) کا حدیث مرفوع میں ننانوے بلا کا دافع ہونا جس کا ادنیٰ فقر ہے مروی ہے تو اگر کوئی اس وظیفہ کو دفع فقر اور فاقہ تنگدستی کے لئے دائمی پڑھتا ہے تو کیا اس کو اس دنیوی حاجت کے قضاء کے لئے پڑھنے سے ثواب جو مطلقاً تلاوت قرآن شریف کے متعلق یا "لا حول ولا قوة" الخ پڑھنے پر روایات میں وارد ہے موصول ہوگا یا نہیں؟

اور اگر کوئی شخص ایسا وظیفہ جن کے فضائل منصوص سے ثابت ہیں بالفاظہا تو نہیں پڑھا کرتا مگر ایسا ہی جن اوراد کے فضائل روایات سے ثابت ہیں، مثلاً: دعاء، ثنا وحمد باری عز اسمہ ودرود بالفاظ ماثورہ، ان کے فضائل منصوص ہیں، اب کوئی شخص فارسی، ہندی وغیرہ زبان میں کوئی ورد، دعاء، ثنا کا کسی حاجت کے لئے پڑھتا ہے تو کیا اس کو وہ ثواب بھی مل سکتا ہے جو دعاء، ثنا وغیرہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ بالتفصیل بیان فرمادیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو خواص و فوائد آیات و سورا و اذکار کے منصوص ہیں ان کے لئے پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں آئے گی، کیونکہ جس نے ثواب بتایا ہے اسی نے خواص و فوائد بتائے ہیں اور ان خواص و فوائد کے لئے پڑھنے کی تعلیم دی ہے اور ثواب کو مشروط نہیں کیا خواص و فوائد کی نیت نہ ہونے کے ساتھ۔

نیز خواص و فوائد اور نیت ثواب میں تزام بھی نہیں کہ اجتماع دشوار ہو، گواہی اور افضل درجہ یہ ہے کہ محض رضائے حق تعالیٰ مقصود ہو کیونکہ خواص و فوائد کا ترتیب تو بہر حال ہوگا پھر ثواب کو تابع اور خواص و فوائد کو متبوع بنانے کی کیا ضرورت ہے، تاہم اس سے ثواب منصوص میں کمی نہ ہوگی اگرچہ یہ درجہ مفضل ہونے کی وجہ سے افضلیت کا ثواب نمل سکے گا، اپنی مشروع اغراض کے لئے دعا کرنا خود مامور بہ ہے جو کہ موجب ثواب ہے اور

(۱) "عن عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من قرأ سورة

الواقعة کل لیلۃ، لم تصبہ فاقۃ أبداً". (تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۳۶۰، سورة الواقعة، دار السلام، ریاض)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۵۹۵/۲، رقم الحدیث: ۸۰۲۳، دار احیاء التراث العربی)

(وحسن حصین: ۳۵۳، رقم: ۵۳، خزینۃ علم وادب، لاہور)

غیر مشروع اغراض کے لئے پڑھنا ناجائز ہے:

”من قرأ حرفاً من كتاب الله، فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: آلم حرف، ولكن ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف اه“۔ ترمذی شریف (۱)۔

”من شغله القرآن: أى لفظاً أو حفظاً أو معنى أو عملاً، وتخلف عن ذكرى: أى من سائر الأذكار ومسئلتى: أى من بقية الأدعية، أعطيه أفضل ما أعطى: على صيغة المضارع المعلوم المتكلم الواحد: أى أفضل ما أعطيه السائلين: أى والذاكرين فهو من باب الاكتفاء، أو المراد بالسائلين الطالبون فى ضمن الذكر والدعاء بلسان القال أو بيان الحال. وقال المظهر: يعنى إن اشتغل بقراءة القرآن ولم يفرغ إلى الذكر والدعاء، أعطاه الله مقصوده ومراده أحسن وأكثر مما سأل يعطى الذين يطلبون من الله تعالى حوائجهم، والمعنى أنه لا يظن القارى أنه إذا لم يطلب من الله حوائجه لا يعطيه إياها، بل يعطيه أكمل الإعطاء، فإنه من كان لله كان الله له اه“۔
الحرز الثمين مختصراً، ص: ۲۵۳ (۲)۔

”فلو قصد بالذكر القربة إلى الله تعالى لكان أكثر ثواباً، ومن ثم قال الغزالي: حركة اللسان بالذكر مع الغفلة منه تحصل الثواب؛ لأنه خير من حركة اللسان بالغيبة، بل هو خير من السكوت مطلقاً: أى المجرد من التفكير، قال: وإنما هو ناقص بالنسبة إلى عمل القلب اه“۔ فتح الباری: ۱/۱۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد کثوثی عفا اللہ عنہ۔

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیوز، ۳/۳/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

(۱) (جامع الترمذی، باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الأجر: ۱۱۹/۲، سعید)

(۲) لم أظفر عليه

(۳) (فتح الباری، کتاب بدء الوحي، باب: ۱، ۱۸/۱، قدیمی)

مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا

سوال [۱۲۱۱]: ہمارے یہاں ایک صاحب نے یہ عمل بتلایا کہ مصیبت کے وقت یا کسی پریشانی کے وقت پریشانی دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی سطروں پر انگلی رکھتے جائیں اور بسم اللہ پڑھتے جائیں چاہے قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بھی قرآن پاک کی لائنوں پر انگلی رکھتا جائے اور بسم اللہ پڑھتا جائے تو کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصیبت دور کرنے کا علاج توبہ و استغفار ہے، گناہوں سے نادم ہو کر معافی مانگنا اور آئندہ کو عہد کرنا ہے، حقوق اللہ، نماز، زکوٰۃ، صدقہ، روزہ جو بھی ذمہ میں باقی ہیں ان کو پورا کرنا ہے (۱)، بندوں کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور ان سے معافی مانگنا ہے (۲)۔ قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھ کر بسم اللہ پڑھنا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علاج تجویز نہیں فرمایا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، کیم/محرم/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، کیم/محرم/۱۳۹۳ھ۔

قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور بسم اللہ پڑھنا

سوال [۱۲۱۲]: قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور ہر سطر پر محض بسم اللہ پڑھنا کیا ہے؟

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال : إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال : "يا كعب بن عجرة! الصلاة قربان، والصوم جنة، والصدقة تطفى الخطيئة، كما يطفى الماء النار". (المسند للإمام أحمد: ۳/۳۹۹، دار إحياء التراث العربي)

(وصحيح البخارى: ۱۷۵/۹، دار الفكر بيروت)

(والسنن للنسائي: ۱۶۶/۳، دار الكتب)

(۲) "وأيضاً قد نصوا على أن كان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في المستقبل وإن كانت عما يتعلق بالعباد فتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه في حقوق الله تعالى على الخروج عن عهدة الأموال وإرضاء الخصم في الحال والاستقبال بأن يتحلل منهم أو يردّها إليهم" الخ. (شرح الفقه الأكبر، بحث التوبة، ص: ۱۵۸، قديمي)

تبرکات و تمنا اور عدم علم قرآن کی وجہ سے ہر دو کا کیا حکم ہے؟

۲..... اس طریقہ کو ختم قرآن سے تعبیر کرنا کیسا ہے؟

۳..... اگر وظیفہ کے لئے ایسا عمل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

۴..... اگر جائز ہے تو محض امر دینی و مقصد شرعی کے لئے جائز ہے یا حصول غرض دنیاوی یعنی غیر شرعی کے لئے بھی جائز ہوگا؟ نیز حصول دولت جبکہ ضرورت سے زائد ہو امر دینی ہوگا یا دنیاوی و غیر شرعی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیر کر بسم اللہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بسم اللہ ہے، یہ غلط ہے، محض بسم اللہ پڑھنے کا ثواب مستقل ہے۔

۲..... اس طریقہ کو ختم قرآن کہنا اور سمجھنا غلط ہے۔

۳..... اگر کوئی وظیفہ ایسا ہو کہ قرآن کریم کی سطور کے عدد کے موافق بسم اللہ پڑھی جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

۴..... خلاف دین کسی مقصد کا حاصل کرنا اور اس کے لئے وظیفہ پڑھنا درست نہیں، غیر شرعی امور سے تو بچنے کا حکم ہے، ضرورت سے زائد ناموری کے لئے دولت حاصل کرنا امر دنیوی اور غیر شرعی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک شب میں قرآن کریم ختم کرنا

سوال [۱۲۱۳]: زید نے کہا کہ تلاوت قرآن پاک ایک شخص ایک شب میں نہیں کر سکتا، اگر کسی نے کیا تو سنت کے خلاف کیا، قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، ایک شب میں جس نے تلاوت کر کے لوگوں کو سنایا وہ قرآن کا حق ادا نہ کیا خلاف سنت ہے، قرآن کی بعض آیات یا تمام آیات کو جلد جلد

(۱) "عن سلمة قال: سمعت جنوداً رضى الله تعالى عنه يقول: قال النبي ﷺ: "من سمع سمع الله به و

من يراء يراء الله به". (صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۳، قديمي)

پڑھنے کا حکم شرعاً نہیں ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کم از کم وہ گنہگار ہے۔ اس پر بکمر کرنے کہا کہ ایک شب میں تلاوتِ قرآن کرنا درست ہے، ہمارے علاقہ میں حافظ چند گھنٹے میں قرآن ختم کرتے ہیں۔ اس پر زید نے کہا کہ وہ شیطان ہیں جو چند گھنٹے میں جیسا ویسا پڑھ دیا۔ تمام آبادی زید پر ناراض ہے کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا مگر زید نے حدیث نہ ماننے کی وجہ سے کہا۔

زید کی مندرجہ باتیں کس حد تک درست ہیں اور بکمر کی بات کہاں تک درست ہے؟ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو نہ مانے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ ہمارے یہاں اس بات پر شدید اختلاف ہے۔ بکمر کرنے کہا کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا، زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو نہ مانے اس بناء پر کہا۔ دونوں میں سے کس کا قول درست ہے؟ شرعاً جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیثِ پاک میں تین شب سے کم میں ختم قرآن پاک کو ناپسند فرمایا گیا ہے (۱)، اس میں پورے تدبیر کا عموماً موقع نہیں ملتا، اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے اولیائے عظام سے تین شب سے کم میں بلکہ ایک شب میں بلکہ ایک رکعت میں پڑھنا بھی منقول ہے بلکہ ایک رات میں کئی کئی مرتبہ قرآن ختم کرنا بھی منقول ہے (۲)۔ اب بھی جو شخص قرآن پاک سے شوق و دلچسپی رکھتا ہو اور اس کو پختہ یاد ہو، صحیح پڑھتا ہو، دل جمعی سے تین شب سے کم میں ختم کر لے تو وہ گنہگار نہیں اور ایسے آدمی کو شیطان کہنا زیادتی ہے، جس نے کہا وہ اپنی

(۱) "وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث" أي: لیسالی ... لأنه إذا كان لم يتمكن من التدبر له والتفكير فيه بسبب العجلة والملاحة". (مراجعة المفاتيح، شرح مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن: ۲/۳۰۱، رقم الحديث: ۲۲۰۱، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة اللكنوی: "ان قيام الليل كله، وقراءة القرآن في يوم وليلة مرة ومرات، وأداء ألف ركعات أو يزيد من ذلك، ونحو ذلك من المجاهدات والرياضات ليس ببدعة، وليس بمنهي عنه في الشرع، بل هو أمر حسن مرغوب إليه، لكن بشروط إلخ". (إقامة الحجة على أن الإكثار في التبعيد ليس ببدعة، في ضمن مجموعة رسائل اللكنوی: ۲/۳۰۱، إدارة القرآن)

(وكذا في الفتاوى الحديثية، ص: ۸۲، ۸۳، قديمی)

غلطی کا اعتراف کر کے رجوع کر لے، اس نے بھی حدیث شریف کی وجہ سے کہا ہوگا مگر کہنے میں حد کی رعایت نہیں کی، غلطی سے غلط لفظ کہہ دیا، اپنی غلطی کا اقرار کر کے اصلاح کرنا بہت عمدہ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۳ھ۔

ختم قرآن پر دعوت کرنا

سوال [۱۲۱۲]: میرے بچے نے قرآن کریم حفظ کر لیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترغیبی جلسہ کر کے شیرینی تقسیم کروں، کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک اللہ پاک کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کر لینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب و متعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء و احباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدر دانی ہے ممنوع نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب و تبلیغ میں معین ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۃ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کر کے احباب و غرباء کو کھلایا تھا (۱)، اس لئے سلف صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے، ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ مقبول نہیں (۲) اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے (۳)،

(۱) "قال السيوطي" في الدر: أخرج الخطيب في رواة مالك والبيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال: "تعلم عمر رضي الله تعالى عنه البقرة في اثنتي عشرة سنة، فلما ختمها نحر جزوراً". (أوجز المسالك: ۱۳۳/۳، إدارة تاليفات اشرفیہ)

(۲) "وعن جندب - رضي الله تعالى عنه - قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سمع سمع الله به، ومن يراءى يراءى الله به". متفق عليه. (مشکوۃ المصابیح، باب الرياء والسمعة من الرقاق، الفصل الأول، ص: ۳۵۳، قدیمی)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن الله عز وجل لا ينظر إلى صوركم و أموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم و أعمالكم". رواه مسلم. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۳۵۳، قدیمی)

مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کر لی تو اور پریشانی ہوگی (۱)، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء بھی دے دی جائیں (۲) اور بچے نے جہاں ختم کیا ہے وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی آمد کر دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۸۹ھ۔

مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا

سوال [۱۲۱۵]: زید ایک نیا مکان تعمیر کر رہا ہے، اس کی خیر و برکت کے لئے ایک ختم قرآن کروانا چاہتا ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

خود اور اہل خانہ و احباب اس میں قرآن پاک کی تلاوت کر لیں اور دعا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت عطا فرما، اس مکان میں رہنے والوں کو طاعات کی توفیق دے، اتباع سنت کی ترویج فرما، گناہوں سے محفوظ رکھ، شیاطین، جنات اور پڑوسیوں کے شرور سے حفاظت فرما (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشح من الإضلال وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: إن الله يحب أن تؤتى رخصته كما يحب أن تؤتى عزائمه." (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اکبر - صی لاہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإن تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم﴾: أى فالإخفاء (خير) من الإبداء والأحاديث فى أفضلية الإخفاء أكثر من أن تحصي الخ. (روح المعاني: ۴۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) "ولا بأس باجتماعهم على قراءة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن ويستحب له أن يجمع أهله وولده عند الختم ويدعو لهم الخ." (الفتاوى العالمگیریة، الباب الرابع فى التسييح وقرأة القرآن: ۵/۱ - ۳۱، رشیدیہ) =

نابالغ سے ختم کرانا

سوال [۱۲۱۶]: ہمارے یہاں گھروں میں ختم شریف کراتے ہیں، بہت سے بچے ناپاک کہ جن کو کچھ ناپاکی کی تمیز نہیں ہے وہ بھی پڑھتے ہیں، قرآن پاک میں کئی جگہ سجدہ آتا ہے وہ ایک مرتبہ بھی سجدہ نہیں کرتے، اس طرح پر ختم کرانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بچے نابالغ اور ناسمجھ ہوں ان پر سجدہ تلاوت واجب نہیں (۱)، جب وہ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ان کو بھی ثواب ملتا ہے (۲)، بڑوں کے ذمہ ہے کہ پاکی، ناپاکی کی تمیز سکھائیں۔ میت کو ثواب پہنچانا بہت اچھا ہے ان سے ثواب پہنچانے والے کو بھی قاعدہ ہوتا ہے اور میت کو بھی (۳)، لیکن جب کہ یہ ثواب پہنچانا شریعت کے موافق ہو یعنی اخلاص کے ساتھ ہو، ریاکاری، رسم کی پابندی، سوم، دہم، چہلم وغیرہ نہ ہو اور پڑھنے والے بھی ثواب کے لئے پڑھیں، چنوں، لاپچی داتوں، دعوت پیسوں کے لالچ سے نہ پڑھیں ورنہ ثواب نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۱۸، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

(وتفسیر ابن کثیر: ۲/۲۸۱، سہیل اکیڈمی)

(۱) "فلا تجب (سجدة التلاوة) علی کافر و صبی و مجنون و حائض و نفساء قرأوا أو سمعوا؛ لأنهم لیسر أهلاً لها". (الدر المختار: ۲/۱۰۷، باب سجود التلاوة، سعید)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، و الحسنة بعشرة أمثالها الخ". (جامع الترمذی: ۲/۱۱۹، باب ما جاء فی من قرأ حرفاً من القرآن ماله من الأجر، سعید)

(۳) "من صام أو صلى أو تصدق، و جعل ثوابه لغيره من الأموات و الأحياء، جاز، و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة و الجماعة". (رد المحتار: ۲/۲۳۳، مطلب فی القراء للمیت، سعید)

(۴) "ویکسر اتخاذ الطعام فی اليوم الأول و الثالث و بعد الأسبوع، و نقل الطعام إلى القبر فی المواسم، و اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء و القراء للختم". (رد المحتار: ۲/۲۳۰، مطلب فی =

تلاوت کا ثواب پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے

سوال [۱۲۱]: زید روزانہ تلاوت کلام اللہ کے بعد اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کل مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات کو ثواب بخش دے تو کیا زید کو تلاوت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو بھی ثواب ملے گا وہ ہرگز محروم نہیں رہے گا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمد عقی عند دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

قبرستان میں قرآن شریف لے جانا اور پڑھ کر ثواب پہنچانا

سوال [۱۲۱۸]: قبرستان میں قرآن شریف لیجا کر خود پڑھنا خواہ دوسرے سے اجرت پر پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف خود پڑھ کر ایصال ثواب کرنا یا دوسرے سے پڑھوا کر ثواب پہنچانا درست اور میت

= کراہۃ: اضیافۃ من اهل الميت، سعید

(۱) "الأصل أن كل من أتى بعبادة ماء، له جعل ثوابها لغيره"، (الدر المختار) (قوله: بعبادة ماء الخ): أي سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك..... الأفضل لمن يتصدق نفلًا أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم ولا تنقص من أجره شيء اهـ"، (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: "آلم" حرف، ولكن "ألف" حرف "ولام" حرف "وميم" حرف". (جامع الترمذی، باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن: ۱۱۹/۲، سعید).

(کذا فی المسند للإمام أحمد: ۴۳۷/۳، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(ومصنف ابن أبي شيبة: ۴۶۱/۱۰، دار الفكر بیروت)

(والکامل فی الضعفاء لابن عدى: ۸۰/۵، دار الفكر بیروت)

کیلئے نافع ہے (۱) لیکن اجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں ہے گناہ ہے، اجرت کا لینا بھی ناجائز ہے اور اس سے ثواب نہیں پہنچتا، اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

جیسا کہ علامہ شامی نے رد المحتار، جلد خامس، کتاب الاجارہ میں عینی وغیرہ سے بصراحت نقل کیا ہے (۲)۔ قبر پر قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے، ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

”ثم قراءة القرآن وإهداء هاله تطوعاً بغير أجره، يصل، ولو أوصى بأن يعطى شيئاً من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره فالوصية باطلة؛ لأنه في معنى الأجرة، كذا في الاختيار. وهذا بمعنى عدم جواز الاستجار على الطاعات (إلى قوله) ثم القراءة عند القبور مكروهة عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ومالك رحمه الله تعالى وأحمد رحمه الله تعالى في رواية؛ لأنه محدث ترد به السنة. وقال محمد بن حسن وأحمد في رواية: لا يكره..... روى عن ابن عمر أنه أوصى أن يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها، والله سبحانه أعلم“ (۳)۔

طحاوی نے امام محمد کے قول کو مختار لکھا ہے: ”وأخذ من ذلك جواز القراءة على القبر، والمسئلة ذات خلاف: قال الإمام، تكره؛ لأن أهلها جيفة، ولم يصح فيها شيء عنده عنه صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال محمد: تستحب لورود الآثار، وهو المذهب المختار كما صرحوا به في كتاب الاستحسان الخ“۔ طحاوی، ص: ۳۲۳ (۴)۔

قرآن شریف کو قبرستان میں لے جا کر تلاوت کرنا فی نفسہ مباح ہے لیکن اس کا التزام منع ہے جیسا کہ بعض دیار میں رواج ہے، ثواب گھر سے بھی پہنچ جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی حفظہ اللہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پیور، ۵/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

(۱) ”من صام أو صلى أو تصدق، وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة“۔ (رد المحتار: ۲/۲۴۳، مطلب في القراءة للميت، سعيد)

(۲) (رد المحتار: ۶/۵۶، كتاب الإجارة، مطلب: تحرير مهمم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة إليه، سعيد)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۳۱، قديمي)

(۴) (حاشية الطحاوی، ص: ۶۲۳، باب زيارة القبور، قديمي)

غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا

سوال [۱۲۶۹]: اگر کوئی مسلم غیر مسلم کو قرآن وغیرہ پڑھائے تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر با اثر مسلم کسی غیر مسلم کو اس نیت سے قرآن کریم پڑھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے تو درست ہے، مگر اس کو تاکید رکھے کہ وہ بے وضو قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۲ھ۔

انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا

سوال [۱۲۷۰]: ایک عیسائی اور اس کی میم بالغ ہیں اور قرآن شریف پڑھنا چاہتے ہیں، آیا ان کو

پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

امام مسجد، جدید دہرہ دول۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہ نیت تبلیغ و ہدایت پڑھانا جائز ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق اسلام عطا فرمائے۔ قرآن شریف

کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ بلا وضو اس کو ہاتھ نہ لگایا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی قعدہ/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی قعدہ/۵۸ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا يُمَسِّسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (واقعة: ۷۹)

”وَيُصْنَعُ النُّصْرَانِي مِنْ مَسَّةٍ، وَجُوزُهُ مُحَمَّدٌ إِذَا اغْتَسَلَ، وَلَا بَأْسَ بِتَعْلِيمِهِ الْقُرْآنَ وَالْفَقْهَ عَسَى

أَنْ يَهْتَدِيَ“ (الدر المختار، كتاب الطهارة، قبيل باب المياه: ۱/۷۸، سعيد)

”وَلَا بَأْسَ بِتَعْلِيمِ الْكَافِرِ الْقُرْآنَ أَوْ الْفَقْهَ رَجَاءُ أَنْ يَهْتَدِيَ، وَلَكِنْ لَا يُمْسِ الْمُصْحَفَ مَا لَمْ

يَغْتَسِلَ“ (الحلبی الكبير، تنمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره وفي القراءة خارج الصلاة،

ص: ۴۹۲، سهيل اكيڈمی، لاہور)

(۲) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: ”غیر مسلم کو قرآن کی تعلیم دینا“)

غیر مسلم کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینا

سوال [۱۲۲۱]: سوائے مسلم کے دیگر مذہب کے لوگوں کو قرآن شریف پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

جائز ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو اسلام کی توفیق دیدیں، مگر اس کو قرآن شریف کو ہاتھ لگانے سے بلا وضو منع کر دینا چاہئے:

”کافر من أهل الذمة أو من أهل الحرب طالب من مسلم أن يعلم القرآن والفقہ، قالوا:

لا بأس بأن يعلم القرآن والفقہ فی الدین؛ لأنه عسی أن یہتدی إلى الإسلام فیسلم، إلا أن

الکفار لا یمس المصحف اہ۔“ فتاویٰ قاضی خان ۷۹۴/۴ (۱)۔

یعنی اہل ذمہ یا اہل حرب میں سے کسی کافر نے کسی مسلمان سے درخواست کی کہ وہ اس کو قرآن و فقہ کی تعلیم دے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اس کو قرآن اور فقہ فی الدین کی تعلیم دے، اس لئے کہ امید ہے کہ اس کو اسلام کی ہدایت ہو جائے اور وہ اسلام قبول کر لے، مگر یہ کافر قرآن پاک کو نہ چھوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنپور، ۲۰/۲/۵۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/صفر/۵۶ھ۔



(۱) ”قال الإمام محمد فی السیر الکبیر: ”و إذا قال الحربی أو الذمی للمسلم: علمنی القرآن، فلا بأس بأن یعلمہ و یفقہہ فی الدین، لعل اللہ یقلب قلبہ. والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأیدی الکفار إنما یمنع منه إذا خیف منهم إهانته، أما إذا لم یکن مثل هذا الخوف، فلا بأس بذلك لا سیماً لتعلیم القرآن و تبلیغہ. واللہ اعلم.“ (تکملہ فتح الملہم شرح صحیح الإمام مسلم، باب النہی أن یمسک بالکتاب الخ: ۳/۳۸۶، مکتبہ دار العلوم کراچی)

وفی الدر: ”ر یمنع النصرانی من مسہ، وجوزہ محمد إذا اغتسل، ولا بأس بتعلیمہ القرآن

والفقہ، عسی أن یہدی.“ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ: ۱/۷۸، سعید)

المتفرقات

قرآن افضل ہے یا سید؟

سوال [۱۲۲۲]: ایک مولوی صاحب سے کسی نے شانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ قرآن پاک کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ نازک ہے عام لوگوں کی فہم سے اوپر ہے۔ لیکن سائل ایک سید تھا جس کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم قرآن شریف سے بوجہ اولاد ہونے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل ہیں لہذا ہم پر شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔ مولوی صاحب نے عظمتِ قرآن شریف میں فرمایا کہ قرآن شریف کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾۔ اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگانا حالتِ جنابت اور وضو نہ ہونے میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا احترام تھا۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض جہلاء نے یہ فتویٰ دیا کہ ایسا مولوی صاحب واجب القتل ہے، والد نے اپنے بیٹے کو تنبیہ کی کہ مولوی صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے تم نماز پڑھا کرو، اس نے جواب دیا کہ دیوبندی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور آپ کی اس بارے میں میرے اوپر اطاعت کوئی ضروری نہیں اور قیامت میں میری اس نافرمانی کا اجر ملے گا نہ کہ گناہ آیا والد صاحب کی اطاعت ضروری ہے یا مرشد بریلوی کی؟ جواب مدلل ہوا اور مسئلہ کی پوری تحقیق ہو۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

جابل سید کا یہ مقولہ انتہائی جہالت پر مبنی ہے، شریعتِ غرا کی پابندی خود بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضروری تھی (۱)۔ آں حضرت صلی

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾. (سورة طه: ۱۳۳)

وقال الله تعالى: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادُونَ﴾ (سورة الذاریات: ۵۶)

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرے۔ اعداؤں اللہ منہا۔ تو میں اس کا بھی ہاتھ

کاٹوں گا“ (۱)۔ پھر حضور نبی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پر شریعت کی پابندی کیسے ضروری نہیں ہوگی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک میں تقابل کا مسئلہ واقعہً نازک ہے، ہر شخص کے سمجھنے کا نہیں، سعایہ شرع و قایہ میں اس پر کلام کیا ہے۔ جو امور موافق شرع ہوں ان میں باپ کی اطاعت کرنی چاہئے، خلاف شرع امور میں اطاعت جائز نہیں: ”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“۔ الحدیث (۲)۔

مسئلہ مذکورہ میں عظمت قرآن شریف کے متعلق مولوی صاحب کا جواب اور عقیدہ صحیح ہے اور ایسے شخص کو واجب القتل قرار دینا عناد اور عصییت ہے۔ لڑکے کا اپنے والد کو جواب مذکور دینا غلط ہے، اس کو معاملہ میں والد کی اطاعت کرنی چاہئے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود لنگوئی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۸/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/شعبان/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

غلاف قرآن اور غلاف کعبہ میں کون افضل ہے؟

سوال [۱۲۲۳]: زید کہتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳۲ھ میں پانی پت میں وعظ فرمایا

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن قریشاً أهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: و من يجترئ عليه أسامة بن زيد حبيب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكلمه أسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أتشفع في حبة من حدود الله؟“ ثم قام فاخطب، ثم قال: ”إنما أهلك الذين قبلكم، إنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وأيم الله! لو أن فاطمة بنت محمد (صلى الله عليه وسلم) سرقت لقطع يدُها“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱۴، باب الشفاعة فی الحدود، قديمی)

(وسنن ابن ماجہ، ص: ۱۸۳، باب الشفاعة فی الحدود، قديمی)

(۲) (فیض القدیر: ۶۸۶/۱۲، رقم الحدیث: ۹۹۰۳، بیروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۵۹/۶، رقم الحدیث: ۲۰۱۳۰، دار إحياء التراث العربی)

تھا جس میں حضرت نے ایک اہم مسئلہ بیان فرمایا تھا کہ غلاف کلام اللہ غلاف بیت اللہ سے افضل ہے، چونکہ کلام اللہ، اللہ کی صفات ازلیہ ابدیہ میں سے ہے اور صفت موصوف میں علاقہ اتحاد ہوتا ہے، اس بناء پر وہ کپڑا غلاف کلام اللہ جس کا اتصال صفت حق تعالیٰ کے کلام سے ہے وہ افضل ہے بہ نسبت اس کپڑے کے جس کا اتصال صفت باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں کہ اس پر ایمان کی صحت موقوف ہو یا اس پر ادائے فرائض موقوف ہو، محض علمی نکتہ کے درجہ میں ہے، ایسے مسائل میں نزاع نہیں کرنا چاہئے۔

قرآن کریم کا بیت اللہ سے افضل ہونا حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے (۱)، اسی واسطے جو غلاف (جزدان) قرآن کریم سے متصل ہے وہ غلاف بیت اللہ سے افضل ہوگا، یہ بات الگ ہے کہ غلاف بیت اللہ پر کلمہ شریف یا کوئی آیت لکھی ہو تو اس کی وجہ سے اس کو افضلیت ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۸ھ۔

شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں

سوال [۱۲۲۲]: مولانا لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں، لیکن بخاری شریف میں حدیث طویل ”عن أبي هريره رضي الله تعالى عنه“ میں ہے: شیطان نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آیہ الکرسی کی تعلیم کی۔ لہذا اس میں پڑھنا بھی آگیا، اس تعارض کا کیا جواب ہے؟ زید اس کا جواب دیتا ہے کہ پڑھنا بطور نام کے ہے جیسے سورہ ”الحمد لله“ کہنا لہذا یہ پڑھنے میں شمار نہیں، یا شیطان نے صرف آیہ الکرسی کہا ہوگا، یا اس وقت شیطان انسان کے روپ میں تھا، وغیرہ وغیرہ۔

(۱) ”وعنه عليه الصلاة والسلام: ”القرآن أحب إلى الله تعالى من السموات والأرض ومن فيهن.“ (قوله:

ومن فيهن) ظاہرہ یعمم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، والمسألة ذات خلاف، والأحوط الوقف.“ (رد

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ جوابات بھی دیئے گئے ہیں اور محققین نے دیئے ہیں (۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا ملائکہ کو تلاوت قرآن پاک پر قدرت ہے؟

سوال [۱۲۵]: علم الکلام مؤلفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے قول حافظ ابن

صلاح رحمہ اللہ کا تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید پڑھ نہیں سکتے سن سکتے ہیں: ﴿فالتالیات ذکر﴾ (۲) ﴿فإذا قرأناه فاتبع قرآنہ﴾ (۳) سے کیا مراد ہے؟ اور وقت نزول جبریل علیہ السلام قرآن پاک کو کس طرح نازل فرماتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے صحیح لکھا ہے (۳)۔ حضرت جبریل علیہ السلام جب

(۱) "وسئل ابن الصلاح عن من يقول: الشيطان بقدر أن يقرأ القرآن ويصلي هو وجنوده؟ فأجاب بقوله: ظاهر القول ينفي قراءتهم القرآن وقوعاً، ويلزم من ذلك انتفاء الصلاة منهم؛ إذ منها قراءة القرآن الخ". (الفتاوى الحديثية، ص: ۳۱۰، مطلب: يجوز تكريم سورة الإخلاص خلافاً للإمام أحمد، قديمي)

(۲) (الصفات: ۳)

(۳) (القيمة: ۱۸)

(۴) "وقد ورد أن الملائكة لم يعطوا فضيلة حفظه، فهم حريصون على استماعه من الإنس، فإن قراءة القرآن كرامة أكرم الله بها الإنس، غير أن المؤمنين من الجن بلغنا أنهم يقرؤونه، وما ذكره في الملائكة."

قال الكمال الدميري: قد يتوقف فيه من جهة أن الجبريل هو النازل بالقرآن على النبي صلى الله عليه وسلم، وقال تعالى في وصف الملائكة: ﴿فالتليت ذكرًا﴾ (الصفات: ۳): أي يتلوا القرآن، وقد يجاب أن ذلك خصوصية لجبريل، وتفسير الآية بخصوص كونها تتلوا القرآن هو محل النزاع، فلا دليل فيه". (الفتاوى الحديثية، ص: ۳۱۰، مطلب: يجوز تكريم سورة الإخلاص الخ، قديمي)

قرآن پاک کی آیت لا کر سنا تے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد ہوا: ﴿لَا تَحْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ، فَاِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (الآیۃ) (۱) یہ وحی پہنچنے کے وقت کا واقعہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ جو فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کر لیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

کیا ملائکہ تلاوت کرتے ہیں؟

سوال [۱۲۲۶]: علم الکلام مؤلفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے حافظ ابن صلاح کا قول تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے، سن سکتے ہیں: ﴿فَالْتَالِيَاتِ ذِكْرُكَ﴾ (۲)، ﴿فَاِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ (۳) سے کیا مراد ہے؟ اور وقت نزول حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن پاک کس طرح نازل فرماتے تھے؟

(۱) (سورة القيامة: ۱۸-۱۹)

(۲) (سورة الصافات: ۳)

سورۃ صافات کی آیت سے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا، لیکن اس کا جواب بظاہر یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ ”ذکر“ ہے اور ملائکہ کے لئے ذکر اللہ کا ثبوت احادیث میں ہے، دوسرا یہ کہ اس سے بھی آیات کتب سماویہ کا انبیاء علیہم السلام پر بطور وحی پڑھنا ہے، یا ”التالیات“ سے علماء کی نفوس مراد ہیں جو کہ نمازوں میں صف بند ہوتے ہیں اور شرک و کفر سے ڈراتے ہیں دلائل کے ذریعے، یا اس سے مراد نفوس مجاہدین ہے جو کہ وقت قتال صف بند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دشمن کی پکار ان کو غافل نہیں کر سکتی: قال القاضي نساء الله البانسی بتی رحمہ الله تعالیٰ: ”﴿فَالْتَالِيَاتِ ذِكْرُكَ﴾ هم الملائكة الذين يتلون ذكرا لله، أو آيات الله من الكتب السماوية على الأنبياء أو أقسم نفوس العلماء الصائفين أقدمهم في الصلوة، الزاجرين عن الكفر والسيئات بالحجج والنصائح، التالين آيات ربهم رفيع الدرجات. أو نفوس الغزاة المقاتلين في سبيل الله صفاء كآلهم بنيان مرصص، الزاجرين الخيل والعدو، التالين لذكر الله، لا يشغلهم مبارزة العدو عن ذكر الله“.

(التفسير المظهری (الصافات: ۳) : ۱۰۵/۸، المكتبة الحبيبية، کوئٹہ)

(۳) (سورة القيامة: ۱۸)

الجواب حامداً ومصلحاً:

مولانا محمد ادریس صاحب نے صحیح لکھا ہے، حضرت جبریل علیہ السلام جب قرآن پاک کی آیت لا کر سناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے، اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد ہوا: ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قِرَاءَتَهُ إِنَّ عَلَيْنَا بَيْنَهُ الْكَلِمَةَ﴾ (۱) یہ وحی پہونچانے کے وقت کا واقعہ ہے (۲)۔ ایسا نہیں کہ جو فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کر لیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: ابن محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

مسلمان قرآن شریف کو نہیں سمجھتا

سوال [۱۲۲۷]: ایک بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ جب ہم قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم یہ نہیں سمجھ پاتے کہ آخر اس کا ترجمہ کیا ہے، جو آیات ہم اس وقت پڑھ رہے ہیں، آج ہم مسلمان اپنے اسلام کے بارے میں صحیح طرح نہیں جانتے اس لئے بڑا افسوس ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

اگر کوئی شخص قانون کی زبان یا رائج الوقت ملک کی زبان کو نہ سیکھے درآ محالیکہ اس کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے اور ہر طرح کی سہولتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ دکھ کی بات ہے کہ ہم قانون کی کتاب کو نہیں سمجھ پاتے، یا اسٹیشنوں، بازاروں، دفاتروں، کچہریوں میں جو اعلانات، سائن بورڈ، نقشے، نام لگے ہوئے اور لکھے ہوئے ہیں

(۱) (القیامۃ: ۱۸)

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا نزل علیہ الوحی یلقى منه شدة، وکان إذا نزل علیہ عرف فی تحریکہ شفتیہ یطلق أولہ، ویحرک شفتیہ خشية أن ینسی أولہ قبل أن یفرغ من آخرہ، فأنزل اللہ تعالی: لا تحرک بہ لسانک الخ“۔ (تفسیر ابن کثیر، الجزء التاسع والعشرون (القیامۃ: ۱۸) ۳/۵۷۸، دارالسلام، الرباط)

(وکذا فی صفوة التفسیر، (القیامۃ: ۱۸) ۳/۳۸۶، دارالقرآن الکریم، بیروت)

(وکذا فی روح المعانی: ۲۹/۶۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ان کو نہیں سمجھتے، تو اس کا صاف صاف جواب یہی ہے کہ یہ دکھ آپ نے خود ہی اپنے سر لے رکھا ہے کہ قانون کی زبان اور رائج الوقت زبان کو نہیں سیکھا اور جگہ جگہ جو تعلیم گاہیں، کالج، یونیورسٹیاں موجود ہیں جن میں تعلیم ہوتی ہے، امتحانات ہوتے ہیں، سندیں ملتی ہیں، پھر اچھی ملازمتوں پر بلایا جاتا ہے، ان سب سے آپ نے صرف نظر کر کے سب کو بیکار سمجھ لیا ہے، یہی جواب آپ کے اس سوال کا ہے۔ آپ انگریزی تعلیم پر یا ہندی تعلیم پر وقت صرف کرتے ہیں، دماغی محنت خرچ کرتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، راحت و آرام ترک کرتے ہیں، اس کا پھل آپ لیتے ہیں، وہاں کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ عربی تعلیم پر محنت کرتے وقت خرچ کرتے تو آپ اس کو سمجھ لیتے اور دکھ رفع ہو جاتا، تقاسیر و تراجم، اردو، ہندی، انگریزی، عربی ہر زبان میں موجود ہیں۔ الحاصل اس دکھ کی دوا خود آپ کے پاس ہے، ذرا ہمت و توجہ کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

قرآن میں سائنس کی بحث

سوال [۱۲۲۸]: ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ اخروی سعادت اور نجات حاصل ہو سکے اور خدا کی صحیح معرفت نصیب ہو، اسی مقصد کے لئے خدا نے جہاں مناسب سمجھا وہاں تمثیلات بیان کیں اور دلائل آفاقی و انفسی سے کام لیا، مگر قرآن سائنس اور مادیات کی تعلیم دینے والی کتاب نہیں، کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ضمنی یا تو توحید کے بیان کے لئے یا رسالت و آخرت وغیرہ عقائد اسلامی کے استدلال کے لئے، مقصد نزول، کائنات کی مابیت وغیرہ بیان کرنا نہیں، اسی لئے اس کا یہ گمان ہے کہ کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ انکشافات کئے ہیں ان میں سے بہت سی چیزیں حقیقت نفس الامر یہ ہیں اور بعض چیزیں مسلم قوم ہیں۔

چونکہ قرآن تو عرب قوم کو توحید و رسالت اور آخرت پر مضبوطی کے ساتھ جمانا چاہتا ہے اس لئے کائنات کے بارے میں ان کے جو خیالات تھے اسی کو دلیل کے طور پر بیان کیا گیا، اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حقیقت نفس الامر بھی یہی ہے، اگر یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بہت سے اعتراضات سے چھٹکارا مل جاتا ہے جو آئے دن سائنس کی جدید تحقیقات کے ذریعہ سے قرآن پر ہوتے رہتے ہیں۔ آپ سے دریافت

طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ خیال صحیح ہے، امید کہ اس کے پہلو پر بڑے غور و فکر سے جواب عنایت فرمائیں گے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

فیض الباری میں بھی اس کے قریب ہے مثلاً: اس میں ہے کہ آسمان حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، چاند، سورج، ستاروں کی حرکت نظر آتی ہے، قرآن پاک نے اس ظاہری ہیئت کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿والشمس تجري لمستقر لها..... کل فی فلک یسبحون﴾ (۱) وغیرہ (۲)۔ اس سے بحث کرنا کہ زمین متحرک ہے یا آسمان، زائد از ضرورت ہے، بلکہ ظاہری ہیئت سے جو عبرت و نصیحت حاصل کی جاسکتی ہے اور خالق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے، اس پر اکتفا کیا گیا ہے، اگر سائنس نے یہ پتہ بھی لگا لیا کہ زمین متحرک ہوتی ہے یا آسمان متحرک ہوتا ہے یا آسمان موجود ہی نہیں بلکہ منجائے نظر ہے اور جو متحرک ہے اس کی حرکت طبعی ہے یا عالق کی وجہ سے تو اول تو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل قائم نہیں اس لئے کہ آئے دن تحقیقات بدلتی رہتی ہیں، بعد والا طبقہ اپنے سے پہلوں کی تعلیط و تردید کرتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ ظن و تخمین پر ہے نہ کہ علم و یقین پر، ورنہ تبدیل نہ ہوتا، کیونکہ حقائق و افعیہ میں تبدیل نہیں ہوتا۔ دوسرے جو مقصد ہے (معرفت خالق اور اس کی اطاعت) اس سے یہ سائنسدان طبقہ بہت دور اور محروم ہے، وہ عامۃً خالق ہی کا منکر ہے، پھر تو یہ سائنس و بال جان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟

سوال [۱۲۲۹]: قال نکالنا کفر ہے تو فالنامہ قرآن میں کیوں لگائے گئے ہیں؟ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی کتابوں میں کفر اور شرک لکھا ہے۔

(۱) (سورۃ یس: ۳۸، ۳۹)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۳، دار السلام، ریاض)

(۲) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وینفکرون فی خلق السموات والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلا﴾۔ (آل

عمران: ۱۹۱)

وقال جل شانہ: ﴿ونینا فوقکم سبعاً شداداً، وجعلنا سراجاً وهاجاً﴾۔ (النبا: ۱۲، ۱۳)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فالنامہ قرآن شریف میں تاجروں نے لگا دیا ہے تاکہ لوگ زیادہ خریدیں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نہیں لگایا، نہ لگانے کی اجازت دی (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

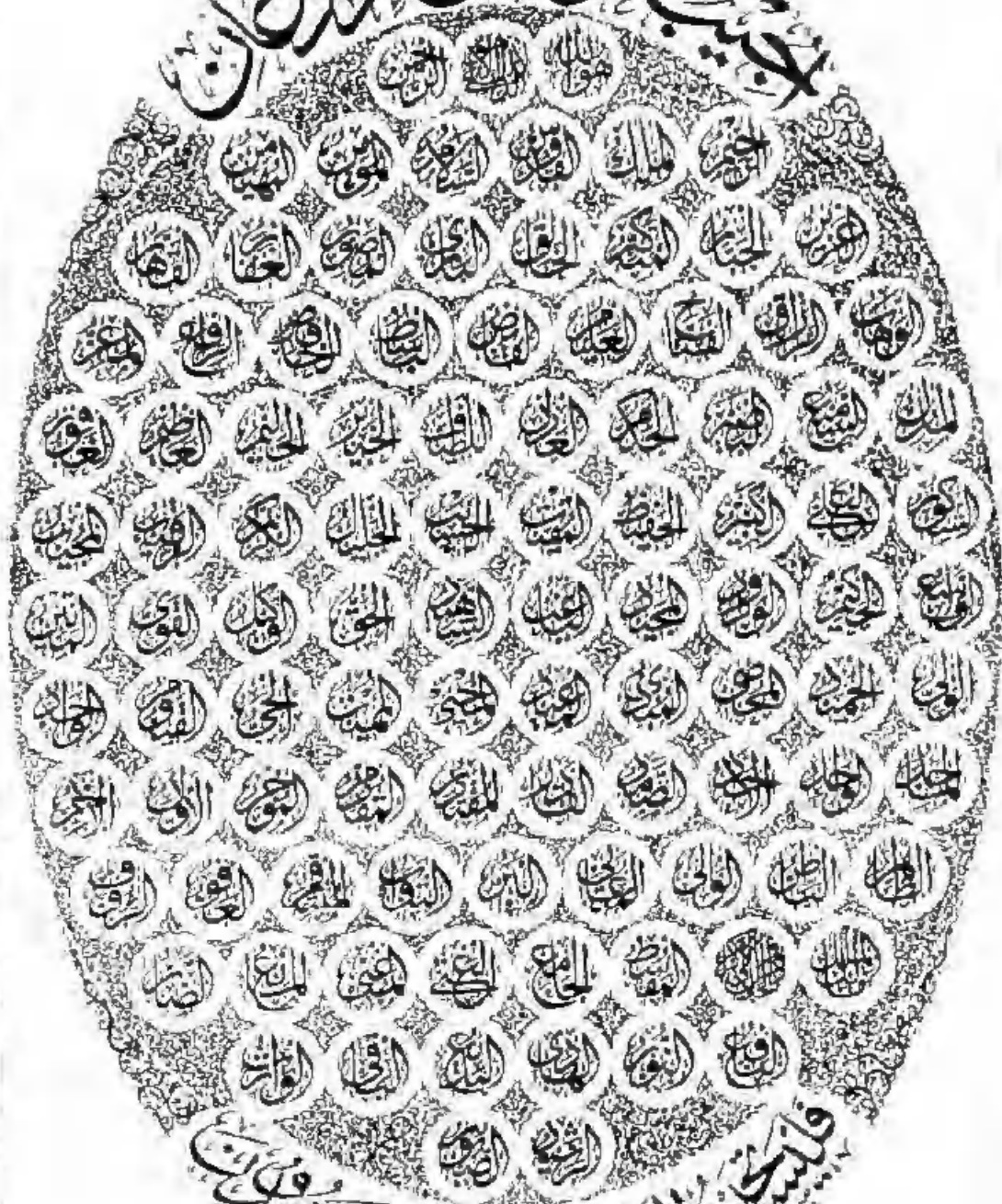


(۱) امداد الفتاویٰ میں ہے: ”محققین نے اس (قرآن مجید سے فال نکالنے) کو ناجائز لکھا ہے خصوصاً جب کہ اس کا یقین کیا جائے تو سب کے نزدیک ناجائز ہے۔“ (۳/۵۸، ۵۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۳۰۷ قدیمی)

(و کذا فی شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۴۹، قدیمی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



فَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً مَثَلَهُ